فتاویٰ مسعودی

فقیہ ہند حضرت شاہ محمد مسعود محدث دہلوی

مرتبہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ناشر

سرہند پبلی کیشنز، کراچی

پاکستان

مَن یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْن

فتاویٰ مسعودی

از

فقیہ الہند حضرت محمد مسعود شاہ محدث دہلوی

مرتب

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

محشی

حضرت مولانا حافظ محمد اشرف مجددی

ناشر

سرہند پبلی کیشنز کراچی

حقوقِ طباعت بحقِ مؤلف محفوظ ہیں

مصنف ——— شاہ محمد مسعود محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و تدوین ——— پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

نظرِ ثانی ——— مولانا عبدالحکیم شرف قادری و مولانا محمد منشا تابش چشتی قصوری

ترجمہ و حواشی ——— مولانا محمد اشرف مجددی سیالکوٹی

کتابت ——— مولانا شاہ محمد چشتی، محلہ محمود پورہ قصور

پروف ریڈنگ ——— حافظ محمد اکرم محمدی سیالکوٹی

ناشر ——— سرہند پبلی کیشنز۔ کراچی

مطبع ——— مطبوعہ فضل سنز لمیٹڈ۔ اردو بازار کراچی۔

اشاعت ——— اوّل

سالِ طباعت ——— ۱۴۰۷ھ / ۱۹۸۷ء

تعداد ——— گیارہ سو (۱۱۰۰)

قیمت ——— ۱۰۰ روپے

ملنے کے پتے

۱۔ سرہند پبلی کیشنز، نمبر ۸۸، بلاک نمبر ۸-ے، دہلی مرکنٹائل ہاؤسنگ سوسائٹی کراچی نمبر ۸۰۶

فون نمبر ۴۳۶۷۸۶ اور ۲۳۸۶۱۱

۲۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ، لاہور

۳۔ انٹرنیشنل پبلی کیشنز ۲۲۶۲ ۱۹ پی، جھوار لین، حیدرآباد سندھ، فون نمبر ۲۶۰۶۱

۴۔ مکتبہ نعمانیہ، اقبال روڈ، سیالکوٹ

۵۔ ضیاء الدین پبلی کیشنز، جی۔ کے ۴/۲۹ نزد خالق دینا اسکول کھارادر کراچی نمبر ۲

شیخ الاسلام، مفتیٔ اعظم حضرت علامہ الحاج شاہ محمد مظہر اللہ قدس اللہ سرہٗ العزیز (خطیب شاہی مسجد جامع فتحپوری، دہلی) کے نام نامی جن کے فیضانِ نظر نے آدابِ زندگی سکھائے ؎

یک نظر کردی و آدابِ فنا آموختی
اے خنک روزے کہ خاشاکِ مرا واسوختی

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

اظہارِ تشکر

حضرت والدی المعظم مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ قدس سرہ العزیز کے حضور سراپا سپاس ہوں کہ ممدوح نے از راہِ شفقت و عنایت فتاویٰ مسعودی کا قلمی نسخہ عنایت فرمایا ——— حضرت مولانا محمد حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ (حیدر آباد سندھ)، مولانا ابو الخیر محمد زبیر (حیدر آباد سندھ)، مولانا محمد احمد جاہ (دہلی)، حکیم محمد موسیٰ امرتسری (لاہور)، پروفیسر محمد ایوب قادری (کراچی)، پروفیسر سید محمد عارف (بہاولپور) اور جناب سید محمد طاہر (القصیم سعودی عربیہ) کا ممنون ہوں کہ انہوں نے فتاویٰ مسعودی سے متعلق ضروری مواد کی فراہمی میں تعاون فرمایا ——— حضرت مولانا عبد القدوس ہاشمی (ادارۂ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد) کا شکر گزار ہوں کہ موصوف نے فہرست مآخذ و مراجع کی تدوین میں مدد فرمائی ——— حضرت مولانا الحکیم اختر شاہجہانپوری مظہری (لاہور) کا ممنون ہوں کہ انہوں نے بعض فتاویٰ نقل فرمائے ——— حضرت مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری (مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور) اور حضرت مولانا محمد منشا تابش قصوری کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مبیضہ پر نظرِ ثانی فرمائی اور قلمی نسخہ سے نہایت جانکاہی اور عرق ریزی سے تقابل فرمایا ——— مولانا محمد اشرف مجددی (سیالکوٹ) کا ممنون ہوں کہ انہوں نے حواشی تحریر فرمائے ——— مفتی محمد مکرم احمد (دہلی)، مولانا محمد احمد قریشی (لاہور)، مولانا سید مظہر الدین (لاہور)، جناب محمد نسیم خاں (دہلی) کا ممنون ہوں کہ انہوں نے بعض ضروری عکس فراہم کئے ——— شیخ صبور احمد صاحب (ڈائریکٹر سرہندیہ پبلی کیشنز) کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے طباعت و اشاعت کا اہتمام کیا۔ مولانا شمس الضحیٰ کا تہہ دل سے ممنون ہوں کہ انہوں نے تصحیح اور تحشیہ میں بھرپور تعاون فرمایا۔ فجزاهم الله تعالیٰ احسن الجزاء۔

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

عکس

(ص ۶۱۳ - ۶۳۹)

(۱) مقبرہ شریف حضرت سید امام علی شاہ علیہ الرحمہ شیخ طریقت حضرت فقیہ الہند علیہ الرحمہ و حضرت سید صادق علی شاہ علیہ الرحمہ شیخ طریقت حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ

(۲) مسجد جامع فتحپوری ——— دہلی

(۳) مرقد انور حضرت فقیہ الہند علیہ الرحمہ

(۴) عکس تحریر حضرت شاہ رحیم اللہ دہلوی علیہ الرحمہ خلیفہ حضرت فقیہ الہند علیہ الرحمہ

(۵) سند خلافت و اجازت حضرت شاہ رکن الدین الوری علیہ الرحمہ خلیفہ حضرت فقیہ الہند علیہ الرحمہ

(۶) عکس فتویٰ حضرت فقیہ الہند علیہ الرحمہ

(۷) عکس فتویٰ مفتی اعظم ہند حضرت شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ نبیرہ حضرت فقیہ الہند علیہ رحمہ

(۸) عکس فتویٰ حضرت مفتی محمد مظفر احمد علیہ الرحمہ خلف اکبر حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ

(۹) عکس فتویٰ حضرت مفتی محمد مشرف احمد علیہ الرحمہ خلف اصغر حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ

(۱۰) عکس فتویٰ حضرت مفتی محمد مکرم احمد سلمہ اللہ تعالےٰ نبیرہ حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ

ترتیب

حرفِ آغاز

فتاویٰ مسعودی کا واحد قلمی نسخہ حضرت فقیہ الہند علیہ الرحمہ کے پوتے مفتی اعظم ہند حضرت شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ (شاہی امام مسجد جامع فتحپوری، دہلی) کے ذاتی کتب خانے میں محفوظ تھا، ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء میں راقم دہلی حاضر ہوا تو حضرت مفتی اعظم نے از راہِ شفقت وعنایت یہ نادر نسخہ مرحمت فرمایا چنانچہ راقم اپنے ساتھ پاکستان لے آیا، تدوین وتبویب کا مصمم ارادہ تھا لیکن دوسرے ہی سال ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء میں حضرت مفتی اعظم کا وصال ہوگیا اور راقم آپ کے حالات اور تصانیف کی تدوین وترتیب میں مصروف ہوگیا۔ ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء میں اس کام سے فارغ ہوا تو دیگر علمی کام سامنے آگئے چنانچہ ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء تک فتاویٰ مسعودی پر کام شروع نہ کر سکا۔

فتاویٰ مسعودی کا نسخہ نہایت خستہ و بوسیدہ اور کرم خوردہ تھا، بعض اوراق چھلنی ہو گئے تھے اس لئے نقل کرنے سے پہلے محدب شیشے سے مطالعہ کرنا پڑتا۔ بہر کیف ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء میں جب راقم گورنمنٹ کالج، ٹنڈو محمد خاں (ضلع حیدرآباد، سندھ) میں تھا، نقل کا آغاز کیا اور دو سال بعد ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء میں یہ کام مکمل ہوا۔ اس وقت راقم گورنمنٹ کالج مٹھی (ضلع تھرپارکر، سندھ) میں بحیثیت پرنسپل اپنے فرائض انجام دے رہا تھا۔ نقل کے بعد تدوین و تبویب کے مراحل سامنے آئے اور پھر تصحیح واصلاح کے مرحلے۔ اول الذکر مراحل راقم نے طے کئے اور ثانی الذکر مرحلے مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری، مولانا محمد منشا تابش قصوری اور مولانا محمد اشرف مجددی زیدت عنایتہم نے، فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔ بفضلہٖ تعالیٰ یہ کام ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء میں مکمل ہوا اور ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء میں کتابت کا آغاز ہوا۔

فتاویٰ مسعودی کے علاوہ حضرت فقیہ الہند علیہ الرحمہ کے بعض قلمی اور مطبوعہ رسائل بھی دستیاب ہوئے، ان کو بھی اس مجموعے میں شامل کر دیا گیا ہے، ان رسائل کی تفصیل یہ ہے:-

۱- دررِ ثمانیہ (مؤلفہ ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء) مطبوعہ دہلی۔

۲- الدلائل العظیم فی القرآن العظیم (مؤلفہ ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء) مطبوعہ دہلی ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء

۳- رسالہ سماع وغنا (مکتوبہ ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء) (قلمی)

۴- رسالہ سماعِ موتیٰ (مکتوبہ ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء) (قلمی)

فتاویٰ مسعودی کا قلمی نسخہ حجازی سائز کے ۱۶۷ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۹ء تا ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء کے درمیان لئے گئے ۲۱۰ منتخبہ فتوے شامل ہیں جو متنوع موضوعات پر ہیں، مختلف اوقات میں مختلف حضرات نے اس کی کتابت کی ہے، خود حضرت فقیہ السند علیہ الرحمہ نے بھی بعض فتوے نقل فرمائے ہیں جس سے اس نسخے کی اہمیت ظاہر ہے۔ آپ کی تحریر کا عکس شامل کر دیا گیا ہے۔ آپ کے علاوہ مندرجہ ذیل حضرات نے فتوے نقل کئے ہیں :-

۱- صاحبزادہ مولانا محمد سعید علیہ الرحمہ

۲- مولانا نور محمد علیہ الرحمہ

۳- مولانا ابو المنصور فضل الدین علیہ الرحمہ

۴- ایک نامعلوم مرید و معتقد

جیسا کہ عرض کیا گیا یہ نسخہ نہایت ہی خستہ و بوسیدہ اور کرم خوردہ ہے اس لئے جن مقامات کو غور و فکر کے باوجود نہ پڑھا جا سکا وہاں خطِ فاصل لگا دیا گیا ہے۔ اس نسخے کی کتابت چونکہ مختلف حضرات نے کی تھی اس لئے بعض نے قدیم طرزِ املاء کے مطابق کتابت کی مثلاً گانوں (گاؤں)، اوس (اس)، جاوے (جائے)، لائیا (لایا)، ہوناں (ہونا)، دیناں (دینا)، دئی (دی)، وغیرہ وغیرہ ——— اگرچہ اصولِ تدوین کے لحاظ سے املاء کو بدلنا نہ چاہئے تھا لیکن اس خیال سے بدل دیا گیا کہ ایک تو زبان پرانی، اوپر سے املاء بھی پرانا ہوا تو پڑھنے میں دقت ہوگی اور اس سے فتاویٰ کی افادیت مجروح ہوگی۔

فتاویٰ مسعودی میں سوالات اور ان کے جوابات اردو، فارسی اور عربی تینوں زبانوں میں ہیں۔ جوابات کی خصوصیت یہ ہے کہ سب سے پہلے آیاتِ قرآنی سے استدلال

کیا ہے، پھر احادیث نبویہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے اور اس کے بعد ضرورت محسوس ہوئی تو ائمہ کرام وفقہائے عظام سے، معاصرین علماء کے برخلاف اردو نہایت سادہ استعمال کی ہے لیکن بعض مقامات پر بامحاورہ نہیں ہے، یہ اس دور کا چلن تھا لیکن عربی اور فارسی الفاظ سے خواہ مخواہ استعمال سے حتی الوسع گریز کیا ہے تاکہ فتاویٰ زیادہ سے زیادہ عام فہم ہوں۔ مخالفین کے بارے میں اگر کچھ لکھا ہے تو نہایت نرم لہجے میں، متانت وسنجیدگی کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دیا اور فقیہانہ وقار کو ہر قیمت پر برقرار رکھا ہے، تحریر سے عجز وانکسار نمایاں ہے جو دلیل عظمت وبزرگی ہے، دستخط میں اسم گرامی سے پہلے ہمیشہ 'خاکِ رہ' تحریر فرمایا ہے۔

فتاوائے مسعودی کی فقہی افادیت کے علاوہ دوسری افادیتیں بھی ہیں مثلاً اس کے مطالعے سے سوانحی اور تاریخی اہمیت کی بعض باتیں سامنے آگئی ہیں جن سے بعض شخصیات اور بعض خاندانوں کے متعلق معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔ اسی طرح بعض باتیں معاشرتی اور اقتصادی اہمیت کی بھی سامنے آگئی ہیں جن سے اس زمانے کے معاشرتی اور معاشی حالات پر روشنی پڑتی ہے بعض باتیں اخلاقی اور مذہبی نوعیت کی ہیں جن سے اس زمانے کے اخلاقی حالات اور مذہبی کیفیات کا اندازہ ہوتا ہے۔ بعض فتووں سے اس زمانے کی مختلف تحریکوں کے بارے بھی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

الغرض فتاوائے مسعودی گوناگوں خصوصیات وامتیازات کا حامل ہے اور اس میں شک نہیں کہ چودھویں صدی ہجری کے آغاز میں جو فتاوے مرتب کئے گئے ان میں یہ خاص امتیاز کو حاصل ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ فتاوائے مسعودی علماء بالخصوص مفتیوں کے لئے بہت ہی مفید ثابت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کو شرف قبولیت سے مشرف فرمائے اور مجھ سیہ کار کے لئے وسیلۂ نجات بنائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

گورنمنٹ سائنس کالج
مٹھی (تھرپارکر، سندھ)
۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء

قطعۂ تاریخ

از نتیجۂ فکر

حضرت مولانا سید شریف احمد شرافت نوشاہی مدظلہ العالی
(سجادہ نشین ساہنپال شریف، ضلع گجرات، پاکستان)

بحمد اللہ نسخہ فتاوائے دیں — کہ در فقہِ حنفی ست متن متین
زتصنیفِ عالی شہِ ذی وقار — فقیہِ زماں قدوۂ روزگار
کہ اسم گرامیش مسعود بود — ز اقرانِ خود گوئے سبقت ربود
محدث، مدرس، فقیہ المثال — شجے زبدۂ اولیائے کمال
زہے مفتیٔ اعظم دیں پناہ — بدہلی شدہ صاحب خانقاہ
بفقہ و فتاوئے مقامش بلند — بعلم و عمل فاضلِ ارجمند
شریف النسب واعظِ خوش نوا — بُدہ حافظ و قاریِ دل رُبا
خطیبے بجامع فتحپور شدہ — بتذکیر، سالار و افسر شدہ
بہ تبلیغ و تدریس شیخ عظیم — بجود و سخاوت رؤف و کریم
ز اولادِ وے ہست مردِ فرید — کہ علامہ مسعود احمد وحید
مدون نمود ایں کتابِ عجیب — شود رحمتِ خاص او را نصیب
بعالم فیوضات او عام کرد — کتابِ مبارک خوش انجام کرد

بگفتا شرافت ز تدوین سال
فتاوائے مسعود نازک خیال

۹۶   ۳   ۱۳

قطعۂ تاریخِ ترتیب و تبییضِ فتاویٰ مسعودی

از نتیجۂ فکر

حضرت مولانا محمد عبد الحکیم اختر شاہجہان پوری مظہری

فیض ہے سب پر عیاں حضرت فقیہِ ہند کا
یا تو ہے بحرِ رواں حضرت فقیہِ ہند کا

وہ مفسر، وہ محدث، وہ فقیہِ بے مثال
علم و حکمت ہے نشاں حضرت فقیہِ ہند کا

ان کا اندازِ تکلم، شربتِ شہد و لبن
شکریں طرزِ بیاں حضرت فقیہِ ہند کا

اہلسنّت پر کچھ ان کے اتنے احسانات ہیں
ہر دہن ہے مدح خواں حضرت فقیہِ ہند کا

تا قیامت اپنی تابانی دکھاتا ہی رہے
یا الٰہی خانداں حضرت فقیہِ ہند کا

اپنی قسمت پر نہ کیوں نازاں ہو وہ اس فخر میں
جس نے پایا آستاں حضرت فقیہِ ہند کا

ان کے عرفاں سے نہ کیوں سیراب ہوں اہلِ جہاں
فیضِ بحرِ بیکراں حضرت فقیہِ ہند کا

ہے یہ مسعودی فتاویٰ علم کا بحرِ رواں
یا مقدس گلستاں حضرت فقیہِ ہند کا

حضرتِ مسعود کا اب بھی نشاں مسعود ہے
بن گیا جو ترجماں حضرت فقیہِ ہند کا

کہہ دیا شورش فروشد یہ مرتب جب ہوا
رنگ لایا بوستاں حضرت فقیہِ ہند کا

۱۳ ھ ۹۶

چونکہ اخترؔ ساتھ اسمِ ذات کا سر مل گیا
جا رہا ہے کارواں حضرت فقیہِ ہند کا

۱۹ ء ۷۷

حیاتِ مسعودی

از

ڈاکٹر محمد مسعود احمد

مسعود شہ، فردِ جہاں، ہم شمعِ بزمِ عارفاں
محبوبِ ربِ لم یزل صلوا علیہ و آلہٖ

شانِ نبی، جاہِ علی، ہم نورِ حق سر تا بہ پا
برہانِ ایمان و طُل حسنت جمیع خصالہٖ

صیتِ نوائش چار سُو، مِنْ فَیْضِہٖ لَاتَقْنَطُوْا
بدر الدجے صدر الاجل کشف الدجے بجمالہٖ

برداشت از عالمِ قدم، پے سالِ وصلش از عدم
سعدی بگفتا از ازل بلغ العلےٰ بکمالہٖ
۱۳۰۹ھ

(مولانا شاہ رکن الدین الوری رحمۃ اللہ علیہ)

قوم روشن از سوادِ سرگزشت　　خود شناس آمد زیادِ سرگزشت
سرگزشتِ او چوں از یادش رود　　باز اندر نیستی گم می شود
ضبط کن تاریخ را پاینده شو
از نفس ہائے رمیدہ زندہ شو

(اقبال)

"زبدۃ فقہائے جہاں، اصلح صلحائے زماں، اعرف العرفاء، فاضل الفضلاء، فقیہ بے بدل، مفتی بے مثل، محقق مسائل دیں، حضرت مولانا مولوی مفتی رحیم بخش المشہور مولانا محمد مسعود صاحب مفتی دہلی دام فیوضہٗ جو جو خوبیاں اللہ تعالیٰ نے ذاتِ بابرکات میں عطا فرمائی ہیں، بیان ان کا بہت دشوار ہے، آپ دہلی میں اعلیٰ درجہ کے فقیہ اور مفتی ہیں۔ آپ کی ذات سے بہت فیض جاری ہے آپ صاحبِ نسبت، صاحبِ دل، عابد، عارف باللہ، مرتاض، دیندار، متقی، پرہیزگار، صاحبِ مروت، پیرِ کامل، ہادیٔ طریقت، آپ پیش امام مسجد فتحپوری ہیں۔ آپ کی ذات سے فیضِ باطنی بہت جاری ہے۔ بڑے بڑے رؤساء آپ کے مرید ہیں، دامنِ اخلاق کا بڑا وسیع اور کشادہ ہے۔ بہرحال فی زماننا آپ کا دم لبا غنیمت ہے، فقیر بھی آپ کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہے" [۱]

حضرتِ فقیہ الہند علیہ الرحمہ کے متعلق یہ ایک ۹۶ سالہ مبلغ اسلام اور عالمِ دین مولانا محمد امیر الدین احمد علیہ الرحمہ کے تاثرات ہیں جن کے دستِ حق پرست پر تین ہزار سے زیادہ کفار و مشرکین مشرف باسلام ہوئے اور جو خود حضرتِ فقیہ الہند کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔ اس سے

---

[۱] محمد امیر الدین احمد: تفسیر ابر کرم المعروف بہ مناقب والا تے امرائے باخبر، ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء، ص ۱۰۲

اندازہ ہوگا کہ اس وقت جس عارفِ کامل اور فقیہِ عصر کا تعارف کرایا جا رہا ہے وہ علم و عرفان کی کن بلندیوں پر فائز تھا! قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز۔

حسب ونسب

حضرت فقیہ الہند کا اسم گرامی رحیم بخش اور لقب محمد مسعود تھا۔ یہ لقب اتنا مشہور ہوا کہ آج آپ کو اسی لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ کے والدِ گرامی کا اسم شریف الٰہی بخش تھا[1] اور جدِ امجد کا احمد[2]۔ آپ نسباً فاروقی[3]، موطناً دہلوی، مسلکاً حنفی اور مشرباً نقشبندی مجددی تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب متعدد واسطوں سے حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۸۹ھ / ۱۵۸۱ء) سے ملتا ہے جو علوم ظاہری و باطنی کے جامع، باکمال مدرس و مفتی اور محقق تھے، سلسلۂ چشتیہ صابریہ کے متاخرین مشائخ میں بے نظیر اور حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۴۵ھ / ۱۵۳۸ء) کے اعاظم خلفاء میں تھے۔ عہدِ اکبری کے مشہور مؤرخ ملا عبدالقادر بدایونی نے دو بار آپ کی زیارت کی، ۹۶۹ھ میں اور پھر ۹۸۱ھ میں۔ بدایونی نے آپ کے چشم دید حالات بھی لکھے ہیں[4]۔ بقول مفتی غلام سرور لاہوری حضرت جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد بلخ

---

[1] فتاوےٰ مسعودیہ، جلد اول و دوم (مطبوعہ دہلی ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء) میں الٰہی بخش نام کے ایک بزرگ کے دستخط ملتے ہیں، (جلد اول، ص ۸۰، ۲۲۹، ۳۷۸، ۵۳۵، ۱۰۰۷، ۵۱، ۷ ـــ جلد دوم، ص ۲۱۶) ممکن ہے کہ یہ بزرگ حضرت فقیہ الہند کے والد ماجد ہوں۔

[2] حضرت فقیہ الہند کے پڑپوتے حضرت مولانا مفتی محمد مظہر احمد علیہ الرحمۃ (م ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء) فرماتے تھے کہ حضرت فقیہ الہند کے اجداد میں سالار بخش نامی ایک بزرگ تھے جو مغلیہ دورِ حکومت میں عہدۂ وزارت پر فائز تھے، واللہ اعلم (مسعود)

[3] حضرت فقیہ الہند نے اپنی تصنیف نور العرفان (مؤلفہ ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء) میں فاروقی لکھا ہے نیز شیخ حمید الدین گنوری علیہ الرحمۃ کے نام سندِ خلافت (مکتوبہ ۱۰ رجادی الاولیٰ ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء) میں فاروقی لکھا ہے لیکن بعض مطبوعہ رسائل میں صدیقی لکھا ہے مثلاً الدرۃ الیتیم فی القرآن العظیم (مطبوعہ دہلی ۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۱ء، ص ۲) اور دردِ ثانیہ (مطبوعہ دہلی ص ۲) میں، غالباً یہ سہو کتابت ہے کیونکہ رسالہ نور العرفان میں صراحت کے ساتھ یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ آپ حضرت جلال الدین تھانیسری علیہ الرحمۃ کی اولاد امجاد سے ہیں۔

[4] عبدالقادر بدایونی: منتخب التواریخ، مطبوعہ کلکتہ ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء، ص ۲۰۳

کے رہنے والے تھے [1] اور آپ کے اجداد میں غالباً محمود شاہ، سلطان شمس الدین التمش (۶۰۷ھ/۱۲۱۰ء تا ۶۳۳ھ/۱۲۳۵ء) کے عہدِ حکومت میں ہندوستان وارد ہوئے اور تھانیسر میں قیام فرمایا [2]

ولادت و معرفت

حضرت فقیہ الہند ۱۲۵۰ھ/۱۸۳۴ء میں اپنی آبائی حویلی واقع بازار سرکی والاں، دہلی میں پیدا ہوئے۔ ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء میں علوم عربیہ اور ریاضیہ کی تحصیل سے فارغ ہوئے اور پھر والدین کے وصال کے بعد تلاشِ معاش کے سلسلے میں پنجاب تشریف لے گئے۔ یہاں کچھ عرصہ بعد سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے عارفِ کامل حضرت سید امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۵ء) کا شہرہ جو سنا تو حاضری کا اشتیاق پیدا ہوا چنانچہ حاضر ہوئے اور شرفِ بیعت حاصل کیا۔ ایک سال بعد ہی خلافت و اجازت سے نوازے گئے، پھر شیخِ طریقت نے دہلی جانے کی ہدایت فرمائی چنانچہ آپ دہلی تشریف لے گئے اور یہاں ظاہری و باطنی فیض جاری فرمایا۔

یہ سوانحی تفصیلات حضرت فقیہ الہند کی ابتدائی تصنیف نور العرفان [3] (قبل ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۵ء) سے حاصل کی گئی ہیں، چونکہ یہ رسالہ شائع نہیں ہوا اس لئے ہم چند اہم اقتباسات یہاں پیش کرتے ہیں جن سے مندرجہ بالا حقائق کے علاوہ حضرت فقیہ الہند کی طرزِ نگارش، شیخ طریقت کی عظمت و بزرگی اور دہلی کے مذہبی ماحول کے بارے میں بھی بہت کچھ معلوم ہو سکے گا:

الحمد للہ الذی ھدنا لھذا و ما کنا لنھتدی
لولا ان ھدنا اللہ لقد جاءت رسل ربنا بالحق و جاء

---

[1] مفتی غلام سرور لاہوری: خزینۃ الاصفیاء، مطبوعہ لاہور ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء، ص ۴۳۶

[2] حبیب اللہ فاروقی: سوانح شیخ جلال الدین تھانیسری، مطبوعہ دہلی، ص ۲ و ۳

[3] یہ رسالہ ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۵ء سے قبل کی تصنیف ہے کیونکہ اس وقت حضرت امام علی شاہ حیات تھے جن کا وصال سنہ مذکور میں ہوا۔ (مسعود)

خاتم النبوۃ والرسالۃ بالصدق وارشدنا علم التوحید والعرفان وشرف الصدیقین بالصدق و الایقان و الصلوٰۃ و السلام علی بدر الدجی نور الھدیٰ صاحب اسرار قاب قوسین او ادنیٰ و علیٰ آلہٖ واصحابہ المجتبیٰ المقتدیٰ امابعد

می گوید مسکین شیخ رحیم بخش فاروقی دہلوی ملقب بہ محمد مسعود نقشبندی مجددی امامی بن شیخ الٰہی بخش بن شیخ احمد دہلوی از اولادِ صاحب اسرار الٰہی ذو مقاماتِ عالیہ، صاحب کشف و کرامات مخدوم جلال الدین تھانیسری کابلی فاروقی قدس سرہ العزیز کہ روضۂ آں در شہر تھانیسر زیارت گاہِ مخلوقات است، صانہا اللّٰہ عن الآفات والبلیات، ہرگاہے کہ بفضلِ ایزدِ متعال لیبھی والدین غفر اللّٰہ لھما ولجمیع المومنین بعمر بست و دو ۲۲ سال از تحصیلِ علومِ عربیہ فراغت حاصل کردہ بعد از وفاتِ والدین بباعثِ احتیاج و تعلقاتِ دنیوی بملکِ پنجاب آمدہ سیاحی کردحتیٰ کہ بداعیۂ فیضِ الٰہی و بجذبۂ رحیمی باستماعِ اوصاف درصفت مکان شریف موضع لدھیانہ معروف بہ مکان شریف، جنت نظیر، جبہہ سائے بدرِ منیر، منور بانوارِ احدیت، مزین بہ کمالاتِ صمدیت، مصئون از آفات و بلیات، افضل البلاد والامصار، معدنِ شرف، مشحون بکشف و کرامات، موطن الاشراف والاحرار ـــــــ مخزنِ افضالِ سرمدیت، مشرف بتشریفِ قادرِ کریم، یاد دہندۂ فردوسِ نعیم، مملوٌ باولیائے کرام، مبعثِ اہلِ عرفان، زیارت گاہِ ہر خاص وعام، مجمع اہلِ فضل وکرم، مخزنِ انوارِ قدم، دافعِ رنج والم، سرفرازندۂ اہلِ کرم، اگر چشمِ ظاہر بیں دیدۂ بصیرت انصاف آگیں وا کردہ بنظرِ تامل و تفکر یک لحظہ درو درانیدہ ملاحظہ کنندہ کہ چہ قدرتِ الٰہی واسرارِ ربی درو جلوہ گر است ـــــــ آفتاب بمقابلہ پرتو انوارِ آں خونِ جگر خوردہ و بتشریفِ مقبولیت بارگاہِ الٰہی فرقِ امتیاز از چرخِ اطلس بالاتر کشیدہ

و باریافتگان بارگاہ مقدس اعلیٰ   دست بدعا استادہ و ساجدان
حضرتِ آدم علیہ السلام چوں بملاحظہ ـــــــ ذاتِ الٰہی دراں مکان عصمت
بنیاد نزول کنندہ آیۂ انی اعلم ما لا تعلمون را یاد کنندہ۔

سبحان اللہ عجب باشندگان ہستند کہ او راز دو عالم تافتہ و دست
مقصود دارین شستہ یہ ہمہ تن مشغول بدیدار خدائے لم یزل کہ کاتب اعمال
حسنہ بر ملا آں طاؤس نگاریں تمثال کہ زبانِ قلم بہ تحریر درجاتِ ایشاں
دو پارہ گشتہ و مضمونِ آیۂ کریمہ لعلکم تتفکرون روشن شدہ لبعض استغراق
ایں چنیں   دامن گیر از طعام و شراب فارغ یابی حاصل کردہ و کسے
جذباتِ الٰہی ایں قدر کہ آثار افعال و صفات و اسماء عبور نمودہ، فانی مطلق
گشتہ، چہ یارا قلم بتوصیف ایں مکاں زباں را بکشاید و چہ قدرت کہ شمار
اصحابِ صُفّہ صفت بتحریر درآردہ، بنظر چشم ظاہر بیں، فقیر و محتاج ہستند
ولیکن بہ بصیرت دور بیناں و باطن منوراں غنی، ـــــ

از استماعِ اوصافِ مکان شریف اشتیاق بجوش آمد در اوصافِ حمیدہ
حضرتِ ارشاد پناہی از روئے پابوسی حضرت معلی الالقاب، کیواں جناب،
معارف و حقائق آگاہ، حقیقت و شریعت دستگاہ، صاحبِ اسرارِ الٰہی کاشف
رازہائے نامتناہی، مصدرِ حقیقت و طریقت، منبعِ اسرارِ معرفت، مدبرِ کمال حدیث،
سحابِ فلکِ صمدیت، سیدِ عالی نسب، والا حسب، ـــــ آفتابِ
دین و ملت، ہادئ راہِ نجات، مجمعِ اخلاقِ حمیدہ، مخزنِ صفاتِ جمیلہ و مقاماتِ
عالیہ، درۃ التاج احمدی، محبوبِ سبحانی، غواصِ بحرِ احدیت، محو بذاتِ ہویت،
سیدِ اولیاءِ کاملین، امامِ علماءِ متقین، قطب الاقطاب، غوث الشیخ والشاب،
شہسوارِ عرصۂ احدیت، در یکتائے بحرِ انوارِ صمدیت، عالمِ اسرارِ خفی و جلی،
کاشفِ دقائقِ سرمدی، محبوبِ رب العالمین، پیشوائے عارفین قدوۃ السالکین،
زبدۃ المحققین، امام الائمۃ القانتین، مقتدائے کاملین، جامعِ کمالاتِ معنوی و

صوری، معدنِ اسرارِ لاہوتی، منور القلوب، مشرف الغیوب، بدر الدجے، شمس الضحے، نور الہدیٰ، ضوء الظلم، قیوم العالم، کاشفِ اشیاء اللوح و القلم، کوکب دری سماء الفردیت، شہاب درخشان ملک القیومیۃ، معلم طریق اندراج النہایۃ فی البدایۃ، جلوہ گرِ مسند اہل الرشاد و الولایۃ، مرشد الطریق فی البدایۃ و النہایۃ، الفرد الکامل الاکمل الاجمل ——— عامل علی قول النبی، فتاح اسرار الخفی، عالم امورِ حروف المقطعات، واقفِ اسرار آیات المتشابہات، مسلب الاحوال، منقح الانوار، مشکوٰۃ الظلام، سید الکرام، امام الہمام فخرِ زمین و زمان متخلق باخلاقِ خیر الرسل، ہادی الی اقوے السبل، امامٌ علیٌ، جمیلٌ کریمٌ، رحیمٌ مطیعٌ علیمٌ حلیمٌ، شریفٌ صبیحٌ، سیدنا و مولانا و مرشدنا و ہادینا، خواجہ سید امام علی صاحب حسنی السامری[1] النقشبندی المجددی افاض اللہ فیضہ علی الطالبین و ادام اللہ ضور حیاتہ علی العالمین ——— کہ دریں ایام مثلِ خود نظیرے نہ دارند و قائم مقام خواجہا اند و بواسطۂ حصولِ درجاتِ ولایتِ نبویہ ہر کسے را کہ خواہند بدرجۂ اکمال و تکمیل می رسانند۔

دریں زماں بر آستانۂ فلک کاشانہ حضرت ایشاں کوسِ رشد و ہدایت می نوازد و جوق در جوق مردماں از راہِ دور و دراز مثلِ بدخشاں و ہند و روم وغیرہ بخدمتِ عالیہ حاضر شدہ مستفیض می شوند، علمِ یکتائی را بر سرِ فلک الافلاک قائم کردہ رشد و ہدایت برا اہالیانِ غرب و شرق رسانندہ مضمونِ یاتوا الیہ من کل فج عمیق بر سرِ طغیان است، ہر کسے را کہ خواہش دامنگیر باشد بحضورِ فیض گنجور حاضر شدہ از فیضِ عمیم بہرہ مند گردد و قدرتِ کردگار را معائنہ کند کہ ہر کس را سفرہ عام چہا نصیبے می کرد و مطلبِ دین و دنیا حاصل کردہ شکر گذاری گردد ——— و فنار الفنار در قبضۂ ایشاں ست و کشف و کرامات در تحت

---

[1] بغداد کے نواح میں ایک بستی کا نام سامرہ ہے۔ آپ کے مورثِ اعلیٰ وہاں سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے تھے۔ اس مقام کی نسبت سے آپ کے نام کے ساتھ "السامری" لکھا جاتا ہے (اشرف)

وتصرف ایشاں ، جذب وکشش دریک نظر ، اجراء ذکر بیک بصر ، ــــــ طالب نہ از ولایتِ صغریٰ خالی ونہ از ولایتِ کبرے عاری ، نسبتِ ایشاں نسبتِ احمدی ، مشربِ اوشاں مشربِ محمدی ، نہ قربِ باطنی را نہایتے ونہ تصرفِ ظاہری را غایتے ، از خُلقِ عظیم آراستہ واز حلمِ عمیم پیراستہ ، شفقت فرمائے خاکساراں ، چشم پوشِ خطا کاراں ، حبیبِ حبیبِ رب العالمین ، نبیبِ سیدنا خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ، دامن گیر شدہ وبجذبۂ جاذبہ منجذب گردیدہ ، مقبول بندگان گشت توجہ مربیانہ وپرورشِ فرزندانہ وعنایاتِ بے پایاں بریں فقیر گماشتہ شد کہ حمد وسپاسِ آں از احاطۂ تحریر وتقریر بیرون است وظلال فیوض حضرت ارشاد پناہی دام اقبالہ روز بروز می افزود حتی کہ بغیر مجاہدہ وریاضات بصرفِ ہمتِ خود وبتوجہ نظر کیمیا اثر از فیض عمیم بعد از یک سال درجۂ تکمیل دادہ بہ سمتِ دہلی برائے ارشاد طالبین فرستاد ۔

پس ہر گاہ کہ درآنجا رفتہ بعض اشخاص را بہ نسبت طریق صوفیہ کرام بارك الله فيهما بالازدياد والاكرام معترض یافت وطالب سند از قرآن مجید وحدیث حمید گشت ، ناچار عنانِ توجہ را باثبات طریقۂ عالیہ صافیہ صوفیہ باصفا از آیات واحادیث مائل کرد ــــ تاکہ بموجب حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایاکم و الظن ورزعظیم لائق حال آں نابینایاں قلوب نہ شوند واز تحصیل عرفان محروم نہ گردند کہ مامور بہ اند وایں رسالہ موسوم بہ نور العرفان نمودہ شد اللّٰھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ والباطل باطلا" [۱]

---

[۱] محمد مسعود : نور العرفان (قلمی) ، ص ۱ تا ۹

نوٹ : حضرتِ فقیہ اللہ نے اس آخری پیراگراف میں یہ بیان فرمایا ہے کہ جب وہ مکان شریف سے دہلی پہنچے تو وہاں بعض لوگوں کو بیعت و طریقت کے خلاف پایا حالانکہ انقلاب ۱۸۵۷ء سے قبل جب حضرت فقیہ اللہ پنجاب تشریف لے گئے تو ایسے حالات نہ تھے ، شاہ وقت بہادر شاہ ظفر ایک سچا مسلمان تھا

(باقی بر صفحہ آئندہ)

اساتذہ

حضرت فقیہ الہند کے اساتذہ میں جن دو اساتذہ کرام کا علم ہو سکا یعنی صاحب مظاہرِ حق نواب قطب الدین خاں صاحب (م ۱۲۷۹ھ/ ۱۸۶۲ء) اور صاحبِ فتاوٰے نذیریہ مولوی سید نذیر حسین صاحب (م ۱۳۲۰ھ/ ۱۹۰۲ء)۔ یہ دونوں علماء حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۳ء) کے نواسے شاہ محمد اسحاق مہاجر مکی (م ۱۲۶۲ھ/ ۱۸۴۵ء) سے شرفِ تلمذ رکھتے تھے۔ اس طرح حضرت فقیہ الہند کا سلسلۂ حدیث صرف تین واسطوں سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۲ء) سے ملتا ہے۔

محمد امان دہلوی نے حضرت فقیہ الہند کے سلسلۂ تلمذ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

"یہ بزرگ مولانا حاجی نواب قطب الدین خاں صاحب محدث دہلوی کے شاگرد اور حضرت امام علی شاہ رتڑ چھتری سے مرید و مجاز تھے، مسجد فتحپوری کے غربی و شمالی حجرہ میں یا تو فتویٰ نویسی میں یا ذکر و شغل میں مصروف رہتے تھے اور نمازِ پنجگانہ کی امامت کے لئے حجرہ سے مسجد میں آیا کرتے تھے، نہایت کم گو، عابد زاہد امام تھے"[1]

چنانچہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں راقم کی نظر سے اس کا ایک استفتاء گزرا ہے۔ ان حالات میں مؤرخ یہ شک کر سکتا ہے ــــــ کہ کہیں طریقۂ صوفیہ کے مخالفین اس کوشش میں تو نہ تھے کہ شاہِ وقت کو تخت سے محروم کر کے دشمنوں کے ہاتھ مضبوط کئے جائیں تاکہ ان کے مسلک کی اشاعت ہو ورنہ اچانک حالات کا اس طرح بدل جانا تعجب خیز امر ہے۔

محمد یعقوب بدایونی نے اکمل التاریخ (حصہ دوم مؤلفہ ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء مطبوعہ بدایوں، ص ۱۵۳ تا ۱۶۹) میں ابوظفر بہادر شاہ بادشاہ غازی علیہ الرحمہ کا ایک استفتاء نقل کیا ہے جو ۱۲۶۷ھ/ ۱۸۵۱ء میں دہلی سے شائع ہوا، اس میں مولود شریف، تعیینِ یوم، فاتحہ، استعانت باولیاء اللہ، معجزہ قدم شریف جیسے مسائل پر استفسار کیا گیا ہے، مولانا فضل رسول بدایونی نے اس کا جواب متقدمین علماء اہلِ سنت و جماعت کے مسلک کے مطابق دیا ہے اور پھر معاصر علماء نے اس کی تصدیق فرمائی ہے۔ (مسعود)

[1] محمد امان دہلوی: وصال الجلیل، مطبوعہ دہلی ۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۶ء، ص ۹

فتاوے نذیریہ کی تمہید میں مولوی سید نذیر حسین صاحب کے پوتوں سید محمد عبدالسلام و سید محمد ابوالحسن نے لکھا ہے کہ فتاوے نذیریہ میں ان فتووں کو جمع کیا گیا ہے جو یا تو خود سید صاحب نے لکھے یا ان کے بیٹوں اور شاگردوں نے[1] ——— چنانچہ فتاویٰ نذیریہ میں حضرت فقیہ السند کے فتوے موجود ہیں[2]۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ سید صاحب کے تلامذہ میں تھے۔

نواب قطب الدین خاں صاحب کے حالات پر مولانا رحمٰن علی[3]، سرسید احمد خاں[4]، فقیر محمد جہلمی[5]، ابومحمد سید عبدالعزیز[6] وغیرہ نے تفصیلی روشنی ڈالی ہے اور مولوی سید نذیر حسین صاحب کے حالات مولوی محمد ابراہیم[7] نے تفصیل سے لکھے ہیں۔ عبداللطیف نے تاریخی روزنامچہ (۱۸۵۷ء) میں بھی کچھ حالات لکھے ہیں[8]

شیخ طریقت

جیسا کہ رسالہ نور العرفان کے محوّلہ بالا فارسی اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فقیہ السند کے شیخ طریقت حضرت سید امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کاملین علماء و عرفاء میں سے تھے، طالبین علم ہندوستان تک سے جوق در جوق چلے آرہے تھے، دوسرے تذکرہ نگاروں نے بھی آپ کے حالات

---

[1] فتاوے نذیریہ، جلد اول، مطبوعہ ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۳ء، ص ۲

[2] ایضاً، ص ۲۶۲ و ۲۶۳

[3] رحمان علی: تذکرہ علمائے ہند، مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء، ص ۱۶۹

[4] سرسید احمد خاں: تذکرۂ اہل دہلی، مطبوعہ کراچی ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۵ء، ص ۸۳

[5] فقیر محمد جہلمی: حدائق الحنفیہ، مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۱ء، ص ۴۸۸

[6] ابومحمد سید عبدالعزیز: آثار دہلی، مطبوعہ دہلی ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء، ص ۴۷

[7] محمد ابراہیم میر: تاریخ اہل حدیث، مطبوعہ لاہور ۱۳۷۳ھ/۱۹۵۳ء، ص ۴۲۵ – ۴۳۲

[8] عبداللطیف: ۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامچہ (مرتبہ پروفیسر خلیق احمد نظامی)، مطبوعہ دہلی ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۶ء، ص ۱۰۳ و ۱۰۴

مبارکہ پر مختصراً روشنی ڈالی ہے چنانچہ صاحب حدیقۃ الاسرار لکھتے ہیں :-

"آں کامل و اکمل ولی حضرت سیدنا امام علی شاہ کہ از سادات کرام حسنی و حسینی قدس سرہ العزیز و نور مرقدہ ——— ولادتِ باسعادت حضرت بابرکت فیضدرجت دوازدہ صد و دوازدہ" [1]

حضرت مولانا محمد ہدایت علی نقشبندی علیہ الرحمہ نے آپ کے حالات پہ ذرا تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، مولانا ئے موصوف کا سلسلۂ بیعت صرف دو واسطوں سے حضرت امام علی شاہ سے ملتا ہے، آپ لکھتے ہیں :-

حضرت سید صاحب ملکِ پنجاب (بھارت) مقام رتڑ چھتر (کہ جس کو مکان شریف بھی کہتے ہیں اور شہر امرتسر سے قریب اور دریائے راوی کے کنارے پر ہے) پیدا ہوئے۔

آپ کی ذات والاصفات خدا کی رحمتوں میں سے بڑی رحمت اور آیاتِ الٰہی میں سے ایک آیت تھی جس نے دیکھا ہے وہ خوب جانتا ہے۔ آپ کے کئی لاکھ مرید اور قریب سو آدمیوں کے خلیفہ تھے۔ آپ کے یہاں ہر وقت دو سو، تین سو طلبۂ حق رہا کرتے تھے اور ان کا کھانا اور کپڑا وغیرہ حضرت سید صاحب کے ذمہ تھا۔ آپ کے ہاں لنگر خانہ تھا، علاوہ طلبہ کے اور صدہا آدمی روزمرہ دونوں وقت کھانا کھایا کرتے تھے لیکن مہمان امیر ہو یا غریب، گھر کا ہو یا باہر کا، سب کو برابر ایک سا کھانا ملتا، ذرا فرق نہ ہوتا۔

آپ کی عادت مبارک تھی کہ آپ کسی کا نام لے کر نہیں بلایا کرتے تھے بلکہ یوں فرماتے تھے 'شیخ صاحب!' 'سید صاحب!' 'خان صاحب!' 'میاں صاحب!' 'مولوی صاحب!' وغیرہ وغیرہ۔

آپ کے اوقاتِ مقررہ یہ تھے، نمازِ تہجد سے اشراق تک اور عصر سے

---

[1] امام بخش : حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار ، مطبوعہ ڈیرہ غازی خاں ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء ، ص ۸۳۔

عشا تک حلقہ اور مراقبہ میں مشغول رہتے اور طلبہ کی صفیں آپ کے پیچھے برابر بیٹھی رہتیں اور نمبروار طلبہ میں سے ایک ایک آتا جاتا، اس کو آپ دونوں ہاتھ پکڑ کر توجہ فرماتے اور اثنائے توجہ میں آپ بار بار بلند آواز سے فرمایا کرتے

اِھدنا الصراط المستقیم"[1]

"حضرت سید صاحب اپنے وقت کے مجددِ صدی تھے اسی واسطے آپ کی نسبت اور احیائے طریقہ اور قبولیت دعا اور ہمتِ باطنی نہایت درجہ قوی تھی، بڑے حضرت صاحب (حضرت شیر محمد خاں صاحب) فرماتے ہیں آپ کا ہر ارشاد، ہر فعل برکت و نور سے خالی نہ تھا اور آپ کی بات بات میں خرقِ عادت تھی، آپ کی خدمت شریف میں طلبہ ترکستان، چین، کابل اور بہت سے ملک اور جگہ کے جمع ہوتے تھے اور فیضیاب ہو کر جاتے تھے اور نورِ باطن پھیلاتے تھے اور بڑے بڑے عالم و فاضل آپ کے حلقے میں حاضر ہو کر نورِ باطن اخذ کرتے تھے چنانچہ حضرت مولانا مفتی مسعود صاحب پیش امام مسجد فتحپوری واقع دہلی آپ ہی کے اعظم خلفاء میں سے ہیں۔"[2]

---

[1] محمد ہدایت علی جے پوری: معیار السلوک و دافع الاوہام و الشکوک، مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۳۵۵ھ/ ۱۹۳۶ء، ص ۲۲۷

[2] ایضاً : ص ۲۳۹ و ۲۴۰

حضرت امام علی شاہ صاحب کے حالات کے لئے مندرجہ ذیل ماخذ سے اور رجوع کیا جائے:-

۱: صوفی ابراہیم، مخزنِ معرفت (مؤلفہ ۱۳۵۰ھ/ ۱۹۳۱ء)

۲: محمد امین شرقپوری: تذکرۂ اولیائے نقشبند، مطبوعہ لاہور ۱۳۷۲ھ/ ۱۹۵۳ء

۳: محمد اختر دہلوی: تذکرۂ اولیائے ہند و پاکستان، مطبوعہ لاہور، ص ۴۰۸

۴: مفتی غلام سرور لاہوری، حدیقۃ الاولیاء، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء، ص ۱۴۳، ۱۴۴

حضرت امام علی شاہ صاحب کے محب خاص قاضی غلام علی صاحب کے صاحبزادے قاضی قاسم الدین صاحب نے ذکرِ مبارک کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی (مطبوعہ امرتسر ۱۳۵۹ھ/ ۱۹۳۰ء) اس کا پہلا حصہ مشائخ سلف پر ہے اور دوسرا حصہ حضرت امام علی شاہ صاحب کے حالات پر۔ یہ حصہ ۱۹۴۷ء کے فسادات میں غالباً تلف ہو گیا ——— اس کے

(بقیہ برصفحہ آئندہ)

حضرت سید امام علی شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے ۱۳ شوال المکرم ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء کو مکان شریف میں وصال فرمایا، انا للہ وانا الیہ راجعون ——— کسی نے مادۂ سنِ وصال کیا خوب نکالا ہے :

الآ ان اولیاء اللہ لاخوف علیہم ولاھم یحزنون (۱۲۸۲ھ)

حضرت سید صاحب علیہ الرحمہ کی اولادِ امجاد میں دو صاحبزادے ہوئے یعنی حضرت سید صادق علی شاہ صاحب[1]

علاوہ مولوی علی احمد دھرم کوٹی نے فارسی میں آیات القیومیہ کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی جس میں حضرت امام علی شاہ علیہ الرحمہ اور آپ کے خلفاء کا تفصیلی ذکر ہے۔ اس کتاب کا مخطوط بھیر شریف (پنجاب، پاکستان) میں حضرت صاحبزادہ محفوظ حسین صاحب مد ظلہ العالی کے کتب خانے میں موجود ہے جو بڑی تقطیع کے ۴۱۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ مقدمہ کی تدوین کے وقت راقم اس سے استفادہ نہ کر سکا جس کا قلق ہے۔

مسعود

[1] حضرت فقیہ السند کے پوتے حضرت مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ قدس سرہ العزیز (م ۱۳۸۶ھ / ۱۹۶۶ء) آپ ہی سے بیعت تھے۔ آپ نے اپنے وصال سے ایک سال قبل حضرت مولانا رکن الدین الوری قدس سرہ کو ہدایت فرمائی کہ صاحبزادہ صاحب کو دہلی سے ساتھ لے کر مکان شریف حاضر ہوں چنانچہ آپ دہلی گئے اور حضرت صاحبزادہ صاحب کو (جو اس وقت ۱۴ سال کے تھے) اپنے ساتھ لے کر مکان شریف حاضر ہوئے حضرت سید صادق علی شاہ صاحب نے بیعت فرمایا اور نسبت قویہ سے سرفراز فرمایا اور ساتھ ہی حضرت مولانا رکن الدین شاہ صاحب کو ہدایت فرمائی کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی تربیت فرمائیں چنانچہ آپ نے تربیت فرماکر سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ میں اجازت و خلافت سے نوازا اور پھر ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء میں سلسلۂ قادریہ، چشتیہ میں اجازت مرحمت فرمائی لیکن بایں ہمہ حضرت شاہ صاحب الوری حضرت صاحبزادہ صاحب کا کمال احترام کرتے تھے کیونکہ آپ ایک طرف حضرت شاہ صاحب الوری کے شیخ طریقت حضرت فقیہ السند کے پوتے تھے تو دوسری طرف حضرت فقیہ السند کے شیخ طریقت حضرت امام علی شاہ علیہ الرحمہ کے صاحبزادے اور خلیفۂ اکبر حضرت سید صادق علی شاہ صاحب سے بیعت تھے، نسبی اور روحانی امتیازات کچھ کم نہ تھے۔

مسعود

اور حضرت سید لطف اللہ شاہ صاحب رحمہا اللہ تعالےٰ ——— اول الذکر کے چار صاحبزادے ہوئے، سید میر بارک اللہ شاہ، سید غلام رسول شاہ، سید عبداللہ شاہ، سید میر آل رسول شاہ ——— میر بارک اللہ شاہ صاحب کے صاحبزادے حضرت سید مظہر قیوم شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے فرزندِ ارجمند صاحب زادہ سید محفوظ حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ اس وقت بجلیرِ شریف میں رونق بخشِ مسندِ ارشاد ہیں ——— اور سید غلام رسول شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے فرزندِ گرامی حضرت مولانا سید محمد منظور احمد صاحب علیہ الرحمہ ساہیوال میں مسند نشینِ ارشاد تھے، افسوس چند سال ہوئے کہ حضرت وصال فرما گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سلسلہ طریقت

حضرت فقیہ الہند کا سلسلہ طریقت ۳۱ واسطوں سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے، جس کی تفصیل (اوپر سے نیچے) اس طرح ہے:۔

"حضرت صدیقِ اکبر۔ حضرت سلمان فارسی، حضرت امام قاسم، حضرت امام جعفر صادق۔ حضرت بایزید بسطامی۔ حضرت ابوالحسن خرقانی۔ حضرت بوعلی فارمدی۔ حضرت یوسف ہمدانی۔ حضرت عبدالخالق غجدوانی۔ حضرت خواجہ عارف ریوگری۔ حضرت ابوالخیر محمود فغنوی۔ حضرت شاہ علی رامیتنی۔ حضرت باباسماسی۔ حضرت میر کلال۔ حضرت بہاؤ الدین نقشبند۔ حضرت یعقوب چرخی۔ حضرت شاہ عبیداللہ۔ حضرت خواجہ محمد زاہد۔ حضرت خواجہ محمد درویش۔ حضرت خواجہ امکنگی۔ حضرت خواجہ باقی باللہ۔ حضرت مجدد الف ثانی۔ حضرت خواجہ محمد معصوم۔ حضرت خواجہ عبدالاحد۔ حضرت شاہ محمد حنیف۔ حضرت خواجہ محمد زکی رمازداں۔ حضرت خواجہ محمد مظہری۔ حضرت خواجہ محمد زماں۔ حضرت خواجہ احمد متقی۔ حضرت شاہ حسین۔ حضرت شاہ امام علی شاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین [1]

---

[1] ماخوذ از شجرہ پیران طریقہ نقشبندی مجددی خاندان مولانا محمد مسعود شاہ، مطبوعہ مطبع حسنی، ص ۲ تا ۵

مقامِ طریقت

حضرت فقیہ الہند نے جس سرعت سے روحانی ترقی فرمائی وہ آپ کی فطری لیاقت و صلاحیت پر دلالت کرتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ آپ مادر زاد ولی تھے، عالمِ جوانی میں یہ ترقی بہت کم دیکھنے میں آئی ہے، اس ترقی کا حال اس سندِ اجازت سے ملتا ہے جو شیخ طریقت حضرت سید امام علی شاہ صاحب نے آپ کو مرحمت فرمائی۔ ہم یہاں اس کی نقل پیش کرتے ہیں :-

"الحمد للہ علی نوالہ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ وآلہ اما بعد بر ضمائر صفوت نظائر ارباب علم و عرفان مکشوف و مبرہن باد کہ جامع فضائل عقلی و نقلی مولوی محمد مسعود دہلوی زاد اللہ انوار قبولہ ہر گاہ کہ بداعیہ سلوک طریق اہل اللہ داخل طریقہ نقشبندیہ مجددیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہا گردیدہ بود ذکرش مامورہ مشغولی ورزیدہ در مبادی احوال عنایت ازلی متکفل حالِ او گشت و نسبت جذبہ دیرا دریافت و انوار و اسرار ہر لطیفہ از لطائفِ پنجگانہ بردلش تافت و از سیر در اصولِ آنہا در تجلیات آثاری و افعالی و صفاتی مستہلک گردیدہ تا آنکہ بقوت امداد جذبات بساط نفی و دائرۂ امکانی را کہ عبارت از سیر الی اللہ است طے کردہ از معارج قلبی و مدارج روحانی بعالم کشف و عیاں رسیدہ و بمشاہدۂ انوارِ حق فنا، و معائنہ اسرار دقائق بقا، در مقام سیر فی اللہ پیوست چنانکہ از اتصاف بصفاتِ ربوبیت نسبتِ سرمدیت و مظہریت و کلیت از عود بصفات بشریت ایمن شد سریان ایں نسبت در روحانیہ و جسمانیہ از اوصافِ طبیعت برآوردہ و فانی مطلق ساختہ وایں فنا محض موہبت است و رجوع از موہبت لائق بجناب تقدس و تعالیٰ۔ پس بدریافت تمکین او در مقام تکمیل او را اجازت کردہ تا طالباں را بحق سبحانہ دعوت نماید و بہ تربیت مستعداں بپردازد، چوں طریق ارشاد و مقامات بنظرِ عیاں دیدہ بجذبہ عنایت تصرف او بمرتبہ رسید کہ مداوائے علیلاں بستر غفلت تواند کردن، طریق طالباں آں کہ او را در کمالات مرقومہ واثق دانستہ صحبت کثیر البرکت او را مغتنم انگارند کہ بواسطہ صحبت آثار تصرفات

الہی واسرار جذبات نامتناہی در بواطن خود ہا یافتہ در بحر احدیت مستہلک و متلاشی خواہند بود۔ وصیت کردہ شد بتمسک کتاب وسنت وعمل بعزیمت واجتناب از بدعت والتزام ورع وتقوی واحتراز صحبت اغنیاء۔ امیدواری از کرم او سبحانہ آنکہ او را واسطۂ احیاء سنن رسول انس وجان و ذریعہ القائے نسبت حضرات خواجگان عالی شان گرداند بحرمتہ کمال اولیاء من الابدال والاوتاد، ربنا اٰتنا من لدنک رحمۃ وھیئ لنا من امرنا رشدا[1]

حضرت سید امام علی شاہ صاحب کی نظر میں حضرت فقیہ الہند کا جو مقام و مرتبہ تھا اس کا اندازہ سند اجازت کے مطالعہ سے ہو گیا ہو گا ——— حضرت سید صاحب نے حضرت فقیہ الہند کے نام جو مکاتیب ارسال فرمائے ان سے بھی اس تعلق پر روشنی پڑتی ہے۔ ایک مکتوب گرامی میں آپ کے لئے یہ القاب وآداب استعمال کئے ہیں :۔

"مظہر صفات ربانی، مورد اخلاق سبحانی، صدر مسند ارشاد وہدایت، جامع نعوت ولایت، فضائل وکمالات مرتبت۔" [2]

شیخ طریقت کا ان القاب وآداب سے نوازنا کچھ معنی رکھتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شریعت وطریقت میں حضرت فقیہ الہند علیہ الرحمہ کا بہت ہی اعلیٰ وارفع مقام تھا۔

تبلیغ وارشاد

جیسا کہ عرض کیا گیا حضرت امام علی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی ہدایت کے بموجب حضرت فقیہ الہند دہلی تشریف لائے اور یہاں فیض علمی وعرفانی جاری فرمایا[3]۔ دور ونزدیک سے لوگ چلے آتے تھے جن میں عالم وعامی، حاکم ومحکوم اور فقیر وغنی سب ہی تھے۔ نہ صرف حیات مبارک میں بلکہ وصال کے بعد تصرفات روحانیہ کا یہ عالم تھا کہ اپنے خلفاء ومریدین کے احوال باطنیہ کی اصلاح فرماتے چنانچہ صاحب رسالہ رکن دین حضرت شاہ رکن الدین الوری علیہ الرحمہ پر جو

---

[1] امام علی شاہ : مکتوبات شریف، مطبوعہ لاہور ۱۳۵۹ھ/۱۹۴۰ء، ص ۱۲۵ - ۱۲۷

[2] ایضاً : ص ۱۹

[3] حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ نے سلوک نقشبندیہ مجددیہ آپ کی صحبت کیمیا اثر میں طے کیا (بروایت مولانا حبیب الغنی، بیگی شریف، سرحد) مسعود

آپ کے اجلہ طلاء میں تھے ایک ایسا وقت آیا کہ مقامِ حیرت میں کھو گئے، درگاہوں پر لے جایا گیا، حکما کو دکھایا گیا لیکن وہی کیفیت کہ ہر وقت ٹکٹکی باندھے آسمان کو تکتے تھے ماسوائے نمازِ پنجگانہ کے کہ اس وقت ہوش میں آجاتے، بالآخر حضرت فقیہ الہند کے مزارِ پر انوار پہ لایا گیا، یہاں حاضر ہوتے ہی مقامِ حیرت سے یکلخت نکل گئے، بیخودی کی وہ کیفیت نہ رہی جس نے رات دن ایک کر دیے تھے۔ پھر تبلیغ وارشاد کا سلسلہ جاری ہوا اور ہزاروں کو مشرف باسلام فرمایا ——— یہ پورا واقعہ آپ کے صاحبزادے حضرت علامہ مفتی محمد محمود شاہ الوری علیہ الرحمہ نے راقم کو سنایا۔ اللہ اکبر! حضرات اہل اللہ کے تصرفات باطنیہ کا یہ حال ہے۔ اس واقعہ میں ان لوگوں کے لئے عبرت ہے جو انبیاء علیہم السلام کے لئے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ معاذ اللہ مر کر مٹی میں مل گئے ——— حضرت فقیہ الہند کو سلب امراض میں بھی کمال حاصل تھا یعنی محض توجہ باطنی سے مریض شفایاب ہو جایا کرتے تھے۔

امامت وخطابت

حضرت فقیہ الہند کے خسر حضرت مولانا مفتی حیدر شاہ علیہ الرحمہ بہادر شاہ ظفر کے عہد حکومت (۱۲۵۳ھ/۱۸۳۷ء تا ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۷ء) میں مسجد جامع فتحپوری، دہلی میں شاہی امام تھے، آپ کے بعد اسی عہدے پر آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا مفتی محمد مصطفیٰ علیہ الرحمہ فائز ہوئے [۱] ایام انقلاب ۱۸۵۷ء میں موصوف ہی امامت کے فرائض انجام دے رہے تھے، جب دہلی میں فتویٰ جہاد مرتب ہوا تو آپ نے بھی اس پر دستخط فرمائے۔ مصدقین میں پہلی صف میں دوسرے نمبر پر آپ کے دستخط بایں الفاظ موجود ہیں:

"محمد مصطفیٰ خاں ولد حیدر شاہ نقشبندی" [۲]

---

[۱] مختلف مجموعہ فتاویٰ میں آپ کی تصدیقات ملتی ہیں مثلاً فتاوئے نذیریہ جلد اول، ص ۵۲ پر تصدیقی دستخط کے ساتھ "محمد مصطفیٰ خاں ولد حیدر شاہ نقشبندی" لکھا ہے۔

[۲] تفصیلات کے لئے مندرجہ ذیل مآخذ سے رجوع کیا جائے:۔

۱۔ نوائے آزادی، مطبوعہ بمبئی ۱۳۷۶ھ/۱۹۵۷ء، ص ۸ و ۹ (عکس فتوے)

۲۔ صادق الاخبار، ۲۶ جولائی ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۷ء، دہلی

۳۔ محمد انوار الحسن، انوار قاسمی، جلد اول، مطبوعہ لاہور ۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء، ص ۲۶۰

۴۔ اخبار ظفر، سو ستمبر، دہلی (عکس فتویٰ)

حضرت مولانا مفتی محمد مصطفیٰ علیہ الرحمہ کے متعلق تفصیلات معلوم نہ ہو سکیں، ممکن ہے کہ وہ فتویٰ جہاد پر دستخط کی پاداش میں شہید کر دیے گئے ہوں، واللہ اعلم۔ بہر کیف جب ۱۸۵۷ء کے بعد حضرت فقیہ الہند مکان شریف سے دہلی تشریف لائے تو نسبی تعلق اور کامل اہلیت کی بنا پر منصب امامت و خطابت آپ کو تفویض کیا گیا۔ آپ آخر تک اس عہدۂ جلیلہ پر فائز رہے۔ آپ کی ذات علمائے دہلی میں خاص امتیاز رکھتی تھی جس کی تفصیل مولانا محمد امیر الدین علیہ الرحمہ اور مولانا محمد ہدایت علی علیہ الرحمہ کے بیانات میں پیچھے گزر چکی ہے۔ ایک واقعہ اور یاد آیا، اس سے بھی شہر دہلی میں آپ کی عزت و وقعت کا اندازہ ہوتا ہے۔

عیدگاہ دہلی کے شاہی امام حضرت مولانا سید محمد رحمۃ اللہ علیہ کی امامت اور خاندان سے متعلق اہم دستاویزات انقلاب ۱۸۵۷ء میں تلف ہو گئی تھیں چنانچہ انہوں نے ایک محضرنامہ تیار کیا جس پر شہزادگان کے دستخط لیے۔ اس محضرنامہ پر حضرت فقیہ الہند کے بھی دستخط بایں الفاظ موجود ہیں" ہرچہ تحریر شدہ است راست است۔ ۲۳ صفر ۱۳۰۱ھ، محمد مسعود"[1]

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مسجد فتحپوری دہلی کی تاریخی اہمیت پر روشنی ڈال دی جائے کیونکہ خانوادۂ مسعودیہ میں اس مسجد کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

مسلمانوں کی عزت کی نشانی فتحپوری ہے (ظفر علی خاں ظفر)

مسجد جامع فتحپوری دہلی

یہ مسجد پاک و ہند کی بڑی مساجد میں، دہلی کی جامع مسجد شاہجہانی اور لاہور کی جامع مسجد عالمگیری کے بعد تیسرے نمبر پر شمار ہوتی ہے اور اپنی علمی اور روحانی افادیت کے لحاظ سے غالباً پاک و ہند میں اول ہوگی۔ کوئی مسجد ایسی نظر نہیں آتی جہاں بیک وقت اتنے علمی ادارے ہوں، علماء و صلحاء کے مقابر ہوں، درس قرآن و حدیث ہو، علوم جدیدہ و قدیمہ کے مدارس اور فتویٰ نویسی

---

[1] محضرنامہ، مطبوعہ دہلی ۱۳۵۸ھ / ۱۹۳۹ء، ص ۵

کے مراکز ہوں۔

سرسید احمد خاں نے لکھا ہے کہ یہ مسجد نواب فتحپوری بیگم (زوجہ شاہجہان بادشاہ) نے سنہ ۱۰۶۰ھ/ سنہ ۱۶۵۰ء میں بنوائی تھی یعنی جس سال جامع مسجد شاہجہانی مکمل ہوئی اسی سال یہ بھی مکمل ہوئی۔ معاصر تاریخوں سے اس بیان کی تصدیق نہ ہو سکی، ممکن ہے کہ سرسید کی نظر میں کوئی اہم تاریخی سند ہو[1]۔ بظاہر یہ مسجد، جامع مسجد شاہجہانی سے قبل کی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس سے زیادہ حسین نہیں اور نہ اس جیسی ہے حالانکہ نقش ثانی زیادہ حسین ہونا چاہئے۔ کابل کے ایک بزرگ حضرت صدر المشائخ مولانا فضل عثمان مجددی علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ یہ مسجد زیادہ قدیم ہے[2] اور اس کے لئے ان کے پاس تاریخی سند بھی تھی جو کابل میں ہونے کی وجہ سے مطالعہ نہ کی جا سکی۔ واللہ اعلم۔

مختلف مؤرخوں اور تذکرہ نگاروں نے اس مسجد کا ذکر کیا ہے مثلاً سرسید احمد خاں[3]، عبدالحق[4]، محمد عبدالغفور[5]، منشی بلاقی داس[6]، میرزا حیرت دہلوی[7]، مولوی سید احمد دہلوی[8]، مولوی محمد عالم شاہ[9]،

---

[1] ڈاکٹر عبداللہ چغتائی (لاہور) نے تحریر فرمایا تھا کہ سرسید نے جو کچھ لکھا ہے اس کی بنیاد محمد صالح کنبوہ کی تالیف شاہجہان نامہ ہے لیکن احقر نے اس کتاب میں تلاش کیا تو فتحپوری کا ذکر نہ ملا، ممکن ہے کسی دوسری کتاب میں ہو۔ مسعود

[2] مسجد فتحپوری کی قدامت کے بارے میں جناب پیر حسام الدین راشدی صاحب سے بات ہوئی تو وہ بھی فرماتے تھے کہ یہ مسجد اپنے طرز تعمیر کے لحاظ سے مغلیہ دور کی نہیں معلوم ہوتی۔ مسعود

[3] سرسید احمد خاں: آثار الصنادید، مطبوعہ دہلی سنہ ۱۲۶۳ھ/ سنہ ۱۸۴۷ء، ص ۵۶

[4] عبدالحق: غرابت نگار، مطبوعہ دہلی سنہ ۱۲۹۳ھ/ سنہ ۱۸۷۶ء، ص ۱۳۳

[5] محمد عبدالغفور: آثار المتاخرین، مؤلفہ سنہ ۱۲۹۱ھ/ سنہ ۱۸۷۴ء

[6] منشی بلاقی داس: غنچۂ عشرت المعروف بہ تحفۂ مرغوب، (قلمی)، ص ۳۷

[7] میرزا حیرت دہلوی: چراغ دہلی، مطبوعہ دہلی سنہ ۱۳۲۱ھ/ سنہ ۱۹۰۳ء، ص ۳۵۱، ۳۵۲

[8] سید احمد دہلوی: یادگار دہلی، مطبوعہ دہلی سنہ ۱۳۲۳ھ/ سنہ ۱۹۰۵ء، ص ۱۵۴

[9] محمد عالم شاہ: مزارات اولیاء دہلی، مطبوعہ دہلی سنہ ۱۳۴۶ھ/ سنہ ۱۹۲۷ء، ص ۱۳۸

مولوی رکن الدین نظامی[1]، مولوی محمد عبدالعزیز[2]، مولوی بشیرالدین احمد دہلوی[3]، مولوی غلام رسول مہر[4]، مولوی ظفر علی خاں[5] وغیرہ اور مغربی مورخوں میں فانس شا[6]، گارڈن رزڈ ہرن[7]، سر ہنری شارپ[8]، رنٹن[9]، کار سٹیفنز[10] وغیرہ وغیرہ۔

انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد مسجد جامع فتحپوری میں وقتاً فوقتاً ترمیم و اضافہ ہوتا گیا، اس لئے انقلاب کے بعد لکھنے والوں کے بیانات میں قدرے اختلاف ہے۔ جس نے جس حالت میں دیکھی لکھ دیا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایسے مورخ کا بیان نقل کیا جائے جو ان ترمیمات و اضافات کے بعد قلم بند کیا گیا ہو اور حواشی میں بیانات کے فرق کو واضح کر دیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ بعد میں ہونے والے ترمیم و اضافے کو خود راقم بیان کر دے کیونکہ راقم کی زندگی کے ۱۶ سال اسی ماحول میں گزرے ہیں اور ۱۹۴۸ء میں پاکستان آنے کے بعد ۱۹۶۸ء تک برابر دہلی حاضر ہوتا رہا ہے۔

اب ہم ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کے صاحبزادے مولوی بشیرالدین احمد مرحوم کا بیان نقل کرتے ہیں۔ یہ بیان ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۹ء کے لگ بھگ قلم بند کیا گیا ہے۔ ڈپٹی صاحب کی حویلی مسجد فتحپوری کے ساتھ ہی جنوب مغربی سمت واقع تھی اس لئے انہوں نے جو کچھ لکھا ہے چشم دید ہے ——— وہ لکھتے ہیں:

---

[1] رکن الدین نظامی: حیاتِ دہلی، مطبوعہ دہلی ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء، ص ۲۷

[2] محمد عبدالعزیز: آثارِ دہلی (مؤلفہ ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء) مطبوعہ دہلی، ص ۶۳

[3] بشیرالدین احمد: واقعاتِ دارالحکومت دہلی، مطبوعہ آگرہ ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۹ء، ص ۳۴۲

[4] غلام رسول مہر: ۱۸۵۷ء، مطبوعہ لاہور، ص ۱۹۶

[5] ظفر علی خاں: چمنستان، ص ۱۲۹

[6] Fanshawe: Delhi – Past And Present, 1902, p.53

[7] Garden R.H: The Seven Cities of Delhi, London, 1906

[8] Sharp H: Delhi Its Story And Building, Oxford, 1928

[9] Renton Denning: Delhi, The Imperial City.

[10] Carr Stephons: Archaelogy of Delhi.

"چاندنی چوک کے مغربی سرے پر نواب فتحپوری محل صاحب[1] بیگم شاہجہان بادشاہ کی بنوائی ہوئی ہے، نہایت عمدہ، شاندار، خوبصورت، سر سے پا تک سنگ سرخ کی بنی ہوئی مسجد ہے۔ سارے شہر میں بس یہی مسجد ایک گنبد کی ہے جس کے دونوں جانب اونچے اونچے مینار ہیں۔ یہ عمارت نہایت مضبوط ہے جس کا بڑا بھاری گنبد دور سے بہت بھلا دکھائی دیتا ہے۔ یہ مسجد پہلے زمانے میں بڑی پر رونق تھی اور جس مقام پر بنی ہے وہ بھی شہر کا مرکز تھا، اب بھی اس مسجد کی حالت اچھی ہے اور اس کے گرد و پیش بازار ہے جہاں ہر وقت بھیڑ بھاڑ لگی رہتی ہے۔ مسجد کے تین بڑے بڑے دروازے ہیں جن پر سنگ سرخ کا کنگرہ اور اِدھر اُدھر برجیاں ہیں۔ ان میں (سے) ہم مسجد کے وسیع صحن میں داخل ہوتے ہیں جو ا۶۶ مربع گز ہے اور جس پر تمام سنگ سرخ کے پتھر کے بچھے ہوئے ہیں[2] شمال اور مشرق کی طرف دروازے تینتیس ۳۳ فٹ اونچے اور ستائیس ۲۷ فٹ چوڑے ہیں۔ جنوب کی

---

[1] ۱۱۵۱ھ/۱۷۳۸ء میں نواب درگاہ قلی خاں (حیدر آباد دکن) نے چاندنی چوک کے پر رونق بازار کو دیکھا تھا اور مرقع دہلی (مطبوعہ حیدر آباد دکن) میں اپنے تاثرات قلم بند کئے تھے (ص ۱۷ تا ۱۹)
اس کے بعد ۱۲۶۳ھ/۱۸۴۷ء میں سر سید احمد خاں نے اس کا آنکھوں دیکھا حال لکھا ہے (آثار الصنادید، مطبوعہ دہلی، ص ۵۵)

انقلاب کے بعد یہ پر رونق بازار اجڑ گیا تھا۔ اب کچھ رونق ہوئی ہے مگر پہلی سی نہیں۔

[2] سر سید احمد خاں نے لکھا ہے "اور فرش بھی سنگ مرمر کا ہے" (آثار الصنادید، ص ۷۵) لیکن مولوی احمد سعید دہلوی نے لکھا ہے "اور فرش پہلے سنگ مرمر کا تھا اب وہ بدل کر سنگ سرخ کا کر دیا گیا ہے" (تاریخ اولیاء دہلی ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء، ص ۱۶۳) مولوی بشیر الدین احمد نے جس زمانے میں دیکھا اس وقت فرش سنگ سرخ کا تھا لیکن ۱۹۷۲ء میں دہلی کے مخیر مسلمانوں کی کوشش سے اندرونی حصہ پھر سنگ مرمر کا ہوگیا ہے۔

مسعود

طرف کا دروازہ ۷ فٹ مربع اور صرف دس فٹ گہرا ہے[1]۔ اس دروازے کی ڈیوڑھی آٹھ فٹ چوڑی اور گیارہ فٹ اونچی ہے۔ مغرب کی طرف اصل مسجد کے دوہرے دالان ہیں جن کے دائیں بائیں بڑے بڑے کمرے ہیں[2]۔ مسجد کی ہر سہ جانب مسلسل دوکانیں ہیں جس میں مشرق و شمال کی طرف علاوہ دوکانوں کے دو منزلہ بڑے بڑے شاندار کمرے بعد میں بنائے گئے ہیں[3]۔ صحن مسجد میں ایک بہت بڑا حوض ہے ۱۶ × ۱۴ گز ہے[4]، حوض اور مسجد کے درمیان چبوترہ ۳۰ × ۹۰ گز ہے۔ اب تو سارے

---

[1] لیکن اب اتنا گہرا نہیں صرف ایک دو فٹ ہوگا۔ مسعود

[2] شمالی جانب جو کمرہ ہے اس میں مدرسہ عالیہ عربیہ کے صدر المدرسین بیٹھتے ہیں اور جنوبی سمت جو کمرہ ہے اس میں حضرت مفتی اعظم کے پوتے حضرت مفتی اعظم محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ تشریف رکھتے تھے، یہاں ان کا عظیم کتب خانہ بھی ہے۔ اب ان کے پوتے مفتی محمد مکرم احمد سلمہ اللہ تعالیٰ بیٹھتے ہیں۔ مسعود

[3] موجودہ شمال اور مشرق کے علاوہ جنوبی سمت کے بڑے دالانوں پر دو منزلہ عمارت بنا دی گئی ہے جس میں فتحپوری مسلم ہائی اسکول ہے، جنوبی دروازہ پر ایک عظیم الشان عمارت ہے جس میں فتحپوری مسلم لائبریری ہے اور چھوٹے دالانوں پر بھی ایک وسیع و عریض ہال بنا دیا گیا ہے جس کا نام جیون بخش ہال ہے۔ مسعود

[4] سرسید احمد خاں نے لکھا ہے :-

"چبوترے کے پاس حوض ہے تو تین سو گز سے چودہ گز کا کہ چاندنی چوک کی نہر میں اس میں سے ہو کر پانی آتا ہے۔" (آثار الصنادید، ص ۵۷)

لیکن مولوی احمد سعید دہلوی نے لکھا ہے "اس مسجد کے حوض میں پہلے پانی سعادت خاں کی نہر سے آتا تھا اب حوض اور نل کو لگایا گیا ہے اور پانی نل سے آتا ہے۔ یہ حوض موجودہ دہلی کے ایک خاندانی رئیس کے باغ کی بارہ دری کے آگے لگا ہوا تھا، باغ استداد زمانہ سے ویران ہو گیا۔ یہ حوض انہوں نے مسجد فتحپوری کو دے دیا وہاں سے علیحدہ کر کے مسجد میں لگایا ہے۔ تمام سنگ مرمر کا ہے۔" (تاریخ اولیاء دہلی، ص ۱۹۴) ——— اب اس حوض کے بیچ میں فوارہ لگا دیا گیا ہے اور پانی میں رنگ برنگ کی مچھلیاں چھوڑ دی گئی ہیں جو بڑی بہار دیتی ہیں۔ یہ حوض مربع نہیں بلکہ بیچ میں ہشت پہلو اور دونوں جانب مستطیل گھڑی کی طرح ہے۔ مسعود

صحن میں فرش ہوگیا ہے اور جنتی دوکانیں مسجد کے احاطے کے اندر تھیں سب نکال کر کل حصہ مسجد میں شامل کر لیا گیا ہے۔ اصل مسجد ½۳ فٹ اونچے چبوترے پر بنی ہوئی ہے جس کے دالان ۱۳۰×۴۰ فٹ ہیں، پیش طاق یا صدر محراب بہت اونچی ہے —— اس پر کنگرہ اور دونوں طرف بڑی بڑی برجیاں ہیں —— مسجد کا ایک ہی بڑا گنبد ہے —— پیش طاق کے ہر دو جانب بارہ فٹ کے فصل سے دو دالان تین تین دروں کے بنگڑی دار محرابوں کے ہیں جو تیس فٹ اونچے اور دس فٹ چوڑے ہیں، ان کی چھتوں پر بھی کنگرہ ہے —— مسجد کے دونوں مینار اسّی اسّی فٹ بلند ہیں جن کی برجیاں پہلے پتھر کی کھلی ہوئی تھیں بعد میں چونے گچی کی بنادی گئیں [1] —— مسجد کی چھت کے تینوں طرف کنگورا ہے، مسجد کے عقب میں چار مینار سنگ سرخ کے صرف دس دس فٹ اونچے ہیں جن پر کنول بنے ہوئے ہیں [2] مسجد کے پیش طاق نیز دوسرے دروں کے سامنے تین تین سیڑھیاں ہیں۔ مسجد کا گنبد پھیلا ہوا کوٹھی دار وضع کا ہے جو پتھر اور گچ کے چار فٹ اسطوانے پر قائم ہے، منبر سنگ مرمر کا ہے جس کی چار سیڑھیاں ہیں [3]۔ مسجد کے صدر دالانوں میں کچھ تبدیلیاں کی گئی

---

[1] سر سید احمد خاں نے لکھا ہے: "اور دونوں کونوں پر مینارے ہیں ۵۴ گز کے اونچے، نہایت خوشنما گر اس کی برجیاں ٹوٹ گئیں، صرف مینار باقی ہیں" (آثار الصنادید، ص ۵۷) یہ مینارے انقلاب ۱۸۵۷ء میں بمباری کے دوران ٹوٹ گئے تھے، بعد میں مرمت کر دی گئی، اب یہ سلامت ہیں۔ مسعود

[2] مسجد کے عقب میں پشت مسجد کو ۱۹۳۶ء سے کچھ قبل ایک ہندو سیٹھ گڈو ڈیا نے غصب کر لیا تھا اور بعد میں ایک زبردست عمارت کھڑی کر دی چنانچہ مسجد کے عقبی کنگرے اور یہ مینارے نصف کے قریب عمارت میں دھنس گئے ہیں۔ (تفصیلات کے لئے دیکھئے حیاتِ مظہری، مطبوعہ کراچی ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء، ص ۲۳ تا ۲۷۔) مسعود

[3] منبر کے سامنے پیش طاق کے آگے سنگ سرخ کا ایک کٹہرا بنایا گیا ہے جو تقریباً ۸ فٹ اونچا ہوگا، یہ بعد کی تعمیر معلوم ہوتا ہے اور غالباً مولوی بشیر الدین نے جس وقت مسجد کے حالات قلمبند کئے ہیں، یہ نہیں ہوگا۔ مسعود

ہیں، مسجد کے دونوں جانب سنگِ سرخ کے ستونوں کی قطاریں تھیں جس سے مسجد کے دو طرف حصے الگ الگ ہو گئے ہیں، کچھ عرصہ ہوا مسجد کی چھت کی حالت مخدوش ہو گئی تھی اس لئے پتھر کے ستونوں کی اور دو قطاریں بیچ میں بطور اڑواڑ دے کر مضبوط کر دی گئی ہے"[1]

مسجد فتحپوری کے شمال مشرقی سمت حوض اور مشرقی دروازے کے درمیان شمال کی طرف ہٹتے ہوئے ایک درگاہ ہے جس کے ارد گرد سرخ سنگی جالیاں ہیں، اس میں حضرت میراں شاہ نانو علیہ الرحمۃ[2] اور ان کے خلیفہ حضرت شاہ جلال علیہ الرحمہ کے مزارات ہیں، ان کے پائنتیں حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ اور ان کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد احمد علیہما الرحمہ کے مزارات ہیں، جن کے پائنتیں دوسرے شہداء اور صلحاء کے مزارات کی ایک قطار ہے۔

مسجد فتحپوری کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ۱۸۵۷ء کے بعد حکومت نے اس کو ضبط کر لیا تھا اور اسی کے ساتھ ساتھ اس کے متعلقہ اوقاف کو، چنانچہ فانشا (H. C. Fanshawe) جو انیسویں صدی کے آخر میں دہلی کا کمشنر رہا تھا، لکھتا ہے:

---

[1] مسجد فتحپوری میں پہلی ترمیم و اضافہ ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء میں کیا گیا، پھر ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں، اس کے بعد ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء میں۔ اور چند سال ہوئے ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء میں پھر ترمیم کی گئی۔ بڑی ترامیم کے علاوہ چھوٹی موٹی ترمیمیں بھی ہوتی رہیں مثلاً پہلے مسجد میں بجلی نہ تھی بعد میں پنکھے اور بجلی لگائی گئی، صحن میں بہت سے درخت تھے وہ کاٹ دیے گئے، شمال مشرق اور جنوب مشرق میں دو کیاریاں تھیں وہ پاٹ دی گئیں وغیرہ وغیرہ۔ مسعود

[2] حضرت میراں شاہ نانو رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی (م ۱۱۴۱ھ/۱۷۲۸ء) کے معاصرین میں تھے اور حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری علیہ الرحمہ (م ۹۷۹ھ/۱۵۷۱ء) کی اولاد امجاد میں تھے۔ آپ کے تفصیلی حالات کے لئے مندرجہ ذیل مآخذ سے رجوع کیا جائے:-

۱۔ سر سید احمد خاں : آثار الصنادید، ۱۲۶۳ھ/۱۸۴۶ء، ص ۴۰

۲۔ سید احمد دہلوی : تاریخ دہلی، ص ۱۵۷

۳۔ سید احمد ولی اللٰہی : یادگار دہلی، مطبوعہ دہلی ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء، ص ۱۵۶، ۱۵۷

۴۔ محمد عالم شاہ : مزارات اولیائے دہلی، مطبوعہ دہلی ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۷ء، ص ۱۳۸، ۱۳۹

THIS WAS BUILT BY ONE OF THE WIVES OF THE EMPEROR SHAHJAHAN IN 1650 A.D; FROM 1857 TILL THE VISIT OF HIS MAJESTY TO DELHI IN 1876, IT WAS DEVOTED TO SECULAR PURPOSES, BUT WAS THEN RESTORED TO MUHAMMADAN COMMUNITY AS PLACE OF WORSHIP.[1]

غالباً میرزا حیرت دہلوی نے اسی کا بیان نقل کر دیا ہے، انہوں نے لکھا ہے :-

"۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد یہ مسجد ضبط ہو گئی تھی جب ۱۸۷۶ء میں حضور قیصر ہند دہلی میں بحالت ولیعہد تشریف لائے تو یہ مسجد از سرِ نو مسلمانوں کی عبادت کے لئے واگزاشت کر دی گئی۔"[2]

لیکن یہ بیان صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ مسجد کے پیش طاق میں جو کتبہ لگا ہوا ہے اس میں انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد مسجد کی ضروری مرمت وغیرہ کی تکمیل کا سن ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء لکھا ہے۔ اگر یہ مسجد حکومت کے قبضے میں ہوتی تو یہ مرمت کس طرح ممکن تھی خصوصاً جب کہ یہ کام خود مسلمانوں نے کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ مسجد کی وقف جائداد ضبط ہو گئی تھی جس کا ذکر اکثر مؤرخین نے کیا ہے چنانچہ مولوی بشیر الدین احمد اور مولوی غلام رسول مہر نے اس طرف اشارہ کیا ہے[3] حکومت نے جائداد ضبط کر کے ہندو سیٹھ کے ہاتھ نیلام کر دی تھی مسلمانوں کی سعی بلیغ کے بعد ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۵ء میں جائداد واگزاشت ہوئی اور ایک کمیٹی بنا دی گئی۔ یہ کمیٹی بعد کو دہلی سنی مجلس اوقاف کے تحت آگئی اور اب دہلی وقف بورڈ کے تحت ہے۔

۱۹۴۷ء کے انقلاب میں یہ مسجد کفار و مشرکین کے نرغے میں آگئی تھی، چاروں طرف قتل و غارت گری کا بازار گرم تھا، اس وقت حضرت فقیہ الہند کے پوتے حضرت مفتی اعظم ہند شاہ

---

[1] Fanshawe H.C. : Delhi-Past and present, London, 1902, Chap. II, P. 53

[2] میرزا حیرت دہلوی : چراغ دہلی ، مطبوعہ دہلی ، ص ۳۵۳

[3] (ا) بشیر الدین احمد : واقعاتِ دار الحکومت دہلی، جلد دوم، مطبوعہ آگرہ ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء ، ص ۳۴۴

(ب) غلام رسول مہر : ۱۸۵۷ء ، مطبوعہ لاہور ، ص ۱۹۶

محمد معصوم اللہ علیہ الرحمہ امامت وخطابت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ آپ کی بے مثال استقامت اور عزیمت پسندی سے یہ مسجد محفوظ رہی، گو مسجد کے اندر وقتاً فوقتاً چھ سات بم گرائے گئے اور حملے بھی کئے گئے لیکن سب ناکام ونامراد رہے۔

یہ مسجد ابتداء ہی سے علماء وصلحاء کا مرکز رہی ہے چنانچہ حضرت جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کا ابھی ذکر کیا گیا۔ یہاں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بھی تشریف لائے ہیں۱؎ ورنہ معلوم کون کون آتے رہے ہوں گے۔ آزادیٔ ہند کے زمانے میں اس مسجد کو مرکزی حیثیت حاصل ہو گئی تھی اور یہاں بہت سے سیاسی علماء اور سیاست داں بھی آتے۔ یہ ایک طویل فہرست ہے جس کے لئے ایک علیحدہ مقالے کی ضرورت ہے۲؎

۱؎ (ا) رحیم بخش دہلوی : حیاتِ ولی ، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۲ھ/ ۱۹۷۲ء ، ص ۳۰۷

(ب) بشیر بیگ بریلوی : شاہ ولی اللہ کی زندگی ، مطبوعہ کراچی ، ص ۴۸

۲؎ راقم کے علم میں جو حضرات آئے یا جن کو راقم نے خود دیکھا ہے ان کی تفصیل یہ ہے :-

صوفیاء : حضرت سید صادق علی شاہ، حضرت مولانا رکن الدین الوری، حضرت پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری، حضرت نور المشائخ ملا شور بازار کابلی، حضرت صدر المشائخ فضل عثمان مجددی، حضرت ضیاء المشائخ مولانا محمد ابراہیم مجددی، حضرت مولانا محمد ہاشم جان مجددی، حضرت مولانا عبد اللہ جان مجددی، خواجہ حسن نظامی، مولانا عبد السلام نیازی، حضرت زید ابو الحسن فاروقی، حضرت علامہ مفتی محمد محمود الوری وغیرہ وغیرہ

علماء : حضرت مولانا حامد رضا خاں بریلوی، حضرت مولانا مصطفےٰ رضا خاں بریلوی، حضرت مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی، حضرت مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی، حضرت مولانا عبد العلیم میرٹھی، حضرت مولانا عبد المجید آروی، حضرت مولانا عبد الحفیظ آروی، حضرت مولانا محمد عمر نعیمی، حضرت مولانا قاری احمد حسین فیروز پوری، حضرت مولانا محمد برہان الحق جبل پوری، حضرت مولانا عماد الدین سنبھلی، حضرت مولانا محمد اجمل سنبھلی، حضرت مولانا محمد عارف اللہ شاہ میرٹھی وغیرہ وغیرہ

سیاسی علماء : مولانا حسین احمد مدنی، مولانا محمد کفایت اللہ، مولانا ابو الکلام آزاد، مولانا شوکت علی، مولانا محمد علی، مولانا حسرت موہانی، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولوی ظفر علی خاں، مولوی مظہر الدین شہید، مولوی محمد میاں، مولوی حبیب الرحمٰن وغیرہ وغیرہ

سیاستدان : قائد اعظم محمد علی جناح، قائد ملت لیاقت علی خاں، ڈاکٹر ذاکر حسین وغیرہ وغیرہ

دار الافتاء

حضرت فقیہ الہند نے خطابت و امامت اور خانقاہِ مسعودیہ کے قیام کے علاوہ مسجد فتحپوری میں دار الافتاء بھی قائم کیا جہاں پاک و ہند کے طول و عرض سے استفتاء آتے تھے۔ فتوے نویسی کا یہ سلسلہ ۱۲۷۹ھ / ۱۸۶۲ء میں تو لازماً شروع ہو چکا تھا یعنی انقلاب ۱۸۵۷ء کے تقریباً پانچ برس بعد کیونکہ فتاویٰ مسعودی (۱۳۰۳ھ) کے صفحہ ۱۰۸ پر ایک فتوے پر حضرت فقیہ الہند کی مہر ثبت ہے جس پر ۱۲۷۹ھ کندہ ہے۔ ۱۸۵۷ء سے قبل حضرت فقیہ الہند کے خسر حضرت مفتی حیدر شاہ اور برادرِ نسبتی حضرت مفتی محمد مصطفےٰ علیہما الرحمہ یہاں فتوی نویسی کے فرائض انجام دیتے رہے

۱۱۳ سال گزر جانے کے بعد بحمد اللہ تعالیٰ آج بھی یہ دار الافتاء قائم ہے۔ ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۱ء تک حضرت فقیہ الہند نے فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دیے، آپ کے بعد آپ کے صاحبزادگان حضرت مولانا محمد سعید، حضرت مولانا عبد المجید اور حضرت مولانا عبد الرشید (علیہم الرحمہ) نے انجام دیے اور آپ کی حیات میں آپ کے خلفِ اکبر حضرت مولانا محمد سعید علیہ الرحمہ نے بھی یہ خدمات انجام دیں۔ پھر آپ کے صاحبزادے اور حضرت فقیہ الہند کے پوتے مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ تو پاک و ہند کے جلیل القدر مفتی ہوئے آپ نے تقریباً ساٹھ سال فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دیے ۱۳۸۶ھ / ۱۹۶۶ء میں آپکا وصال ہوا۔

آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا مفتی محمد مظفر احمد علیہ الرحمہ (م ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء) بھی متبحر عالم اور مفتی تھے، چالیس سال فتوے نویسی کے فرائض انجام دیے اور کراچی (پاکستان) میں انتقال فرمایا۔ آپ کے برادرِ خورد حضرت مولانا مفتی محمد مشرف احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سالہا سال فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دیے۔ آج کل مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے پوتے حضرت مولانا مفتی محمد مکرم احمد سلمہ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی اعظم کے جانشین ہیں۔ امامت و خطابت اور فتوی نویسی کے فرائض انجام دے رہے ہیں حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے حضرت ڈاکٹر محمد سعید احمد سلمہ اللہ تعالیٰ اس وقت دہلی میں سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم پیشوا حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ کی درگاہ کے سجادہ نشین اور امام و خطیب ہیں۔ الحمد للہ یہ خاندان علمی و روحانی بلندیوں پر اب تک فائز ہے۔ معاصر مجموعہ ہائے فتاویٰ میں حضرت فقیہ الہند کے فتاویٰ اور تصدیقات نظر آتی ہیں۔ سرسری تلاش و جستجو کے بعد مندرجہ ذیل رسائل ہمارے علم میں آئے۔ ۱۔ تحفۃ العرب والعجم، مطبوعہ دہلی ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء، ص ۲۔

۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۶ء میں تقلید امامِ معین کے سلسلے میں نواب قطب الدین خاں نے علماء عرب

۱؎ مجموعہ فتاوے، مطبوعہ لاہور ۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۲ء، ص ۱۱ و ۱۲

کے سامنے ایک استفتاء پیش کیا پھر اس پر علمائے ہند کی تصدیقات حاصل کیں، اس میں حضرت فقیہ الہند کے تصدیقی دستخط ثبت ہیں۔

۲۔ محمد قطب الدین خاں: توفیر الحق، مطبوعہ لاہور ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء

یہ رسالہ ۴۲ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں دو مقاصد ہیں، پہلا وجوب الیقین مذہب واحد (ص ۴) اور دوسرا ترجیح مذہب امام اعظم (ص ۱۱) اس کے آخر میں حضرت فقیہ الہند کے توثیقی دستخط موجود ہیں اس کے ساتھ کچھ توثیقی کلمات بھی ہیں۔ یہ رسالہ ۱۲۷۹ھ/۱۸۶۲ء سے قبل کا ہونا چاہیے کیونکہ سن مذکور میں نواب قطب الدین (مصنف توفیر الحق) کا انتقال ہو گیا تھا۔

۳۔ امداد علی: امداد الآفاق برجم اہل النفاق، مطبوعہ ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء، ص ۳۴

اس رسالے میں سرسید احمد خاں کے بارے میں استفتاء اور فتویٰ دونوں شامل ہیں، حضرت فقیہ الہند کے اس پر توثیقی دستخط ثبت ہیں۔

۴۔ الصواعق من ملک الدیان علی الکتابۃ لنساء الزمان، مطبوعہ مراد آباد ۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷ء

اس رسالے میں مولوی شاہ محمد پنجابی ثم الدہلوی کے جواب پر حضرت فقیہ الہند کے تصدیقی دستخط ہیں (ص ۲۰۱) پھر مولوی ارشاد حسین رام پوری کے جواب پر توثیقی دستخط ہیں (ص ۲۰۹) اسی مسئلے پر ایک اور فتوے پر دستخط ہیں (۲۱۰) پھر اسی مسئلے پر شیخ محمد فاروق تھانوی کے فتویٰ پر تصدیقی دستخط ہیں (ص ۲۱۱)

۵۔ مجموعۂ فتاویٰ، مطبوعہ لاہور ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۳ء

اس رسالے میں قربانی اور عقیقے کے بکرے کی کھال کے استعمال و تصرف کے بارے میں فتوے ہے، استفتاء کا جواب حضرت فقیہ الہند کے صاحبزادے مفتی محمد سعید علیہ الرحمہ نے دیا ہے اور اس پر حضرت فقیہ الہند کے دستخط ہیں (ص ۱۱ و ۱۲) پھر ایک استفتاء مسجد میں جگہ روکنے سے متعلق ہے، اس کا جواب مولوی محمد حسین صاحب نے دیا ہے جس پر حضرت فقیہ الہند کے توثیقی دستخط موجود ہیں۔

۶۔ فتاویٰ نذیریہ، جلد اول، مطبوعہ دہلی ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۴ء

صفحہ ۸۶ تا ۸۷ ایک استفتاء و فتویٰ ہے اس پر حضرت فقیہ الہند کے دستخط ہیں، دوسرا فتوے مسجد میں جگہ روکنے سے متعلق ہے، اس پر بھی آپ کے تصدیقی دستخط ہیں (ص ۲۳۴) پھر جماعت ثانی سے متعلق ایک فتوے ہے، اس کا جواب خود حضرت فقیہ الہند نے لکھا ہے جو

صفحہ ۲۶۲ سے ۲۶۳ تک پھیلا ہوا ہے ، صفحہ ۷۰۴ پر ضاد کے تلفظ کے بارے میں ایک فتویٰ ہے اس پر حضرت فقیہ الہند کے دستخط موجود ہیں ۔ اس جواب پر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ رشید مولانا سراج احمد کے بھی دستخط ہیں ۔

۷ ۔ فتاویٰ نذیریہ ، جلد دوم ، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۱ء

مندرجہ ذیل صفحات پر حضرت فقیہ الہند کے تصدیقی دستخط موجود ہیں :-

(ا)	صفحہ ۱۹۷	سود سے متعلق ایک فتویٰ
(ب)	" ۲۲۸	تعلیم قرآن کی اجرت سے متعلق ایک فتوے
(ج)	" ۳۱۴	قطعہ زمین کو ہبہ کرنے سے متعلق ایک فتویٰ
(د)	" ۵۲۸	نکاح سے متعلق ایک فتوے

۸ ۔ رشید احمد گنگوہی : فتاوے رشیدیہ ، مطبوعہ کراچی

مندرجہ ذیل صفحات پر حضرت فقیہ الہند کے توثیقی دستخط ثبت ہیں :-

۷۴ ، ۷۵ ، ۱۳۰ ، ۱۳۴ ، ۲۷۸

۹ ۔ مولوی عبدالرحمٰن غازی پوری : مرغوب الحاد مطبوعہ مطبع الٰہی ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء

تراویح کے متعلق مولوی عبدالرحمٰن غازی پوری (صدرامین آگرہ) کے اس فتوے کے صفحہ ۸۳ اور ۸۴ پر حضرت فقیہ الہند کی تصدیق ہے اور صفحہ ۸۴ پر دستخط اور مہر ہے ' مہر میں ۱۲۵۹ھ (۱۸۴۳ء) کندہ ہے ، مگر یہ سنہ صحیح نہیں معلوم ہوتا کیوں کہ ۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۶ء میں حضرت فقیہ الہند فارغ التحصیل ہوئے تھے ۔ کاتب نے غلطی سے ۱۲۷۹ھ کے بجائے ۱۲۵۹ھ کتابت کر دیا ہے ۔

۱۰ ۔ نصرۃ الابرار ، مطبوعہ مطبع صحافی ' لاہور ، ۱۲۹۰ھ / ۱۸۷۳ء

اس رسالے میں سر سید احمد خاں کے بارے میں مولانا محمد عبدالحی لکھنوی کا ایک فتوے ہے جس پر حضرت فقیہ الہند کے تصدیقی دستخط ثبت ہیں (ص ۳۲) ، تصدیق کی تاریخ ۱۳ ربیع الثانی ۱۲۹۰ھ (۱۸۷۳ء) تحریر فرمائی ہے ۔

۱۱ ۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی ؒ ، ازکی الاهلال بابطال ما احدث الناس فی امر الهلال مطبوعہ بریلی ، ۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۷ء

مولانا احمد رضا خاں بریلوی ؒ (۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء) حضرت الفقیہ الہند کے معاصرین میں تھے لیکن حضرت فقیہ الہند سے تقریباً ۲۲ سال چھوٹے تھے آپ کے فتووں پر فقیہ الہند

[...]تصدیقات نظر آتی ہیں ——— رویتِ ہلال کے بارے میں اس فتوے کے صفحہ ۱۱ پر [...]مہر علمائے دہلی کے زیرِ عنوان حضرت فقیہ الہند کی مُہر بھی نظر آرہی ہے جس پر ۱۲۷۹ھ [...] کندہ ہے۔

[...]العلوم

حضرت فقیہ الہند نے مسجد جامع فتحپوری میں دار الافتا کے علاوہ درسِ حدیث کا [...]سلہ بھی شروع کیا، مدرسہ جامع الاسلامیہ قائم کیا جو اب مدرسہ عالیہ کے نام سے مشہور ہے۔ [...]ب کے مشہور بزرگ حضرت امام علی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے صاحبزادے حضرت سید [...]صادق علی شاہ صاحب علیہ الرحمہ اور راجستھان کے ولی کامل حضرت مولانا رکن الدین شاہ صاحب [...] علیہ الرحمہ آپ کے تلامذہ میں تھے۔

صاحب تفسیر حقانی مولانا عبدالحق حقانی دہلوی ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء میں یہاں مدرس [...]ہوئے اور یہیں ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴ء میں انہوں نے حسامی کی عربی شرح نامی تصنیف فرمائی جو [...]بہت مقبول ہوئی حتیٰ کہ جامعہ ازہر (مصر) کے نصاب میں شامل ہوئی [1]

مولوی احمد سعید نے مسجد فتحپوری کے اس علمی پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:

"یہ مسجد بازار چاندنی چوک کے انتہا پر واقع ہے، بہت تحفہ اور نہایت نفیس اور ایسی نیک نیتی سے بنائی گئی ہے کہ اب تک اس کی آمدنی سے بہت سے کارِ خیر ہوتے ہیں اور تا قیامت ان شاء اللہ ہوتے رہیں گے۔ اس میں ہزاروں حافظِ قرآن مجید ہوئے اور ہر سال دس بیس ہوتے رہتے ہیں [2]۔ اس کے علاوہ ہر سال سَو سَو کے قریب طلبا فارغ التحصیل ہو کر اس کے دینی درس سے کامل تعلیم

---

[1] عبدالحق حقانی : عقائد الاسلام مع حیاتِ حقانی مرتبہ مولانا محمد اسحاق حقانی دہلوی، مطبوعہ کراچی ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء، ص ۹

[2] حضرت فقیہ الہند کی سسرال ریاست جھجر کے مشہور خاندانِ حافظاں سے تعلق رکھتی ہے، اس خاندان نے مسجد فتحپوری میں تعلیمِ قرآن کی بنیاد ڈالی اور اہم کردار ادا کیا۔
مسعود

حاصل کر کے اپنے اپنے وطن کو جاتے ہیں[1] اور سند مولویت کی حاصل کرتے ہیں اور یہ سند تمام ہندوستان میں مستند سمجھی جاتی تھی[2] ——— دہلی کے مدرسوں میں یہ مدرسہ سب پر فوقیت رکھتا ہے[3] ——— اب انگریزی تعلیم بھی داخل کر لی گئی ہے۔

مدرسہ عربیہ میں پاک و ہند کے علاوہ روس، چین، افغانستان، سیام، افریقہ، انڈونیشیا اور لنکا وغیرہ سے بیسیوں طلباء آتے تھے، تقسیم ہند کے بعد ہندوستانی طلباء کی اکثریت ہو گئی ہے، غیر ملکی طلباء نسبتاً کم ہیں۔

حضرت فقیہ الہند کے پوتے حضرت مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ کے صاحبزادگان میں حضرت مولانا مفتی مظفر احمد، مولانا محمد منظور احمد رحمہما اللہ تعالیٰ، حضرت مولانا مفتی محمد مشرف احمد مدظلہ العالی اور پوتوں میں مولانا محمد آصف جاہ (ابن مفتی محمد مشرف احمد)، مولانا محمد مکرم احمد و مولانا محمد معظم (صاحبزادگان مولانا محمد احمد علیہ الرحمہ) اسی مدرسے سے فارغ التحصیل ہوئے اور شاندار امتیاز کے ساتھ سندیں لیں۔ راقم الحروف محمد مسعود احمد بھی چند سال یہاں پڑھتا رہا ہے، راقم کے اساتذہ میں آج کل یہاں مولانا سجاد حسین صاحب صدر مدرس اور مولانا عبد السمیع صاحب مدرس ہیں۔

وصال

حضرت فقیہ الہند کا وصال ۱۰ رجب المرجب ۱۳۰۹ھ/ ۱۸۹۲ء میں دہلی میں ہوا چنانچہ آپ کے مرید باصفا مولانا محمد عظیم گوپاموی نے لکھا ہے:

"تاریخ وصال حضرت مرشدی قدس سرہ دہم رجب ۱۳۰۹ھ یوم چہارشنبہ بوقت نواخت ۸ گھنٹہ صبح، تدفین بوقت نواخت ۳ گھنٹہ بعد دوپہر فقد قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون"[4]

---

[1] محمد امیر شاہ قادری : تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، جلد دوم، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۲ھ/ ۱۹۷۲ء، ص ۵۱-۲۷۵

[2] سرسید احمد خاں نے ۱۲۶۳ھ/ ۱۸۴۷ء میں مسجد فتحپوری میں صرف مدرسہ تعلیم القرآن کا ذکر کیا ہے (آثار الصنادید، ص ۵۱) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک مدرسہ عربیہ قائم نہیں ہوا تھا اور یہ بعد میں حضرت فقیہ الہند نے قائم کیا۔ مسعود

[3] احمد سعید : تاریخ اولیاء دہلی المعروف تحفۂ سعید، مطبوعہ دہلی ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء

نوٹ: مدرسہ عربیہ میں تو انگریزی داخل نہیں کی البتہ مسجد کی عمارات میں ہائی سکول، مڈل سکول اور پرائمری سکول قائم ہیں اور ہندوؤں کے لئے ہندی سکول بھی ہے، وہ بھی خانۂ خدا سے محروم نہیں۔ مسعود

[4] محمد عظیم گوپاموی : تحفۃ السالکین (قلمی)، مکتوبہ ۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۳ء، ص ۹۳

آپ کا مزار مبارک حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی درگاہ شریف میں مسجد کے شمال جانب ایک احاطے میں واقع ہے، سرہانے سنگ مرمر کا ایک بڑا کتبہ لگا ہوا ہے جس کی کتابت حضرت شاہ رحیم اللہ علیہ الرحمہ نے فرمائی تھی جو آپ کے خلیفہ اور خطاط عصر تھے۔
کتبے پر یہ دو شعر کندہ ہیں ؎

حضرتِ مسعود، غوثِ وقت، قطب الاولیار
کاشفِ سرِ حقیقت ، در شریعت مقتدا
کرد رحلت ، جست تاریخش جمیلی ، دل بگفت
یا بگو شیخ المشائخ ، یا چراغ دینِ ما
۱۳ ۵ ۰۹ ۱۸ ۶ ۹۲

بہت سے حضرات نے مادۂ تاریخ وفات نکالا ہے اور قطعات کہے ہیں لیکن یہ قطعہ بہت ہی خوب ہے جو غالباً آپ کے خلیفہ حضرت مولانا رکن الدین شاہ الوری علیہ الرحمہ نے کہا ہے ؎

مسعود شہر فردِ جہاں ہم شمعِ بزم عارفاں
محبوبِ رب لم یزل صلوا علیہ و آلہٖ
شاہِ نبی، جاہِ علی، ہم نورِ حق سر تا بہ پا
برہانِ ایمان و ملل حسنت جمیع خصالہٖ
حیثِ نوالیش جارسُو، من فیضہٖ لاتقنطوا
بدر الدجیٰ صدر الاجل کشف الدجیٰ بجمالہٖ
برداشت از عالم قدم پے سال وصلش از عدم
سعدی بگفتا از ازل بلغ العلےٰ بکمالہٖ [1]
۱۳۰۹ھ

اور کسی نے یہ مادۂ تاریخ بھی خوب نکالا ہے ؎

ہے ہے بجھا ہے چراغ دھلی (۱۳۰۹ھ)

حضرتِ فقیہ الہند کا سالانہ عرس ۹ اور ۱۰ ر رجب المرجب کو ہر سال مسجد جامع فتحپوری دھلی میں ہوتا ہے۔ تقسیم ہند کے بعد حضرتِ فقیہ الہند کے پڑپوتے حضرت مفتی محمد مظفر احمد صاحب

---

[1] محمد حلیم گوپاموی: تحفۃ السالکین (قلمی) مکتوبہ ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۳ء، ص ۸۰۔

علیہ الرحمہ کراچی میں آپ کا عرس کرتے رہے، اب ان کے صاحبزادگان عرس کرتے ہیں اس کے علاوہ لاہور اور حیدرآباد وغیرہ میں بھی فاتحہ خوانی ہوتی ہے۔

اولادِ امجاد

حضرت فقیہ الہند کی اولادِ امجاد میں پانچ صاحبزادے ہوئے، سب کے سب عالم و فاضل اور متبعِ شریعت، تفصیل یہ ہے:۔

حضرت مولانا محمد سعید احمد رحمتہ اللہ علیہ آپ نے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل حضرت فقیہ الہند سے فرمائی، آپ ہی سے بیعت ہوئے اور خلافت واجازت حاصل کی، صاحب نسبت بزرگ تھے، عالم جذب میں رہا کرتے تھے مفتی اعظم ہند حضرت شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ[1]، شاہی امام مسجد جامع فتحپوری، دہلی آپ ہی کے

---

[1] آپ نے بڑی شہرت حاصل کی، عالم جوانی میں جو قدر و منزلت تھی وہ مولانا محمد حمایت علی میرٹھی رحمتہ اللہ علیہ کے ان الفاظ سے ظاہر ہے:۔

"هو من العلماء العظام الشهير بكثرة زهده وعزيز فضله بين الخواص والعوام۔" (۱۳۴۶ھ/۱۹۲۷ء)

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے تفصیلی حالات و خدمات کے لئے مندرجہ ذیل مآخذ سے رجوع کیا جائے:۔

کتب: ۱۔ احمد عبد الرحمٰن : دہلی کی سنی مجلس اوقاف، مطبوعہ دہلی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء

۲۔ محمد مسعود احمد : تذکرہ مظہر مسعود، مطبوعہ کراچی ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۸ء

۳۔ محمود احمد قادری : تذکرہ علمائے اہل سنت، مطبوعہ کانپور ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء

۴۔ زید ابو الحسن : مقامات خیر، مطبوعہ دہلی ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء

۵۔ محمد مسعود احمد : حیات مظہری، مطبوعہ کراچی ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء

۶۔ محمد صادق قصوری : تکملہ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، لاہور ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء

۷۔ فیاض احمد خان کاوش : نور و نکہت، سیال کوٹ (زیر طبع)

۸۔ محمد صادق قصوری : اکابر تحریک پاکستان، لاہور ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء

۹۔ ظفر علی بخاری : تحریک پاکستان میں علماء کا کردار، لاہور

۱۰۔ سلیمان شاہد : تذکرہ مشائخ (قلمی)

(بقیہ صفحہ آئندہ)

فرزند ارجمند تھے۔ آپ نے حضرت فقیہ الہند کی حیات میں عالمِ جوانی میں ۲۱ر شعبان المعظم ۱۳۰۷ھ/ ۱۸۹۰ء کو وصال فرمایا، مزار مبارک درگاہ خواجہ باقی باللہ، دہلی میں حضرت فقیہ الہند کے احاطے میں واقع ہے، مادۂ تاریخ وفات خود حضرت فقیہ الہند نے یہ نکالا ہے:

قد فاز فوزا عظیما (۱۳۰۷ھ)

رسائل: ۱۔ عقیدت ، نئی دہلی ، جولائی و اگست ۱۹۶۳ء

۲۔ منادی ، " ، دسمبر ۱۹۷۶ء

۳۔ پیامِ مشرق " ، ۱۴ر دسمبر ۱۹۶۶ء

۴۔ آستانہ " ، جنوری ۱۹۶۷ء

۵۔ ترجمانِ اہلسنت ، کراچی ، نومبر ۱۹۷۳ء

۶۔ ضیائے حرم ، لاہور ، اگست ۱۹۷۵ء

۷۔ " " ، اپریل ۱۹۷۶ء

اخبارات: ۱۔ وحدت ، دہلی ، ۱۴ر اگست ۱۹۳۹ء

۲۔ آزاد ، " ، ۲۹ر نومبر ۱۹۳۶ء

۳۔ پاکستان ٹائمز ، لاہور ، یکم دسمبر ۱۹۶۶ء

۴۔ نئی روشنی ، کراچی ، ۴ر دسمبر ۱۹۶۶ء

۵۔ استقامت ، کانپور ، ۱۶ر دسمبر ۱۹۶۶ء

۶۔ غریب نواز ، دہلی ، (مفتی اعظم نمبر) یکم نومبر ۱۹۶۹ء

۷۔ سعادت ، لائل پور (فیصل آباد) (علمائے اہلسنت نمبر) ۱۹۶۸ء

۸۔ الہام ، بہاولپور ، ۴ر جولائی ۱۹۷۳ء

۹۔ جنگ ، کراچی ، ۴ر اگست ۱۹۷۳ء

۱۰۔ نوائے وقت ، لاہور ، ۸ و ۹ر جون ۱۹۷۵ء

۱۱۔ الہام ، بہاول پور ، (آزادی نمبر) ۱۴ر اگست ۱۹۷۵ء

حضرت مولانا احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت فقیہ الہند کے دوسرے صاحبزادے ہیں، علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل حضرت فقیہ الہند سے فرمائی، آپ ہی سے بیعت ہوئے اور آپ ہی سے خلافت حاصل کی، حضرت فقیہ الہند کے وصال کے بعد آپ ہی ان کے پہلے جانشین ہوئے، آپ کی روحانی عظمت کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جب آپ کے دادا پیر حضرت امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت سید صادق علی شاہ صاحب دہلی تشریف لائے تو آپ نے ان کے بارے میں یہ پیش گوئی فرمائی :-

"اگر مولانا احمد سعید کی حیات نے وفا کی تو دہلی کو دوسرا مکان شریف دیکھ لینا" [۱]

یعنی آپ کے روحانی فیوض و برکات سے دہلی آپ کے دادا پیر کا پیر خانہ بن جائیگی (مکان شریف میں آپ کے دادا پیر رونق افروز رہے، قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز) لیکن افسوس حضرت فقیہ الہند کے وصال کے دوسرے ہی سال ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۲ء میں آپ مدینہ منورہ میں وصال فرما گئے اور وہیں مدفون ہوئے۔

حضرت مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت فقیہ الہند کے تیسرے صاحبزادے ہیں، علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل حضرت فقیہ الہند سے فرمائی اور فنِ طب میں بانی جامعہ طبیہ دہلی حکیم عبدالمجید خاں صاحب (والد ماجد حکیم اجمل خاں صاحب) سے شرف تلمذ حاصل کیا اور اپنے وقت کے جید عالم اور ماہر طبیب ہوئے۔ ایک عرصہ اجمیر شریف میں قیام فرمایا، وہاں درگاہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کی درس گاہ میں مدرس رہے [۲] اور اس کے علاوہ مطب بھی فرماتے رہے۔

صاحب رسالہ رکن دین حضرت شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں:-

"صاحبزادہ صاحب مریض کو نسخے میں وہ دوا لکھتے ہیں جو ان کو خدا کی طرف سے الہام ہوتی ہے" [۳]

حضرت مولانا عبدالمجید صاحب، حضرت فقیہ الہند سے بیعت تھے لیکن اجازت و خلافت

---

[۱] محمد مسعود احمد : تذکرہ مظہر مسعود ، مطبوعہ کراچی ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۹ء ، ص ۷۷

[۲] سندھ کے مذہبی اور سیاسی راہنما علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری آپ کے تلمیذ رشید ہیں۔ مسعود

[۳] محمد مسعود احمد : تذکرہ مظہر مسعود ، ص ۷۹

اپنے بھتیجے حضرت مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ سے حاصل فرمائی۔

مختلف تذکرہ نگاروں نے آپ کا ذکر کیا ہے چنانچہ مولوی سعید احمد (نبیرہ حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں :-

> "اس میں (گلی مردھانی، دہلی) مولوی عبدالرشید امام فتحپوری و مولوی عبدالمجید صاحب کا مکان ہے، دونوں نہایت نیک بخت و خوش اخلاق، ذہین، ذکی، تیز طبع، مولوی رحیم بخش صاحب مرحوم امام مسجد فتحپوری دہلی کے صاحبزادے ہیں جو بہت بڑے عالم اور درویش تھے، نقشبندیہ خاندان میں بیعت کرتے تھے، فتویٰ نویسی میں مشہور تھے۔" [۱]

حضرت مولانا عبدالمجید صاحب دہلی سے اجمیر شریف چلے گئے تھے، عرصۂ دراز تک وہاں رہے اور بالآخر وہیں ۱۱ر شوال المکرم ۱۳۶۳ھ/ ۱۹۴۴ء کو انتقال فرمایا۔ مزار مبارک اجمیر شریف کے مشہور پہاڑ تارا گڑھ کے دامن میں واقع ہے۔

مولانا عبدالرشید صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت فقیہ الہند کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ آپ بھی عالم و فاضل اور متقی و پرہیزگار تھے چنانچہ ابو محمد عبدالعزیز سلطھی لکھتے ہیں :-

> "اس سے (کمرہ زینت محل، دہلی) آگے بڑھ کر گلی مردھانی میں جناب مولانا صوفی عبدالرشید صاحب امام مسجد فتحپوری کا مکان ہے، آپ بڑے عالم، نہایت متقی، پرہیزگار، اپنے والد ماجد مولانا مفتی رحیم بخش مرحوم نقشبندی کے جانشین و خلیفہ ہیں۔" [۲]

آپ نے ۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۶ء میں دہلی میں وصال فرمایا، مزار مبارک دہلی کے مشہور قبرستان "قدم شریف" میں واقع ہے۔

---

[۱] سید احمد : یادگار دہلی، مطبوعہ دہلی ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء، ص ۷۹

[۲] ابو محمد عبدالعزیز : آثار دہلی (مؤلفہ ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء) مطبوعہ دہلی، ص ۴۷

حضرت مولانا حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت فقیہ الہند کے پانچویں صاحبزادے ہیں، حافظ وقاری تھے اور عالمِ باعمل، ایک عرصہ دہلی میں رہے پھر تقسیم ہند کے بعد پاکستان تشریف لائے، حیدرآباد سندھ میں رہے اور یہیں ۲ شعبان المعظم ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء کو وصال فرمایا۔ مزار مبارک حیدرآباد سندھ ریلوے اسٹیشن کے مشرقی جانب ایک قبرستان میں واقع ہے۔

خلفاء کبار

حضرت فقیہ الہند کے بہت سے خلفاء ہوئے۔ تلاش و جستجو کے بعد جن حضرات کے اسماء گرامی معلوم ہو سکے، ان میں صاحبزادگان حضرت مولانا محمد سعید اور حضرت مولانا احمد سعید رحمہما اللہ تعالیٰ کے علاوہ باقی خلفاء کی تفصیل یہ ہے:۔

حضرت مولانا حمید الدین حیدر شاہ گنوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت فقیہ الہند کے اجل خلفاء میں تھے، آپ کو حضرت فقیہ الہند نے "محبوبِ یزداں" کے لقب سے نوازا تھا۔ ۱۰ رجمادی الاولیٰ ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۵ء کو اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے، آپ بلند پایہ عالم، ادیب، شاعر اور صوفی تھے اور صاحبِ تصنیف بزرگ۔ حضرت فقیہ الہند نے آپ کو جو سندِ اجازت مرحمت فرمائی ہے، اس سے آپ کی روحانی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ایک مکتوبِ گرامی میں حضرت فقیہ الہند نے ان القاب سے یاد فرمایا ہے:۔

"حقیقت مآب طریقت انتساب مصدرِ فیوضِ الٰہی، موردِ انوارِ صمدانی، شاکرِ فخارِ روحانی، صابرِ موارد رحیمی، قانعِ اعطائے معطی، مشرف بہ خلعتِ محبوبِ یزدانی، مجاہد فی سبیل اللہ، ہادی الطریق الی اللہ، ماحیِ نقشِ ماسوی اللہ، میاں حمید الدین بارک اللہ فیوضہٗ"[1]

حضرت محمد حمید الدین حیدر شاہ کے وصال کی تاریخ معلوم نہ ہو سکی، مولانا غلام ابراہیم نقشبندی کے نام آپ کا ایک اجازت نامہ ملتا ہے جس پر ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء تحریر ہے[2]۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے سنِ مذکور کے بعد کسی وقت وفات فرمائی۔

---

[1] محمد حمید الدین حیدر شاہ: اشاراتِ عرفان (۱۳۰۳ھ/۱۸۸۶ء) مطبوعہ دہلی ۱۳۱۶ھ/۱۸۹۹ء، ص ۸

[2] محمد حمید الدین حیدر شاہ: اشاراتِ عرفان (۱۳۰۳ھ/۱۸۸۶ء) مطبوعہ دہلی ۱۳۱۶ھ/۱۸۹۹ء، ص ۸

حضرت شاہ رحیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت فقیہ الہند کے دوسرے خلیفہ بلند پایہ بزرگ اور فارسی کے ادا شناس تھے، اپنے وقت کے بے مثال خطاط اور مرصع کار تھے۔ شاہانِ دہلی کی طرف سے آپ کے اجداد کو خلعتیں ملی تھیں، دہلی سے ریاست الور تشریف لے گئے جہاں مہاراجہ الور (راجستھان) نے آپ کی اور آپ کے خاندان کی بڑی قدر و منزلت کی اور آپ نے مستقل طور پر وہیں سکونت اختیار کی۔

حضرت شاہ رحیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ خطاطِ وقت آغا میرزا[1] (م ۱۲۷۴ھ/ ۱۸۵۷ء) کے شاگرد تھے جو سید امیر رضوی (م ۱۲۷۴ھ/ ۱۸۵۷ء) کے شاگرد تھے، احترام الدین شاغل نے حضرت شاہ رحیم اللہ کے احوال حالات لکھے ہیں، وہ لکھتے ہیں :-

"منشی رحیم اللہ نام، دہلی کے رہنے والے اور فنِ خوشنویسی میں آغا مرزا کے شاگرد تھے، خطِ نسخ بھی اچھا لکھتے تھے مگر نستعلیق میں بڑا کمال حاصل تھا۔ آغا عبدالرشید کے طرز کے متبع تھے اور ان کے خط کی خوب نقل کرتے تھے، وہی

---

[1] غلام محمد ہفت قلمی دہلوی نے آغا میرزا کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے :-

"جوان صالح، سعادت اکتساب، از تلمیذ با تمیز و شاگرد رشید سید امیر رضوی است (م ۱۸۵۶ء) انسان سلیم الطبع، خلیق، حلیم، متواضع، با ہر کس با خلاق و با خلاص پیش می آید، در خط نستعلیق کمال حاصل نمودہ و کشش بدرش استاد رسیدہ و مشق را الطرز آغا عبدالرشید بدرجۂ اعلیٰ رسانیدہ با راقم از قدیم اتحاد و دلی فیما بین رابطہ بے تکلفی زیادہ از یگانگت و یکجہتی است۔"

(تذکرۂ خوشنویسان، مطبوعہ کلکتہ ۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء، ص ۷۲، ۷۳)

[2] احترام الدین شاغل لکھتے ہیں :-

"آغا میرزا ارمنی النسل تھے اور میر پنجہ کش کے شاگرد، آغا عبدالرشید دیلمی کے طرز پر نستعلیق بہت اچھا لکھتے تھے، خط شفیعہ میں بھی بڑا کمال تھا، مجلس سنگھ بقال خوشنویس شفیعہ انہیں کا شاگرد تھا مگر نستعلیق کی شان بہت بلند تھی۔ دہلی سے ۱۸۵۷ء سے قبل الور گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کی، مہاراجہ بنے سنگھ ریاست الور نے ان سے گلستاں لکھوائی جو پندرہ سال کی مدت میں تیار ہوئی، یہ نسخہ نستعلیق مشہور ہے الخ"

(صحیفۂ خوشنویسان، مطبوعہ علی گڑھ ۱۳۸۳ھ/ ۱۹۶۳ء، ص ۷۵)

روش، وہی آب و تاب، وہی حسن آفرینی، وہی صفا و جلا، ان کے قلمی قطعات توسعیدیہ لائبریری ٹونک میں موجود ہیں جو دہلی کی یاد تازہ کرتے ہیں[1] ـــــــ ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۵ء تک توان کی اولاد دہلی میں آباد تھی، اب کچھ پتہ نہیں[2]

ان کا شاہکار ایک گلستان تھی جو صرف ایک دن اور ایک رات میں تحریر کی تھی جس سے ان کی زود نویسی کا اندازہ ہوتا ہے ـــــــ انہوں نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ الور (راجستھان) ہی میں ختم کیا جہاں کچھ عرصہ یہ ریاست مذکور میں ملازم بھی رہے مگر طلباء کو برابر اصلاح دیتے رہے اور اغلباً الور ہی میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے شاگردوں میں متعدد باکمال استادان خوشنویسی وہاں ہوتے مگر تقسیم ملک کے بعد چونکہ کوئی قدیم یا تعلیم یافتہ خاندان الور میں نہ رہا اس لئے ان کے حالات دریافت نہ ہو سکے۔

منشی رحیم اللہ کی مطلاّ وصلیوں کی ایک کثیر تعداد بطور البیم ابرار علی ابن صوفی گلزار علی جمالی کے پاس راقم الحروف نے الور میں دیکھی تھی جو سب نستعلیق کی تھیں اور ان کو صوفی مرحوم جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے، چونکہ ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ میں ان کا پورا گھرانہ شہید ہو گیا اور سامانِ خانہ داری لٹ گیا لہٰذا یقیناً وہ البیم بھی تلف ہو گیا۔ آخر عمر میں منشی رحیم اللہ کو بوجہ خوشنویسی ریاست سے کچھ وظیفہ بھی ملا کرتا تھا۔"[3]

---

[1] راقم الحروف محمد مسعود احمد عفی عنہ کے پاس بھی منشی رحیم اللہ علیہ الرحمہ کی متعدد وصلیاں ہیں جو حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے عنایت فرمائی تھیں۔ پاکستان اور ہندوستان کے عجائب گھروں اور کتب خانوں میں ان کی وصلیاں موجود ہیں۔ مسعود

[2] منشی رحیم اللہ کے اخلاف دہلی، بہاولپور اور کراچی میں آباد ہیں۔ مسعود

[3] حضرت مولانا رکن الدین شاہ صاحب الوری رحمۃ اللہ علیہ آپ کے تلامذہ میں تھے اور غالباً حضرت فقیہ العصر جب شاہ رحیم اللہ صاحب کے ہاں تشریف لائے تو اسی زمانے میں حضرت شاہ صاحب الوری نے شرف بیعت حاصل کیا۔

[4] احترام الدین شاغل: صحیفۂ خوشنویساں، مطبوعہ علی گڑھ ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء، ص ۲۰۸

حضرت مولانا رکن الدین شاہ الوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت فقیہ السند کے جلیل القدر خلیفہ تھے، علوم معقول و منقول کے ماہر اور فن خطاطی میں حضرت شاہ رحیم اللہ علیہ الرحمہ کے شاگرد، آپ کی تصنیف رسالہ رکن دین شہرت دوام حاصل کر چکی ہے۔

جب حضرت فقیہ الہند الور (راجستھان) تشریف لے گئے تو آپ نے حاضر ہو کر شرف بیعت حاصل کیا۔ بیعت سے قبل ایک مجذوب سے استفسار کیا تو اس نے حضرت فقیہ الہند کے بارے میں کہا:-

"یہ وہ ہیں کہ اگر نقاب رخ سے اٹھا دیں تو بارہ کوس تک دنیا سجدہ کرے"[1] (یعنی انوار الٰہیہ کو)

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ ۱۳۰۹ھ/ ۱۸۹۱ء میں اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ آپ کے متعلق حضرت فقیہ الہند سند اجازت میں تحریر فرماتے ہیں:-

"و تصرف قویہ ایں قدر حاصل گشتہ کہ در صحبت او ہر کہ آمد بہ ہدایت ابدی رسیدہ و بسا ہدایت یافتند" (۱۰ رجمادی الاولیٰ ۱۳۰۹ھ)

حضرت مولانا محمد ہدایت علی جے پوری علیہ الرحمہ آپ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حضرت مفتی صاحب (یعنی حضرت فقیہ الہند) کے خلفاء میں خاص خلیفہ حضرت مولانا رکن الدین صاحب الوری مد فیوضہ ہیں جن کا فیض اہل بصیرت سے پوشیدہ نہیں۔ علاوہ القائے انوار باطن کے اللہ تعالیٰ نے آپ کی صحبت و کلام میں یہ تاثیر عنایت فرمائی ہے کہ اکثر بیسیوں غیر مذاہب کے لوگوں نے اسلام قبول کر کے اپنے دلوں کو نور باطن سے منور کر لیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر

حضرت مولانا رکن الدین شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے فرزند ارجمند حضرت علامہ مفتی محمد محمود صاحب الوری دامت برکاتہم نے رکن دین کے طرز پر تین حصے کتاب الصیام، کتاب الحج، کتاب الزکات تحریر فرمائے۔ یہ تینوں حصے اور رکن دین سیالکوٹ سے شائع ہو چکے ہیں۔ (اشرف)

[1] مصباح السالکین، مطبوعہ دہلی ۱۳۵۵ھ/ ۱۹۳۶ء، ص ۶

اور ارشاد میں اور ترقی فرمائے "[1]

آگے چل کر لکھتے ہیں :-

" حضرت مولوی مسعود صاحب کی کیا تعریف کی جائے کہ جن کے مرشد سید صاحب (حضرت امام علی شاہ) جیسے ہوں اور ان کے خلیفہ اور طالب مولوی رکن الدین صاحب جیسے ہوں " [2]

حضرت شاہ صاحب الوری علیہ الرحمہ کے صاحبزادے حضرت العلامہ مفتی محمد محمود صاحب الوری علیہ الرحمہ حیدر آباد سندھ میں رونق بخش مسند ارشاد تھے ، عالم و فاضل اور متقی و پرہیزگار ہیں ، طبقۂ علماء و صوفیہ میں فی زمانہ ایسی ہستیاں کمیاب ہیں ، پاک و ہند میں آپ کے بکثرت مریدین ہیں - عرصہ ہوا رکن الاسلام جامعہ مجددیہ کے نام سے آپ نے جامع مسجد آزاد میدان (حیدر آباد سندھ) میں ایک دینی درس گاہ قائم کی ہے جس کے فارغ التحصیل طلباء پاکستان کے مختلف گوشوں میں پھیل چکے ہیں اور جس جامع مسجد میں یہ مدرسہ قائم ہے وہ بھی آپ ہی کے فیضِ نظر کا ایک کرشمہ ہے ، حیف ۱۳ شعبان المعظم ۱۴۰۷ھ (۱۲ اپریل ۱۹۸۷ء) کو آپکا وصال ہو گیا۔
آپ کے صاحبزادے مولانا ابوالخیر محمد زبیر سلمہ اللہ تعالیٰ علوم جدیدہ و قدیمہ کے فاضل ہیں اور آج کل رکن الاسلام جامعہ مجددیہ کے آپ ہی مہتمم اور صدر مدرس ہیں۔

[1,2] محمد ہدایت علی : معیار السلوک و دافع الاوہام والشکوک ، مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء ، ص ۲۳۹ و ۲۴۰

نوٹ : حضرت شاہ صاحب الوری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و علمی اور دینی خدمات کے لئے مندرجہ ذیل ماخذ سے رجوع کیا جائے :-

۱- محمد محمود ، مفتی : مصباح السالکین ، مطبوعہ دہلی ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء

۲- محمد مسعود احمد : تذکرہ مظہر مسعود ، مطبوعہ کراچی ۱۳۸۸ھ / ۱۹۶۹ء

۳- " : حیاتِ مشہود رسالہ رکن دین ، مطبوعہ سیالکوٹ ۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۳ء

۴- ابوالخیر محمد زبیر : رکن الاسلام جامعہ مجددیہ کی پندرہ سالہ روداد ، مطبوعہ کراچی ۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۳ء

۵- " : حضرت شاہ رکن الدین الوری ، ماہنامہ ضیائے حرم ، لاہور ، دسمبر ۱۳۹۴ھ / ۱۹۷۵ء

۶- " : ولی کامل شاہ رکن الدین الوری ، ہفت روزہ الہام (بہاولپور)

۷- " : بزمِ جاناں ، مطبوعہ لاہور ۲۱ نومبر و یکم دسمبر ۱۹۷۵ء

مولا تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور خوب خوب نوازے۔ آمین۔

حضرت فقیہ الہند کے دوسرے خلفاء میں مولانا عبدالغفور صاحب، مولانا حافظ قمرالدین صاحب، مولانا حبیب اللہ صاحب (مکہ معظمہ) رحمہم اللہ تعالیٰ کے نام قابل ذکر ہیں۔ علی الذکر دو خلفاء کو ۱۳۰۹ھ/ ۱۸۹۱ء میں حضرت مولانا رکن الدین انوری علیہ الرحمہ کے ساتھ خلافت ملی ——— ایک اور بزرگ مولانا ارشاد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے، یہ بھی حضرت فقیہ الہند سے بیعت تھے لیکن اجازت و خلافت حضرت شاہ رکن الدین علیہ الرحمہ سے حاصل تھی، آپ کے صاحبزادے مولانا محمود حسن زیدی علیہ الرحمہ نے حیات ارشاد کے نام سے آپ کے حالات قلمبند کیے تھے۔ آپ کے مریدین و متوسلین سندھ میں موجود ہیں، میرپور خاص (سندھ) میں آپ کا سالانہ عرس ہوتا ہے۔

تصانیف

حضرت فقیہ الہند تقریباً ۳۵ سال مسند تبلیغ و ارشاد اور درس و تدریس پہ فائز رہے اور حیاتِ مبارکہ کا بیشتر حصہ تصنیف و تالیف میں گزرا، بہت سی غیر مطبوعہ تصانیف دہلی اور حیدرآباد سندھ میں محفوظ ہیں، تلاش و جستجو کے بعد جن تصانیف کے نام معلوم ہوسکے، ان کی تفصیل یہ ہے :-

نور العرفان

اس رسالہ کا موضوع تصوف ہے، اس کے دو قلمی نسخے راقم کے پاس محفوظ ہیں، ایک فارسی میں ہے اور دوسرا اردو میں، سببِ تالیف سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ مکان شریف سے دہلی آنے کے فوراً بعد لکھا گیا ہے یعنی تقریباً ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۴ء میں۔

فیوض محمدی و سلوک مسعودی

اس رسالہ کا موضوع بھی تصوف ہے، یہ رسالہ ۱۲۷۷ھ/ ۱۸۶۰ء کی تصنیف ہے اس کا تاریخی نام تحفۃ السالکین مسعودی (۱۲۸۰ھ) ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ مکتوبہ ۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۲ء حیدرآباد سندھ میں حضرت مولانا مفتی محمد محمود صاحب مدظلہ العالی کے کتب خانے میں ہے۔

الدرۃ الیتیم فی القرآن العظیم

اس رسالہ کا موضوع فقہ ہے، ۱۲۸۵ھ/ ۱۸۶۸ء کی تالیف ہے، اس کا مطبوعہ

نسخہ (دہلی ۱۲۹۹ھ/ ۱۸۸۱ء) راقم کے پاس محفوظ ہے۔

دررِ ثمانیہ

اس کا موضوع بھی فقہ ہے اور اس میں آٹھ فقہی سوالات کے جوابات ہیں، اس کا سن تصنیف معلوم نہ ہو سکا، اس کا مطبوعہ نسخہ (دہلی) راقم کے پاس محفوظ ہے۔

مکتوباتِ مسعودی

ان مکتوبات کا موضوع تصوف ہے، یہ مکاتیب ۱۲۹۰ھ/ ۱۸۷۳ء اور ۱۳۰۷ھ/ ۱۸۸۹ء کے درمیان لکھے گئے، قلمی نسخہ مکتوبہ ۱۳۱۱ھ/ ۱۸۹۳ء حضرت مفتی صاحب کے کتب خانے میں حیدرآباد سندھ میں محفوظ ہے۔

رسالہ وجدیہ

اس رسالہ کا موضوع تصوف ہے، اس کا قلمی نسخہ مکتوبہ ۱۳۱۱ھ/ ۱۸۹۳ء، حضرت مفتی صاحب کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔

رسالہ سماع موتے

اس کا موضوع عقائد ہے، ۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۵ء کی تصنیف ہے، اس کا قلمی نسخہ مکتوبہ ۱۳۱۱ھ/ ۱۸۹۲ء حضرت مفتی صاحب کے کتب خانے میں موجود ہے۔

رسالہ سماع وغنا[1]

(تصنیف قبل ۱۳۰۳ھ/ ۱۸۸۵ء)

اس کا موضوع تصوف و فقہ ہے، سن تصنیف معلوم نہ ہو سکا، اس کا قلمی نسخہ مکتوبہ ۱۳۱۱ھ/ ۱۸۹۲ء حیدرآباد سندھ میں حضرت مفتی صاحب کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔

رسالہ آدابِ سالک

اس رسالہ کا موضوع تصوف ہے، اس کا سن تصنیف بھی معلوم نہ ہو سکا، اس کا قلمی نسخہ مکتوبہ ۱۳۱۱ھ/ ۱۸۹۲ء حضرت مفتی صاحب کے کتب خانے میں موجود ہے۔

---

[1] فتاوے مسعودی (قلمی) میں اس کا ذکر ملتا ہے، دیکھئے ص ۱۲۴، جہاں فتوے محررہ ۱۳۰۳ھ میں اس کا حوالہ دیا گیا ہے۔

مسعود

رسالہ رہن (قبل ۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۳ء)

اس کا موضوع فقہ ہے، فتاویٰ مسعودی قلمی (ص ۷۲) میں اس کا ذکر کیا ہے، یہ رسالہ قبل ۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۳ء کی تالیف ہے کیونکہ سن مذکور میں اس کا حوالہ دیا ہے۔ یہ رسالہ تلاش کے باوجود نہ مل سکا، اس کا مطبوعہ یا قلمی نسخہ ہمارے علم میں نہیں۔

فتاویٰ مسعودی (۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء تا ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۶ء)

یہ حضرت فقیہ الہند کے فاضلانہ اور محققانہ فتووں کا مجموعہ ہے جو اس وقت آپ کے سامنے ہے۔ اس کے متعلق پیش لفظ میں تفصیلات دے دی گئی ہیں۔

نور العابدین فی تحقیق آمین

یہ رسالہ قبل ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء کی تصنیف ہے کیونکہ حضرت فقیہ الہند کے مطبوعہ رسالہ الدرۃ الیتیم فی القرآن العظیم (مصنفہ ۱۲۸۵ھ) کے صفحہ ۳۰ پر اس کا ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے یہ آمین بالجہر کے موضوع پر ہے، اس کے قلمی یا مطبوعہ نسخہ کا علم نہ ہو سکا۔

رسالہ جمعہ (قبل ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء)

حضرت فقیہ الہند نے اپنی تصنیف الدرۃ الیتیم فی القرآن العظیم (مصنفہ ۱۲۸۵ھ) کے صفحہ ۱۲ پر اس کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس رسالے میں آیت کریمہ اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ الآیۃ کی تحقیق کی گئی ہے، یہ رسالہ دستیاب نہ ہو سکا۔

کتابیات

وہ کتابیں جن سے حیاتِ مسعودی کی تالیف میں مرتب نے
استفادہ کیا

کتابیات

نمبر شمار	مصنف	تصنیف	مقام و سن طباعت
۱ ۔	احترام الدین شاغل	صحیفۂ خوشنویساں	علی گڑھ ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء
۲ ۔	احمد بن عبدالرحمٰن	دہلی کی سنتی مجلسِ اوقات	دہلی، ۱۳۶۴ھ/۱۹۴۴ء
۳ ۔	احمد سعید دہلوی	تاریخ اولیاءِ دہلی	" ، ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء
۴ ۔	احمد علی، سید	آثارِ قدیمہ (قلمی)	
۵ ۔	اظہر عباس	سوتنتر	دہلی،
۶ ۔	امام بخش	حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار	ڈیرہ غازیخاں مابعد ۱۳۲۵ھ ۱۹۰۷ء
۷ ۔	امام علی	مکتوباتِ شریف	لاہور، ۱۳۵۹ھ/۱۹۴۰ء
۸ ۔	امداد علی	امداد الآفاق برجم اہل النفاق	۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء
۹ ۔	بشیر بیگ بریلوی	شاہ ولی اللہ کی زندگی	کراچی،
۱۰ ۔	بشیر الدین دہلوی	واقعاتِ دار الحکومت دہلی جلد سوم	آگرہ، ۱۳۲۷ھ/۱۹۱۹ء
۱۱ ۔	بلاقی داس	غنچۂ عشرت	دہلی، ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء
۱۲ ۔	حمید الدین حیدر شاہ	اشاراتِ عرفان	" ، ۱۳۱۶ھ/۱۸۹۹ء
۱۳ ۔	حیرت، میرزا	چراغِ دہلی	" ، ۱۳۲۱ھ/۱۹۰۳ء
۱۴ ۔	رحمٰن علی، مولوی	تذکرۂ علمائے ہند	لکھنؤ ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء
۱۵ ۔	رحیم بخش دہلوی	حیاتِ ولی	لاہور، ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء
۱۶ ۔	رشید احمد گنگوہی، مولوی	فتاویٰ رشیدیہ	کراچی،
۱۷ ۔	رکن الدین نظامی	حیاتِ دہلی	دہلی، ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء
۱۸ ۔	زید ابو الحسن فاروقی، مولوی	مقاماتِ خیر	" ، ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء
۱۹ ۔	سلیمان شاہد	تذکرۂ مشائخ	لاہور،
۲۰ ۔	سید احمد خاں، سر	آثار الصنادید	دہلی، ۱۲۶۳ھ/۱۸۴۷ء
۲۱ ۔	سید احمد، مولوی	یادگارِ دہلی	" ، ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء

۲۲ - سید احمد دہلوی	تاریخ دہلی	
-	صواعق من ملک الدیان علی الکتابۃ النساء الزمان -	مراد آباد ۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷ء
-		
۲۳ - ظفر علی بخاری	تحریک پاکستان میں علماء کا کردار	لاہور،
۲۴ - ظفر علی خاں مولوی	چمنستان	
۲۵ - عبد الحق	غرابت نگار	دہلی، ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء
۲۶ - عبد الحق حقانی، مولوی	عقائد الاسلام	کراچی، ۱۳۸۴ھ/۱۹۶۴ء
۲۷ - عبد اللطیف	۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامچہ	دہلی، ۱۳۷۸ھ/۱۹۵۸ء
۲۸ - عبد العزیز	آثار دہلی	" ، ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء
۲۹ - عبد الغفور	آثار المتاخرین	" ، ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء
۳۰ - عبد القادر، ملا	منتخب التواریخ، جلد سوم	کلکتہ، ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء
۳۱ - عبد اللہ فاروقی	سوانح شیخ جلال الدین تھانیسری	دہلی،
۳۲ - غلام رسول مہر	۱۸۵۷ء	لاہور،
۳۳ - غلام سرور، مفتی	خزینۃ الاصفیاء	لاہور، ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء
۳۴ - غلام محمد ہفت قلمی	تذکرۂ خوشنویساں	کلکتہ، ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء
۳۵ - فقیر محمد جہلمی، مولانا	حدائق الحنفیہ	لکھنؤ،
۳۶ - فیاض احمد خاں کاوش	دیوان نور و نکہت	سیالکوٹ،
۳۷ - قائم الدین	ذکر مبارک	امرتسر، ۱۳۵۹ھ/۱۹۴۰ء
۳۸ - قطب الدین خاں، نواب	تحفۃ العرب والعجم	دہلی، ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء
۳۹ - "	توفیر الحق	لاہور، ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء
۴۰ - قلی خاں، نواب درگاہ	مرقع دہلی تالیف،	۱۱۵۱ھ/۱۷۳۸ء
۴۱ -	مجموعۂ فتاوی	لاہور، ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء
۴۲ - محمد اختر دہلوی	تذکرہ اولیاء ہند و پاکستان	لاہور،
۴۳ - محمد ابراہیم قصوری	خزینۂ معرفت	لاہور، ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء
۴۴ - محمد ابراہیم سیالکوٹی	تاریخ اہل حدیث	" ، ۱۳۷۳ھ/۱۹۵۳ء

۴۵ - محمد امان دہلوی	وصال الجمیل	دہلی، ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۶ء
۴۶ - محمد امیر الدین، مولوی	تفسیر ابرِ کرم	″ ، ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء
۴۷ - محمد امیر شاہ قادری	تذکرہ علماء مشائخ سرحد، جلد دوم	لاہور، ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء
۴۸ - محمد امین شرقپوری	تذکرہ اولیاءِ نقشبند	″ ، ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۲ء
۴۹ - محمد انوار الحسن	انوار قاسمی، جلد اول	″ ، ۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء
۵۰ - محمد حمید الدین حیدر شاہ	شجرۂ پیران طریقۂ نقشبندیہ مجددی خاندان مولانا محمد مسعود شاہ	مطبع حسنی،
۵۱ - محمد صادق قصوری	تکملہ تذکرۂ مشائخ نقشبندیہ	لاہور، ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء
۵۲ - ″	اکابر تحریکِ پاکستان	″ ، ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء
۵۳ - محمد صالح کنبوہ	شاہجہاں نامہ، جلد سوم	″ ، ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۰ء
۵۴ - محمد عالم شاہ	مزارات اولیاء دہلی	دہلی، ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۷ء
۵۵ - محمد عظیم گوپاموی	تحفۃ السالکین (قلمی)	۱۳۱۰ھ/۱۸۹۳ء
۵۶ - محمد محمود شاہ، مفتی	مصباح السالکین فی احوال رکن الملۃ والدین	دہلی، ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء
۵۷ - محمد مسعود شاہ، مفتی	دررِ ثمانیہ	″ ،
۵۸ - ″	الدر المستقیم فی القرآن العظیم	″ ، ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء
۵۹ - ″	رسالہ سماع وغنا (قلمی)	مکتوبہ، ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۲ء
۶۰ - ″	رسالہ سماع موتیٰ (قلمی)	مکتوبہ، ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۲ء
۶۱ - ″	رسالہ نور العرفان (″)	مؤلفہ، ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۵ء
۶۲ - ″	فیضِ محمدی وسلوکِ مسعودی (قلمی)	مکتوبہ، ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء
۶۳ - ″	مکتوباتِ مسعودی (″)	″ ، ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء
۶۴ - ″	رسالہ مجددیہ (″)	″ ، ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء
۶۵ - ″	رسالہ آدابِ سالک (″)	″ ، ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء
۶۶ - محمد مسعود احمد، پروفیسر	تذکرہ مظہر مسعود	کراچی، ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۸ء
۶۷ - ″	حیاتِ مظہری	″ ، ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء

۶۸۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر — حیاتِ شاہ رکن الدین الوری (مشمولہ رسالہ رکن دین) — سیالکوٹ ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء

۶۹۔ محمد مظہر اللہ شاہ، مفتی — فتاویٰ مظہری — کراچی ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء

۷۰۔ " — مکاتیبِ مظہری — " ۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء

۷۱۔ محمد ہدایت علی، مولوی — معیار السلوک و دافع الاوہام والشکوک — "

۷۲۔ " — احسن التقویم — " ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء

۷۳۔ — محضر نامہ — دہلی ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء

۷۴۔ محمد واحد قادری، مولوی — تذکرہ علمائے اہلِ سنت — کانپور ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء

۷۵۔ ناصر نذیر فراق دہلوی — یادگارِ دہلی — دہلی

۷۶۔ نائن بھاگو — صحیفۂ زریں — لکھنؤ ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء

۷۷۔ نذیر حسین دہلوی، سید — فتاویٰ نذیریہ، جلد اول و دوم — دہلی ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۴ء

۷۸۔ عبدالرزاق قریشی — نوائے آزادی — بمبئی ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۷ء

79- CARR STEPHONS: ARCHAELOGY OF DELHI.

80- FANSHAW, H.S. : DELHI - PAST AND PRESENT, 1902.

81- GARDEN, R.H: THE SEVEN CITIES OF DELHI, LONDON, 1906.

82- HENRY SHARP : DELHI - ITS STORY AND BUILDING, OXFORD.

83- RENTEN : DELHI — THE IMPERIAL CITY.

رسائل

نمبر شمار	رسالہ	مقامِ اشاعت	شمارہ
۱	آستانہ	دہلی	جنوری ۱۹۶۷ء
۲	ترجمانِ اہلِ سنت	کراچی	نومبر ۱۹۷۳ء
۳	پیامِ مشرق	دہلی	۱۳ر دسمبر ۱۹۶۶ء
۳	ضیائے حرم	لاہور	اگست ۱۹۷۵ء

۵	عقیدت	نئی دہلی	جولائی و اگست ۴ ۱۹۶ء
۶	منادی	دہلی	۱۲ دسمبر ۴ ۱۹۶ء
۷	نوری کرن	بریلی	فروری ۷ ۱۹۶ء

اخبارات

نمبر شمار	اخبار	مقام اشاعت	شمارہ
۱	آزاد	دہلی	۲۹ نومبر ۳۸ ۱۹ء
۲	آغاز	کراچی	۳۰ نومبر ۶۶ ۱۹ء
۳	استقامت	کانپور	۱۶ دسمبر ۶۶ ۱۹ء
۴	الجمعیۃ	دہلی	۳۰ نومبر ۶۶ ۱۹ء
۵	الہام	بہاولپور	۴ جولائی ۷۴ ۱۹ء
۶	امروز	لاہور	یکم دسمبر ۶۶ ۱۹ء
۷	انجام	کراچی	" ۶۶ ۱۹ء
۸	پاکستان ٹائمز	لاہور	" ۶۶ ۱۹ء
۹	جنگ	کراچی	۴ اگست ۷۴ ۱۹ء
۱۰	"	"	یکم دسمبر ۶۶ ۱۹ء
۱۱	دعوت	دہلی	۲ دسمبر ۶۶ ۱۹ء
۱۲	سعادت	(علمائے اہلسنت نمبر) لائل پور	۶۸ ۱۹ء
۱۳	صادق الاخبار	دہلی	۲۶ جولائی ۵۷ ۱۸ء
۱۴	غریب نواز	"	۱۵ دسمبر ۶۶ ۱۹ء
۱۵	نوائے وقت	لاہور	۸ و ۹ جون ۷۵ ۱۹ء
۱۶	نئی روشنی	کراچی	یکم دسمبر ۶۶ ۱۹ء
۱۷	وحدت	دہلی	۱۲ اگست ۳۸ ۱۹ء

فہرس

فتاویٰ مسعودی

مشمولات

باب ۱ ——— عقائد

باب ۵ —— اوقاف ۴۹۳

باب ـــــــــــ متفرقات

فتاویٰ مسعودی

باب ۱

عقائد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

سوال

ماقولکم ایہا العلماء؟

القرآن المؤلف من الحروف والاصوات اھو مخلوق ام غیر مخلوق؟

بینوا توجروا جزاکم اللہ فی الدارین۔

الجواب

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ وآلہ واصحابہ

اما بعد فیقول العبد الضعیف الراجی الی رحمۃ ربہ الودود الشیخ محمد مسعود النقشبندی الدھلوی ان القرآن قد یطلق علی الکلام الازلی الذی ھو صفۃ اللہ تعالیٰ کما جاء فی الحدیث الذی رواہ ابو سعید قال :۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الرب تبارک وتعالیٰ من شغلہ القرآن عن ذکری ومسئلتی اعطیتہ افضل ما اعطی السائلین وفضل کلام اللہ علی سائر الکلام کفضل اللہ علی خلقہ ۔ (رواہ الترمذی) لہ

فالقرآن بھذا الاطلاق کلام اللہ تعالیٰ غیر مخلوق فھو صفۃ قدیمۃ منافیۃ للآفۃ والنقص لا ھو من جنس الحروف والاصوات کالعلم والقدرۃ کما فی شرح العقائد :۔

لہ رواہ الترمذی والدارمی والبیہقی فی شعب الایمان ۔ مشکوٰۃ، کتاب فضائل القرآن فصل ثانی، ص ۱۸۶ ۔

و القرآن کلام اللّٰہ تعالیٰ غیر مخلوق

وعقب القرآن بکلام اللّٰہ تعالیٰ لما ذکر المشائخ من ان یقال القرآن
کلام اللّٰہ تعالیٰ غیر مخلوق ولا یقال القرآن غیر مخلوق لئلا یسبق
الی الفہم ان المؤلف من الاصوات و الحروف قدیم کما ذهبت الیہ
الحنابلۃ جہلا او عنادا انتہیٰ ما فیہ [1]

وقد یطلق علی المکتوب فی المصاحف ای ما بین الدفتین
وھو اسم للالفاظ و المعنی جمیعا التی دالۃ علی الکلام القدسی القدیم
الذی لیس بمخلوق۔

و الالفاظ والمعنی مخلوقۃ لانہا معتبرۃ من قصۃ فرعون و
غرقہ و من قصۃ موسیٰ و یوسف علیہما السلام وغیرہا مثلاً و کل
ذٰلک حادث لان الکلام اللفظی مؤلف من الاصوات والحروف و کل
مؤلف منہا فہو حادث ولان الالفاظ و الاصوات من لسان العرب
کما جاء فی القرآن العظیم و قرآنا عربیا [2] وکل لسان العرب حادث مخلوق
ولان الحروف و الالفاظ متوالیۃ وکل متوالیۃ فہو حادث لانہ
اذا کانت الحروف متوالیۃ فاذا جاء الثانی انتفی الاول فتحقق
عدمہ وکل ما تحقق عدمہ امتنع قدمہ فثبت ان الاول حادث
والثانی من الحروف ایضاً حادث لان وجودہ متأخر من وجود الاول
وکل شیئ وجودہ متأخر عن وجود غیرہ فہو حادث وقس علی ھٰذا ما
بقی من الحروف ھٰکذا فی شرح العقائد۔

ویتکلم لا ککلامنا و نحن نتکلم بالآلات ای من الحلق و
اللسان والشفۃ والاسنان والحروف ای الاصوات المعتمدۃ علی المخارج
المعہودۃ بالہیئات المعروفات واللّٰہ تعالیٰ یتکلم بلا آلۃ وحروف ای

---

[1] شرح العقائد النسفیۃ ، مطبوعہ لکھنؤ ، ص ۳۶۔

[2] سورۃ یوسف ، آیت ۲۔

كمالات الذات والصفات والحروف مخلوقة اى كالالات و كلام الله تعالىٰ غير مخلوق بل قديم بالذات انتهىٰ۔

فان القران كلام الله تعالىٰ الذى بلاصوت والفاظ قديم بالذات غير مخلوق والالفاظ والاصوات التى نقرءبها فهى مخلوقة لله تعالىٰ لاغير فهو معجز بتمامه والله اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب۔ فقط

۲۷ صفر ۱۳۰۳ھ ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

سوال ۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ تعزیہ بنانا اور اس کے بنانے میں اعانت کرنی اور اس کی پرستش کرنی اور یہ اعتقاد رکھنا کہ اگر ہم تعزیہ نہ بنادیں گے تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم سے ناراض ہوں گے اور ایذا رسانی کریں گے، کیسا ہے؟ اور اس اعتقاد رکھنے والوں کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟

دوسرے یہ کہ ایک شخص یہ کہتا ہے کہ میدانِ قیامت میں شفاعت کرنے میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ فوقیت اور خصوصیت اوروں پر نہیں ہے بلکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اور لوگ اس باب میں برابر ہیں ——— قول اس شخص کا صحیح ہے یا غلط؟ ——— جواب ان دونوں مسئلوں کا بآیات واحادیث وروایات فقہیہ معتبرہ تحریر فرمادیں، جزاکم اللہ فی الدارین خیراً۔

الجواب

بصورت مندرجہ تعزیہ[1] بنانا اور اعانت کرنا اور اس کو پوجنا، یہ سب امور شرک ہیں اور یہ کہنا کہ بحالت نہ بنانے تعزیہ کے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناراض ہوں گے، عین شرک وکفر ہے۔ ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنی ناجائز ہے۔

اور یہ کہنا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دربابِ شفاعت کچھ فوقیت نہیں ہے، غلط ہے اور خلاف ہے احادیث صحیحہ کے اور یہ شخص فاسق ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

---

[1] اس مسئلہ پر مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کا رسالہ "رسالہ تعزیہ داری" ملاحظہ ہو۔

عسیٰ ان یبعثك ربك مقاما محمودا۔[1]

مقامِ محمود مقامِ شفاعت ہے ——— اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ پانچ فضیلتیں میرے میں ہیں کہ پہلے انبیاء میں نہیں ہیں ایک ان میں شفاعت ہے :

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطیت خمسا لم یعطہن احد قبلی۔ نصرت بالرعب مسیرۃ شہر وجعلت لی الارض مسجدا وطہورا فایما رجل من امتی ادرکتہ الصلوٰۃ فلیصل و احلت لی المغانم ولم تحل لاحد قبلی واعطیت الشفاعۃ الحدیث متفق علیہ[2]

اور دوسری حدیث میں آیا ہے :۔

وانا اول شافع و اول مشفع یوم القیٰمۃ الحدیث[3]

اور بہت سی احادیث ہیں کہ اول باب شفاعت کا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کھلے گا ——— ایک طویل حدیث میں ہے کہ سب امتوں کی مخلوق اول آدم علیہ السلام کے پاس واسطے شفاعت کے جاوے گی، وہ ان کو جواب دیں گے، پھر دوسرے نبی اور رسولوں کے پاس جائے گی یہاں تک کہ سب یہی کہیں گے کہ آج کا روز شفاعت کا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہے۔ ان کے پاس جاؤ ——— چنانچہ سب مخلوق حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے گی۔ اس وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں جائیں گے اور اللہ تعالیٰ حکم شفاعت کا دیوے گا، بعد شفاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء شفاعت کریں گے، پس اول شفاعت کرنے میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فوقیت خصوصیت اور فضیلت ہے سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر، کذا فی کتب الاحادیث وعلیہا اھل السنۃ والجماعۃ۔ فقط

حررہ واجابہ خاک رہ : محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۱۴ شعبان ۱۳۰۱ھ ہجری

---

[1] سورۃ بنی اسرائیل۔ آیت ۷۹۔

[2] مشکوٰۃ، باب فضائل سید المرسلین، فصل اول، ص ۵۱۲۔

[3] رواہ الترمذی والدارمی، مشکوٰۃ، باب فضائل سید المرسلین، فصل ثانی، ص ۵۱۳۔

سوال ۳

۱۔ نبی و ولی کی قبر کے قریب ادنیٰ شخص مسلمان کی قبر بنانا درست ہے یا نہیں اور بوجہ عدم واقفیت بزرگ مردماں کے کوئی شخص گرد میں کسی نبی یا ولی کے مدفون ہوا تو اس میت کو اکھیڑ کر نکال دینا چاہئے یا نہیں ؟

۲۔ اگر بسبب تنگی جگہ کے، نہ بنا بر تعظیم کوئی مصلی کے مقابل قبر پڑ جائے یا بعد اس نیت کے مصلی پر ہونا قبر کا سامنے معلوم ہو جاوے، ایسی صورت میں نماز اس کی درست ہوگی یا نہیں؟

۳۔ حالت رفتار ریل میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کیا صورت ہے؟

۴۔ ریل میں قصر کا حکم باعتبار مسافت انسان کے دیا جائے گا یا بلحاظ قطع منازل ریل کے۔

۵۔ میت کے حسنات کو بیان کر کے گریہ و نوحہ کرنا درست ہے یا نہیں؟

۶۔ تبرکات خانہ کعبہ مثلاً غلاف وغیرہ قبر میں رکھنا کیسا ہے؟

۷۔ اہل بیت سے کون کون لوگ مراد ہیں؟

الجواب

۱۔ نبی یا ولی یا صلحاء کی قبر کے نزدیک قبر کسی مسلمان شخص کی بنانی افضل ہے کہ موجب برکت کا ہے:

والافضل الدفن فی المقبرة التی فیہا قبور الصلحین [۱]

اور بعد قبر بنانے کے اس میت کو وہاں سے نکالنا نہ چاہئے:۔

ولا ینبغی اخراج المیت من المقبرة بعد ما دفن [۲]

۲۔ اگر بسبب تنگی جگہ کے بلا تعظیم قبر بجہت عدم قصد مصلی کے قبر روبرو تے نمازی کے ہو جائے گی تو نماز فاسد نہیں ہوگی بلکہ صحیح ہوگی:۔

وقال التورپشتی فاما اذا وجد بقبر بہا موضع بنی للصلوٰة اومکان یسلم المصلی فیہ عن التوجہ الی القبور فانہ فی

۱۔ عالمگیری، کتاب الصلاة، باب ۲۱، فصل ۶، ج ۱، ص ۱۶۶

۲۔ ایضاً ، ، ، ، ، ص ۱۶۷

فسحة من الاجر وکذلک اذا صلی فی موضع قد اشتہر بان فیہ مدفن نبی ولم یر للقبر فیہ علما ولم یکن قصدہ ماذکرناہ من العمل الملتبس بالشرک الخفی انتہی[1]

پس بلاقصدِ تعظیم نماز ہوجائے گی۔

۳- حالتِ رفتارِ ریل کے نماز ریل میں پڑھنی بلاعذر جائز نہیں اور بصورت عذر جائز ہے کیونکہ ریل حکم میں گاڑی گھوڑے وغیرہ کے ہے:

واما الصلوٰۃ علی العجلۃ فان کان طرفہا علی الدابۃ وھی تسیر اولا تسیر فھی صلوٰۃ علی الدابۃ وقد مر حکمھا یعنی لا یجوز المکتوبۃ علی الدابۃ الا من عذر ھکذا فی فتاوی قاضیخان[2]

اور عذر یہ ہیں اترنے میں ریل سے خوف جانے کا ہو یا چوری یا ـــــــــ وغیرہ کا ہو اگر اترے گا تو ریل چلی جائے گی یا بہت ضعیف بوڑھا ہو یا کوئی جگہ نماز کی نہ پاوے وغیرہا، پس ان صورتوں میں نماز ریل میں درست ہے اگرچہ چلتی ہو اور اگر کھڑی ہو تو ہر حالت میں نماز اندر ریل کے درست ہے۔

اور سفر کا حکم باعتبار انسان کی مسافت کے ہے نہ کہ باعتبار رفتار ریل کے:-

وھو سیر الابل ومشی الاقدام فی اقصر ایام السنۃ (کذا فی التبیین[3]) ولو کانت المسافۃ ثلثا بالسیر المعتاد فسار الیہا علی الفرس جریا حثیثا فوصل فی یومین او اقل قصر (کذا فی الجوھرۃ النیرۃ ھذا کلہ فی العالمکیریۃ[4]

اور اسی طرح درمختار میں ہے۔

۴- گریہ کرنا درست ہے اور نوحہ کرنا منع ہے:

---

[1] لمعات، کتاب الصلاۃ، باب المساجد الخ، ج ۲ - ص ۵۲ -

[2] عالمگیری، کتاب الصلاۃ، باب ۱۵، ج ۱، ص ۱۴۳ (یعنی کے بعد والی عبارت سات سطر...

[3] ایضاً، " " " " ص ۱۳۸

[4] ایضاً، " " " " ص ۱۳۹

واما النوح العالی فلا یجوز و البکاء مع رقۃ القلب لاباس بہ (عالمگیری[1])

اور اسی طرح سے احادیث میں ہے۔

۵۔ تبرکات کا رکھنا قبر میں مثل غلافِ کعبہ یا پارچہ صلحاء وغیرہم کے جائز ہے جیسا کہ حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے:

عن ام عطیۃ قالت دخل علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن نغسل ابنتہ فقال اغسلنہا ثلاثا او خمسا او اکثر من ذلک ان رأیتن ذلک بماء و سدر واجعلن فی الاخرۃ کافورا او شیئا من کافور فاذا فرغتن فاذننی فلما فرغنا اذناہ فالقی الینا حقوہ فقال اشعرنہا ایاہ۔ (متفق علیہ[2])

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازار مبارک دی تاکہ وقت کفن کے دختر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن میں نیچے کفن کے پہنا دیں کہ برکت حاصل ہو۔

ای اجعلن ھذا الحقو تحت الاکفان بحیث یلاصق بشرتہا لیصل الیہا البرکۃ (مجمع[3])

اور اسی طرح سے لمعات میں (ہے)

اجعلن الحقو تحت الکفن لیمس ببدنہا وتحصل البرکۃ..... و ھذا الحدیث اصل فی التبرک باثار الصلحین و لباسہم کما یفعلہ بعض مریدی المشائخ من لبس اقمصتہم فی القبر واللہ اعلم (لمعات[4])

اور یہی لکھا ہے امامِ نووی نے شرح مسلم میں:-

---

[1] عالمگیری، کتاب الصلاۃ، باب ۲۱، فصل ۶، ج ۱، ص ۱۶۷۔

[2] مشکاۃ، کتاب الجنائز، باب غسل المیت، حدیث نمبر ۱، فصل ۱۔

[3] مجمع البحار، حرف الحاء، بابہ مع القاف، ج ۱، ص ۲۸۵۔

[4] لمعات، کتاب الجنائز، باب غسل المیت، ج ۴، ص ۳۱۷، ۳۱۸۔

والحکمۃ فی اشعارھا بہ تبریکھا بہ ففیہ التبرک بآثار الصّٰلحین ولباسہم انتہیٰ ما فیہ۔[1]

۶- اور اہل بیت سے اولاد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بیویاں اور حسن اور حسین اور علی مراد ہیں جیسا کہ سورۂ احزاب میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کی شان میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا ہ[2]

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ذکر مستورات میں لیذھب عنکم الرجس خطاب بسوئے مذکر کیا تاکہ ازواجِ مطہرات اور اولاد مذکر داخل اہل بیت میں ہو جائیں :-

ثم ان اللّٰہ تعالیٰ ترک خطاب المؤنثات وخاطب بخطاب المذکرین بقولہ لیذھب عنکم الرجس لیدخل فیہ نساء اھل بیتہ ورجالھم واختلفت الاقوال فی اھل البیت والاولیٰ ان یقال ھم اولادہ وازواجہ والحسن والحسین منہم وعلی منہم لانہ کان من اھل بیتہ لسبب معاشرتہ ببنت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وملازمتہ للنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم (انتہیٰ ما فی التفسیر الکبیر)[3]

اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواجِ مطہرات کو ساتھ خطاب اہل بیت کے سلام علیک کہا :-

فخرج النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فانطلق الی حجرۃ عائشۃ فقال السلام علیکم اھل البیت ورحمۃ اللّٰہ فقالت وعلیک السلام ورحمۃ اللّٰہ الحدیث (رواہ البخاری)[4]

---

[1] شرح مسلم، کتاب الجنائز، ج ۱، ص ۳۰۴-۳۰۵۔ [2] سورۃ الاحزاب، آیت ۳۳۔
[3] تفسیر کبیر، سورۃ الاحزاب، تحت آیت ۳۳، ج ۶، ص ۶۱۵۔
[4] بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ لاتدخلوا بیوت النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

س آیۂ سورۂ احزاب سے باطل ہوگئی تخصیص اہلِ بیت کی اوپر فاطمہ اور علی اور حسن اور حسین
تخصیص ماقبل آیت کے غیر مناسب ہے کما لا یخفیٰ علی الماہر، اور حدیث میں
لفظ اہلِ بیت کا بہ نسبت حضرت فاطمہ اور علی اور حسین اور حسن سمجھا جاتا ہے اس حدیث سے نفی
حصر کی نہیں ثابت ہوتی فتدبر واللہ اعلم بالصواب، یہ مختصر مافی الضمیر ہے۔

۲ ر رجب المرجب ۱۲۹۷ھ

سوال ٤

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس باب میں کہ :-

جو شخص تفضیلِ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ظنی کہے جیسے کہ صاحبِ مواقف وشرح مواقف ومولانا
سعد الدین تفتازانی وشیخ عبد الحق دہلوی (رحمہم اللہ تعالیٰ) قائل ظنیت کے ہیں، کیا یہ شخص اور
یہ اکابر اس قول کی رُو سے شیعہ اور تفضیلیہ شمار کیے جاویں گے یا اہلِ سنت سے؟ اور
جو شخص ان کو شیعہ اور تفضیلیہ کہے اس کا کیا حکم ہے؟

دوسرا اس باب میں کہ جو شخص باوجود فضیلت دینے شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ باعتبار کثرتِ
ثواب اور ظہور کمالاتِ نبوت کے مقامِ ولایت میں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو ترجیح دے
اور غالب مانے جیسے کہ شیخ مجدد الفِ ثانی صاحب مکتوب دویست وپنجاہ ویکم میں
فرماتے ہیں :-

> حضرت صدیق وحضرت فاروق رضی اللہ عنہما باوجود حصول کمالاتِ محمدی
> (صلی اللہ علیہ وسلم) ووصول بدرجاتِ ولایتِ مصطفوی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ و
> السلام درمیان انبیاء ما تقدم در طرف ولایت مناسبت بحضرتِ ابراہیم صلوات
> اللہ وتسلیماتہ علیٰ نبینا وعلیہ دارند ودر طرف دعوت کہ مناسب مقامِ نبوت
> است مناسبت بحضرتِ موسےٰ علیہ السلام) دارند وحضرتِ ذوالنورین در ہر دو
> طرف مناسبت بحضرتِ نوح دارند صلوات اللہ علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام
> وحضرتِ امیر در ہر دو طرف مناسبت بحضرتِ عیسےٰ دارند علیہ الصلوٰۃ والسلام
> وچوں حضرتِ عیسےٰ روح اللہ است وکلمۂ او لاجرم جانب ولایت در ایشاں
> غالب است از جانب نبوت ودر حضرتِ امیر نیز بواسطۂ آں مناسبت طرف

ولایت غالب است [۱]

اور نیز ایسے ہی مکتوب میں فرماتے ہیں :-

اے برادر! حضرت امیر چوں کہ حاملِ بارِ ولایتِ محمدی اند علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تربیت مقامِ اقطاب و ابدال و اوتاد کہ از اولیاء عزلت اند و جانب کمالات ولایت در ایشاں غالب است مفوض بامداد و اعانت آں حضرت است سر قطب الاقطاب کہ قطب مدار است زیر قدم اوست، قطب مدار بحمایت و رعایت او مہم خود را سر انجام می نماید و از عہدۂ مداریت بر می آید حضرت فاطمہ و امامین نیز دریں مقام با حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم شریک اند [۲]

اور جیسے قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں بزیر تفسیر آیت و انتم تتلیٰ علیکم آیات اللہ وفیکم رسولہ [۳] فرماتے ہیں :-

اشار النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی اھل البیت لانہم اقطاب الارشاد فی الولایات اولھم علی علیہ السلام ثم ابنائہ الی الحسن العسکری و اخرھم غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر الجیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین لا یصل احد من الاولین والاخرین ـــ الی درجۃ الولایۃ الا بتوسطہم [۴]

اور جیسے خاتمہ سیف المسلول میں لکھا ہے :-

بعضے از اکابر اولیاء اللہ را بکشف صحیح کہ یکے از اسباب علم است و سابق در اسباب علم مذکور شدہ امام را در معنیٰ دیگر ظاہر گشتہ و آں آنست کہ فیوض و برکات کارخانۂ ولایت کہ از جناب الٰہی بر اولیاء اللہ نازل می شود اول بر یک شخص نازل می شود و ازاں شخص منحط شدہ بہ ہر یکے از اولیاء عصر موافق مرتبہ

---

[۱] مکتوبات امام ربانی، مطبوعہ لاہور، دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۵۱، ص ۶۲۔

[۲] ایضاً ، ص ۶۶۔

[۳] سورہ آل عمران، آیت ۱۰۱۔

[۴] تفسیر مظہری، سورۃ آل عمران، تحت آیت ۱۰۱، ج ۲، ص ۱۰۳

بحسب استعداد باو می رسد و ہیچ کس را از اولیاء اللہ بے توسط او فیض نمی رسد
وکسے از مردانِ خدا بے وسیلۂ او درجۂ ولایت نمی یابد اقطاب چند وی و اوتاد
وابدال ونجبا ونقبا وجمیع اقسام اولیاء خدا بوے محتاج می باشند صاحب
ایں منصبِ عالی را امام گویند وقطب الارشاد بالاصالۃ نیز خوانند، وایں
منصب عالی از وقتِ ظہورِ آدم علیہ السلام بروح پاک علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ
مقرر بودہ کہ پیش از نشاءِ عنصری آں حضرت ہم در امم سابقہ ہر کرا درجۂ ولایت
می رسد بتوسط روحِ پاک آنحضرت (کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) می رسید و بعد
وجود عنصری وقت رحلت او از صحابہ و تابعین ہمہ را ایں دولت بہ توسط او رسیدہ
وبعد رحلتِ او ایں منصب بہ حسنِ مجتبےٰ و بعد از وے بہ حسین شہید کربلا و پس تر
بہ امام زین العابدین، پس تر بہ محمد باقر بعد ازاں بہ جعفر صادق، پس تر بہ امام موسیٰ کاظم
پس تر بہ علی رضا و پس تر بہ محمد تقی بعد ازاں علی نقی رضی اللہ عنہم۔ پس تر بہ حسنِ
عسکری آں منصب معلیٰ مفوض گشتہ و بعد وفاتِ عسکری تا وقتِ ظہور سید
الشرفا غوث الثقلین محی الدین عبد القادر جیلانی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ایں
منصبِ عالی   چوں حضرت غوث الثقلین پیدا شد ایں
منصب مبارک بروے متعلق شدہ تا ظہور محمد مہدی ایں منصب بروح مبارک
غوث الثقلین متعلق باشد ولہٰذا آنحضرت قدمی ھٰذہٖ علی رقبۃ
کل ولی اللہ فرمودہ وبایں بیت ترنم نمودہ ؎

ت شموس الاولین وشمسنا   ابداً علی افق العلی لا تغرب

وچوں امام مہدی ظاہر شود ایں منصبِ عالی بوے مفوض گردد۔[۱]

اور جیسے مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب تحفۂ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں:-

ولہٰذا محققین صوفیہ نوشتہ اند کہ شیخین حامل کمالاتِ نبوت بودہ اند و
حضرت امیر حامل کمالات ولایت ولہٰذا کارِ انبیاء کہ جہادِ کفار و ترویج احکام
شریعت واصلاح امورِ ملت است از شیخین رضی اللہ عنہما خوب تر سر انجام یافت
وکارِ اولیاء از تعلیم طریقت وارشاد باحوال ومقامات سالکین وتنبیہ بر غوائل

---

۱ سیف المسلول، خاتمہ، ص

نفس و ترغیب بزہد در دنیا از حضرت امیر بیشتر مروی گشت و عقلی است کہ استقلال بر ملکاتِ نفسانیہ لبعد در افعالِ مختصہ بآں ملکات می تواں کرد مثلاً اگر شخصے در ہر معرکہ ثبات می کند و در مقابلہ اقران و صنعت سیف و سنان کار از پیش می برد دلیلِ صریح بر شجاعتِ نفسانیہ اوست بلکہ حب و بغض و خوف و رجا و دیگر امورِ باطنیہ از ہمیں راہ افعال و معاملات معلوم تواں کرد و برہمیں قیاس امتیاز در کمالاتِ باطنیہ شخص کہ آیا از قسمِ کمالِ انبیا است یا از جنسِ کمالِ اولیا بخارجیہ او در یکے ازیں دو کارخانہ عمدہ حاصل می شود انتہیٰ [1]

اس وجہ سے ان کا اور اس شخص کا جو قائل اس امر کا ہو شیعہ اور تفضیلیہ کہنا اور ان کو مرتکبِ کبیرہ جاننا اور ان کی تفسیق کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو شخص کہے یا کرے اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب

معلوم کرنا چاہئے کہ اکابرِ دین مثل مولانا سعد الدین، شیخ عبد الحق دہلوی رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہما اہلِ سنت و جماعت سے ہیں، ان کو شیعہ یا تفضیلیہ کہنا موجب فسق کا ہے کیونکہ تفضیلیہ اسے اصطلاح میں کہتے ہیں جو کہ حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کو شیخین پر تفضیل دے اور یہ اکابرِ دین شیخین کو تفضیل دیتے ہیں اور یہی علامت اہلِ سنت و جماعت کی ہے جیسا کہ شرح فقہ اکبر میں ہے:

حیث جعلوا من علامات السنۃ والجماعۃ تفضیل الشیخین و محبۃ الختنین انتہیٰ [2]

اور قائلِ ظنیت کا یہ مطلب ہے کہ ثبوتِ تفضیلِ شیخین دلیل ظنی سے ہے، یہ مطلب نہیں ہے کہ ان اکابر کو تفضیلِ شیخین میں ظن ہے بلکہ یقیناً ان کے نزدیک تفضیلِ شیخین کی ہے اور یہ قول بزرگانِ دین کا کہ حضرتِ علی کرم اللہ وجہہ کو مقامِ ولایت میں ترجیح ہے، اہلِ سنت و جماعت سے خارج نہیں کرتا کیونکہ فضل جزئی مانع فضل کلی کو نہیں ہے جیسے کہ فضیلتِ موسےٰ علیہ السلام کی بہ نسبت افاق

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ، باب ۷، ص ۲۱۳۔

[2] شرح فقہ اکبر، ص ۷۶۔

کے بعد غشی کے یعنی جبکہ بعد بعث کے غشی فزع کی ہوگی تو اول موسیٰ علیہ السلام ہوش میں آئیں گے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کما فی الحدیث :-

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم لاتخیرونی علی موسیٰ فان الناس یصعقون یوم القیٰمۃ فاصعق معھم فاکون اول من یفیق فاذا موسیٰ باطش بجانب العرش فلا ادری کان فی من صعق فافاق قبلی او کان فی من استثنی اللہ متفق علیہ [۱]

اور چناں چہ عدم کونچہ دینے کے شیطان کے عیسیٰ علیہ السلام کو فضیلت ہے :-

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کل بنی ادم یطعن الشیطان فی جنبہ باصبعیہ حین یولد غیر عیسی ابن مریم ذھب یطعن فطعن فی الحجاب متفق علیہ [۲]

اسی طرح سے ہر ایک رسول میں اور نبی میں ایک خاص فضیلت ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے :- [۳]

و لقد فضلنا بعض النبیین علی بعض کموسیٰ بالکلام و ابراھیم بالخلۃ و محمد صلی اللہ علیہ و سلم بالاسراء (تفسیر جلالین) [۴]

پس یہ خاص فضیلت ہر نبی کی، مانع فضیلت کلی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں ہے، باوجود فضیلت جزوی ہر ایک نبی خاتم النبیین کو تمام پر فضیلت ہے باعتبار فضیلت کلی کے اسی طرح سے فضیلت جزوی ولایت کی مانع فضیلت کلی صدیق اور عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو نہیں ہے باوجود فضیلت پس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت میں شیخین، حضرت علی سے فضیلت کلی رکھتے ہیں، کجا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت احادیث سے ثابت ہو :-

---

[۱] مشکوٰۃ، کتاب احوال القیامہ، باب بدء الخلق، حدیث نمبر ۱۱، فصل ۱ -

[۲] ایضاً ، ، ، حدیث نمبر ۲۶ ، ، -

[۳] سورۃ الاسراء ، آیت ۵۵ -

[۴] جلالین ، سورۃ الاسراء ، تحت آیت ۵۵ -

عن عمران بن حصین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان علیاً منی وانا منہ وھو ولی کل مؤمن رواہ الترمذی [1]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفسِ ولایت میں حضرت علی شیخین سے فضیلت رکھتے ہیں اس معنی میں کہ حضرت علی سے سلسلے ولایت کے بکثرت ہوں گے اور فیضِ ولایت کا ان سے بہت ہوگا، اور دوسری حدیث میں آیا ہے:-

عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا دار الحکمۃ وعلی بابہا رواہ الترمذی [2]

پس یہ فضیلت حضرت علی کی فضیلت کمالات نبوت کو جو کہ شیخین کو حاصل تھی، مانع نہیں ہے بلکہ کمالاتِ نبوت فوقیت رکھتے ہیں کمالاتِ ولایت پر اور ان کمالات نبوت پر جو کہ شیخین کو حاصل ہیں، احادیث میں وارد ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے:-

عن ابی بکرۃ ان رجلا قال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأیت کان میزانا نزل من السماء فوزنت انت و ابوبکر فرجحت انت ووزن ابوبکر وعمر فرجح ابوبکر ووزن عمر وعثمان فرجح عمر ثم رفع المیزان فاستاء لہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی فساءہ ذٰلک فقال خلافۃ نبوۃ ثم یؤتی اللہ من یشاء رواہ الترمذی وابوداؤد [3]

پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پلڑا نبوت کا شیخین میں تھا اور صحابہ کے وقت اظہر تھا کہ اول فضیلت حضرت ابوبکر کو ہے اور بعدہ عمر کو بعدہ عثمان کو:-

عن ابن عمر قال کنا فی زمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نعدل بابی بکر احدا ثم عمر ثم عثمان ثم نترک اصحاب

---

[1] (الف) مشکاۃ، کتاب المناقب، باب مناقب علی بن ابی طالب، حدیث ۴، فصل ۲۔
(ب) ترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب علی بن ابی طالب۔

[2] مشکاۃ، کتاب المناقب، باب مناقب علی بن ابی طالب، حدیث ۱۰، فصل ۲۔

[3] ایضاً، ″ ، باب مناقب ابی بکر وعمر، حدیث ۱۱، فصل ۲۔

النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نفاضل بینہم رواہ البخاری لہ

گرچہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ نے اپنے کشف صریح سے ولایت حضرت علی کو ترجیح دی ولیکن چونکہ یہ کشف مطابق احادیث کے ہے اس لئے یہ کشف حجت ہے پس جن اکابرین کا کشف مطابق احادیث کے ہو اس کو اہل شیعہ میں منسوب کرنا موجب وزر عظیم کا ہے شیخین معلوم کہ جانب نبوت کو جو کہ شیخین کی نسبت کی ہے کس قدر فوقیت ہے جانب ولایت پر، حضرت علی کی نسبت ثابت کی ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ ولایت نبوت فوق ہے ولایت ولی پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی ولایت ولی سے شان عظیم رکھتے ہیں مگر بہ نسبت ولایت نبوت شیخین کو حاصل تھی شیخین کو فضیلت ہے، پس ثابت ہوا کہ نزدیک اکابرین مندرجہ سوال کے تفضیل شیخین کو فضیلت ہے ختنین پر ــــــ یہ ہے مذہب اہل سنت وجماعت کا۔

جو شخص کہ ان اکابرین کو نسبت فسق کی کرے یا مرتکب کبیرہ کا جانے وہ خود فاسق ہے مرتکب کبیرہ کا کما فی الحدیث :-

عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یرمی رجل رجلا بالفسوق ولا یرمیہ بالکفر الا ارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ کذلک رواہ البخاری ؎

اگر کمالات و درجات حاملان نبوت کے بیان کئے جاویں تو ایک دفتر عظیم چاہیئے صحو یکفیہ الاشارۃ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ واجابہ خاکپائے محمد مسعود نقشبندی مجددی دہلوی

۱۶ صفر ۱۳۰۱ ہجری

بقلم نور محمد

سوال ۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ تقلید خصوصاً تقلید امام معین جائز ہے یا نہیں؟ دلائل وبراہین سے واضح کریں، بینوا توجروا۔

لہ مشکاۃ ، کتاب المناقب ، باب مناقب ابی بکر ، حدیث ۷ ، فصل ۱۔

؎ ایضاً ، کتاب الآداب ، باب حفظ اللسان الخ ، حدیث ۵ ، فصل ۱ -

الجواب

بر ماہران کلامِ الٰہی واحادیثِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام مخفی نہ رہے کہ واسطے اثبات تقلید شخصی کے ماسوائے دیگر دلائل کے ایک ہی آیت :-

ثم اوحینا الیک ان اتبع ملۃ ابراھیم حنیفا و ما کان من المشرکین ۰ [1]

کافی ووافی ہے، معنی آیت کا یہ ہے :-

پھر حکم کیا ہم نے تجھ پر کہ تابعداری کر دینِ ابراہیم کی کہ دین راست پر تھا اور نہ تھا شرک کرنے والوں سے۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ماسوائے دیگر انبیاء علیہم السلام کے خاص اتباع ملتِ ابراہیم کا حکم فرمایا، پس ثابت ہوا کہ ہم پر مسائل مجتہد فیہا میں تقلید شخصی واجب ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تقلید شخصی ابراہیمی فرض تھی اور جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تقلید ابراہیم علیہ السلام رئیس الموحدین اور قدوۃ الاصولیین فی الشرائع کی فرض تھی ایسے ہی ہم پر تقلید امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ رئیس المجتہدین اور قدوۃ الاصولیین فی المذاہب کی واجب ہوئی۔

وکان ابراھیم علیہ السلام رئیس الموحدین وقدوۃ الاصولیین وھو الذی دعا الناس الی التوحید وابطال الشرک و الی الشرائع الخ (تفسیر کبیر[2])

وروی حرملۃ بن یحییٰ عن الشافعی انہ قال من اراد ان یتبحر فی الفقہ فھو عیال علی ابی حنیفۃ [3]

وروی الربیع عن الشافعی الناس عیال فی الفقہ علی ابی حنیفۃ [4] (طبقات)

---

[1] سورۃ النحل، آیت ۱۲۳-

[2] تفسیر کبیر، سورۃ النحل، زیر آیت ۱۲۰، ج ۵، ص ۳۷۲-

[3] الخیرات الحسان، الفصل الثالث عشر فی ثناء الائمۃ علیہ، ص ۲۹-

[4] ایضاً

واجب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اتباع اصول اور عقائد اور اکثر فروعات دین ابراہیمی حنیفی کی واجب ہوئی اسی طرح سے ہم پر اتباع اصول اور عقائد اور فروعات مسائل مجتہد فیہا مذہب امام حنیفی کے واجب ہوئی :-

والمراد بالاتباع الاتباع فی الاصول والعقائد واکثر الفروعات دون الشرائع المتبدلۃ بتبدیل الاعصار انتہیٰ مافی الجمل[1]

اور ثبوت اس امر کا اس طرح سے ہے کہ عبارت النص سے ثبوت وجوب تقلید ابراہیم علیہ السلام کا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اولاً اور ثانیاً امت پر —— اور اشارۃ النص سے ثبوت تقلید شخصی کا اور حرام کہنا تقلید شخصی کو مخالف اس آیت کے ہے —— اور دلالۃ النص سے یہ ثابت ہوا کہ تقلید کسی امر غیر منصوص میں ایسے شخص کی لازم ہے کہ جو مقتدا اور پیشوا اور مروج اور بانی اس امر کا ہو کیونکہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام رئیس الموحدین اور قدوۃ الاصولیین اور مروج مسائل عشرہ مثل قص شارب وغیرہ کہ حدیث میں وارد ہیں اور بانی حکم حج تھے، پس ہم بریں قیاس یہ لازم ہوا کہ مسائل فروعات مجتہد فیہا میں ایسے شخص کی اتباع کی جاوے کہ جو بانی اصول فروعات اور رئیس مسائل قیاسات اور مروج اور مظہر آیۃ ففہمنہا سلیمٰن[2] اور آیۃ فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول[3] کا ہو اور مجتمع اوصاف درباب قیاس نہیں ہے مگر مجتہدین اربعہ خصوصاً ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہ رئیس مجتہدین اور قدوۃ الاصولیین ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم[3]

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اول اتباع کلام الٰہی واجب ہے اور بعدہ احادیث کی، اور بعدہ اقوال اولی الامر یعنی علمائے دین کی —— اور اولی الامر اپنے عموم پر نہیں ہے تاکہ جمیع علمائے دین مراد لئے جائیں بلکہ اولی الامر مخصوص ہیں ساتھ مستنبطین کے یعنی ان علماء کا اتباع کرنا

---

[1] تفسیر الجمل ،

[2] سورۃ الانبیاء، آیت ۷۹ ۔

[3] سورۃ النساء ، آیت ۵۹ ۔

واجب ہے جو لائق استنباط مسائل شرعیہ کے کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

واذا جاءهم امر من الامن او الخوف اذاعوا به ولو ردوه الى الرسول والى اولى الامر منهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم [1]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ :-

جب کوئی امر پیش آوے تو اول رسول اور بعدہ علماء مستنبطین کی طرف امر کو رجوع کرو یعنی جن کو لیاقت استنباط کی حاصل ہو جیسا کہ تفسیر کبیر میں ہے :-

قوله الذين يستنبطونه منهم انهم طائفة من اولى الامر والتقدير ولو ان المنافقين ردوه الى الرسول والى اولى الامر لكان علمه حاصلا عند من يستنبط هذه الوقائع من اولى الامر وذلك لان اولى الامر فريقان بعضهم من يكون مستنبطا وبعضهم من لا يكون كذلك فقوله منهم يعني لعلمه الذين يستنبطون المخفيات من طوائف اولى الامر [2] انتهى -

پس یہ آیت مخصص ہے آیت ماقبل کو اور اس آیت یعنی اولی الامر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم سے رفع ہو گئی تاویل حکام کی آیت ماقبل میں اولی الامر سے جیسا کہ بعض لیتے ہیں ——— پس ہر دو آیت کے ملانے سے ثابت ہوا کہ اولی الامر سے مراد علماء مجتہدین ہیں نہ غیر، اور در اصل حکام تابع ہوتے ہیں علماء دین کے اور مستنبطین جن کا کہ مذہب مدون ہوا ہے نہیں ہیں مگر یہ چہار مجتہدین لان حکم الشاذ کالمعدوم، پس ان ہر دو آیت سے ثابت ہوا کہ مسائل مجتہد فیہا میں بعد صحابہ کرام کے بغیر استفسار علماء مجتہدین عمل کرنا درست نہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ سوا مجتہدین کے دوسرے علماء کی تقلید ناجائز ہے۔

---

[1] سورۃ النساء، آیت ۸۳

[2] تفسیر کبیر، سورۃ النساء، تحت آیت ۸۳، ج ۳، ص ۲۷۹ -

اب رہا یہ امر کہ گا ہے ایک مجتہد کی تقلید کی گا ہے دوسرے مجتہد کی، سو یہ بھی باطل ہے کر
بدلالت آیت مندرجہ بالا ثم اوحینا الیک[1] الآیۃ کے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ
نہ فرمایا کہ اے محمد! گا ہے موسیٰ کی گا ہے ابراہیم کی تقلید کر بلکہ خاص ابراہیم علیہ السلام کی تقلید کا
حکم فرمایا پس اسی پر قیاس کرنا چاہئے کہ چار مجتہدین میں سے ایک کی تقلید اختیار کرے کیونکہ مامور بہ
تقلید کو دو میں تقلید شخصی ہے کہ مشروع ہے اور خلاف اس کا یعنی تقلید بلا تعین غیر مشروع جیسا کہ
حکم فرمایا اللہ تعالیٰ نے :۔

فاقم وجھک للدین حنیفا [2]

اور نظیر اس کی بہت سے مسئلے ایسے ہیں چنانچہ ان میں قاعدہ کلیہ فقہاء کا یہ ہے کہ تبدل ملک کا
موجب ہوتا ہے تبدل عین کو، اور دلیل اس کی حدیث بریرہ کی ہے کہ آپ نے فرمایا :۔

لک صدقۃ ولنا ھدیۃ [3]

پس جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہوا مسئلہ کہ تبدل ملک کا موجب تبدل عین کو ہوتا
ہے اسی طرح سے آیت نے ثابت کیا تقلید شخصی کو —— اور تیسری آیت بھی اسی
مضمون کے مطابق ہے :۔

وقالوا کونوا ھودا او نصاریٰ تھتدوا قل بل ملۃ ابراھیم[4]

ای بل نتبع ملۃ ابراھیم

اس آیت سے تلفیق بالکل باطل ہو گئی اور خود حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہیں :۔

واتبعت ملۃ ابراھیم

اور اسی طرح سے روایات علماء دین محققین کی چنانچہ فرمایا شیخ عبدالوہاب شعرانی
نے میزان میں :۔

اما من لم یصل الی شھود عین الشریعۃ الاولیٰ وجب علیہ

---

[1] سورۃ النحل، آیت ۱۲۳۔ [2] سورۃ الروم، آیت ۳۰۔
[3] مسلم، کتاب الزکاۃ، باب اباحۃ الہدیۃ للنبی، ج ۱، ص ۳۴۵۔
[4] سورۃ البقرہ، آیت ۱۳۵۔

التقلید بمذہب معین کما مر تقریرہ خوفا من الوقوع فی الضلال و علیہ عمل الناس[1] انتہی۔

اسی طرح سے دیگر متقدمین نے کہا ہے۔ پس محقق ہوا یہ امر کہ تقلید معین مجتہد کی مجتہدین سے واجب ہے خصوصاً تقلید امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی کہ افضل المجتہدین ہیں۔ بس ہے ان کی فضیلت میں قربیت زمانہ حضرت رسالت پناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور تابعیت کی کما فی الحدیث:

خیر امتی قرنی ثم الذین یلونہم الخ[2]

اور کافی ہے ان کے علو شان میں یہ حدیث بخاری :۔

عن ابی ہریرۃ قال کنا جلوسا عند النبی صلی اللہ علیہ و سلم فانزلت علیہ سورۃ الجمعۃ و اٰخرین منہم لما یلحقوا بہم قال قلت من ہم یا رسول اللہ فلم یراجعہ حتی سأل ثلثا و فینا سلمان الفارسی وضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدہ علی سلمان ثم قال لو کان الایمان عند الثریا لنالہ رجال او رجل من ھؤلاء رواہ البخاری[3]

اور اظہر من الشمس ہے کہ نہیں ہوا تابعین یا تبع تابعین میں اہل فارس میں سے موافق صفت مندرجہ حدیث کے سوائے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے۔ چنانچہ ایسا ہی کہا ہے حافظ سیوطی نے :۔

قال الحافظ السیوطی ھذا الحدیث الذی رواہ الشیخان اصل صحیح یعتمد علیہ فی الاشارۃ الی ابی حنیفۃ و قال العلامۃ الشامی صاحب السیرۃ تلمیذ الحافظ السیوطی ما جزم بہ شیخنا من ان ابا حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ ھو المراد من ھذا الحدیث ظاہر لاشک فیہ لانہ لم یبلغ من ابناء فارس فی العلم مبلغہ احد[3]

---

[1] میزان الکبریٰ،

[2] مشکاۃ ، کتاب المناقب ، باب مناقب الصحابہ ، حدیث نمبر ۲ ۔

[3] مشکاۃ ، کتاب المناقب ، باب جامع المناقب ، حدیث نمبر ۱۷ ۔

اور وہ حدیث جو کہ علامہ ابنِ حجر مکی نے اخراج کی ہے بہت ہی صریح الدلالۃ ہے بہ نسبت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے :-

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترفع زینۃ الدنیا سنۃ خمسین و مائۃ [1]

یعنی زینت دنیا کی سن ایک سو پچاس میں اٹھائی جائے گی۔

اور یہی ہوا کہ انتقال امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا ۱۵۰ھ میں ہوا :-

النعمان بن ثابت الکوفی ابو حنیفۃ الامام یقال اصلہ من فارس و یقال مولی بنی تیم فقیہ مشھور من السادسۃ مات سنۃ خمسین علی الصحیح و لہ سبعون سنۃ [2]

اور بعض جہال کہ عیب مولیٰ ہونے کا لگاتے ہیں وہ بے خبر ہیں احادیث سے اور حالات صحابہ کرام سے کہ سلمان فارسی کون تھے اور کیا رتبہ تھا اور دیگر صحابہ اور رواۃ احادیث کے مولے تھے جن پر مدار ہے صحیح ہونے بخاری کا اور وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

ان اکرمکم عند اللہ اتقکم [3]

اور دوسری آیت سے بھی اشارۃً فضیلت امام صاحب کی ثابت ہوتی ہے کما قال اللہ تعالیٰ :-

ان یشأ یذھبکم ایھا الناس و یأت باٰخرین [4]

جب کہ یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پشت سلمان پر ہاتھ مارا اور فرمایا :-

وہ اس کی قوم میں سے نہیں یعنی ابنائے فارس سے

اور ظاہر ہے کہ اولاد فارس میں سے مثل امام صاحب کے کوئی نہیں ہوا۔

---

[1] خیرات الحسان ، مقدمہ ثالثہ ، ص ۱۵۔

[2] امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے اسماعیل بن حماد فرماتے ہیں واللہ ما وقع علینا رق قط ، ہم پر کبھی غلامی طاری نہیں ہوئی (رد المحتار ، ج ۱ ، ص ۴۳)

[3] سورۃ الحجرات ، آیت ۱۳۔ [4] سورۃ النساء ، آیت ۱۳۳

و یروی انها لما نزلت ضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدہ علی ظہر سلمان وقال انہم قوم ھذا یرید ابناء فارس۔ (ابوالسعود جمل ، ص ۵۱۹ ، ج ۱)

دوسری جگہ فرماتا ہے :-

و ان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لایکونوا امثالکم [1]

پس آیا امام اعظم رحمہ اللہ کا اتباع کہ خیر قرن میں تھے لازم ہے یا ان علماء کا کہ زمانہ کذب اور فساد میں ظاہر ہوئے :

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر امتی قرنی ثم الذین یلونہم ثم ان بعدھم قوما یشھدون ولا یستشھدون و یخونون ولا یؤتمنون وینذرون لا یفون ویظھر فیھم السمن متفق علیہ [2]

اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ اتباع مجتہدین کا خیر القرون میں چاہئے اور اتباع ان علماء کا کہ بعد تبع تابعین کے ہوئے ان کا نہ چاہئے اور اسی پر جمہور علماء متقدمین و متاخرین ہیں کہ تقلید شخصی واجب ہے جیسا کہ فرمایا علامہ شمس الدین قہستانی نے جامع الرموز میں :-

واعلم ان من جعل الحق متعددا اثبت للعامی الخیار من کل مذھب ما یھواہ و من جعل واحدا کعلمائنا الزم للعامی اماما واحدا کما فی الکشف فلو اخذ من کل مذھب مباحہ صار فاسقا تاما کما فی شرح الطحاوی وللفقیہ سعید بن مسعود فیجب فی المذھب الصلابۃ ای اعتقاد کونہ حقا وصوابا کما فی الجواھر و مشائخنا قالوا مذھبنا صواب یحتمل الخطأ و مذھب غیرنا خطأ یحتمل الصواب کما فی المصفی [3] انتہی۔

---

[1] سورۂ محمد ، آیت ۳۸ ۔

[2] مشکاۃ ، کتاب المناقب ، باب مناقب الصحابہ ، حدیث نمبر ۱ فصل ۱۔

[3] جامع الرموز ،

ایسا کہا ہے امام غزالی نے اور صاحب فتاویٰ حمادیہ اور صاحب کشف اور ملا علی
قاری اور علامہ شامی اور صاحب بحر الرائق اور شیخ عبد الوہاب شعرانی اور شیخ عبد الحق دہلوی
اور شاہ ولی اللہ دہلوی اور علامہ طحطاوی اور شاہ عبد العزیز دہلوی اور شیخ احمد اور بحر العلوم اور
عبد الکریم اور صاحب شرح وقایہ وغیرہم نے اور کہا طحطاوی نے :-

ان هٰذه الفرقة الناجية المسماة باهل السنة
والجماعة اجتمعت اليوم فى المذاهب الاربعة
وهم الحنفيون والمالكيون والشافعيون والحنبليون
ومن كان خارجا عن هٰذه المذاهب الاربعة فى هٰذا
الزمان فهو من اهل البدعة والنار انتهٰى ۔[1]

ماسوائے اس کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

ما آتكم الرسول فخذوه وما نهٰكم عنه فانتهوا [2]

اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :- اتبعوا السواد الاعظم

اور سواد اعظم اسی پر ہے کہ تقلید شخصی واجب ہے اور ایضاً فعل حضرت کا مثل امر کے
ہے اور فعل حضرت کا اتباع شخص واحد تھا پس تقلید شخصی واجب ہوئی پس مخالف جماعت
کا مصداق اس حدیث شریف کا ہے :-

عن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
اكرموا اصحابى فانهم خياركم ثم الذين يلونهم
ثم الذين يلونهم ثم يظهر الكذب حتى ان
الرجل ليحلف ولا يستحلف ويشهد ولا يستشهد
الا من سره بحبوبة الجنة فليلزم الجماعة فان
الشيطان مع الفذ وهو من الاثنين ابعد ۔ رواه
النسائى واسناده صحيح [3]

---

[1] طحطاوی

[2] سورۃ الحشر، آیت ۷

[3] مشکوٰۃ، کتاب المناقب، باب مناقب الصحابہ، حدیث ۷، فصل ۲ ۔

الحمدللہ کہ مقلدین وسطِ جنت میں ہوں گے واطلبوا الھدایۃ من اللہ تعالیٰ لغیر المقلدین اور جو کہ جماعت سے جدا ہوا اس کی موت جاہلیت کی ہو گی

عن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من خرج من الطاعۃ وفارق الجماعۃ فمات مات میتۃ جاھلیۃ رواہ مسلم [1]

پس جو شخص کہ رخصتِ مذاہب کا قائل ہے اور تقلید امام معین کو حرام جانتا ہے وہ مخالفت کرتا ہے آیت ثم اوحینا الیک ان اتبع الآیۃ کی اور مورد اس حدیث کا ہے :-

عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الشیطان ذئب الانسان کذئب الغنم یأخذ الشاذۃ والقاصیۃ والناحیۃ وایاکم والشعاب وعلیکم بالجماعۃ والعامۃ رواہ احمد [2]

اور مصداق آیہ کریمہ افرأیت من اتخذ الٰھہ ھواہ [3] متبع خواہش نفسانی کا اور مرید نفس شیطانی کا ہے اور مورد وعید نار کا بمخالفت جمہور ہے :-

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار [4]

اور رسّی اسلام کی اپنی گردن سے نکال دی ہے اور بجہت اعتقاد حرمت تقلید شخصی اور اصرار بر آں خوف کفر ہے :-

کما قال اللہ تعالیٰ بما عصوا وکانوا یعتدون [5] ای

---

[1] (ا) مشکاۃ، کتاب الامارت والقضاء، حدیث نمبر ۹ -

(ب) مسلم، باب وجوب ملازمۃ جماعۃ المسلمین، ج ۲، ص ۱۲۷ -

[2] مشکاۃ، کتاب الایمان، باب الاعتصام الخ، حدیث نمبر ۵۴، فصل ۲ -

[3] سورۃ الجاثیہ، آیت ۲۳ -

[4] مشکاۃ، کتاب الایمان، باب الاعتصام الخ، حدیث ۳۵، فصل ۲ -

[5] سورۃ البقرۃ، آیت ۶۱ -

بما عصوا امر اللہ تعالیٰ وکانوا یعتدون یتجاوزون الحلال
الی الحرام ای بسبب عصیانہم واعتدائہم حدود
اللہ علی الاستمرار فان الاصرار علی الصغائر یفضی
الی الکبائر وہی تفضی الی الکفر انتہی ما فی ابی السعود[۱]

واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاک رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۶

مسلکین[۲] رسالہ ہذا من اولہ الی آخرہ بنظرِ تعمق مطالعہ نمود موافق مذہب اہلِ سنت وجماعت
ت والحق سالک مذہب واحد بصراطِ مستقیم است خصوصًا بر مذہب حنفی کہ معتمد علیہ سوادِ اعظم
ست کہ اکثر از اہل اسلام متبع ابی حنیفہ گزشتہ اند علیہم الرضوان، و در اصول و فروع بر سائر مذاہب
قیت دارند آیا نمی بینی کہ امامِ اعظم (رحمہ اللہ تعالیٰ) در اتباع سنتِ سنیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام از ہمہ
مقدم است کہ احادیث مرسل و قول صحابی را بواسطہ بزرگی صحبت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام
رائے خود مقدم دارد برخلاف دیگر ائمہ (رحمہم اللہ تعالیٰ) کہ بر قیاس خود قولِ صحابی را تقدیم نمی
مند عجب می آید بر آں کسے کہ باوجود ایں احتیاط آں را از اصحاب رائے می دانند و کلامِ بے دیانہ
شائستہ بہ نسبت آں بر زبان می رانند حالانکہ جمِ غفیر از پیشینیاں بکمال فضل و علم و ورع
تقوی او مقر اند، اللہ تعالیٰ ایشاں را بر راہِ راست آورد کہ ایں چنیں رئیس دین را آزار
رسانند و تبعان آں را کہ سوادِ اعظم اند نسبت بضلالت نمایند، آں جماعہ باشد کہ در شانِ آں
آیۂ کریمہ :- یریدون ان یطفؤا نور اللہ بافواہہم[۳]

---

۱ تفسیر ابو السعود، سورۃ البقرہ زیر آیت ۶۱ (بالفاظ مختلف) ج ۱، ص ۳۳۲ -

۲ مسئلہ تقلید سے متعلق ایک فتویٰ نواب قطب الدین خاں صاحب نے بعنوان تنویر الحق (مطبوعہ لاہور ۱۳۲۵ھ) شائع کیا تھا اس فتوے پر حضرت فقیہ السندھ کے تصدیقی دستخط مع توضیحی ریمارکس ثبت ہیں یہاں یہ ریمارکس پیش کئے جاتے ہیں۔ مسعود

۳ سورۃ التوبہ، آیت ۳۲ -

واقع است چراکہ بزعمِ فاسدِ خود ایشاں را اصحاب رائے می پندارد و تابع کتاب وسنت نمی شمارد
تارک کتاب وسنت ضال ومبتدع است بلکہ از احاطۂ اسلام خارج است ایں اعتقاد فاسد
مگر جائے کہ مقصودش ابطال نصف دین باشد تا قضے اعتداد احادیث یاد کردہ بزعم ناقص
احکام شرعیہ را دراں منحصر دانستہ وماسوائے معلوم خود را معدوم انگاشتہ وبر تقصیر فہم خود
نہ گشتہ و آنچہ نزد او ثابت نہ شدہ است آں را نفی ساختہ وزبانِ طعن کشادہ مثل فرقہ خوار
در روافض گشتہ **قطعہ**

قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن قصور — حاش للہ برآرم بزباں ایں گلہ را

ہمہ شیرانِ جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند — روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را؟

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک
رحمۃ انک انت الوھاب ہ (سورۂ آلِ عمران، آیت ۸)

حررہ شیخ رحیم بخش دہلوی الملقب بمحمد مسعود نقشبندی

سوال ۷

چہ فرمایند ائمۂ دین کہ موتیٰ مسلم در قبرِ خود سماعت دارد یا نہ؟ وبر قبرِ ش
السلام علیکم گفتن باید یا نہ؟ وخواص وعوام از ارواحِ اولیاء کرام مستفیض می شوند
یا نہ؟ وبر قبورِ اوشاں چہ باید کرد؟ وبر قبورِ عامہ مومنین چہ باید کرد
بینوا بالدلیل توجروا من الرب الجلیل۔

الجواب

بعونہ تعالیٰ بعد از حمد وصلوٰۃ می گوید فقیر محمد مسعود نقشبندی دہلوی کہ سماعِ موتیٰ او تعالیٰ
ہرگاہ کہ خواہد قدرت سماع دہد حق است لامریۃ فیہ کما یدل علیہ الحدیث۔

١- عن ابی طلحة ان نبی الله صلی الله علیه وسلم امر براحلته فشد علیها رحلها ثم مشی واتبعه اصحابه حتی قام علی شفة الرکی فجعل ینادیهم باسمائهم واسماء ابائهم یا فلان بن فلان یا فلان بن فلان ایسرکم انکم اطعتم الله ورسوله فانا قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا فهل وجدتم ما وعد ربکم حقا قال فقال عمر یا رسول الله صلی الله علیه وسلم ما تکلم من اجساد لا ارواح لها فقال النبی صلی الله علیه وسلم والذی نفس محمد بیده ما انتم باسمع لما اقول منهم وفی روایة ما انتم باسمع منهم ولکن لا یجیبون متفق علیه [1]

پس ازیں حدیث متفق علیه ثابت گردید که اموات می شنوند چنانکه قاضی عیاض گفته [illegible] نموده او را امام نووی شارح مسلم:

قال القاضی یحمل سماعهم علی ما یحمل علیه سماع الموتی فی احادیث عذاب القبر وفتنته التی لا مدفع لها وذلك باحیائهم او احیاء جزء منهم یعقلون به ویسمعون فی الوقت الذی یرید الله هذا کلام القاضی وهو الظاهر المختار الذی تقتضیه احادیث السلام علی القبور والله اعلم انتهی ما فی شرح المسلم للنووی۔ [2]

[illegible]ست در طیبی و کدام کس خیالی بکند که بعد از تبدل و تغیر و خاکستر شدن اجساد اموات حیوة را [illegible] گوئیم که ایں تبدل و تغیر مانع حیوة نیست زیرا که ایں قالب جسمانی برائے حیوة شرط نیست [illegible]ست که در ہر ذره از ذرات و در ہر جزء از اجزاء صغیره سوا از احتیاج ترکیب و تالیف

---

[1] [illegible] بخاری، کتاب المغازی باب قتل ابی جہل، ج ۲، ص ۵۶۶۔

[2] مشکوٰة، کتاب الجہاد باب حکم الاسرار، فصل اول، حدیث نمبر ۸۔

[3] شرح مسلم، باب عرض مقعد المیت من الجنة والنار علیه، جلد ۲۔ ص ۳۸۷۔

اعادہ حیوۃ کند چنانکہ دلالت کند کلام قاضی یعنی و احیاء جزء منہم کما فی تفسیر الرازی:-

واما عندنا فالبدن لیس شرطا فی الحیٰوۃ ولا امتناع فی ان یعید اللہ الحیٰوۃ الی کل واحد من تلک الذرات والاجزاء الصغیرۃ من غیر حاجۃ الی الترکیب والتالیف[1]

ودلالت میکنند بر سماع موتی احادیثے کہ در زیارت قبور آمدہ اند۔

۲۔ عن بریدۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلمہم اذا خرجوا الی المقابر السلام علیکم اہل الدیار من المؤمنین والمسلمین وانا انشاء اللہ بکم للاحقون نسأل اللہ لنا ولکم العافیۃ۔

۳۔ وعن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلما کان لیلتہا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج من اخر اللیل الی البقیع فیقول السلام علیکم دار قوم مؤمنین واتاکم ما توعدون غدا مؤجلون وانا انشاء اللہ بکم لاحقون اللہم اغفر لاہل البقیع الغرقد۔

۴۔ وعنہا قالت کیف اقول یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تعنی فی زیارۃ القبور قال قولی السلام علی اہل الدیار من المؤمنین والمسلمین ویرحم اللہ المستقدمین منا والمستاخرین وانا انشاء اللہ بکم للاحقون۔ روی ہذہ الثلاثۃ (مسلم)[2]

۵۔ وعن ابن عباس قال مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقبور بالمدینۃ

---

[1] تفسیر کبیر، سورۃ البقرۃ، زیر آیت، ج ۲، ص ۳۷۔

[2] (ا) مشکاۃ، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور، حدیث نمبر ۳، ۵، ۶۔

(ب) مسلم، کتاب الجنائز، باب مایقول عند دخول القبور الخ، ج ۱، ص ۳۱۳، ۳۱۴۔

فاقبل علیہم بوجہہ فقال السلام یا اہل القبور یغفر اللہ
لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر رواہ الترمذی [1]

پس خطاب نمودن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم با موتٰی دلالت میکند بر سماع موتی زیرا کہ خطاب
[illegible] سماع وعلم او را نباشد غیر معقول است وحالانکہ خطاب بسلام برائے زندہ ومردہ سنت
[illegible]ست واما المخاطبۃ بہ لحی او میت فسنۃ فقال السلام علیکم
او علیک او سلام علیک او علیکم ، شرح مسلم [4]

[illegible]ست در ترجمہ شیخ زیر حدیث متفق علیہ ۔

بدانکہ ایں حدیث متفق علیہ صریح است در ثبوت سماع مر اموات را وحصول علم مر ایشاں
[illegible] خطاب کردہ می شوند وہمچنیں در حدیث مسلم آمدہ است کہ میت می شنود کوفتن نعال مردم
[illegible] میگردند از دفن [2] وہمچنیں آنکہ در زیارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہل بقیع را آمدہ کہ سلام
[illegible] ایشاں وخطاب کرد مر ایشاں را وگفت سلام بر شما ای اہل دار مسلماناں آمد شما را
[illegible] وعدہ کردہ شدہ بود وما نیز ان شاء اللہ تعالیٰ می پیوستہ گانیم بشما [3] زیرا کہ خطاب باکسی کہ نشنود
[illegible] معقول نیست ونزدیک ست کہ شمار کردہ شود از جملہ عبث ودر حدیث ترمذی آمدہ کہ
[illegible] زیارت کرد عائشہ برادر خود عبد الرحمٰن ابن ابی بکر بمکہ خطاب کرد او را وگفت اگر حاضر میشدم
[illegible] موت تو دفن نمیکردم ترا مگر آنجا کہ مردہ بودی واگر حاضر میشدم دراں وقت زیارت
[illegible] کردم ، انتہی [5]

ودر خبر آمدہ کہ بروز پنجشنبہ وجمعہ وشنبہ موتٰی را علم زائرین میباشد ۔
وکان محمد بن واسع یزور یوم الجمعۃ فقیل لہ لو اخرت
الی یوم الاثنین قال بلغنی ان الموتٰی یعلمون من یزورہم
یوم الجمعۃ ویوما قبلہ ویوما بعدہ انتہٰی ما

---

[1] مشکاۃ ، کتاب الجنائز ، باب زیارۃ القبور ، حدیث نمبر ۴ ، فصل ۱
[2] مشکاۃ ، کتاب الایمان ، اثبات عذاب القبر ، حدیث نمبر ۲ ، فصل ۱ ۔
[3] مشکاۃ ، کتاب الجنائز ، باب زیارۃ القبور ، حدیث نمبر ۳ ، فصل ۱ ۔
[4] شرح مسلم ، جلد ۱ ، کتاب الجنائز ، فصل فی التسلیم علی اہل القبور ، ص ۳۱۳ ۔ ملخصاً
[5] اشعۃ اللمعات ،

فی الاحیاء[1] وعن عائشۃ قالت کنت ادخل بیتی الذی فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانی واضع ثوبی واقول انما زوجی وابی فلما دفن عمر معہم فواللہ ما دخلتہ الا وانا مشدودۃ علی ثیابی حیاء من عمر رواہ احمد[2]

ایں حدیث صاف دلالت کردہ کہ اولیاء حیات اند وعلم دارند :-

قولہ حیاء من عمر فیہ وضح دلیل علی حیاۃ المیت وعلی انہ ینبغی احترام المیت عند زیارتہ مہما امکن لاسیما الصالحین بان یکون فی غایۃ الحیاء والتأدب بظاہرہ وباطنہ فان للصالحین مددا بالغا لزوارہم بحسب ادبہم ونسبتہم وقبولہم کذا فی شرح الشیخ اللمعات[3]

دریں حدیث دلیلے واضح است بر حیاتِ میت وعلم وے وآنکہ واجب است احترام میت نزد زیارتِ وے خصوصاً صالحان ومراعاتِ ادب بر قدر مراتب ایشاں چنانچہ در حالتِ حیات ایشاں بود زیرا کہ صالحاں را مدد بلیغ است مر زیارت کنندگانِ خود را بر اندازۂ ادبِ ایشاں و از عمیر در سنن ابی داؤد حدیثے آمدہ است کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ کہ بیت الحرام قبلۂ شما است در حیات وبعد از ممات[4] :-

عن عمیر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واستقبلوا البیت الحرام قبلتکم احیاء واموات رواہ ابو داود[5]

پس معلوم شد کہ بعد از ممات نیز اولیاء کاملین متوجہ بقبلہ مے مانند و نماز میگذارند چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در لیلِ معراج بعض انبیاء را در نماز دید :-

واخرج ابن ابی الدنیا فی کتاب القبور عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من رجل یزور

---

[1] احیاء علوم الدین ، الجزء الرابع ، باب زیارۃ القبور والدعاء للمیت الخ ، ص ۴۷۵۔
[2] مشکوٰۃ ، کتاب الجنائز ، باب زیارۃ القبور ، حدیث نمبر ۱ ، فصل ۳۔
[3] لمعات ، کتاب الجنائز ، باب زیارۃ القبور ، ج ۳ ، ص ۳۹۴ ۔
[4] اشعۃ اللمعات ، باب زیارۃ القبور ، ج ۱ ، ص ۷۲۰
[5] ابوداؤد ،

قبر اخیہ و یجلس عندہ الا استأنس و رد علیہ حتی یقوم وایضا منہ والبیہقی عن ابی ہریرۃ قال اذا مر الرجل بقبر یعرفہ فسلم علیہ رد علیہ السلام وعرفہ و اذا مر بقبر لا یعرفہ فسلم علیہ رد علیہ السلام قال السبکی عود الروح الی الجسد فی القبر ثابت فی الصحیح لسائر الموتی فضلاً عن الشہداء فانما النظر فی استمرارہا فی البدن و فی ان البدن یصیر حیا بہا کحالتہ فی الدنیا او حیا بدونہا وہی حیث شاء اللہ فان ملازمۃ الحیاۃ للروح امر عادی لا عقلی فہذا ای ان البدن یصیر بہا حیاً کحالتہ فی الدنیا مما یجوزہ العقل فان صح بہ سمع اتبع و قد ذکرہ جماعۃ من العلماء یشہد لہ صلوٰۃ موسی علیہ السلام فی قبرہ فان الصلوٰۃ تستدعی جسدا حیا وکذلک الصفات المذکورۃ فی الانبیاء لیلۃ الاسراء کلہا صفات الاجسام ولا یلزم من کونہا حیوٰۃ حقیقیۃ ان تکون الابدان معہا کما کانت فی الدنیا من الاحتیاج الی الطعام و الشراب وغیر ذلک من صفات الاجسام التی نشاہدہا بل یکون لہا حکم آخر و بالادراکات کالعلم و السماع فلا شک ان ذلک ثابت لہم ولسائر الموتی انتہی ما فی شرح الصدور[2] وہکذا فی ابناء الاذکیاء۔

و اگر کدام اعتراض بمیان آرد کہ دریجا حیاتِ انبیاء ثابت شدند کہ حیاتِ اولیاء را در جواب گوئیم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حیات اند و روح علیہ الصلوٰۃ والسلام در رفیقِ اعلیٰ است و ہمچناں شہداء را و اوتعالیٰ میفرماید :۔

---

[1] شرح الصدور ، باب زیارۃ القبور ، ص ۸۴۔

[2] ایضاً : ص ۸۵۔

ومن يطع الله والرسول فاولئك مع الذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصلحين وحسن اولئك رفيقا [1]

وایں معیت با انبیاء و صدیقین و شہداء باطلاقِ خود ثابت است چہ در دنیا و چہ در برزخ وچہ بہ دارِ جزاء، پس اولیاء کاملین کہ متبعین خدا و رسول اند زندہ ہستند نہ کہ مردہ محض بہ مصداق ہذا حدیثِ نبوی است علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ در صحیحین آمدہ است:-

عن ابن مسعود قال جاء رجل الی النبی صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله کیف تقول فی رجل احب قوما ولم یلحق بهم فقال المرء مع من احب متفق علیه [2]

ازیں حدیث ثابت شد کہ اگرچہ اولیاء کاملین بعد از حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ... اند ولیکن بجہت محبت و عشق بہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روحِ ایشاں در دنیا با حضرت صلی اللہ علیہ وسلم است و بعد از انتقال او شاں را معیت بتمامہ حاصل است و حیاتِ او صلی اللہ علیہ وسلم بعد انتقال از احادیث ثابت و متحقق است چنانچہ در حدیثِ ابوداؤد آمدہ:-

عن اوس بن اوس قال قال ان من افضل ایامکم یوم الجمعة فیه خلق ادم وفیه قبض وفیه النفخة وفیه الصعقة فاکثروا علی من الصلوٰة فیه فان صلوٰتکم معروضة علی قالوا یا رسول الله کیف تعرض صلوٰتنا علیک وقد ارمت قال یقولون بلیت قال ان الله حرم علی الارض اجساد الانبیاء رواه ابوداؤد والنسائی وابن ماجة والدارمی والبیهقی فی الدعوات الکبیر [3]

و در دیگر حدیث آمدہ کہ انبیاء حیات اند بعد از مرگ رزق دادہ می شوند:-

---

[1] سورۃ النساء، آیت ٦٩ -

[2] مشکوٰۃ، کتاب الآداب، باب الحب فی اللہ و من اللہ، حدیث نمبر ٦، فصل ١ -

[3] مشکوٰۃ، کتاب الصلاۃ، باب الجمعہ، حدیث نمبر ٨، فصل ٢ -

عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثروا الصلوٰۃ علیّ یوم الجمعۃ فانہ مشہود تشہدہ الملائکۃ وان احد الم یصل علیّ الا عرضت علیّ صلوٰتہ حتی یفرغ منہا قال قلت وبعد الموت؟ قال ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق رواہ ابن ماجۃ [1]

پس متحقق شد کہ سماعِ موتیٰ حق است خواہ بعود روح در جسم باشد خواہ بغیر آں خواہ گاہ باشد یا باشد البتہ وقتِ زیارتِ قبور سماع ضروری است کما تشہد بہ الاحادیث التی وردت فی زیارۃ القبور فانظرھا۔

وصاحب مجالس الابرار می نویسد وقتیکہ عورت بر قبر برسد روح میت برو لعنت می کند:

واذا اتت القبر یلعنہا روح المیت

پس معلوم شد کہ میت را بوقت زیارۃ علم میباشد و بعد چند سطور می نویسد کہ زیارت کنندہ بر قبر رفتہ سلام بگوید و با میت خطاب کند مثل خطاب حاضرین:

فعلی ھذا کل من یرید ان یزور القبور من الرجال ینبغی ان لا یکون حظہ من زیارتہ لہا الطواف علیہا کالبہائم بل ینبغی لہ اذا جاءہا ان یسلم علی اہلہا ویخاطبہم خطاب الحاضرین ویسأل لہم الرحمۃ والمغفرۃ والعافیۃ کما تقدم فی الاحادیث انتہی ما فی مجالس الابرار [2]

اگر کدام کس اعتراض آرد کہ او تعالےٰ میفرماید انک لا تسمع الموتیٰ [3] و دیگر جا میفرماید ما انت بمسمع من فی القبور [4] پس سماعِ موتیٰ چہ معنی دارد؟

---

[1] مشکوٰۃ، کتاب الصلاۃ، باب الجمعہ، حدیث نمبر ۱۳، فصل ۳۔

[2] مجالس الابرار، المجلس السابع والخمسون، ص ۳۳۶، ۳۳۷۔

[3] سورۃ النمل، آیت ۸۰۔ [4] سورۃ فاطر، آیت ۲۲۔

اوّلاً میگوئیم کہ او تعالےٰ کفار را بموتیٰ تشبیہ دادہ و پُر ظاہر است کہ وجہ تشبیہ عدم سماع محض در ینجا متحقق نمیشود زیرا کہ کفار را سماع حاصل بود پس لا محالہ وجہ تشبیہ دریں آیت عدم انتفاع بمسموعات وعدم تاثیر است ہمچنانکہ موتیٰ بعد از ممات منتفع و موثر بکلام نمی شوند ہمچنیں کفار از کلامِ الٰہی منتفع و موثر نمی شوند کما قیدہ اہل التفاسیر و ایں چنیں مجاز در کلامِ الٰہی بسیار جا آمدہ است چنانچہ بروزِ قیامت بوقت افتادن بر دوزخ دوزخیاں خواہند گفت کہ اگر تبلیغ رسول می شنیدیم نمی بودیم در دوزخ وحالانکہ در دنیا سماع می داشتند اہم نبودند واحکامِ رسول بخوبی می شنیدند البتہ سماع قبول کہ بدلِ ایشاں اگر میکرد نبود چنانچہ او تعالیٰ خبر میدہد وقالوا لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر[1] بقولہ ای سماع قبول۔ ہمچنیں گفتہ شارح علامہ القسطلانی در شرح بخاری زیر قولہ تعالیٰ انک لا تسمع الموتیٰ و ما انت بمسمع من فی القبور:۔

والذی علیہ جماعۃ من المفسرین وغیرھم انہ مجاز وان المراد بالموتی ومن فی القبور الکفار شبھوا بالموتی وھم احیاء حیث لا ینتفعون بمسموعھم کما لا تنتفع الاموات بعد موتھم وصیرورتھم الیٰ قبورھم وھم کفار بالھدایۃ والدعوۃ فلا دلیل فی ھذا علیٰ ما تنفیہ عائشۃ رضی اللہ عنہا[2] انتہیٰ۔

وجواب دوم اینکہ در آیتِ کریمہ نفی اسماع است نہ کہ نفی سماع یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موتیٰ را نمی شنوانند ولیکن او تعالیٰ می شنواند چنانچہ در قولِ او تعالیٰ:۔

انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء[3]

وحالانکہ از شانِ وے صلی اللہ علیہ وسلم ہدایتِ مخلوقات بود کما نص فی القرآن پس مراد از نفی ہدایت ونفی سماع مطلقاً نیست بلکہ نفی ایجاد ہدایت وسماع است:۔

واجیب بانہ لا یسمعھم وھم موتی ولکن اللہ عز وجل احیاھم حتی سمعوا کما قال قتادۃ، انتہیٰ

---

[1] سورۃ الملک، آیت ۱۰

[2] ارشاد الساری، کتاب المغازی، باب قتل ابی جہل، ج ۶، ص ۲۵۵۔

[3] سورۃ القصص، آیت ۵۶۔

ما فی القسطلانی [1]

سیوم اینکه مراد عائشہ از نفی سماعِ موتیٰ عدم سماعِ موتیٰ کفار است نہ کہ امواتِ مومنین زیرا کہ خود حضرتِ عائشہ تفسیر عدم سماع کردہ و گفتہ حین تبوءوا مقاعدہم من النار یعنی عدم سماعِ موتیٰ مقید حالت جائے گرفتن ایشان بدوزخ است :۔

تقول ای عائشۃ من قولہ انک لا تسمع الموتیٰ حین تبوءوا ای اتخذوا مقاعدہم من النار فاشار الی ان اطلاق النفی فی الآیۃ مقید بحال استقرارہم فی النار انتہی ما فی القسطلانی [2]

و آنکہ حضرتِ عائشہ نفی قولِ ابنِ عمر کردہ کہ در حدیث است انہم لیسمعون ما اقول سماع نکردہ بلکہ نفی الفاظِ حدیث کردہ و گفتہ ایں کلمات حدیث کہ ابنِ عمر بیان میکند در حدیث نیامدہ بلکہ این چنیں آمدہ :

انہم الآن لیعلمون ان ما کنت اقول لہم حق

یعنی لیسمعون لیعلمون آمدہ و ابنِ عمر را وہم واقع شدہ و پُر ظاہر است کہ علم موتیٰ منافی سماع او نیست کما فی الحدیث الذی رواہ البخاری [3]

قالت وذالک مثل قولہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام علی القلیب وفیہ قتلی بدر من المشرکین فقال لہم ما قال ای قولہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فی تعذیب المیت انہم لیسمعون ما اقول بیان لقولہ مثل ما قال انما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہم الآن لیعلمون ان ما کنت اقول لہم حق ای ووہم ابن عمر فقال لیسمعون بدل لیعلمون والعلم کما قال البیہقی وغیرہ لا یمنع السماع فلا تنافی بین ما انکرتہ وا ثبتہ ابن عمر وغیرہ انتہی ما فی القسطلانی [4]

---

[1] ارشاد الساری، کتاب المغازی، باب قتل ابی جہل، ج ۶، ص ۲۵۵۔

[2] ایضاً " " " " " " " " " " "

پس از تقریراتِ بالا تخالف مابین قولہ وما انت بمسمع و قولہ صلی اللہ علیہ وسلم
ما انتم باسمع لما اقول منہم منتفی شد و تطابق پیدا آمدہ کہ شان علماء محققین است
و باید دانست کہ مفارقۃ روح از جسم در برزخ بالکلیہ نمی شود بلکہ تعلق روح و التفات او با جسم
بعد از مرگ بعالمِ برزخ میماند چنانچہ سلامِ سلام کنندہ و آوازِ نعلین می شنود کما فی الحدیث

والرابع تعلقہا بہ فی البرزخ فانہا وان فارقتہ وتجردت
عنہ فانہا لم تفارقہ فراقا کلیا بحیث لا یبقی لہا
الیہ التفات البتۃ فانہ ورد رد ہا الیہ وقت سلام
المسلم علیہ وورد انہ یسمع خفق نعالہم حین یولون
عنہ انتہی ما فی شرح الفقہ الاکبر[1]

پس تحقیق شدہ کہ اموات می شنوند اگرچہ اجسادِ ایشاں متغیر شوند کجا کہ اولیاء کاملین
کہ زندہ باشند و اجسادِ ایشاں متغیر نگردند چنانکہ دلالت کنند بریں ادلہ و اقوالِ علماءِ محققین

بل احیاء یعنی ان اللہ یعطی لارواحہم قوۃ الاجساد فیذہبون
من الارض والسماء والجنۃ حیث یشاؤن وینصرون
اولیائہم ویدمرون اعدائہم ان شاء اللہ تعالیٰ ومن
اجل ذلک الحیٰوۃ لا تاکل الارض اجسادہم ولا اکفانہم۔

و باز زیر ایں آیت نویسد :-

ولذلک قالت الصوفیۃ الجلیۃ ارواحنا اجسادنا واجسادنا
ارواحنا وقد تواتر عن کثیر من الاولیاء انہم ینصرون
اولیائہم ویدمرون اعدائہم ویہدون الی اللہ من یشاء
اللہ تعالیٰ وقد ذکر المجدد رضی اللہ عنہ ان ارباب کمالات
النبوۃ بالوراثۃ (قلت وہم الصدیقون والمقربون فی
لسان الشرع) یعطی لہم من اللہ تعالیٰ وجودا موہوبا ویدل
علی ان اجساد الانبیاء والشہداء وبعض الصلحاء لا یبلیہا

---

[1] ملا علی قاری ، شرح فقہ اکبر ، مطبوعہ مصر ، ص ۱۲۶

الارض۔

واخرج الطبرانی عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المؤذن المحتسب کالشہید المتشحط فی دمہ اذا مات لم یدود فی قبرہ۔

واخرج ابن مندة عن جابر بن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ اذا مات حامل القران اوحی اللہ الی الارض ان لا تاکل لحمہ فیقول الارض ای رب کیف اکل لحمہ وکلامک فی جوفہ قال ابن مندة و فی الباب عن ابی ہریرة و ابن مسعود قلت لعل المراد بحامل القران الصدیق فان مساس برکات القران مختص بہ حیث قال اللہ تعالیٰ لا یمسہ الا المطہرون۔

واخرج المروزی عن قتادة قال بلغنی ان الارض لا تسلط علی الجسد الذی لم یعمل خطیئۃ فلت لعل المراد بالذی لم یعمل خطیئۃ الصالحون من عباد اللہ اعنی اولیاءاللہ کانوا محفوظین من الخطایا و مغفورین حتی صلحت قلوبہم و اجسادہم واللہ اعلم

انتہیٰ ما فی التفسیر المظہری للقاضی [1]

وقوۃ دعا اس تحقیق قاضی کی روایت کردا اور ترمذی :-

عن ابن عباس قال ضرب بعض اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم خباءہ علی قبر وھو لا یحسب انہ قبر فاذا قبر انسان یقرأ سورة الملک حتی ختمہا فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ ضربت

---

[1] تفسیر المظہری ، جلد اول ، زیر آیہ ولا تقولوا لمن یقتل الخ - سورۃ البقرۃ آیت ۱۵۴ ۔

خباءه على قبر وانا لا احسب انه قبر فاذا فيه انسان
يقرء سورة الملك حتى ختمها فقال النبي صلى الله
عليه وسلم هي المانعة هي المنجية تنجيه من عذاب
القبر رواه الترمذي [1]

پس ثابت شد که اولیاء الله زنده اند چنانکه استفاده کرده میشود ورنه تحریر مو
اسمٰعیل که در صراط مستقیم تحریر نموده :-

پس باید دانست که هر چند اولیاء مقبولان بارگاه حق را موت جسرے
است که حبیب را بحبیب برساند و ایشان را آنجهاں انعامات الله و معارف
ربانیه عطا می شوند که درین عالم احیاء و زندگان را کمتر نصیب می شوند
بنا بر علیه آنها را احیاء میتواں گفت انتہی [2]

و دیگر حدیث نیز باین معنی آمده است که او را در شرح السنه روایت کرده و بیهقی در شعب الای

عن عائشة قالت قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم دخلت الجنة فسمعت فيها قراءة فقلت
من هذا قالوا حارثة بن النعمان كذلكم البر وكان ابر
الناس بامه رواه في شرح السنة والبيهقي في شعب الايمان [3]

پس هر که نیکی کرد مقبول بارگاه الٰهی شد حیاتِ ابدی یافت کجا که اولیاء کاملین که
نکو نهایه هیباشند و در نسائی نیز این حدیث آمده است و در ابوداؤد حدیث از جابر آمده که
بعد از شش ماه از قبر خارج شد و هیچ تغیر در واقع نشده :-

عن جابر قال دفن مع ابي رجل فكان في نفسي من ذلك
حاجة فاخرجته بعد ستة اشهر ما انكرت منه شيئا
الا شعيرات كن في لحيته مما يلي الارض رواه ابوداؤد [4]

---

[1] ترمذی ، ابواب فضائل القرآن ، ما جاء فی سورة الملک ، ص ۴۱۰ ۔
[2] صراط مستقیم ،
[3] مشکوٰة ، کتاب الآداب ، باب البر والصلة ، حدیث نمبر ۱۶ ، فصل ۲ ۔
[4] ابوداؤد ، کتاب الجنائز ، باب فی تحویل المیت ، ص ۲۱۸

پس خواص کاملین کہ استعداد تحصیل فیوض از قبور اولیاءِ کاملین می دارند و شرح صدر
بمصداق افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فہو علی نور من ربہ[1] نصیب وقت
ایشاں گردیدہ و عوارضات و سرادقات ظلمات قلبی مرتفع شدہ و اتصال بحظیرۃ القدس نقد
وقت آشنا گشتہ و انکشافِ روحانی و ملکوتی بدست آمدہ بر قوتِ دراکہ باں اشیاءِ شہادیہ یا غیبیہ
را دریافت می تواں کرد ملکۂ کاملہ گردیدہ ایں چنیں خواص را اخذِ فیوض از قبور اولیاء اللہ روا ست
کہ ایشاں را فیوض حاصل می شود و تصرفات روحِ اولیاءِ کاملین بعد از انتقال مثل حیات
باقی میماند چنانچہ امام غزالی گفتہ :-

ہر کہ بوے در حالتِ حیاتش تبرک جویند بعد از ممات نیز بوے تبرک و
انتفاع گیرند زیرا کہ موت انتقال روح است از جسد و بعد از انتقال روح
باقی میماند کما نطق علیہ الاحادیث ان شئت فانظرھا
ان الموت معناہ تغیر حال فقط و ان الروح باقیۃ
بعد مفارقۃ الجسد پس لا محالہ تصرفاتیکہ تعلق بوساطتِ جسم اند
منتفی می شوند و تصرفاتیکہ تعلق خاص بروح اند بعد از انتقال از جسم باقی
میماند فکل ما ھو وصف للروح بنفسہا فیبقی معہا بعد
مفارقۃ الجسد و ما ھو لہا بواسطۃ الاعضاء فیتعطل
بموت الجسد الی ان تعاد الروح الی الجسد بلکہ بعد از ممات
روح را انکشاف زیادہ تر می شود والثانی انہ ینکشف لہ بالموت
ما لم یکن مکشوفا فی الحیوۃ کما ینکشف للمتیقظ
ما لم مکشوفا فی النوم و الناس نیام فاذا ماتوا انتبھوا
انتہی ما فی الاحیاء[2] من لم یذق لم یدر۔

در شرح صدور جلال الدین السیوطی گفتہ کہ :-
موت عدمِ محض نیست بلکہ تبدل و تغیرِ حال و انتقال از خانہ بخانہ دیگر است

---

[1] سورۃ الزمر، آیت ۲۲۔

[2] ...، الجزء الرابع، الباب الرابع فی حقیقۃ الموت الخ (مطبوعہ مصر) ص ۴۷۸۔

قال العلماء لیس بعدم محض ولا فناء صرف وانما هو انقطاع تعلق الروح بالبدن ومفارقته وحیلولته بینهما وتبدل حال وانتقال من دار الی دار۔

اخرج ابونعیم عن بلال بن سعد انه قال فی وعظه یا اهل الخلود ویا اهل البقاء انکم لم تخلقوا للفناء وانما خلقتم للخلود والابد وانکم تنقلون من دار الی دار۔

وعن عمر بن عبد العزیز قال انما خلقتم للابد والبقاء ولکنکم تنقلون من دار الی دار انتهٰی [1]

ودیگر روایات بسیار اند بخوف طوالت ترک نموده وصاحب مجالس الابرار گفته :۔

اذ قد قال العلماء الموت لیس بعدم محض وفناء صرف وانما هو انقطاع تعلق الروح بالبدن ومفارقته عنه وتبدل من حال الی حال وانتقال من دار الی دار انتهٰی [2]

وہمچنیں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی در حجۃ اللہ البالغہ میفرمایند کہ :۔

"روح انسانی بعد از مرگ مادہ ارضی عارضی را ترک می سازد وبذات خود باقی میماند وقوۃ بہیمیہ کم می شود وقوۃ ملکیہ قوی تر گردد وتصرف بروح تعلق دارد نہ بجسم فمن قال بان النفس النطقیۃ المخصوصۃ بالانسان عند الموت ترفض المادۃ مطلقا فقد خرص نعم لها مادۃ بالذات وهی النسمۃ ومادۃ بالعرض وهو الجسم الارضی فاذا مات الانسان لم یضر نفسه زوال المادۃ الارضیۃ وبقیت حالته بمادۃ النسمۃ انتهٰی وہمچنیں است در شرح مسلم للنووی قال القاضی وفیه ان الموت لیس بافناء واعدام وانما هو انتقال وتغیر حال واعدام للجسد دون الروح الا ما استثنی من الذنب انتهٰی [3]

---

[1] شرح الصدور ، باب فضل الموت ، ص ۵

[2] مجالس الابرار ، المجلس الثامن والخمسون ، ص ۳۴۱ -

[3] حجۃ اللہ البالغہ ، باب ذکر حقیقۃ الموت ، ج ۱ ، ص ۳۳ -

و دلالت می کند بر حیاۃ اولیا و صالحین آیۂ کریمہ یاأیتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضیة مرضیة[۱] زیرا کہ خطاب باری تعالیٰ بالنفس نیست الا بصورت حیاۃ او چرا کہ خطاب بمعدوم غیر معقول است :

والخطاب بقوله ارجعی انما هو متوجه علیها حال الموت فدل هذا علی ان الشیئ الذی یرجع الی الله بعد موت الجسد یکون حیا راضیا عن الله ویکون راضیا عند الله انتهیٰ ما فی تفسیر الفخر الرازی[۲]۔

و چنیں است قول میت قدموني کہ صاف دلالت بر علم کند :۔

کان النبی صلی الله علیه وسلم یقول اذا وضعت الجنازة واحتملها الرجال علی اعناقهم فان کانت صالحة قالت قدموني الحديث رواه البخاري[۳]

ولیکن عوام الناس را نباید کہ بتقلید خاصان بغیر استعداد تحصیل فیوض و انشراح صدور و تجلی قلب و تزکیہ نفس و انکشاف مکنونات بر قبر بنشینند و منتظر بوده و فیوض گردند حاشاک الله حلوه خوردن را دیے باید سوا خسران و خسارت چیزے نصیب او نیست کار پاکاں را بر خود قیاس نباید کرد و در حقیقت تقلید مذموم است محقق باید و ایں جسارت عوام را در صراط مستقیم مولوی اسمٰعیل صاف بیان نموده :۔

اگرچہ ارباب بواطن صافیہ را قطع منازل سفر بسوئے قبور اہل اللہ منفعتے قلیل می بخشید لیکن عوام مؤمنین را آں قدر مضرتے عظیمہ میرساند کہ خارج از بیان است انتہیٰ[۴]

و دلائل بر استحصال فیوض از قبور اولیاء کرام بسیار اند و لیکن مختصر در ینجا چندی ذکر کرده می شوند کما قال فی القلائد لابن الحجر المکی :۔

اعلم انه لم یزل العلماء و ذوالحاجات یزورون قبر ابی حنیفة

۱۔ سورہ فجر، آیت ۲۷، ۲۸۔
۲۔ ...
۳۔ ... کتاب الجنائز، باب قول المیت وهو علی الجنازة، جلد اول، ص ۱۷۶۔
۴۔ ... صراط مستقیم،

ویتوسلون عنده فی قضاء حوائجهم ومنهم الامام الشافعی قال انی اتبرک بابی حنیفة واتی الی قبرہ فاذا عرضت لی حاجة صلیت رکعتین وسألت اللّٰه تعالٰی عندہ فتقضی سریعا انتہٰی [۱]

وہچنیں است در ثبات الشیخ وہکذا فی مسند الامام الاعظم :-

قال علی بن میمون سمعت الامام الشافعی انی لاتبرک بابی حنیفة واجیٔ الی قبرہ فاسأل اللّٰه تعالٰی الحاجة عندہ فما یبعد نی حتی تقضی انتہٰی [۲]

واما الاستمداد باھل القبور فی غیر النبی صلی اللّٰه علیہ وسلم فقد انکرہ کثیر من الفقہاء واثبتہ المشائخ الصوفیة قدس اللّٰه اسرارھم وبعضہم الفقہاء رحمہم اللّٰه تعالٰی وذلک امر مقرر عند اھل الکشف والکمال منہم ولاشک فی ذلک عندھم حتی ان کثیرا منہم حصل لہم الفیوض من الارواح وتسمی ھٰذہ الطائفة اویسیة فی اصطلاحہم قال الامام الشافعی قبر موسی الکاظم تریاق مجرب لاجابة الدعاء قال حجة الاسلام محمد الغزالی من یستمد فی حیاتہ یستمد بعد مماتہ انتہٰی [۳]

واما استمداد باہل قبور در غیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا غیر انبیاء علیہم السلام منکر شدہ اند آنرا بسیارے از فقہاء میگویند نیست زیارت مگر برائے دعائے موتیٰ و استغفار و غیر واثبات کردہ اند مشائخ صوفیہ کرام قدس اللہ اسرارہم وبعض فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ وایں

---

[۱] الخیرات الحسان ، فصل ۳۵ ، ص ۹۳ (ملخصاً)

[۲] جامع مسانید الامام الاعظم ، جلد ۱ ، ص ۲۰ -

[۳] لمعات ، جلد ۲ ، باب زیارة القبور ، ص ۳۷۷ ، ۳۷۸ (ملخصاً)

محقق و مقرر است نزد اہلِ کشف و کمال از ایشاں تا آنکہ بسیاری را فیوض و فتوح از ارواح
رسیدہ و ایں طائفہ را در اصطلاح ایشاں اویسی خوانند امام شافعی گفتہ قبر موسیٰ کاظم تریاق
مجرب است مر اجابۃ دعا را و حجۃ الاسلام امام غزالی گفتہ ہر کہ استمداد کردہ شود بوے در حیات
استمداد کردہ می شود بوے بعد از وفات و یکے از مشائخ عظام گفتہ است دیدم چہار کس را از
مشائخ کہ تصرف میکنند در قبورِ خود مانند تصرفہائے ایشاں در حیاتِ خود یا بیشتر شیخ معروف
کرخی و شیخ عبدالقادر جیلانی و دو کس دیگر را از اولیار شمردہ و مقصود حصر نیست آنچہ خود دیدہ
و یافتہ است و گفتہ سیدی احمد بن زروق کہ از اعاظم فقہار و علمار و مشائخ دیارِ مغرب است
گفت کہ روزے شیخ ابوالعباس حضرمی از من پرسید کہ امداد حی اقویٰ است یا امدادِ میت؟
گفتم قومی می گویند کہ امداد حی قوی تر است و من می گویم کہ امدادِ میت قوی تر است۔ پس
شیخ گفت نعم زیرا کہ وے در بساط حق است و در حضرت اوست و نقل دریں معنیٰ ازیں طائفہ
بیشتر ازاں است کہ حصر و احصار کردہ شود و یافتہ نمی شود در کتاب و سنت و اقوال سلف
صالح کہ منافی و مخالف ایں باشد و رد کند ایں را و بتحقیق ثابت شدہ است بآیات و احادیث
کہ روح باقی است و او را علم و شعور بزائراں و احوال ایشاں ثابت است و ارواحِ کاملاں
را قربے و مکانتے در جنابِ حق ثابت است چنانکہ در حیات بود یا بیشتر ازاں و اولیار
را کرامات و تصرف در اکوان حاصل است و آں نیست مگر ارواح ایشاں را و ارواح باقی است
و متصرف حقیقی نیست مگر خدا عزشانہ و ہمہ بقدرتِ اوست و ایشاں فانی اند در جلال حق در حیات و
بعد ممات پس اگر دادہ شود مر احدے را چیزے بوساطت یکی از دوستان حق و مکانتے کہ نزد
خدا دارد دور نباشد چنانکہ در حالتِ حیات بود و نیست فعل و تصرف در ہر دو حالت مگر حق را
جل جلالہ و عم نوالہ و نیست چیزے کہ فرق کند میان ہر دو حالت و یافتہ نہ شدہ است دلیلے
بر آں در شرع۔

شیخ ابنِ حجر ہیتمی مکی در شرح حدیث:

لعن اللہ الیہود و النصاریٰ اتخذوا قبور انبیاءہم مساجد ۔

گفتہ است کہ ایں بر تقدیرے است کہ نماز گذارد بجانب قبر از جہت تعظیم وے کہ آں حرام است
باتفاق و اما اتخاذ مسجد در جوارِ پیغمبرے یا صالحے و نماز گذاردن نزد قبر وے نہ بقصدِ تعظیم قبر و
توجہ بجانب قبر بلکہ بہ نیت حصول مدد از وے تا کامل شود ثواب عبادت بہ برکت قبر و مجاورت

مرآں روح پاک را حرجے نیست دراں انتہی ما فی الترجمۃ للشیخ عبد الحق المحدث الدہلوی [1]

وہمچنیں است در قسطلانی شرح بخاری :-

اما من اتخذ مسجدا فی جوار صالح وقصد التبرک بالقرب منہ لا للتعظیم لہ ولا للتوجہ الیہ فلا یدخل فی الوعید المذکور [2] انتہی کما یدل علیہ صلوٰۃ انس بن مالک عند قبر ابی عمر بن الخطاب انس بن مالک یصلی عند قبر فقال القبر القبر ولم یأمرہ بالاعادۃ رواہ البخاری فی ترجمۃ الباب [3]

وہمچنیں است در شرح کہ بجوار اولیاء کاملین برائے تبرک وتکمیل نماز خواندن جائز است :-

وفی شرح الشیخ مثلہ حیث قال وخرج بذلک اتخاذ مسجد بجوار نبی او صالح والصلوٰۃ عند قبرہ لا التعظیم والتوجہ نحوہ بل لحصول مدد منہ حتی یکمل عبادتہ ببرکۃ مجاورتہ لتلک الروح الطاہرۃ فلا حرج فی ذلک انتہی [4]

وآیا ندانی کہ ابوہریرۃ صحابی جلیل القدر برائے تحصیل فیض وبرکت از قبور شہدائے عشار کہ در قریہ ابلہ متصل بصرہ واقع است از مردمان بصرہ عہد وپیمان گرفت کہ بہ نیت [illegible] برائے دو رکعت نماز دراں مسجد بخوانند :-

عن صالح بن درہم یقول انطلقنا حاجین فاذا رجل فقال لنا الی جنبکم قریۃ یقال لہا الابلۃ قلنا نعم قال من یضمن لی منکم ان یصلی فی المسجد العشار رکعتین او اربعا ویقول ہذہ لابی ہریرۃ سمعت خلیلی ابا القاسم صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ عز وجل یبعث من مسجد العشار یوم القیمۃ

---

[1] اشعۃ اللمعات ، باب زیارۃ القبور ، جلد اول ، ص ۷۶۲، ۷۶۳ -

[2] ارشاد الساری ، کتاب الجنائز ، باب بناء المساجد علی القبر ، ج ۲ ، ص ۴۳۱ -

[3] بخاری ،

[4] لمعات ، کتاب الصلاۃ ، باب المساجد ، تحت حدیث نمبر ۲۳ ، ج ۲ ، ص ۵۲، ۵۳ -

شہدا ر لا یقوم مع شہدا ر بدر و غیرہم رواہ ابوداود ب

[شاہ ولی] اللہ محدث دہلوی در حجۃ اللہ البالغہ می نویسند کہ :۔

بعض نفوس کاملین بعد از مرگ بہ فرشتگان مدبران لاحق می شوند و مثل زندہ تصرف می کنند و بعض نفوس بعد از مرگ مہتدی این عالم میباشند و بعض نفوس بعد از ممات مردمان را نصرت و مدد می نمایند مثل ارارۃ الطریق وغیر ذلک و بعض نفوس ہم قرین زندگان می باشند و بعض نفوس صافیہ بجسم نورانی متشکل گشتہ مزایا عالم شوند فکذلک الانسان قد یکون فی حیٰوۃ الدنیا مشغولا بشھوۃ الطعام و الشراب و الغلمۃ وغیرھا من مقتضیات الطبیعۃ و الرسم لکنہ قریب الماخذ من الملأ السافل قوی الانجذاب الیھم فاذا مات انقطعت العلاقات و رجع الی مزاجہ فلحق بالملائکۃ وصار منھم و الھم کالھامھم و سعی فیما یسعون فیہ و فی الحدیث رایت جعفر بن ابی طالب ملکا یطیر فی الجنۃ مع الملائکۃ بجناحین و ربما اشتغل ھؤلاء باعلاء کلمۃ اللہ و نصر حزب اللہ و ربما کان لھم لمۃ خیر بابن ادم و ربما اشتاق بعضھم الی صورۃ جسدیۃ اشتیاقا شدیدا ناشیا من اصل جبلتہ فقرع بذلک بابا من المثال و اختلطت قوۃ بالنسمۃ الھوائیۃ وصار کالجسد النورانی انتھی ج

[در صراط] مستقیم کہ تالیف مولوی محمد اسماعیل است حال مرشد خود سید احمد می نویسند :۔

اما نسبت چشتیہ پس بیانش آنکہ روزے حضرت ایشاں بسوئے مرقد منور حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ العزیز

(ا) مشکاۃ ، کتاب الفتن ، باب الملاحم ، حدیث نمبر ۴ ، فصل ۲۔

(ب) ابوداود ، کتاب الملاحم ، باب فی ذکر البصرۃ ۔

(ج) حجۃ اللہ البالغہ ، باب اختلاف احوال الناس فی البرزخ ، ج ۱ ، ص ۳۵ ۔

تشریف فرما شدند و بر مرقد مبارک ایشان مراقب نشستند دریں اثنا روح پُرفتوح ایشاں ملاقات متحقق شد و آنجناب بر حضرت ایشاں توجہے بس قوی فرمودند کہ بسبب آں توجہ ابتدائے حصول نسبت۔

وشاہ ولی اللہ محدث دہلوی در کتاب القول الجمیل می نویسند در حال کشف قبور و استعانت بال

وقالوا اذا دخل المقبرة قرأ سورة انا فتحنا فی رکعتین ثم یجلس مستقبلا الی المیت مستدبر الکعبة فیقرأ سورة الملک ویکبر ویهلل ویقرأ سورة الفاتحة احدی عشر مرة ثم یقرب من المیت فیقول یا رب یا رب احدی وعشرین مرة ثم یقول یا روح یضرب فی السماء ویا روح الروح یضرب فی القلب حتی یجد انشراحا و نورا ثم ینتظر لما یفیض من صاحب القبر علی قلبه۔ انتهی[۲]

ودر مقدمہ قسطلانی شرح صحیح بخاری در فضل محمد بن اسمٰعیل آمدہ کہ :۔

ایام قحط بہ سمرقند برکت استمداد قبر او قحط دفع شد و باراں بکثرت بارید

وقال ابو علی الحافظ اخبرنا ابو الفتح نصر بن الحسن السمرقندی قدم علینا بلنسیة عام اربعة وستین و اربعمائة قال قحط المطر عندنا بسمرقند فی بعض العوام فاستسقی الناس مرارا فلم یسقوا فاتی رجل صالح معروف بالصلاح الی قاضی سمرقند وقال انی قد رأیت رأیا اعرضه علیک قال وما هو قال اری ان تخرج ویخرج الناس معک الی قبر الامام محمد بن اسمٰعیل البخاری ونستسقی عنده فعسی الله ان یسقینا فقال القاضی نعم ما رایت فخرج القاضی ومعه الناس واستسقی بهم وبکی

---

[۱] صراط مستقیم

[۲] القول الجمیل، فصل ۵، ص

الناس عند القبر وتشفعوا بصاحبه فارسل الله تعالیٰ
السماء بماء عظیم غزیر أقام الناس من اجله بخرتنگ سبعة
ایام او نحوها لا یستطیع احد الوصول الی سمرقند من کثرة
المطر وغزارته وبین سمرقند وخرتنگ ثلاثة ایام
انتهی ما فی مقدمة القسطلانی [1]

وفقہاء و محدثین بریں امر اتفاق دارند که زیارت قبور سنت است و زائرین مستفیض نیز می شوند مثل
ترک دنیا و ذکر آخرت و رقت قلب و یاد موت وغیرہم که ایں ہم در فیض داخل اند :-

عن ابن مسعود ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال کنت
نهیتکم عن زیارة القبور فزوروها فانها تزهد فی الدنیا
وتذکر الآخرة رواه ابن ماجة [2]

وامام نووی گفته که :-

زیارة بچند قسم است یکی فقط برائے یاد موت و آخرت پس برائے ایں دیدن
قبر کافی است بغیر شناخت مردگان و دوم برائے دعا وغیره وآں بر مسلمان مسنون
است و سیوم برائے تحصیل برکت وآں زیارت قبور بزرگان دین است زیرا که
اوشاں را در برزخ تصرفات و برکات بکثرت اند، انتهی ما فی ترجمة مشکوٰة الشیخ
قطب الدین محدث دہلوی [3]

و دریں امر اتفاق است که مرده را ادراک بیش از حیات باشد چنانچه صاحب تفسیر
بیضاوی لفظ ادراک را بصیغه مبالغه آورده است و در تحصیل فیوض از ارواح اولیاء کرام بعد وقرب
برابر است زیرا که از فاصله بعیده نیز فیض می آید چنانچه در حال سید احمد مولوی اسمٰعیل در صراط مستقیم
مے گوید :-

اما نسبت قادریه نقشبندیه پس بیانش آنکه به سبب برکت بیعت و یمین توجهات الخ۔

١ـ مقدمہ ارشاد الساری، جلد ١، ص ٣٩۔
٢ـ مشکوٰة، کتاب الجنائز، باب زیارة القبور، حدیث نمبر ٨، فصل ٣۔
٣ـ مظاہر حق، کتاب الجنائز، باب زیارة القبور، فصل ١، ج ٢، ص ٨٢۔

ہدایت مآب روح مقدس جناب حضرت غوث الثقلین وجناب حضرت خواجہ
بہاء الدین نقشبند متوجہ حالِ حضرتِ ایشاں گردیدند تا قریب یک ماہ فی الجملہ
تنازعے درمابین روحین مقدسین درحق حضرتِ ایشاں ماندہ زیرا کہ ہر واحد
ازیں ہر دو امام تقاضائے جذب حضرتِ ایشاں بتمامہ سوئے خود می فرمود تا اینکہ
بعد انقراض زمانہ تنازع ووقوع مصالحت بر شرکت آمد روزے ہر دو روح
مقدس بر حضرتِ ایشاں جلوہ گر شدند و تا قریب یک پاس ہر دو امام بر نفسِ
نفیس حضرتِ ایشاں توجہ قوی و تاثیر زور آور مبذول فرمودند تا اینکہ در زمان
یکپاس حصول نسبت ہر دو طریقہ نصیبِ ایشاں گردیدہ انتہیٰ [1]

در راہِ عشق مرحلۂ قرب و بعد نیست
می بینمت عیاں و دعا می فرستمت

پس از نقولِ ہذا متحقق گشتہ کہ از قبورِ اولیاءِ کرام فیوض حاصل می شوند وایں
استمداد کہ مؤثرِ حقیقی او تعالیٰ را می دانند و مظہرِ عون الٰہی و واسطہ و وسیلہ آں بزرگ را
جائز است چنانچہ شاہ عبد العزیز در تفسیرِ عزیزی می نویسند:-

لیکن دریں جا باید فہمید کہ استعانت از غیر بوجہی کہ اعتماد بر آں غیر باشد و او را
مظہرِ عونِ الٰہی نداند حرام است واگر التفات محض بجانب حق است و او را
یکے از مظاہرِ عون دانستہ و نظر بکارخانۂ اسباب و حکمت او تعالیٰ در آں
نمودہ بغیر استعانت ظاہری نماید دور از عرفاں نخواہد بود و در شرع نیز جائز و
رواست و انبیاء و اولیاء ایں نوع استعانت بغیر کردہ اند و در حقیقت ایں
نوع استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت بحضرتِ حق است لا غیر [2] انتہیٰ

ہمچنانکہ حضرت سعد و خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہما بحرمتہ صلی اللہ علیہ وسلم مدد
خواستہ و از دریائے دجلہ بلا کشتی عبور نمودہ کہ شاہ ولی اللہؒ در ازالۃ الخفاء می نویسند
روی ان عمر بعث جندا الی مدائن کسریٰ و امر علیہم

---

[1] صراطِ مستقیم،

[2] تفسیرِ عزیزی، سورۃ الفاتحہ، زیر ایاک نستعین، ص ۸

سعد بن وقاص وجعل قائد الجیش خالد بن الولید
فلما بلغوا شط الدجلة ولم یجدوا سفینة تقدم سعد
وخالد فقالا یا بحار انك تجری بامر الله فبحرمة محمد
صلی الله علیه وسلم وبعدل عمر خلیفة الله الا خلیتنا و
العبور فعبر الجیش بخیله وجماله وبرجاله الی المدائن
ولم تبتل حوافرها انتهی [۱]

در دیگر جائے نویسند کہ :-

بوقت نزول قحط شخصے بسوئے مزار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آمد وگفت
کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) برائے امت خود طلب بارش کن پس
در رؤیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یاد فرمود کہ نزد عمر رفتہ بگو کہ برائے مخلوقات
طلب بارش کن خواہد شد اصاب الناس قحطا فی زمن عمر فجاء
رجل الی قبر النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) فقال یا رسول (صلی اللہ
علیہ وسلم) استسق لامتك فانهم قد هلکوا قال فاتاه رسول الله
صلی الله علیه وسلم فی المنام فقال ائت عمر فمره ان یستسق
للناس فانهم یسقون انتهی [۲]

پس وقتیکہ منکشف شد امورات مذکورہ بالا باید کہ داعی محتاج الی اللہ دعا کند خدا را و
طلب کند حاجت خود را از جناب عزت دخنائے وے توسل کند بروحانیت ایں بندہ مقرب و
مکرم در درگاہ عزت وے ومیگوید خداوندا! ببرکت ایں بندہ تو کہ رحمت کردہ بروے واکرام
کردہ او را بلطف وکرمیکہ بوے داری برآوردہ گرداں حاجت مرا کہ تو معطی کریمی [۳]۔ نعم اگر زائراں
اعتقاد کنند کہ اہل قبور متصرف مستبد وقادر اند بے توجہ بحضرۃ حق والتجا بجناب وے تعالیٰ چنانکہ
عوام وجاہلاں غافلاں اعتقاد دارند وچنانکہ میکنند آنچہ حرام ومنہی عنہ است در دین از تقبیل قبر و

---

[۱] ازالۃ الخفاء، فصل ۴، ج ۲، ص ۱۶۸۔
[۲] ایضاً ، ، ، ، ، ص ۱۷۱۔
[۳] اشعۃ اللمعات، کتاب الجہاد، باب حکم الاسراء، ج ۳، ص ۴۰۲۔

سجدہ مر آنرا و نماز بسوئے وے وجز آں از انچہ نہی و تحذیر واقع شدہ است ایں اعتقاد و

افعال ممنوع و حرام خواہد بود و فعل عوام اعتبارے ندارد و خارج از مبحث است[1] ؎

مقصود ذات اوست دگر جملہ طفیل

منظور نور اوست دگر جملگی ظلام

فقیر میگوید کہ قلوب قدسیہ صافیہ حضرات اولیاء کرام مثل آئینہ مصفیٰ باشند و برقلب

کہ بوقت مقابل آئینہ بادیگرے عکس یکے بادیگرے می افتد پس ہرگاہ کہ شخص صاحب نسبت

قلب او مثل آئینہ مجلی شدہ است و از زنگ خیالات و کدورت معصیت و سرادقات ظلمانی

گشتہ اند متوجہ بقلب کسے ولی میشود عکس قلب صافی صاحب قبر او را فیضیاب میگرداند

فیوضات او بقلب متوجہ منعکس میشود مثل انکہ عکس انوار شمس بوساطت آئینہ منعکس گشتہ بر دیگر

می افتد ہمچناں تجلی او تعالیٰ در قلب صافی صاحب قبر منعکس گشتہ بر قلب مستفیض می افتد و

مبدء فیاض حقیقی او تعالیٰ است ولیکن عادۃ اللہ دریں عالم مقتضی وساطت است قطع

آئینہ را مقابل آئینہ چوں نہند　　اینجا لطیفہ ایست اگر بشنوی بگو

از اول آنچہ در دوم فتد بود بعکس　　گردد درست باز ایں چوں فتد درو

فهذه احوال السالكين الذين كانوا على الدرجة المتوسطة

عند الشرع الذين يستفيضون من المبدء الفياض بغير واس

احد وصلوا الى اعلى مقام السلوك وحصل لهم مقام الرضاء انهم كوا

ذاته وطرحوا من النظر ما سوى الله ولم يخطر ببال غير الله وترق

درجة الفناء وامكنوا على البقاء فليس نظرهم الا على الله ولم يست

بغير الله فعندهم الاستمداد بغير الله كفر وزندقة بيت

ولو خطرت لي في سواك ارادة　　على خاطري سهوا حكمت بردتي

فهذا مذهبي والله حسبي

بیت ؎ بندہ جائے رسد کہ محو شود　　بعد ازاں کار جز خدائی نیست

پس نزد فقیر سوائے ایں چہ گفتہ شود کہ زائرین چہ خواص باشند و چہ عوام بر قبو

---

[1] اشعۃ اللمعات، کتاب الجہاد، باب حکم الاسراء، ج ۳، ص ۴۰۲۔

…بطور مسنون نزد قبر رسیده السلام علیکم یا اهل القبور من المسلمین والمؤمنین انتم لنا سلف ونحن
لکم تبع وانا ان شاء الله بکم لاحقون یرحم الله المستقدمین منا والمستاخرین اسئل الله لنا ولکم
العافیة یغفر الله لنا ولکم ویرحمنا الله وایاکم بگوید وپیش قبر ایستاده برائے اموات دعاء مغفرت
…حق تعالی طلب نماید واز حال بے اختیاری ایشان وعدم قدرت بر عبادات عبرت گیرد واز دایهٔ
…بے رغبتی کند وآخرت را یاد کند وترسان وهراسان آنجا قیام کند واز خنده وقهقهه وکلام دنیاوی
…نماند ودر آنجا احتراز نماید ودست بر قبر نهد ومسح نکند آنرا ونه تابوت را ونه دیوار حظیره را
…بوسند برده منحنی شود ونه روے خود بخاک مالد ونه چیزے خورد ونه آشامد ونه خسپد ونه بسوئے
…گذارد ونه چراغان روشن نماید ونه آتش بسوزد ونه غلاف بر قبر پوشاند وغنا هم در مقبره
…چه بآلات باشد وچه بغیر آن ونه از صاحب قبر حاجات طلبد بغیر وسیله وصورت وسیله
…ذیل بیان کرده شد ونه بسوئے قبر سجده کند که موجب شرک وکفر است[1] وطواف نیز نکند
…مخصوص به بیت الله است وافضل ایام زیارت چهار یوم هستند دوشنبه وپنجشنبه وجمعه
…شنبه وزیارت والدین در هفته بسیار منفعت دارد۔

هذا مما وفقنی الله من تحقیق هذا المقام الحمد لله اللهم
…ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه والله
…اعلم وعلمه احکم۔

اجابه حرره خاکپاره محمد مسعود نقشبندی دهلوی
۲۳ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ

---

[1] …سجده بسوئے قبر اگر بقصد عبادت است شرک وکفر است وگرنه حرام باشد نه کفر وشاید مراد فقیه السند …
…اولی است نه دوم کما یدل علیه ظاهر الحال ۱۲ شرف قادری

باب ۲

عبادات

سوال ۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے میں کہ شیر خوار بچہ کا پیشاب پاک ہے یا ناپاک؟ بینوا بالدلیل توجروا۔

الجواب

واضح ہو کہ بولِ طفلِ شیر خوار بدلیل احادیثِ صحیحہ ناپاک ہے چنانچہ صحیح بخاری میں حدیث آئی ہے:

عن عائشۃ ام المؤمنین قالت اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بصبی فبال علی ثوبہ فدعا بماء فاتبعہ ایاہ [۱]

(ترجمہ) یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے پر طفلِ شیر خوار نے بول کر دیا آپ نے پانی منگوا کے اس کپڑے پر ڈالا۔

اگر بولِ طفلِ شیر خوار کا پاک ہوتا تو اس پر پانی ڈالنے کی کیا حاجت تھی کہ اسراف تھا اور اسراف منع ہے انہ لایحب المسرفین [۲] پس یہ امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بعید ہے خصوصاً اس حالت میں کہ خود سعد کو اسراف وضو سے منع فرمائیں، پھر باوجود منع کرنے کے آپ کپڑے پر پانی کو بے فائدہ ضائع کریں حاشا للہ!

عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مر بسعد وھو یتوضأ فقال ما ھذا السرف یا سعد؟ قال افی الوضوء سرف؟ قال نعم وان کنت

---

[۱] بخاری، کتاب الوضوء، باب بول الصبی، ج ۱، ص ۳۵

[۲] سورۃ الاعراف، آیت ۳۱۔

علی نہر جار رواہ احمد و ابن ماجۃ لہ

اور دوسری روایت میں ہے :-

عن ام قیس بنت محصن انہا اتت بابن لہا صغیر لم یاکل الطعام الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاجلسہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجرہ فبال علی ثوبہ فدعا بماء فنضحہ و لم یغسلہ رواہ البخاری ٹہ

(ترجمہ) یعنی طفل شیر خوار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے پر بول کر دیا آپ نے پانی منگوایا اور اس پر ڈالا اور نچوڑا نہیں۔

اور صحیح مسلم میں بھی اسی مضمون کی احادیث آئی ہیں۔ مطلب احادیث کا یہ ہے کہ ناپاکی بول طفل شیر خوار کی قلیل پانی سے بھی بغیر نچوڑنے کے دور ہو جاتی ہے برخلاف صبیہ شیر خوارہ کے کہ بول لڑکی شیر خوارہ کو ساتھ نچوڑنے کے دھونا واجب ہے اور یہ نانچوڑنا بول طفل شیر خوار میں بجہت پاکی بول نہیں ہے بلکہ بجہت رقیق ہونے بول طفل کے برخلاف بول صبیہ کے کہ وہ غلیظ ہوتا ہے ورنہ بول طفل شیر خوار بالاجماع ناپاک ہے سوا داؤد ظاہری کے کہ وہ خارج از اہل سنت و جماعت ہے کہ قول اس کا خارج از اعتبار ہے جیسا کہ مجمع البحار میں لکھا ہے :-

والفارق بین الصبی والصبیۃ ان بولہا بسبب استیلاء الرطوبۃ والبرد علی مزاجہا یکون اغلظ و انتن ولیس ذلک لاجل ان بولہ لیس بنجس بل للتخفیف ولا یخالف فی نجاستہ الا داؤد انتہی ۔ سہ

پس نفی غسل محمول بر مبالغہ ہے اور اگر علت نفی غسل کی پاکی بول ہوتی تو پھر فرق مابین طفل اور صبیہ کیا معنے ؟ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بول صبیہ کا دھویا جاوے اور

لہ (الف) مشکاۃ، کتاب الطہارۃ، باب سنن الوضوء، حدیث نمبر ۴۳، فصل ۳۔
(ب) ابن ماجہ، ابواب الطہارۃ وسننہا، باب ماجاء فی القصد فی الوضوء، ص ۳۴
ٹہ (الف) مشکاۃ، کتاب الطہارۃ، باب تطہیر النجاسات، حدیث نمبر ۸، فصل ۱۔
(ب) بخاری، کتاب الوضوء، باب بول الصبی، ج ۱، ص ۳۵
سہ مجمع البحار، حرف النون، باب مع الضاد، ج ۳، ص ۳۶۵

طفل کے بول پر پانی ڈالا جائے:۔

عن لبابة بنت الحارث قالت کان الحسين بن علی فی حجر رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم فبال علیٰ ثوبه فقلت البس ثوبا واعطنی ازارك حتی اغسله قال انما يغسل من بول الانثی وينضح من بول الذكر رواه احمد وابو داؤد وابن ماجة [۱]

اور ایک روایت میں يغسل من بول الجارية ويرش من بول الغلام آیا ہے، پس ثابت ہوا کہ فرق مابین بول صبیہ اور طفل بجہت رقت اور عدم رقت کے ہے نہ پاکی اور ناپاکی کے اور اختلاف مابین اماموں درباب کیفیت غسل بول طفل شیرخوار ہے نہ کہ پاکی و ناپاکی میں کیونکہ ناپاکی بول طفل شیرخوار کی ہر چہار اماموں کے نزدیک متحقق ہے۔

پس نزدیک امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے بول طفل شیرخوار کو نچوڑنے کے دھونا چاہیے اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالےٰ اور امام احمد رحمہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک دھونا بلانچوڑنے کے ہے:۔

فانه يشترط فيها ان يكون بحيث يجری بعض الماء ويتقاطر من المحل وان لم يشترط عصره وهذا هو الصحيح المختار ويدل عليه قولها فنضحه ولم يغسله انتهی ما فی شرح المسلم۔ [۲]

واعلم ان هذا الخلاف انما هو فی كيفية تطهير الشیئ الذی بال عليه الصبی ولا خلاف فی نجاسته وقد نقل بعض اصحابنا اجماع العلماء علیٰ نجاسة بول الصبی وانه لم يخالف فيه الا داؤد الظاهری انتهی ما فيه [۳]

اور تمسک کلمہ نضح بدو وجہ ہے:۔

---

[۱] مشکوٰۃ، کتاب الطہارۃ، باب تطہیر النجاسات، حدیث نمبر ۱۲، فصل ۲۔

[۲] [۳] شرح مسلم، باب حکم بول الطفل الرضیع، ص ۱۳۹ (پہلی عبارت بعد میں ہے)

اول یہ کہ نضح بمعنے غسل کے ہے:۔

وعند مالك والحنفية النضح بمعنى الغسل كثير معروف۔ (مجمع[1])

دوم مؤکد اس امر کو احادیث ہیں کہ ان میں نضح بمعنے غسل آیا ہے:۔

فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اصاب ثوب احدٰكن الدم من الحيضة فلتقرصه ثم لتنضحه بماء ثم لتصل فيه متفق عليه[2]

اس حدیث میں نضح بمعنے غسل ہے:۔

ثم لتنضحه اى لتغسله بماء بان تصب عليه شيئا فشيئا حتى يذهب اثره تحقيقا لازالة النجاسة انتهى ما فى المرقاة[3] ـــــ ثم لتنضحه اى لتغسله (مجمع[1])

اور دوسری حدیث میں ہے:۔

قال على بن ابى طالب ارسلنا المقداد بن الاسود الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فسأله عن المذى يخرج من الانسان كيف يفعل به فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم توضأ وانضح فرجك رواه مسلم[4]

اور تیسری حدیث اسماء کی روایت سے بخاری میں ہے کہ نضح بمعنی غسل کے ہے:۔

عن اسماء بنت ابى بكر الصديق رضى الله عنهما انها قالت سألت امرأة رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت يارسول الله ارأيت احدانا اذا اصاب ثوبها الدم من الحيضة كيف تصنع فقال رسول الله

---

[1] مجمع بحار، حرف النون، باب مع الضاد، ج ۳، ص ۳۶۵۔
[2] مشکاۃ، باب تطہیر النجاسات، حدیث نمبر ۴، فصل ۱۔
[3] مرقاۃ،
[4] مسلم، کتاب الطہارۃ، باب المذی، جلد ۱، ص ۱۴۳۔

صلی اللہ علیہ وسلم اذا اصاب ثوب احدٰکن من الدم فلتقرصہ ثم لتنضحہ بماء ثم لتصل فیہ رواہ البخاری۔[1]

ان تینوں حدیثوں میں نضح بمعنے غسل کے ہے:۔

واما قولہ علیہ السلام والصلوٰۃ وانضح فرجک فمعناہ اغسل فان النضح یکون غسلا ویکون رشا انتہیٰ مافی شرح المسلم۔[2]

اور امام شافعی کے نزدیک بھی نضح بمعنی غسل آیا ہے چنانچہ حدیث مذی میں کہ ترمذی میں ہے نضح بمعنے غسل امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لئے ہیں اور قائل ہیں اس امر کے کہ اگر کپڑے کو مذی لگ جاوے تو دھونا آتا ہے:۔

عن سہل بن حنیف قال کنت القی من المذی شدۃ وعناء فکنت اکثر منہ الغسل فذکرت ذلک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسألتہ عنہ فقال انما یجزئک من ذلک الوضوء قلت یارسول اللہ کیف بما یصیب ثوبی منہ قال یکفیک ان تأخذ کفا من ماء فتنضح بہ ثوبک حیث تری انہ اصاب منہ رواہ الترمذی وقد اختلف اھل العلم فی المذی یصیب الثوب فقال بعضھم لایجزئ الا الغسل وھو قول الشافعی واسحٰق انتہیٰ مافی الترمذی۔[3]

پس ثابت ہوا کہ امام شافعی کے نزدیک بھی نضح بمعنے غسل ہے، لاجرم متحقق ہوا کہ نزدیک امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بھی بول صبی کو دھونا چاہیے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ

---

[1] مشکوٰۃ، کتاب الطہارۃ، باب تطہیر النجاسات، حدیث ۴، فصل ۱۔

[2] شرح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب المذی، ج ۱، ص ۱۴۳۔

[3] ترمذی، ابواب الطہارۃ، باب فی المذی یصیب الثوب، ص ۱۷۔

حدیثِ مذکور میں نضح بمعنے غسل خفیف کے ہے اور ناپاکی بول شیر خوار کی بجہت رقت بول غسل خفیف سے جاتی رہتی ہے :-

قال الخطابی وغیرہ ولیس تجویز من جوز النضح فی الصبی من اجل ان بولہ لیس بنجس ولکن من اجل التخفیف فی ازالتہ فھذا ھو الصواب انتھی ما فی شرح[1] المسلم۔

اور جواب کلمۂ لم یغسل سے بدو وجہ ہے :

اول یہ کہ لم یغسل میں نفی مبالغہ کی ہے بقرینۂ لفظ نضح یعنی بعد بہانے پانی کے تحریک نہیں :-

قلنا لم یغسل محمول علی نفی المبالغۃ فیہ و ما ورد فی الاحادیث من النضح المراد بہ الصب (عینی شرح ہدایہ[2])

دوسری وجہ عدم تمسک کلمۂ لم یغسل سے یہ ہے کہ حدیث مذکور میں کلمۂ لم یغسل کا کلام ابن شہاب کا ہے نفس حدیث کا نہیں ہے :-

ادعی الاصیلی ان ھذہ الجملۃ مدرجۃ فی آخر الحدیث من کلام الزھری علی ما فی الحاشیۃ للموطا مالک[3]۔

اسی طرح سے کہا ہے علامہ قسطلانی نے ارشاد الساری میں :-

وقد ادعی الاصیلی ان قولہ ولم یغسلہ من کلام ابن شھاب لیس من المرفوع انتھی ما فیہ[4]۔

پس بدلیل حدیث انس بن مالک رحمہ اللہ تعالیٰ مطلق بول خواہ بڑے کا ہو یا شیر خوار کا نجس و ناپاک ہے اگرچہ دھونے میں اختلاف ہے :-

---

[1] شرح مسلم، کتاب الطھارت، باب حکم بول الطفل الرضیع، ج ۱، ص ۱۳۹ -

[2] شرح ہدایہ، للعینی

[3] تنویر الحوالک، ما جاء فی بول الصبی، ج ۱، ص ۶۳ -

[4] ارشاد الساری، کتاب الوضوء، باب بول الصبیان، ج ۱، ص ۲۹۲ -

عن یحیی بن سعید انہ سمع انس بن مالک رضی
اللہ تعالیٰ عنہ یذکران اعرابیا قام الی ناحیۃ فی
المسجد فبال فیہا فصاح بہ الناس فقال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم دعوہ فلما فرغ امر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم بذنوب فصب علی بولہ رواہ مسلم[1]
اما احکام الباب ففیہ اثبات نجاسۃ بول الآدمی
وھو مجمع علیہ ولا فرق بین الکبیر و الصغیر
باجماع من یعتد بہ لکن بول الصغیر یکفی فیہ
النضح انتہی ما فی شرح المسلم[2]۔

پس ثابت ہوا کہ بول طفل شیر خوار کا باجماع اہل سنت وجماعت وہر چہار ائمہ مجتہدین
ناپاک ہے برخلاف داؤد ظاہری کے کہ وہ اہل سنت وجماعت سے خارج ہے اور اہل سنت
سے منکر قیاس ہے، اس کا خلاف قابل اعتبار کے نہیں ہے جیسا کہ کہا ہے عینی نے
شرح ہدایہ میں :-

الاول بول الآدمی الکبیر فحکمہ انہ نجس مغلظ
باجماع المسلمین من اھل الحل والعقد وابن المنذر
نقل الاجماع عن اصحابنا و اصحاب الشافعی الثانی
بول الصبی الذی لم یطعم فکذلک عند جمیع
اھل العلم قاطبۃ الا ما نقل عن داؤد الظاھری بطہارتھا
ولا یعتبر بخلافہ انتہی ما فیہ[3]۔

اور یہ قول ابوداؤد ظاہری کا خلاف میں داخل ہے کہ مخالف جمہور کا ہے اور قول مخالف معتبر
نہیں ہوتا :- وفیما اجتمع علیہ الجمہور لا یعتبر بمخالفۃ البعض و
ذلک خلاف و لیس باختلاف و المعتبر الاختلاف
فی الصدر الاول انتہی ما فی الھدایۃ[4]۔

---

[1] مسلم، کتاب الطہارت، باب وجوب غسل البول وغیرہ الخ، ج ۱، ص ۱۳۸۔
[2] شرح مسلم، زیر حدیث مذکور، ص ۱۳۸۔
[3] شرح ہدایہ، عینی،
[4] ہدایہ،

مخالفت جماعت کی دوزخ میں جاتا ہے کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ید اللہ علی الجماعۃ ومن شذ شذ فی
النار رواہ الترمذی [1]

پس قائل پاکی بول طفل شیر خوار کا وعید حدیث مذکور میں داخل ہے واللہ
اعلم بالصواب۔

حررہ واجابہ خاکسار: محمد مسعود نقشبندی دہلوی

سوال ۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں عبارت کہ:-

"کولوں کا افطار سندھی کے لوٹوں سے ہو جاتا ہے اور عورتیں بے غسل و
بے نماز مہینوں پھل پٹی رہتی ہیں"

افطار کے کیا معنی ہیں اور ایک شخص افطار کے معنی ہر وقت کھانے پینے کے لیتا ہے۔
اور غسل کے کیا معنی ہیں اور جو شخص کو کسی کی نسبت یہ ہر دو فقرے کہے اس کی نسبت شرع
شریف کیا حکم دیتی ہے۔
اور آیا سندھی اور تاڑی، گانجہ، افیون وغیرہ نشہ کی اشیاء حرام ہیں یا نہیں؟

بینوا توجروا۔

الجواب

بر ماہران فقہ مخفی نہ ہو کہ افطار کے معنی لغت میں روزہ کشائی ہیں جیسا کہ منتخب اللغات
میں لکھا ہے اور اسی طرح صراح میں لکھا ہے:-

افطار روزہ کشادن

اور غیاث اللغات میں لکھا ہے:-

روزہ شکستن و روزہ کشادن

منتہی الارب میں لکھا ہے:-

افطار، روزہ کشادن و روزہ کشا یا نیدن کسے را و رسیدن وقت

---

[1] مشکوٰۃ، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، حدیث نمبر ۱۷۳، فصل ۲۔

روزہ کشادن "

اور کسی کتاب لغت میں افطار کے معنی ہمہ وقت کھانے کے نہیں لکھے ہیں اور نہ کوئی خاص باب افعال کی ایسی ہے جس کے معنی ہمہ وقت کھانے کے پائے جاویں۔

۲۔ اور غَسل بالفتح مصدر ہے اور بالکسر جس شئے کے ساتھ دھویا جاوے مثل خطمی وغیرہ کے اور غُسل بالضم دھونا خاص کہ سبب حیض یا جنابت وغیرہا کے ہو:۔

الغسل بالفتح مصدر و بالکسر ما یغسل بہ و بالضم غسل مخصوص وھو المراد ھٰھنا (مرقاۃ)[1]

سوال ہذا میں بقرینہ اس عبارت کے کہ "بے نماز مہینوں پڑی رہتی ہیں" ام اخص بالضم ہے یعنی نہانا بے نمازی سے خواہ بسبب جنابت کے ہو خواہ بواسطہ حیض ہو کیونکہ جنابت میں یا حیض کے بعد نہانے میں تمام بدن دھونا ہوتا ہے اس کو غسل مخصوص یا غسل خاص کہتے ہیں جیسا کہ عنایہ شرح ہدایہ میں لکھا ہے:۔

ومحل الغسل کل البدن

اور جو شخص کہ کسی شخص نمازی کو خواہ عورت ہو خواہ مرد بے نمازی کہے اور اس قسم کی ہتک کرے کہ عیب لگانے والی ہو اس کو تعزیر دینی آتی ہے:

ولو قال لآخر یا بے نماز یعزر، ھکذا فی السراجیۃ، عالمگیری[2]

وعزر کل مرتکب منکر او موذی مسلم بغیر حق بقول او فعل، تنویر الابصار والدر المختار[3]

(ترجمہ) یعنی جو ایذا دینے والا مسلم کا ہے اس کو تعزیر دی جاوے اور یہ بھی ایذا ہے کہ مسلمان نمازی کو بے نمازی اور بے غسل کی طرف نسبت کرے بلکہ اشد ایذا ہے۔

اور جو شخص کہ مدام بے غسل رہے اور نماز نہ پڑھے وہ فاجر اور فاسق ہوتا ہے پس نسبت بے نمازی کی اور بے غسل کی گویا نسبت فسق اور فجور کی کرنی ہے اور جو شخص کسی

---

[1] مرقاۃ، کتاب الطہارۃ، باب الغسل، ج ۱ ص ۲۹۔
[2] عالمگیری، کتاب الحدود، باب فی حد القذف والتعزیر، ج ۲ ص ۱۶۸
[3] درمختار، کتاب الحدود، باب التعزیر، ج ۱، ص ۳۲۷۔

کو نسبت فجور اور فسق کی کرے اس کو بھی تعزیر آتی ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے :۔

من قذف مسلما بیا فاسق وھو لیس بفاسق وبیا فاجر عزر مختصراً [۱] انتہی۔

ویقذف مسلم بیا فاسق الا ان یکون معلوم الفسق عزر وعزر بیا کافر یاخبیث یاسارق یا فاجر یامخنث (درمختار) [۲]

ماسوا اس کے نسبت بے غسل اور بے نمازی کی تہمت ہے اور جو شخص کہ کسی کو تہمت لگادے اس پر تعزیر آتی ہے اگرچہ جس شے کے ساتھ تہمت لگائی ہے وہ ثابت نہ ہو ۔ حاکم کو ثبوت تہمت کا کچھ ضرور نہیں ہے :۔

للقاضی تعزیر المتھم وان لم یثبت علیہ (درمختار) [۳]

ای ما اتھم بہ (شامی)

۳۔ اور معلوم ہو کہ شراب لغت میں ہر پینے والی شے کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں ہر نشہ والی کو کہتے ہیں :۔

الشراب لغۃ کل مائع یشرب واصطلاحا ما یسکر (درمختار) [۵]

اور جس شے میں نشہ ہو گا وہ حرام ہے اگرچہ قلیل ہو ۔ اسی پر فتوے اور اجماع فقہاء اور علماء کا ہے : لان السکر حرام فی کل شراب [۶] (درمختار)

---

۱ ۔ عالمگیری، کتاب الحدود، باب فی حد القذف والتعزیر، ج ۲، ص ۱۶۸ ۔

۲ ۔ درمختار، کتاب الحدود، باب التعزیر، ج ۱، ص ۳۲۷ ۔

۳ ۔ یعنی تہمت فی نفسہ جس کا ثابت کرنا امکان بشری سے باہر ہو یا جو ناممکن الوقوع ہو جیسا کہ سوال میں مذکور ہے ۔ مسعود

۴ ۔ دُرِ مختار، کتاب الحدود، باب التعزیر، ج ۱، ص ۳۲۹ ۔

۵ ۔ درمختار، کتاب الاشربہ، ج ۲، ص ۲۵۹ ۔

۶ ۔ ایضاً ، ، ، ، ص ۲۶۰

پس جس شے سے نشہ ہو گا وہ بالاجماع حرام ہے خواہ کسی شے میں علتی ہو مثلاً (؟) کی قسم سے یا دوسری شے سے۔

وحرمها محمد ای الاشربة المتخذة من العسل والتین ونحوهما مطلقا قلیلها وکثیرها وبه یفتی ذکره الزیلعی وغیره واختاره شارح الوهبانیة وذکر انه مروی عن الکل (در مختار[1])

قوله وغیره کصاحب الملتقی والمواهب والکفایة والنهایة والمعراج وشرح المجمع وشرح درر البحار والقهستانی والعینی حیث قالوا الفتوی فی زماننا علی قول محمد (شامی[2]) والکل حرام عند محمد رحمه الله تعالی وبه یفتی (در مختار[3])

پس ثابت ہوا کہ سیندھی اور تاڑی کہ نشہ لاتی ہیں سب حرام ہیں اور اسی طرح گانجا اور بھنگ وغیرہ اور افیون کثیر لشرط ضرر عقل وبدن حرام ہیں۔

ویحرم اکل البنج والحشیشة هی ورق القنب والافیون لانه مفسد العقل ویصد عن ذکر الله وعن الصلوٰة (در مختار[4])

افیون وغیرہ کہ جامدات ہوں وقت ضرر کے حکم مائعات کا رکھتے ہیں حرمت میں۔

وهکذا یقال وغیره من الاشیاء الجامدة المضرة فی العقل او غیره یحرم تناول القدر المضر منها دون القلیل النافع (شامی[5])

---

[1] در مختار: کتاب الاشربہ، جلد دوم - ص ۳۶۰ -

[2] شامی: کتاب الاشربہ، جلد خامس، ص ۳۱۹ -

[3] در مختار: کتاب الاشربہ، جلد ثانی - ص ۳۶۰ -

[4] ایضاً: " " - ص ۳۶۱ -

[5] شامی: کتاب الاشربہ، جلد خامس، ص ۳۲۱ -

بلکہ علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص بھنگ اور گانجہ کو حلال کہے وہ زندیق اور بدعتی ہے اور قائل حلت کا کافر ہے :۔

و نقل عن الجامع وغیرہ ان من قال بحل البنج والحشیشۃ فھو زندیق مبتدع بل قال نجم الدین الزاھدی انہ یکفر و یباح قتلہ (شامی)[1]

اور ہر گاہ کہ جوز الطیب بہ سبب نشہ کے بالاجماع حرام ہوئی، پس تاڑی اور سیندھی بالاولیٰ حرام ہے :۔

عن ابن الحجر المکی انہ صرح بتحریم جوزۃ الطیب باجماع الائمۃ الاربعۃ وانہا مسکرۃ (در مختار)[2] وھٰکذا فی العالمگیریۃ۔

اور احادیث میں بصراحت ثابت ہے کہ جو شے نشہ لائے وہ خمر ہے اور حرام ہے :۔

۱۔ عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل مسکر خمر وکل مسکر حرام (رواہ مسلم)[3]

۲۔ وعن عائشۃ قالت سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن البتع فقال کل شراب اسکر فھو حرام رواہ البخاری[4]

حدیث ثانی سے ثابت ہوا کہ جو شے نشہ لائے وہ حرام ہے اور تاڑی اور سیندھی پینے والی ہیں اور نشہ لاتی ہیں، یہ بھی حرام ہوئیں، اور اول حدیث سے ثابت ہے کہ جو شے نشہ لائے خواہ مائعات سے ہو خواہ جامدات سے، تمام حرام ہیں۔ پس افیون وغیرہ جامد نشہ لانے والی حرام ہوئیں۔

---

[1] درمختار، کتاب الاشربہ، جلد ثانی۔

[2] ایضاً۔

[3] مشکوٰۃ، کتاب الحدود، باب بیان الخمر، حدیث نمبر ۵، فصل ۱۔

[4] بخاری، کتاب الاشربہ باب الخمر من العسل، جلد دوم، ص ۸۳۷۔

پس ثابت ہوا کہ سیندھی اور تاڑی کہ نشہ لاتی ہیں بحکم حرام ہی ہیں اور مرتکب حرام کا فاسق اور فاجر ہوتا ہے :-

فان ارتکب من غیر استحلال فسق (شرح فقہ اکبر)

پس پینے والا سیندھی اور تاڑی کا فاسق اور فاجر ہوا اور جو شخص کسی کو فاسق یا فاجر کہے یا شارب الخمر کہے اسے تعزیر آتی ہے :-

وعزر بیا فاسق و یا فاجر، یا شارب الخمر (در مختار) [۱]

اور کم سے کم حد تعزیر کے تین کوڑے ہیں اور زیادہ سے زیادہ ۳۹ اور قید کے ساتھ بھی تعزیر ہوتی ہے :-

اکثرہ تسعۃ و ثلثون سوطا و اقلہ ثلاثۃ و یکون بہ و بالحبس مختصرا (در مختار) [۲]

پس حاکم کو اختیار ہے کہ مابین ۳ اور ۳۹ کے دُرّے مارے یا کسی قدر قید رکھے :-

والتعزیر لیس فیہ تقدیر بل ھو مفوض الی رأی القاضی (در مختار) [۳]

اور اگر حاکم قابل زیادہ سزا کے پائے تو سزاءِ قید اور سزاء بید ہر دو دے سکتا ہے :-

وصح حبسہ مع ضربہ اذا احتیج لزیادۃ تادیب وضربہ اشد (در مختار) [۴]

---

[۱] شرح فقہ اکبر

[۲] در مختار : کتاب الحدود ، باب التعزیر ، ج ۱ ، ص ۳۲۸ (ملخص)

[۳] ایضاً : " " " ، ص ۳۲۸ ۔

[۴] ایضاً : " " " " " ۔

[۵] ایضاً : " " " ، ص ۳۲۷ ۔

اور حاکم کو اختیار ہے کہ بسبب چند قذف کے دو چند یا سہ چند تعزیر دے۔

واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۴ھ ہجری

سوال ۱۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین کہ تھوڑا پانی نجاست واقع ہونے سے ناپاک ہو جاتا ہے یا پاک رہتا ہے؟ دلائل و براہین سے واضح کریں اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عطا فرمائے۔

الجواب

مخفی نہ رہے کہ پانی قلیل، بوقوع نجاست ناپاک ہو جاتا ہے چنانچہ احادیث بخاری اور مسلم وغیرہا کی صاف دال ہیں:-

۱۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایبولن احدکم فی الماء الدائم الذی لایجری ثم یغتسل فیہ متفق علیہ [۱]

۲۔ وعن جابر قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یبال فی الماء الراکد رواہ مسلم [۲]

۳۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یغتسل احدکم فی الماء الدائم وھو جنب فقال کیف یفعل یا اباھریرۃ قال یتناولہ تناولاً رواہ مسلم [۳]

خلاصہ ہر دو احادیث اولین کا یہ ہوا کہ اس پانی میں کہ جاری یا بحکم جاری میں نہ ہو

---

[۱] مشکوٰۃ، کتاب الطہارۃ، باب المیاہ، حدیث نمبر ۱، فصل ۱۔

[۲] ایضاً، 〃 〃 ، حدیث نمبر ۲، 〃

[۳] ایضاً، 〃 〃 ، حدیث نمبر ۱، 〃

بول کرنا نہ چاہیے، اس فعل کو آپ نے منع فرمایا کیونکہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے پس یہ نہی واجب العمل ہے جیسا کہ امرِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واجب العمل ہے :-

قال اللہ تعالیٰ ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب ۵ [1]

پس منکر نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وعید شدید العقاب میں داخل ہے۔

اور تیسری حدیث میں آیا ہے کہ جب انسان خواب سے بیدار ہو تو بغیر دھوئے ہاتھ کو پانی میں نہ ڈالے کیونکہ احتمال ناپاکی ہاتھ کا ہے :-

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا استیقظ احدکم من نومہ فلا یغمسن یدہ فی الاناء حتی یغسلھا ثلاثا فانہ لا یدری این باتت یدہ ۔ متفق علیہ [2]

اس حدیث میں بسبب احتمال ناپاکی ہاتھ کے پانی میں ڈالنے کو منع فرمایا بجائے تیقن ناپاکی، پس صاف ثابت ہوا کہ پانی قلیل بوقوع نجاست ناپاک ہو جاتا ہے ورنہ نہی کی حاجت نہ تھی۔

اور چوتھی حدیث :-

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا شرب الکلب فی اناء احدکم فلیغسلہ سبعا۔ رواہ البخاری [3]

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر کتا کسی برتن میں پانی پی جاوے تو وہ برتن بوجہ ناپاک ہونے پانی کے ناپاک ہو جاتا ہے، اس کو سات بار دھونا چاہیے، پس اس حدیث سے

---

[1] سورۃ الحشر، آیت ۷۔

[2] مشکوٰۃ، کتاب الطہارۃ، باب سنن الوضوء، حدیث نمبر ۱، فصل ۱۔

[3] مشکوٰۃ، کتاب الطہارت، باب تطہیر النجاسات، حدیث نمبر ۱، فصل ۱۔

ہوا کہ پانی قلیل بوقوع نجاست ناپاک ہو جاتا ہے:۔

ومذهب الجمهور منها ان الماء القليل اذا ورد عليه نجاسة نجسته وان قلت ولم تغيره فانها تنجسه انتهى ما فی شرح المسلم[۱]

تفصیل اس کی یہ ہے کہ "ولوغ" کے معنی زبان سے پینے کے ہیں:۔

يقال ولغ الكلب فی الاناء يلغ بفتح اللام فيهما ولوغاً اذا شرب بطرف لسانه (شرح مسلم)[۲]

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس برتن کے پانی کو کتا پی جاوے اس پانی کو گرادو اور برتن کو سات دفعہ دھوؤ:۔

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا ولغ الكلب فی اناء احدكم فليرقه ثم ليغسله سبع مرات رواه مسلم[۳]

اس حدیث سے بدو وجہ ثابت ہوتا ہے کہ پانی قلیل بوقوع نجاست ناپاک ہو جاتا ہے۔

اول یہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کے گرانے کا حکم دیا اور گرانے میں ضائع کرنا مال کا ہے اور تضییع مال حرام ہے انه لا يحب المسرفين[۴] پس اگر پانی پاک ہوتا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز گرانے کا حکم نہ فرماتے۔ پس ثابت ہوا کہ وہ پانی ناپاک ہو گیا ہے کہ گرانے کا حکم فرمایا جیسا کہ لکھا ہے امام نووی نے شرح مسلم میں:۔

وفيه ايضا نجاسة ما ولغ فيه وان كان طعاما مائعا حرم اكله لان الاراقة اضاعة له فلو كان طاهرا لم يامرنا باراقته بل قد نهينا عن اضاعة المال وهذا مذهبنا ومذهب الجماهير انه ينجس ما ولغ فيه انتهى[۵]

---

[۱] شرح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب کراہۃ غمس المتوضی وغیرہ، ج ۱، ص ۱۳۶۔
[۲] ایضاً ، ، باب حکم ولوغ الکلب، ج ۱، ص ۱۳۷۔
[۳] مسلم، ج ۱، کتاب الطہارۃ، . . . . . .
[۴] سورۃ الاعراف، آیت ۳۱۔
[۵] مسلم، کتاب الطہارۃ، باب حکم ولوغ الکلب، ج ۱، ص ۱۳۷

اور اظہر من الشمس ہے کہ پانی جاری میں نجاست کا اثر نہیں ہوتا پس اس تقریر سے
مخالفت مابین احادیث جاتی رہی اور توافق پیدا ہوا جیسا کہ قاعدہ اصول حدیث کا ہے کہ حتی
احادیث متناقضہ میں توافق کیا جاوے۔ اگر نہ ہو سکے، اقویٰ پر عمل کریں اور مرجوح
چھوڑ دیں :-

فان قلت العبرة لعموم اللفظ دون خصوص السبب فكيف اختص ببير بضاعة مع وجود دليل العموم وهو الالف و اللام اجيب بانه ليس من باب الخصوص فى شيئ و انما هو من باب الحمل للتوفيق فان الحديثين اذا تعارضا و جهل تاريخهما بعد كانهما ورداً معاً ثم بعد ذٰلك ان امكن التوفيق بالعمل بينهما يحمل كل منهما على محل حسن و ان لم يمكن يطلب الترجيح و ان لم يكن التوفيق وهنا امكن العمل بان يحمل هذا الحديث على بير بضاعة دفعا للتناقض انتهى ما فى الشرح للعينى[1]

پس حدیث ہذا میں لفظ "الماء" سے خاص بیر بضاعہ بلا عموم مراد لینا
وجہ سے ثابت ہوا۔

اول بلحاظ اصلیت الف لام . اور
دوم بنظر توافق اور
سوم بقرینہ سوال سائل۔

اور حدیث میں آیا ہے کہ چوہا گھی سخت میں گر پڑے تو اس چوہے اور اس
جو کہ گرد اگرد چوہے کے ہے نکال کر پھینک دو :-

عن ميمونة ان النبى صلى الله عليه وسلم سئل عن فارة سقطت فى سمن فقال خذوها وما حولها فاطرحوها

---

[1] شرح ہدایہ العینی،

رواہ البخاری [1]

اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ پانی قلیل بوقوعِ نجاست ناپاک ہو جاتا ہے کیونکہ
بسبب سختی کا یہ حکم ہو کہ گرد اگرد ناپاک ہو جاتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے گرانے
کا حکم دیا کہ ضائع کرنا مال کا ہے کہ ممنوع ہے تو پانی بالاولیٰ چوہے کے مرنے سے ناپاک ہو جائیگا
کہ مائعات سے ہے پس اگر پانی قلیل بوقوعِ نجاست ناپاک نہ ہوتا تو ابنِ شہاب زہری بحالت
مرنے موش کے نکالنے پانی کا بیر سے حکم نہ دیتے :-

فی مصنف عبدالرزاق عن معمر قال سالت الزهری
عن فارة وقعت فی البیر فقال ان اخرجت مکانها
فلا باس وان ماتت فیها نزحت [2]

اور اسی طرح سے حسن بہ سبب مرنے جانور کے پلیدی چاہ کا حکم نہ دیتے :-

عبدالرزاق عن معمر قال اخبرنی من سمع الحسن
یقول اذا ماتت الدابة فی البیر اخذ منها وان تفسخت
فیها نزحت اربعون دلوا [3]

اور بھی شعبی بجہت مرنے مرغی کے چاہ کو حکم پلیدی کا نہ دیتے :-

ابن ابی شیبة قال حدثنا وکیع قال حدثنا عبد الله
بن شبرمة عن الشعبی فی دجاجة ماتت فی بیر
قال تعاد منها الصلوٰة و تغسل الثیاب [4]

اور ابن منذر بباعث مرنے انسان کے تمام پانی نکالنے کا حکم نہ دیتے :-

قال ابن المنذر فی الانسان یموت فی البیر تنزح کلها [5]

---

[1] بخاری، کتاب الوضوء، ما یقع من النجاسات الخ، ج ۱ ص ۳۷-
[2] المصنف، لعبدالرزاق، کتاب الطهارة، باب البیر تقع فیہ الدابہ، ج ۱، ص ۸۱-
[3] ایضاً ، ، ، ، ،
[4]
[5]

اور اسی پر ہیں امام اوزاعی اور لیث بن سعد اور امام مالک وغیرہم پس باجماع اہل
ناپاک ہونا پانی قلیل کا بوقوع نجاست متحقق ہوا، جو شخص کہ پاکی کا قائل ہے وہ مخالفت کرتا
احادیث کی اور جمہور علماء کی اور مصداق ہے اس حدیث کا :-

اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار [1]

یعنی مستوجب نار کا۔ اللھم احفظنا منہ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی

سوال ۱۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ انسان کی منی
پاک ہے یا ناپاک؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ منی سے انسان پیدا ہوتا ہے اور وہ اشرف
اور خلیفۃ اللہ ہے اس لئے منی کو پاک ہونا چاہیے۔ دلائل اور براہین کے ساتھ جواب
فرمائیں، اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عطا فرمائے۔

الجواب

احادیث شریفہ سے ثابت ہے کہ منی انسان کی ناپاک ہے چنانچہ حدیث حضرت
رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صحیح بخاری میں آئی ہے کہ فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
میں پارچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منی کو دھوتی تھی :-

عن سلیمان بن یسار قال سألت عائشۃ عن المنی
یصیب الثوب فقالت کنت اغسل من ثوب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث متفق علیہ [2]

اور اسی طرح حدیث عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہوتا ہے :-

وذکر عمر بن الخطاب لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] مشکاۃ، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، حدیث نمبر ۴۳، فصل ۲۔

[2] مشکاۃ، کتاب الطہارۃ، باب تطہیر النجاسات، حدیث نمبر ۵، فصل ۱۔

انه تصیب الجنابة من اللیل فقال له رسول الله صلی الله علیه وسلم توضأ واغسل ذکرک ثم نم رواه البخاری[1]

ان ہر دو احادیث سے ثابت ہوا کہ منی انسان کی ناپاک ہے اور اگر ناپاک نہ ہوتی توکیوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کپڑے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوتیں اور کیوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دھونے کا حکم فرماتے ؟

یہی مذہب ہے امام اعظم اور امام مالک اور ثوری اور اوزاعی اور حسن بن حئی اور امام احمد اور محمد بن الازہری اور ابی معاذ البلخی اور حسن بصری کا، رحمہم اللہ تعالیٰ۔

وبه قال مالك والثوري والاوزاعي والحسن بن حي واحمد في رواية الا ان مالكا قال يغسل رطبة ويابسة وهو قول الحسن البصري وهو قول بعض مشائخ بلخ مثل محمد بن الازهري وابي معاذ البلخي انتهى ما في العيني شرح الهداية[2]۔

صحابہ اور تابعین مثل عمر و عائشہ و جابر و حسن بصری وغیرہم (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کا یہی مذہب ہے کہ ناپاک ہے :-

وعن الحسن ان المني بمنزلة البول فهؤلاء والصحابة والتابعون قد غسلوا المني وامروا بغسل الثياب منه وهذا انما للنجاسة (عيني شرح هدايه)[3]

البتہ منی رقیق تر اور منی غلیظ خشک میں بہ نسبت کیفیت کے فرق ہے کہ ناپاکی منی رقیق تر بغیر دھوئے پاک نہیں ہوتی اور ناپاکی منی غلیظ خشک کی رگڑنے یا چھیلنے سے دور ہو جاتی ہے اور یہی مذہب ہے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا مطابق حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جو مسلم اور دار قطنی میں آئی ہے :-

قالت عائشة واني لاحكه من ثوب رسول الله صلى

---

[1] مشکوٰۃ کتاب الطہارت، باب مخالطۃ الجنب، حدیث ۲، فصل ۱۔

[2] شرح ہدایہ، عینی۔

[3] شرح ہدایہ، عینی

اللہ علیہ وسلم یابسا بظفری رواہ مسلم [1]

۲- وعن عائشۃ قالت کنت افرک المنی من ثوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یابسا واغسلہ اذا کان رطبا رواہ الدارمی [2]

اور جو کہ اسراف وقت اور پانی بمضمون انہ لایحب المسرفین [3] ممنوع اور ... ہے پس بحالت پاکی منی کے دھونے یا فرک کا حکم نہ ہوتا کما لا یخفی علی الما... بالاحادیث۔

اگر کوئی اعتراض کرے کہ اصل انسان کی منی ہے اور انسان مکرم ہے پس نہیں ... کہ اصل انسان کی ناپاک ہو۔

(جواب) اولاً معلوم کرنا چاہیے کہ شرافت وکرامت بنی آدم کی بلحاظ اصل خلقت کے ... ہے بلکہ کرامت بنی آدم کی بجہت تقویٰ اور دینداری کے ہے کما قال اللہ تعا... ان اکرمکم عند اللہ اتقکم [4] ورنہ بہ نسبت کفار یہ نہ فرماتا یاایھا الذین ا... انما المشرکون نجس [5] اور احادیث میں کفار منسوب بنتن کیے گئے ہیں ... بظاہر منطوق نص جسم کفار کا پلید ہے جیسا کہ ابن عباس سے روایت ہے:-

ان اعیانہم نجسۃ کالکلاب والخنازیر (تفسیر کبیر [6])

اور حسن سے روایت ہے کہ اگر جسم کفار کا مس ہو جاوے تو وضو کرے:-

عن الحسن من صافح مشرکا توضأ [6]

پس اگر کرامت بلحاظ اصل خلقت کے ہوتی تو کفار اور مومن مساوی ہوتے کیونکہ ...

---

[1] مسلم، کتاب الطہارۃ، باب حکم المنی، ج ۱، ص ۱۴۰۔

[2] دارقطنی، کتاب الطہارۃ، باب ما ورد فی طہارۃ المنی الخ، حدیث نمبر ۳۔

[3] سورۃ الاعراف، آیت ۳۱۔

[4] سورۃ الحجرات، آیت ۱۳۔

[5] سورۃ التوبہ، آیت ۲۸۔

[6] تفسیر کبیر، سورۃ التوبہ، زیر آیت انما المشرکون نجس، ج ۴، ص ۴۲۹۔

... عناصر اور منی ہے اور اگر اصل بلحاظ شکم مادری لی جاوے تو بھی سب بنی آدم کی شرشت
... خون سے ہے کہ ہر دو ناپاک ہیں جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے :

خلقکم من تراب ثم من نطفۃ ثم من علقۃ الآیۃ ؎

... فرمایا :-

قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمہ

الا ان یکون میتۃ او دما مسفوحا الآیۃ (الانعام: ع ۱۸)

اگر منی کو پاک فرض کر لیا تو علقہ اور خون کہاں پاک رہا ؟ پس ثابت ہوا کہ غلاظت
... محل کرامت بنی آدم کو نہیں ہے کیونکہ شرافت و بزرگی بنی آدم کی بعد خلقت کاملہ کے
... ہے اور حکم شے کا بعد تبدل ماہیت اور تغیر ہیئت کے بدل جاتا ہے یعنی پاک شے
... ہو جاتی ہے اور ناپاک پاک ہو جاتی ہے۔ آیا نہ دیکھا کہ شیرۂ انگور پاک ہے اور وہی
... خمر ناپاک ——— اور خمر ناپاک بعد تغیر بماہیت سرکہ پاک ہو جاتی ہے ———
... مسک ؏ ناپاک ہے اور مسک پاک ——— اور سگ اور خر مردہ معدن نمک میں
... ہونے کے پاک ہے ——— اور غذا پاک اندر معدہ کے بعد پختگی کے سفل اور
... کے ناپاک ہو جاتی ہے ——— اور خون ناپاک بعد پختگی کے بہ قابلیت جسم پاک ہے
... کی بنی آدم کی بعد تغیر علقہ ہونے کے ہے ——— آیا نہ دیکھا حدیث شریف میں کہ حضرت
... صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

لہا صدقۃ و لنا ھدیۃ ؎

اور بہت سی احادیث در باب ناپاکی منی وارد ہوئی ہیں کہ بعض ان کی غسل پر دال
ہیں اور بعض فرک (رگڑنا) پر ، واسطے خوف طوالت کے درج نہیں کی گئیں اور کسی حدیث
سے یہ نہیں ثابت ہوا کہ بغیر فرک یا غسل کے پاک ہو جاتی ہو ، فافہم واللہ اعلم بالصواب ۔

حررہ و اجابہ خاکپائے محمد مسعود نقشبندی دہلوی

؏ کستوری ، اس کی اصل خون ہے ۔

؎ سورۃ المؤمن ، آیت ۶۷ ۔

؎ (الف) مشکوٰۃ ، کتاب الزکاۃ ، باب من لا تحل لہ الصدقۃ ، حدیث ۵ ، فصل ۱ ۔

(ب) مسلم ، کتاب الزکاۃ ، باب اباحۃ الہدیۃ الخ ، ج ۱ ، ص ۳۴۵ ۔

الجواب

۱۔ بصورتِ مرقومہ جوتی میں تر پاؤں رکھنے سے دوبارہ پاؤں دھونے اور پاک کر...
نہیں آتے:

ولو وضع رجله المبلولة على ارض نجسة او
بساط نجس لا يتنجس۔ عالمگیری[1] فقط۔

۲۔ تاریکی میں نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ میں تاریکی...
نماز پڑھتے تھے کما فی الحدیث فرض ونفل برابر ہیں فقط۔

۳۔ زوجہ زید کی بعد جننے اولاد کے عمرو سے زید کے پاس آجاوے وہ عورت بغیر...
دوبارہ کے زید پر حلال ہے، کچھ نکاح ثانی کی ضرورت نہیں، فقط۔

۴۔ "میں نے تو اس کو چھوڑ دیا" کنایہ سے ہے، نیت طلاق کی شرط ہے، اگر...
نیت طلاق کی وقت کہنے اس لفظ کے کی ہے (تو طلاق بائن ہو جائے گی ورنہ نہیں
طلاق بائن میں نکاح ثانی لازم ہے هكذا فی کتب الفقہ۔

حررہ واجابہ خاکِ رہ: محمد مسعود نقشبندی دہلوی

سوال ۱۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں، ایک کنوئیں میں ایک کرسی یعنی
اُپلے کا گر گیا بقدر ڈیڑھ گرہ کا اور پھولا ہے نہیں ——— آیا واسطے کنوئیں کے کیا...
پاک ہے یا ناپاک ہے، اگر ناپاک ہے تو کس قدر پانی نکلنا چاہئے۔ بحوالہ کتب
تحریر فرمائیے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

واضح ہو کہ کنز الدقائق میں لکھا ہے:۔

لا ينزح ببعر ابل وغنم وخرء حمام و
عصفور[2] انتهى۔

---

[1] عالمگیری، کتاب الطہارۃ، باب الانجاس، فصل ۲، ج ۱، ص ۴۷۔
[2] کنز، کتاب الطہارت، ص ۸۔

لعدم النجاسة فلو وقع ثلاث بعرات ينزح لانه کثیر ولا فرق بين الصحيح والمنكسر والرطب واليابس والخثى والروث لشمول الضرورة وهو الصحيح وكذا لا فرق بين ابار الفلوات و الامصار (شرح عینی[1]) وكذا فى الدر المختار ولا بعرتی ابل وغنم ای لا ننزح بهما وهذا استحسانا قال فى الفيض فلا ينجس الا اذا كان كثيرا سواء كان رطبا او يابسا صحيحا او منكسرا ولا فرق بين ان يكون للبئر حاجزا كالمدن اولا كالفلوات هو الصحيح انتهى ما فى الشامى[2]۔

پس رد ہوا قول فرق کا مابین چاہ صحرا اور آبادی کے کیونکہ صحیح مذہب میں فرق نہیں ہے۔ ایسا ہی ہے عالمگیری میں :۔

(ا) و بعر الابل و الغنم اذا وقع فى البئر لا يفسد ما لم يكثر۔

(ب) هكذا فى فتاوى قاضيخان وعن ابى حنيفة ان الكثير ما استكثره الناظر و القليل ما استقله وعليه الاعتماد۔

(ج) وهكذا فى التبيين و البعر الكثير ما لا يخلو دلو منه والقليل بخلافه وهو الصحيح كذا فى شرح المبسوط للامام السرخسى والنهاية۔

(د) وفى الجامع الصغير الصحيح انه لا فرق بين الصحيح والمنكسر والرطب و اليابس۔

(ه) كذا فى الخلاصة ولا فرق بين الروث والخثى و البعر۔

(و) كذا فى الهدايه ولا فرق بين ابار المصر و الفلوات۔

---

[1] شرح ہدایہ، عینی،

[2] شامی، کتاب الطہارۃ، باب المیاہ، فصل فی البئر، ج ۱، ص ۱۴۷۔

(ش) کذا فی التبیین وھو الصحیح لان الضرورة قد تقع فی الجملة فی المصر ایضاً کذا فی الحمامات والرباطات کذا فی محیط السرخسیؒ انتھیٰ مافیہ۔

پس رد ہوا قول کہ امصار میں ضرورت نہیں ہے بلکہ صحیح یہی ہے کہ امصار میں ضرورت ہے ـــــــ افسوس کہ صحیح مذہب کو ضعیف کے بدلے کہ شامی میں بلفظ مندرج عبارت معترض کی درج ہے کما تقدم، بسبب ہوائے نفس چھوڑ دیا اور عبارت ضعیف کہ ساتھ قیل کے ہے تاتارخانیہ سے ذکر کردی:۔

ھذا ھو العمل علیٰ لا تقربوا الصلوٰۃ بترک وانتم سکٰری

حالانکہ اسی عبارت تاتارخانیہ سے ثابت ہوا کہ اگر ضرورت نہ ہو تو نجس ہوتا ہے اور صحیح یہی ہے کہ امصار میں بھی ضرورت ہے جیسا کہ محیط سرخسی سے ذکر کیا گیا اور طرفہ کہ معترض کی سمجھ میں عبارت تاتارخانیہ کی نہیں آئی کیونکہ سائل کا سوال یالبس سے ہے تاتارخانیہ میں یالبس کے ساتھ اکثروں نے قید ضرورت کی لگائی ہے اور امصار میں ضرورت ہوتی ہے پس بلاریب حسب سوال چاہ ناپاک نہ ہوا کما قال:۔

واکثرھم علیٰ انہ لوکان فیہ ضرورة و بلویٰ لا ینجس[1]

اور شرح عینی ہدایہ سے جو عبارت معترض نے نقل کی ہے اس میں صحیح اور راجح یہی امر ہے چاہ ناپاک نہیں ہوتا اگرچہ 'قیل' سے اختلاف لکھا ہے پس دراصل یہ خلاف ہے اختلاف نہیں ہے اور قول مرجوح ہے اور فتویٰ دینا قول مرجوح اور ضعیف پر خلاف اجماع ہے اور قابل قبول کے نہیں ہے:۔

قال العلامة قاسم فی تصحیحہ ان الحکم و الفتویٰ بما ھو مرجوح خلاف الاجماع وقال ایضاً فی فتاویٰ ۔۔ ولیس للقاضی المقلد ان یحکم بالضعیف لانہ لیس من اھل الترجیح فلا یعدل عن الصحیح الالقصد غیر جمیل ولو حکم لا ینفذ لان قضائہ قضاء

---

[1] عالمگیری، کتاب الطہارة، باب فی المیاہ، ج ۱، ص ۱۹۔

[2]

بغیر الحق لان الحق ھو الصحیح[۱]۔

اور ایسا ہی بحر الرائق کے مصنف نے بعض رسائل اپنے میں لکھا ہے :۔

اما القاضی المقلد فلیس لہ الحکم الا بالصحیح المفتی بہ فی مذھب ولا ینفذ قضاء بالقول الضعیف ھکذا کلہ فی الشامی وھکذا فی الدر المختار[۲]۔

پس صحیح اور قابل اعتماد کے یہی امر ہے کہ چاہ ناپاک نہیں ہوا واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ واجابہ خاکپ رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۹ محرم الحرام ۱۳۰۴ھ ہجری

سوال ۱۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ اولیٰ وقت ظہر کا سب کے نزدیک کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ و ائمہ اربعہ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے کس وقت پڑھی ہے اور بعض ڈیڑھ بجے کی قید لگاتے ہیں باوجود نہ ہونے شدت گرمی کے اور عصر کا وقت بھی بیان کر دیں۔

الجواب

اولیٰ اور افضل وقت ظہر کا موسم سرما میں بعد ڈھلنے آفتاب کے ہے چنانچہ احادیث میں آیا ہے :۔

عن عبد اللہ بن عمرو ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقت الظھر اذا زالت الشمس وکان ظل الرجل کطولہ ما لم یحضر العصر الحدیث[۳] (رواہ مسلم وغیرہ احادیث)

اور افضل ظہر کا موسم گرما میں ابراد یعنی تاخیر ہے کہ اس میں بھی احادیث آئی ہیں کما فی بخاری :۔

---

[۲] شامی، جلد ۴، کتاب القضاۃ، ص ۳۳۵،

[۳] مسلم، کتاب المساجد، باب اوقات الصلوات الخمس، ج ۱، ص ۲۲۳۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اشتد الحر
فابردوا بالصلوٰۃ فان شدۃ الحر من فیح جہنم [1]

اور دوسری حدیث میں بروایت ابی ذر ہے :-

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتظر انتظر
وقال شدۃ الحر من فیح جہنم فاذا اشتد الحر
فابردوا عن الصلوٰۃ حتی رأینا فیئ التلول
(رواھما البخاری) [2]

ماسوا اس کے اور بھی احادیث ہیں بخاری وغیرہ صحاح ستہ میں، پس موسم گرما میں
ابراد یعنی قریب دو بجے کے پڑھنا مستحب ہے اس پر اجماع صحابہ اور علماء کا ہے اور یہی مذہب
شافعی رحمہ اللہ تعالے سے اور یہی مذہب امام اعظم صاحب رحمہ اللہ تعالے کا جیسا کہ لکھا ہے
امام نووی رحمہ اللہ تعالی نے شرح مسلم میں :-

والصحیح استحباب الابراد وبہ قال جمہور العلماء
وھو المنصوص للشافعی رحمہ اللہ تعالی وبہ قال جمہور
الصحابۃ لکثرۃ الاحادیث الصحیحۃ فیہ المشتملۃ علی
فعلہ والامر بہ فی مواطن کثیرۃ ومن جھۃ جماعۃ
من الصحابۃ رضی اللہ عنہم انتہی ما فیہ [3]

اور اسی لئے تاخیر نماز ظہر کو موسم گرما میں اختیار کیا ہے اہل علم نے جیسا کہ ترمذی میں ابو عیسیٰ نے
ہے اور یہی قول احمد اور ابن المبارک اور اسحٰق کا ہے :-

وقد اختار قوم من اھل العلم تاخیر صلوٰۃ
الظھر فی شدۃ الحر وھو قول ابن المبارک واحمد
واسحٰق انتہی [4]

---

[1] بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب الابراد بالظہر الخ، ج ۱، ص ۷۶۔
[2] ایضاً " " " " " "
[3] شرح مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الابراد بالظہر، ج ۱، ص ۲۲۴۔
[4] ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی تاخیر الظہر الخ، ص ۲۳۔

اور موسم گرما میں تاخیر ظہر اولیٰ اور انسب ہے۔ اگر یہ کہا جاوے کہ تاخیر ظہر موسم گرما میں
...ص کے واسطے ہے جو اشخاص کہ راہ دور سے آویں اور اہل محلہ کو مسجد محلہ میں تاخیر اولے
...ہے جیسا کہ قول امام شافعی رحمہ اللہ تعالےٰ کا ہے، یہ کہنا مخالف ہے حدیث ابی ذر کو:-

عن ابی ذر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان فی سفر ومعہ بلال فاراد ان یقیم فقال ابرد ثم اراد ان یقیم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابرد فی الظھر قال حتی رأینا فیئ التلول ثم اقام فصلی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان شدۃ الحر من فیح جھنم فابردوا عن الصلوٰۃ رواہ الترمذی[1]-

پس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو کہ مسجد کے متصل بھی رہتا ہو اس کو بھی تاخیر ظہر
مستحب ہے کیونکہ سفر میں صحابہ بہت ہی قریب مسجد کے تھے، ایسا ہی لکھا ہے
...نے سنن ترمذی میں:-

ومعنی من ذھب الی تاخیر الظھر فی شدۃ الحر اولیٰ واشبہ بالاتباع واما ما ذھب الیہ الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ ان الرخصۃ لمن ینتاب من البعد للمشقۃ علی الناس فان فی حدیث ابی ذر ما یدل علی خلاف ما قال الشافعی ۔۔۔ فلو کان الامر علی ما ذھب الیہ الشافعی لم یکن للابراد فی ذلک الوقت معنی لاجتماعھم فی السفر وکانوا لا یحتاجون ان ینتابوا من البعد انتہی[2]

اور اسی حدیث ابی ذر سے ثابت ہوا کہ ظہر کا وقت دو مثل تک رہتا ہے اور بعد
...کے وقت عصر کا شروع ہوتا ہے تداخل نہیں ہے چنانچہ کلمہ "فیئ التلول" کا دلالت

---

[1] ...ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی تاخیر الظہر الخ، ص ۲۲۔
[2] ...ایضاً۔

کرتا ہے کیونکہ سایہ ٹیلیوں کا کم از کم دو مثل نہیں ہوتا اور اس میں شک نہیں ہے کہ بعد دو مثل کے
سایہ ٹیلیوں کا معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۱۰ رجب المرجب ۱۳۰۲ھ ہجری

سوال ۱۶

امامت ایسے شخص کی جس کا الٹا ہاتھ مونڈھے سے کٹا ہو جائز ہے یا ناقص ہے
بینوا توجروا۔

الجواب

امامت ایسے شخص کی جس کا ایک ہاتھ کٹا ہو، جائز ہے بکراہت تنزیہہ جیسا کہ
میں فتاوے صوفیہ سے نقل کیا ہے:۔

ومن لہ ید واحد[1] فقط

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۳ رشعبان ۱۳۰۰ھ ہجری

سوال ۱۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ سے
زید بارہ برس تک بلقب "بیٹی" کے کہتا رہا اور حیات میں ہندہ کے خاوند کے
سے زنا خفیہ کرتا رہا ——— اور خاوند ہندہ کا زید کا حقیقی بھانجہ تھا، جب
تو بعد فوت اس کے خاوند کے، زید نے ہندہ سے نکاح پڑھایا، چنانچہ ہندہ اب
زید کی زوجیت میں ہے۔

دوسرے عمرو کا بکر خالو ہے اور بسبب عمرو کی حقیقی خالہ گھر میں بکر کے ہونے
اس کی آمد ورفت عمرو کے ہاں رہی، عرصہ پانچ برس سے بکر مسماۃ حفظہ سے زناکاری کی
اور جب عمرو نے بکر کی آمد ورفت میں روک ٹوک کی اور حفظہ کی بھی حفاظت اور نگرانی کی

---

[1] شامی، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، مطلب فی امامۃ الامرد، ج ۱، ص ۳۷۸۔

...نے حفظ کو ورغلا کر عدالت فوجداری میں نان ونفقہ کی نالش دائر کی ہے اور طرح طرح سے درپے آزار ہے اور بکر پیش امام بھی ہے اور قاضی بھی قصبہ کا ہے، نکاح بھی پڑھاتا ہے۔ آیا ایسے شخص فاسق، زناکار کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے؟ اور ایسے شخص کا نکاح پڑھایا ہوا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بصورتِ مرقومہ معلوم کرنا چاہیے کہ ثبوت زنا کا عندالشرع بہت ہی مشکل ہے، بحالت عدم ثبوت سائل قاذف ہوگا پس بشرط ثبوت زنا بکر فاسق ہوگا اور اس کے پیچھے نماز جائز ہوگی ساتھ کراہت کے، اگر اس سے بہتر کوئی دوسرا امام ہو، ورنہ بلا کراہت جائز ہوگی اگر ثبوت نہ ہوا تو سائل فاسق ہوگا اور اس کے پیچھے نماز بکراہت جائز ہوگی اور نکاح پڑھایا اس کا بہر حالت جائز ہے:۔

ویکرہ تنزیہا امامۃ عبد واعرابی و فاسق واعمٰی الا ان یکون اعلم القوم فھو اولٰی (تنویر الابصار[1])

وفاسق من الفسق وھو الخروج عن الاستقامۃ ولعل المراد بہ من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانی واکل الربٰو ونحو ذٰلک (شامی[2])

واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکپا رہ: محمد مسعود نقشبندی دہلوی

سوال ۱۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دینِ متین ومفتیانِ باصدق ولیقین ایسے شخص کی اقتداء میں جو امام ... ہے اور جس کے افعال مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) خائن فی حقوق اللہ (۲) گالیاں فحش بکنے والا (۳) بازاروں میں مفسدہ پرداز ... حیلہ ساز (۵) مغلوب الغضب (۶) خواہ حق ہو یا ناحق ہو، برا کہنے والا اتفاق ... سے جب کہ امورِ خیر پر متفق ہوں (۷) ہتک عزت کرنے والا ایسے مسلمان کے

---

[1] تنویر و در مختار، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، ج ۱، ص ۸۳۔

[2] شامی، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، ج ۱، ص ۳۷۶۔

جو مضمون قرآن وحدیث کا بیان کرتا ہو بعد استماع مضمون مذکور کے (۸) توڑنے
اپنے عہد کا جب کہ کامل طور پر لکھ چکا ہو (۹) اور افعالِ قبیحہ سے توبہ کر کے
ثابت نہ رہے۔

آیا ایسا شخص قابل امامت ہے یا نہیں؟ ——— سوائے جہلاء کے جو
صلوٰۃ نہیں اہلِ علم اور شریف لوگ اس کی امامت سے ناراض ہیں بسبب فسق کے اور
فاسق معلن ہونے کے اس کو معزول کرنے سے بھی معذور ہیں جب تک استفسار علماء
مدلل بہ ادلہ شرعیہ نہ ہو ——— اور جہلاء میں اس کا اظہار نہ ہو تب تک کوئی اس کو
کے رہبار اکیا لیتا ہے، ہم کو کیا غرض پڑی ہے کہ ہم معزول کریں، لہٰذا آپ حضرات
خدمت میں عرض ہے کہ اگر ایسا شخص قابل امامت کے نہیں ہے تو ہم بندگانِ خدا اس کا
عوام الناس میں کریں تاکہ وہ لوگ بھی معلوم کرلیں کہ واقعۃً ایسا شخص قابل امام بنانے کے

الجواب

بصورتِ مسئولہ امام باوصافِ مذکورۃ السوال فاسق اور فاجر ہے اور چونکہ فسق
وجہ سے مقتدی اس سے ناراض ہیں لہٰذا وہ امام مورد اس حدیث شریف کا ہے:-

ثلاثۃ لا تقبل منہم صلوتہم من تقدم قوما وہم له
کارہون' الحدیث رواہ ابو داؤد [1]

اگر فاسق سے بہتر دوسرا شخص ہو اس وقت میں نماز اس کے پیچھے پڑھنی مکروہ
ہے یعنی قریب حرام کے، یا فسق و فجور کے سبب سے مقتدی اس سے ناراض ہیں
اس کے پیچھے نماز پڑھنی قریب حرام کے ہے کما فی الدر المختار:-

ولو ام قوما وہم له کارہون ان الکراہۃ
لفساد فیہ اولانہم احق بالامامۃ منہ کرہ له ذلك
تحریما (لحدیث ابی داؤد) [2]

اور نمازیوں کو چاہئے کہ اگر طاقت اس کے موقوف کرنے کی نہ ہو تو اس کے پیچھے نماز

---

[1] مشکوٰۃ، کتاب الصلوٰۃ ——— باب الامامۃ، حدیث ۷، فصل ۲۔

[2] درمختار، کتاب الصلوٰۃ، باب الامامۃ، فصل ۳ ، ج ۱ ص ۸۶۔

...ری مسجد میں جاکر نماز کو ادا کریں تاکہ حرمت سے بچیں اور نماز کامل ادا ہو :-

الفاسق اذا کان یؤم یوم الجمعۃ وعجز القوم عن منعہ قال بعضہم یقتدی بہ فی الجمعۃ ولا تترک الجمعۃ بامامتہ وفی غیر الجمعۃ یجوز ان یتحول الی مسجد اخر ولا یأثم بہ ھکذا فی الظہیریۃ والعالمگیری[1]

پس ایسے شخص کو امامت سے دور کرنا چاہیئے کیونکہ انتشار نمازیوں کا بصورت عدم ...وقوف امام فاسق کے لازم آتا ہے اور ہتک مسجد اور عدم ذکر الٰہی پیدا ہوتا ہے پس ضرور ...کہ فاسق کو امامت سے دور کیا جائے ورنہ اہلِ محلہ مورد اس آیہ کریمہ کے ہوں گے :-

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللّٰہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعٰی فی خرابہا[2]

...جد مذکور کو خراب ہونے سے بچاویں۔ واللّٰہ اعلم بالصواب والیہ المرجع ...المآب۔

حررہ واجابہ خاکِ رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۲ ہجری

سوال ۱۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے میں کہ ایک مسجد میں مدت سے ...ہے اور سب آدمی اس امام مسجد سے خوش اور کسی طرح سے رنجیدہ نہیں ہیں، ایک شخص دوسرا ...امام مسجد سے عداوت رکھتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ میں نماز پڑھانے لگوں، اکثر آدمی امام سابق ...راضی ہیں بہ نسبت امام جدید، تھوڑے سے مقتدی کوئی دو چار آدمی اس شخص سے بھی راضی ...ہیں اور وہ شخص یہ بھی کہتا ہے کہ امام مقرر ہونا حدیث شریف سے ثابت نہیں ہے، فقط

الجواب

امام حی یعنی امام محلہ وہ امام ہے جس کو کل اہلِ محلہ نے یا اکثر اہلِ محلہ نے اپنی رضامندی سے

---

[1] عالمگیری، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، فصل ۳، ج ۱، ص ۸۶ -
[2] سورۃ البقرہ، آیت ۱۱۴ -

مقرر کیا ہو پس بغیر اذن امام جی کے کسی دوسرے شخص غیر کو نماز پڑھانی اس محلے میں جائز نہیں
یہی امر ثابت ہوتا ہے حدیث شریف سے :-

عن ابی مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم لا یومن الرجل الرجل فی اھلہ ولا فی سلطانہ
رواہ مسلم [1]

معنی اس حدیث کے نزدیک محدثین اور علماء و فقہاء کے یہ ہیں کہ امام مسجد کا حق زیادہ
غیر اپنے سے، اگرچہ غیر فقیہ یا قاری یا پرہیزگار امام جی سے زیادہ ہو جیسا کہ شرح مسلم
امام نووی نے لکھا ہے :-

معناہ ما ذکرہ اصحابنا وغیرھم ان صاحب البیت
والمجلس وامام المسجد احق من غیرہ وان کان
ذلک الغیر افقہ واقرأ واورع وافضل منہ
انتہی [2]

اسی واسطے مالک بن الحویرث نے مسجد محلہ میں آپ امامت نہ کی اگرچہ اہل محلہ نے ان کو امامت
کے واسطے کہا بھی بلکہ مالک بن الحویرث نے یہ کہا کہ :-

قدموا رجلا منکم یصلی بکم [3]

یعنی امام مسجد کو امام کرو ـــــــ جیسا کہ حدیث مروی ابوداؤد میں ہے۔ پس حدیث سے ثابت
ہوا کہ امام مسجد کا مقرر ہوتا ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ حدیث سے تقرری امام کی ثابت نہیں
مخالفت کرتا ہے حدیث کی، پس جو شخص کہ امام مسجد سے عداوت رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ
امام ہوں وہ گنہگار ہے اور اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہیے کیونکہ احادیث سے ثابت ہے
کہ جو شخص کہ طالب کسی منصب کا ہو اس کو وہ منصب نہ دینا چاہیئے، واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ واجابہ خاکسار: محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۱۲ر جمادی الثانیہ ۱۳۰۲ھ ہجری

---

[1] مشکاۃ، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، حدیث ۱، فصل ۱ ـــ (مختصر)
[2] [3] شرح مسلم للنووی، کتاب المساجد، باب من احق بالامامۃ ج ۱ ص ۲۳۶۔

الجواب

بر ماہران حدیث و فقہ مخفی نہ رہے کہ بصورت مسئولہ میاں گل حسین احق اور اولیٰ اور لائق امامت کے ہے۔ اول یہ کہ میاں گل حسین قاری ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ لائق امامت کے قاری ہے اور دوسروں سے مستحق ہے :-

عن ابی مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یؤم القوم اقرأھم لکتاب اللہ تعالیٰ (الحدیث) رواہ مسلم[2]

ابی سعید کی روایت میں ہے :- احقہم بالامامۃ اقرأہم[3]

یعنی لائق امامت کے قاری قرآن ہے۔

ایسا ہی واقع ہے کتب فقہ میں :-

الاحق بالامامۃ تقدیما بل نصبا (مجمع الانہر) الاعلم باحکام الصلوٰۃ ثم الاحسن تلاوۃ وتجویدا للقراءۃ[3] (در مختار)

یعنی لائق یہ ہے کہ امامت پنجگانہ کے واسطے قاری اور فروض و واجبات اور سنن نماز کا جاننے والا مقرر کیا جاوے۔

قولہ بل نصبا ای الامام الراتب (شامی)[4]

بلکہ چونکہ مولوی نعمت اللہ توتلا ہے اس کے پیچھے نماز ہی صحیح نہیں :-

ولا غیر الالثغ بہ ای بالالثغ علی الاصح (در مختار)[5]

یعنی بغیر توتلے کی توتلے کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہوتی ہے، یہی اصح مذہب، اور دوسری وجہ

---

[1] فتاویٰ مسعودی کے قلمی نسخے میں سوال درج نہیں ہے۔ (مسعود)

[2] مشکوٰۃ: کتاب الصلوٰۃ، باب الامامۃ، فصل اول۔

[3] درمختار، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، ج ۱، ص ۸۲۔

[4] شامی، کتاب الصلاۃ، 〃 ، ج ۱، ص ۳۷۴۔

[5] درمختار، کتاب الصلاۃ، 〃 ، ج ۱، ص ۸۵۔

سوال ۲۲

علمائے دین محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال ہے کہ ایک شخص یوں کہتا ہے کہ
سورت اول شروع کے بعد الحمد للہ شریف کے اگر کہیں اور سے قرارت کرے گا تو وہ نماز کم
ہوگی اور اگر علاوہ سورت ثانی سے پہلے فاتحہ بھول جاوے گا تو وہ نماز مطلق نہ ہوگی اگر
سہو بھی کیا ہو۔

الجواب

بعد الحمد کے جس جگہ قرآن میں سے پڑھے گا، نماز بلا نقصان ہو جائے گی، سورت
علاوہ کی کچھ شرط نہیں ہے کما دل علیہ الآیۃ:

فاقرءوا ما تیسر من القرآن [1]

اور فاتحہ بھول کے نہ پڑھنے سے نماز ہو جاتی ہے ولیکن سہو کا سجدہ واجب ہے، اگر سہو کا
نہ کرے گا تو اعادہ نماز کا ضروری ہے فقط

حررہ واجابہ خاکپائے محمد مسعود نقشبندی دہلوی
المرقوم ۱۱ رمضان شریف ۱۳۰۱ھ ہجری

سوال ۲۳

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین ان مسئلوں کے اندر:۔
سوال اول: صدقہ فطر کے دینے کا کیا طریق ہے کہ ایک آدمی کے حصہ کا فطرہ ایک ہی کو
دے یا بہت سوں کو تھوڑا تھوڑا تقسیم کر دینا درست ہے یا نہیں؟
سوال دوم: ایک آدمی کو روزہ رمضان شریف کا تھا، اس کو دس یا بارہ کو کس جانے
پڑا تو اس آدمی نے روزہ توڑ ڈالا، اور وہ آدمی ملازم انگریزی قوم کا ہے، تو اس پر روزہ
کا کفارہ آوے گا یا نہیں؟

---

[1] سورۃ المزمل، آیت ۲۰۔

سوال سوم: اگر کوئی امام 'لا' آیت کی جگہ ہر جگہ مطلق پڑھتا ہے، اس صورت میں کچھ نقصان ہے نہیں ؟

سوال چہارم: اگر کوئی شخص بروقت سیر کے یا کسی اور جگہ جانے کے اچھے کپڑے پہن کر جاتا ہے اور جب وقت نماز ہوتا ہے تو وہ اس وقت برہنہ یا چھوٹا سا جامہ پہن کر نماز پڑھتا ہے اور بجائے پگڑی کے کلاہ پہنتا ہے باوجودیکہ کپڑے موجود ہیں لیکن بہ سبب شدت گرما کے نہیں پہنتا، نماز اس کی درست ہوگی یا نہیں ؟

سوال پنجم: امام کو فرض میں تین آیت سے آگے لقمہ لینا درست ہے یا نہیں ؟

سوال ششم: شوہر کو اپنی عورت سے سینا یا روٹی پکانا یا اور کار خانہ لینا درست ہے یا نہیں ؟

سوال ہفتم: جس مسجد میں ایک جماعت ہو چکی ہے تو اس مسجد میں دوسری جماعت کرنی درست ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صدقہ ایک شخص کا ایک ہی شخص کو دینا اولیٰ اور انسب ہے اور اگر کئی شخصوں کو دیا، جائز ...

... شخص پر کفارہ لازم نہ آئے گا جیسا کہ مفہوم ہوتا ہے درمختار سے :-

کما یجب علی مقیم اتمام صوم یوم منہ ای رمضان سافر فیہ ای فی ذلک الیوم ولکن لا کفارۃ علیہ لو افطر

(در مختار) [1]

... آیت پر وقف کرنا بہتر نہیں ہے، اگر وقف کرے، ترک اولیٰ ہے جیسا کہ مفتی القراء ... لکھا ہے :-

"اگر بر سر آیت لا باشد از انجا باید گذشت اما اگر کسے وقف کند ... وقت اعادہ بوصل نیست انتہیٰ۔"

---

[1] ... کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم، فصل فی العوارض، ج ۱، ص ۱۵۴۔

۴۔ باوجود موجود ہونے لباس اچھے کے برہنہ یا جامہ خوردہ پہن کے یا باوجودگی عمامہ کے کلاہ سے نماز پڑھنی جائز ہے کمافی الحدیث ۔

عن محمد بن المنکدر قال صلی جابر فی ازار قد عقدہ من قبل قفاہ وثیابہ موضوعۃ علی المشجب فقال لہ قائل تصلی فی ازار واحد فقال انما صنعت ذلک لیرانی احمق مثلک وایناکان لہ ثوبان علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رواہ البخاری[1]

مگر عادت پکڑنی مکروہ تنزیہی ہے ۔

۵۔ امام کو بعد تین آیت کے لقمہ لینا فرضوں میں نہ چاہیے ۔

۶۔ زوجہ سے کام سینا یا روٹی پکانے کا لینا زبردستی درست نہیں ہے ۔ اگر زوجہ خوشی سے کرے مضائقہ نہیں ۔

۷۔ مسجد محلہ میں تکرار جماعت کی اذان اور اقامت کے ساتھ مکروہ ہے اور بلا اذان اقامت مکروہ نہیں ہے ۔ اور مسجد عام اور شارع عام میں تکرار جماعت ساتھ اذان اقامت کے مکروہ نہیں ہے کمافی الحدیث والفقہ ۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکپائے رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۱۳۰۳ھ ہجری

سوال ۲۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ حرف ضاد کو حرف ظاد کے مخرج سے ادا کر سکتے ہیں اور کیا ایسا کرنے سے نماز نہ ہوگی ؟

بینوا توجروا

---

[1] بخاری ، کتاب الصلوۃ ، باب عقد الازار فی الصلوۃ ، جلد اول ، ص ۵۱ ۔

الجواب

واضح ہو کہ بعد تعمیق نظر و تدقیق فکر کے ثابت اور متحقق ہوا کہ ض معجمہ کو ساتھ مخرج اصلی [illegible] استعلاء اور اطباق اور استطالۃ اور رخوۃ اور مجہوریت اپنی کے ادا کرنا چاہیے کہ [illegible] عرب فصیح ہے اور اسی پر عمل درآمد فصحاء عرب کا آج تک قرن بعد قرن اور بطن بعد بطن [illegible] ہے اور ض معجمہ کو بصورتِ ظاء معجمہ یا مشابہ صوت ظاء معجمہ پڑھنا نہ چاہیے کہ یہ صرف [illegible] عجمی جہال کا ہے جیسا کہ آئندہ ثابت ہوگا کیونکہ ہم مامور ہیں ساتھ پڑھنے قرآن بزبان قریش [illegible] کی زبان میں نازل ہوا ہے اور حکم نہ کئے گئے ہیں ساتھ پڑھنے زبان عجمی جہال کے کما [illegible] المجید والحدیث الحمید :-

کتٰب فصلت ایٰتہ قرانا عربیا لقوم یعلمون [1]

[illegible] یا فرمایا ہے :-

والکتٰب المبین انا جعلنٰہ قرانا عربیا لعلکم تعقلون [2]

[illegible] عربی میں یہ قرآن اتارا ہے چنانچہ لفظ عربیا کی تفسیر بلغۃ العرب مفسرین نے کی ہے [illegible] احادیث میں آیا ہے کہ قرآن عربی زبان قریش میں اترا ہے :-

عن انس بن مالک ...... قال فامر عثمان زید بن ثابت وعبد اللہ بن الزبیر وسعید بن العاص وعبد الرحمٰن بن حارث بن ہشام ان ینسخوھا فی المصاحف وقال اذا اختلفتم [illegible] وزید بن ثابت فی شیئ من القراٰن فاکتبوا بلسان قریش فان القراٰن انزل بلسانہم ففعلوا رواہ البخاری [3]

[illegible] ہے حدیث مشکوٰۃ میں :-

اقرءوا القراٰن بلحون العرب واصواتھا [4] (الحدیث)

---

[1] [illegible] حم السجدہ ، آیت ۳ ۔ [2] سورۃ الزخرف ، آیت ۲، ۳ ۔

[3] [illegible] ، کتاب المناقب ، باب نزل القرآن بلسان قریش ، ج ۲ ، ص ۴۹۷ ۔ (ملخصاً)

[4] [illegible] ، کتاب فضائل القرآن ، باب اختلاف القراءات ، حدیث ۱۱ ، فصل ۳ ۔ (ملخصاً)

[5] [illegible] ، ، باب آداب التلاوۃ الخ ، حدیث ۲۱ ، ، ۔

پس جب کہ یہ ثابت ہوا کہ قرآن کو بلسانِ قریش پڑھنا چاہیے کہ فصیح ہے نہ کہ بزبان غیر کہ غیر فصیح ہے تو لابد ہوا کہ ضاد معجمہ کو اپنے مخرج ذاتی میں مع صفات ادا کرنا چاہیے کہ خارج ہو یعنی ساتھ اتصال کنارہ زبان کے ڈاڑھ سے وایضاً :-

والضاد من حافته اذ ولیا لاضراس من ایسر او یمناھا [۱]

" ض از کنارہ زبان و کنج دہان واز نزدیک دندانہا کرسی واز جانبین تلفظ می تواں کرد ولیکن از جانب چپ آسان باشد " [۲]

(کما فی فوائد القرآن وغیرہ کتب القراء وھٰذا فی الشافیۃ)

اور ض معجمہ کو بشابہ صورت ظاء معجمہ کہ ضعیفہ اور غیر فصیح لسان عجم کی ہے، پڑھنا نہ چاہیے فی الشافیۃ وشرحہا :-

واما الصاد کالسین والطاء کالتاء والفاء کالباء والضاد والضاد الضعیفۃ بین الضاد والظاء والکاف کالجیم فمستہجنۃ تولدت من اولاد السراری حین جاء الاسلام وفتح البلاد [۳] (انتہی ما فی الشافیۃ والکافیۃ)

اور اسی طرح سے جاربردی شرح شافیہ میں :-

(قولہ فمستہجنۃ) ذکر فی الشرح الھادی ان الحروف المستہجنۃ انما نشأت لمخالطۃ العرب غیرھم و ذلک حین جاء الاسلام واقتنوا الجواری من غیر صلبھم وجاء منہم اولاد واخذوا حروفا من لغۃ امھاتہم وخلطوھا بلغۃ العرب [۴] انتہی۔

اور اسی طرح لکھا ہے رضی شرح شافیہ میں :-

---

[۱] مقدمۃ الجزریہ، شعر ۱۲، ۱۳ - / شرح طیبۃ النشر، ص ۲۹ -

[۲] شرح مقدمۃ الجزریہ ص ۸ - الشافیہ، فصل مخارج الحروف ۱۴۶ -

[۳] شرح شافیہ، فصل مخارج الحروف، ص

[۴] جاربردی شرح شافیہ، فصل مخارج الحروف، ص ۱۸۵

قولہ الضاد الضعیفۃ قال السیرافی انہا لغۃ قوم
لیس فی لغتہم ضاد اذا احتاجوا الی التکلم بہا فی العربیۃ
فربما اخرجوہا ظاء وربما تکلفوا فخرجت بین الضاد
والظاء انتہی[1]

پس ثابت ہوا کہ ض کو قصداً بصورت ظاء یا مشابہ صوت ظاء پڑھنا معیوب اور
... ہے اور کار جہال قبیلوں کا ہے نہ کہ اہل عرب فصحاء کا کہ جن کی زبان میں قرآن نازل ہوا
... ہے نہ توجد فی لغۃ الفصحاء یا معذور کا کار ہے کہ باوجود کوشش اخراج مخارج کے
... اپنے مخرج میں ادا نہیں ہوتا۔

یہاں غور و تامل کرنا چاہیے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سوائے لغت قریش
... لغت عرب کو قرآن میں لکھنے سے منع کیا تو کیونکر ضاد بصورت ظاء یا مشابہ صوت ظاء
... عجمی جہال کا ہے باوجود قدرت ادائے مخرج اصلی کے جائز اور فصیح قرار دیا جاوے، انصاف
... ہے چنانچہ جاربردی میں لکھا ہے کہ منع ہے پڑھنا ضاد کا مابین صوت اصلی ضاد اور صوت
... کے :-

والضاد الضعیفۃ ای التی لم تقو قوۃ الضاد المخرجۃ
من مخرجہا ولم تضعف ضعف الظاء المخرجۃ من
مخرجہا فانہا بینہما[2] (جاربردی شرح شافیہ)

... سبب سے قراء اور علماء و فصحاء پڑھنے ضاد کو بصوت ظاء منع کرتے ہیں چنانچہ کہا علامہ
... الجزری نے اپنے رسالہ قراءۃ منظومہ میں :-

والضاد باستطالۃ ومخرج ۔۔۔ میز من الظاء وکلہا تجی[3]

... شرح سے سمرقندی نے قواعد القرآن میں لکھا ہے :-

ض دشوار ترین از حروف است بر زبان باید کہ نیک رعایت کند تا مشابہ ظاء
یا زا یا ذال نشود خاصہ در مثل انقض ظہرک ـــــ و ـــــ فمن اضطر

---

[1] ... شرح شافیہ، فصل مخارج الحروف، ص
[2] ... بردی شرح شافیہ، فصل مخارج حروف، ص ۱۸۵ -
[3] ... مقدمۃ الجزریہ، شعر ۵۲

جو اشخاص کہ ضاد کو بصوت ظاء پڑھنا احسن جانتے ہیں تو ان کو لازم ہے کہ صاد کو بصوت
طاء کو بصوت تاء اور ثاء کو بصوت یا اور کاف کو بصوت جیم پڑھیں کیونکہ بعض صفات
اور سین کی ایک ہی ہیں جیسے ضاد اور ظاء کی اور اسی طرح سے صفات دیگر حروف کے

واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاک رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

سوال ۲۵

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین کہ در نماز قراءۃِ فاتحہ چہ حکم دار
امام از روئے کتاب وسنت قراءۃِ فاتحہ را چہ حکم است، بینوا توجروا۔

الجواب بعون الملک الوھاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی فتح لنا بمفاتیح فواتح ام القرآن
وافتتح ببسم اللہ فاتحۃ الکتاب کلامہ القدیم والصلوٰۃ و
علی من انزل علیہ القرآن وعلی الہ واصحابہ الذین کان
الاقتران، امابعد خاک رہ محمد مسعود نقشبندی مجددی شیخ رحیم بخش صدیقی دہلوی
سائل کہ سورۃ فاتحہ خلف امام چہ حکم دارد؟ ایں چند سطور تحریر در آوردہ منقسم بدو باب نمودہ
قراءۃ فاتحہ در نماز واجب ست دوم آنکہ خلف امام فاتحہ را چہ حکم است؟ و دریں باب
نہادہ شدند۔

فصل اول : در اثباتِ آں از کلامِ الٰہی۔

فصل دوم : اثباتِ آں از احادیثِ نبوی۔

فصل سوم : اثباتِ آں از آثارِ صحابہ و **بالدرۃ الیتیم فی القرآن العظیم** موسوم

فاسئل اللہ التوفیق علی اتمامہ واطلب الثواب علی ھدایتہ فللّٰہ الفضل
والمنۃ ومنہ الھدایۃ فی البدایۃ والنہایۃ۔

باب اول

(در بیان وجوب فاتحہ در نماز در حقِ امام و منفرد)

بر ماہران احادیث و کلامِ الٰہی مخفی و محتجب نماند کہ قراءۃ فاتحہ در نماز واجب ست و مطلق
… ز ہر جا کہ باشد فرض ست :-

کما نطق علیہ القرآن والاحادیث الذی امن علیہ
الثقلان فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ[1] ای فی الصلوٰۃ۔

… ہر چہ کہ از قرآن آسان باشد بخوانید، ازیں آیہ مطلق قراءۃ قرآن فرض ثابت میشود نہ کہ
… فاتحہ زیرا کہ لفظِ ما عام است شامل ست بر جمیع آیاتِ قرآنی ہمچنانکہ در آیہ کریمہ:

لِلّٰہِ ملک السمٰوٰت والارض یخلق ما یشاء[2]

… و حکمِ عام بر جمیع افراد و علی الانفراد قطعی و یقینی می باشد نہ کہ بر خاص فرد کہ حکم خاص
… قال صدر الشریعۃ فی التنقیح وعندنا وعند الشافعی یوجب
… کل و ہمچنیں است در تلویح :-

وعند جمہور العلماء اثبات الحکم فی جمیع ما
یتناولہ من الافراد قطعا ویقینا عند مشائخ العراق
وعامۃ المتاخرین وظنا عند جمہور الفقہاء والمتکلمین
وھو مذھب الشافعی والمختار عند مشائخ سمرقند
حتی یفید وجوب العمل دون الاعتقاد ویصح تخصیص
العام من الکتاب بخبر الواحد والقیاس انتہی ما فی التلویح[3]۔

پس ازیں آیت نزد حنفیہ فرضیت مطلق قراءۃ قرآن ثابت گردیدہ و بموجب اصول شافعی
… قراءۃ قرآن ثابت میشود و نہ فرضیت آں زیرا کہ نزد امام شافعی عام ظنی الدلالۃ است و نزد
… و فرضیت ثابت نمی شود مگر بہ دلیلے کہ قطعی الثبوت و قطعی الدلالۃ باشد و وجوب ثابت

---

[1] … مزمل، آیت ۲۰ ۔ [2] سورۃ الشوریٰ، آیت ۴۹ ۔

[3] … الباب الاول، فصل ثانی، حکم العام، ص ۷۰ ۔

نمی گردد مگر بہ دلیلے کہ قطعی الثبوت وظنی الدلالۃ یا بالعکس باشد پس چونکہ نزد شافعی عام ظنی الدلالۃ
ازیں آیۃ قراءۃ قرآن فرض نگردیدہ کجا کہ قراءۃ سورۂ فاتحہ و نزد ما کہ عام قطعی الدلالۃ است
مطلق فرض گردیدہ و فرق میانِ فرض و واجب نیست مگر در اعتقاد و در لزوم عمل برابر اند
منکرِ فرض کافر است و منکرِ وجوب کافر نیست فاسق است و در حکم فرق ایں ست کہ بترک
نماز فاسد شود و بترک واجب نماز فاسد نمیشود بلکہ ناقص و بسجدۂ سہو تدارک نقصان
کما فی الاصول۔

وایں فرقِ مذکور مابین فرض و واجب نزدِ حنفیہ است و نزد شافعیہ فرض و واجب
یکے است و مطابق آیہ ہذا در حدیث شریف نیز آمدہ است کہ بوقت تعلیم شخصے آنحضرت
اللہ علیہ وسلم فرمودہ اقرأ ما تیسر معک من القرآن یعنی ہر چہ کہ از قرآن ترا آسان
در نماز بخوانید :۔

عن ابی ھریرۃ ان رجلا دخل المسجد و رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم جالس فی ناحیۃ المسجد فصلی ثم جاء
فسلم علیہ فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیک
السلام ارجع فصل فانک لم تصل فرجع فصلی ثم جاء
فسلم فقال وعلیک السلام ارجع فصل فانک لم تصل
فقال فی الثالثۃ وفی التی بعدھا علمنی یا رسول اللہ
فقال اذا قمت الی الصلوٰۃ فاسبغ الوضوء ثم استقبل
القبلۃ فکبر ثم اقرأ بما تیسر من القرآن الحدیث
(متفق علیہ) [۱]

پس ازیں حدیث متفق علیہ صریح ثابت شد کہ مطلق قراءۃ قرآن در نماز فرض است
اگر سورہ فاتحہ فرض بودی ضرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در موضع تعلیم خواندن سورۃ فاتحہ ساکت
کما قال العینی [۲]

اذ لوکانت فرضا لامرہ صلی اللہ علیہ وسلم لان المقام مقام

---

[۱] مشکاۃ، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، حدیث ۱، فصل ۱۔

[۲] شرح ہدایہ، العینی،

تعلیم والبیان انتہی۔

و در حدیث دیگر کہ در مسلم از معاویہ بن الحکم السلمی آمدہ است مطلق قراءۃ قرآن آنحضرت صلی
...تعلیم نمودہ و مقید بفاتحہ نکردہ :-

عن معاویۃ بن الحکم السلمی قال فلما صلی رسول اللہ
علیہ وسلم فبابی ہو وامی ما رأیت معلما قبلہ ولا بعدہ
احسن تعلیما منہ فواللہ ما قہرنی ولا ضربنی ولا شتمنی
ثم قال ان ہذہ الصلوٰۃ لا یصلح فیہا شیئ من کلام
الناس انما ہو التسبیح والتکبیر و قراءۃ القرآن
رواہ مسلم [1]

...ض اعتراض بمیان نیارد کہ شاید بعد ازیں واقعہ نزول فاتحہ باشد، گویم کہ ایں واقعہ بمدینہ
است زیرا کہ رجل انصاری بود کما قال ملا علی القاری فی المرقاۃ قال
...سقلانی ہو خلاد بن رافع الانصاری و نزول فاتحہ در مکہ است چرا کہ سورہ حجر مکیہ
...فاق کما فی تفسیر الاتقان و خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تفسیر سبعا من
...والقرآن العظیم کہ در آیۃ ولقد اتینک سبعا من المثانی والقرآن
...سورۂ حجر واقع است الحمد نمودہ کما فی الصحیح البخاری :-

عن ابی سعید بن المعلی قال مر بی النبی صلی اللہ
علیہ وسلم و انا اصلی فدعانی فلم اٰتہ حتی صلیت ثم
اتیت فقال ما منعک ان تاتی فقلت کنت اصلی فقال الم
یقل اللہ یایہا الذین اٰمنوا استجیبوا للہ و للرسول
ثم قال الا اعلمک سورۃ فی القرآن قبل ان اخرج من
المسجد فذہب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیخرج
من المسجد فذکرتہ فقال الحمد للہ رب العٰلمین
ہی السبع المثانی والقرآن العظیم الذی اوتیتہ رواہ البخاری [2]

---

[1] ...: باب ما لا یجوز من العمل فی الصلوٰۃ، فصل اول، ص ۹۰۔

[2] ... کتاب التفسیر، باب قولہ ولقد اتینک سبعا من المثانی الخ، جلد اول، ص ۶۸۳۔

ونماز نیز در مکہ بہ شبِ معراج فرض گردیدہ وقراءۃ بفاتحہ در نماز مروج بود لیس ...
نزول فاتحہ قبل ازیں واقعہ ترویج قراءۃِ فاتحہ در نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قراءۃ فاتحہ
در موضع تعلیم تخصیص نہ نمودہ در مطلق قراءۃ قرآن حکم کردہ فافہم ولاتکن من الغافلین۔

وازیں جا شبہ عدم حفظ فاتحہ نیز دفع گردیدہ واز حدیثے کہ در صحیح مسلم از ابی ہریرہ
است ثابت میشود کہ مطلق قراءۃ قرآن در نماز فرض است:

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال

لاصلوٰۃ الا بقراءۃ الحدیث رواہ مسلم[1]

واگر گفتہ شود کہ مراد از ماتیسر فاتحہ است جواب دادہ میشود کہ از ماتیسر سورۂ اخلاص
یا سورۂ کوثر یا سورۂ والعصر مراد کردن اولیٰ تر است از فاتحہ زیرا کہ ہر سہ آسان تر اند از فاتحہ و حمل
نمودن ایں حدیث بر ماراد علی الفاتحہ یا بر عجز از فاتحہ غیر صحیح است زیرا کہ بریں ہر دو معنی دریں
ہیچ وجہ دلالت نیست فَانْتَبِہْ۔

واگر بالفرض والتقدیر ما زاد علی الفاتحہ حمل کردہ شود دریں صورت فرضیت ما زاد
آید حالانکہ نزد شافعی و نزد غیر آں ما زاد فرض است۔

واگر کدام کس بنظر عمومیت ما گوید کہ از ماتیسر جمیع ماتیسر مراد باید گوئیم کہ لفظ تیسر
مراد را اباء میکند زیرا کہ بحالت جمیع ماتیسر تیسر نمی ماند بلکہ یسر منقلب بہ عسر میشود واگر کدام کس بر فرضیت
فاتحہ از حدیث متفق علیہ سند گیرد کہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب متفق علیہ[2]
جواب ایں بچند وجہ دادہ میشود:-

جواب اول بدایں کہ خبر لا ضرور باید تا کہ صحت معنی حدیث گردد وآں کامل است پس تقدیر
ایں شد کہ لاصلوٰۃ کاملۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب یعنی بغیر فاتحہ نماز ناقص میشود کہ
چنانکہ حکم وجوب است کہ بہ سجدہ سہو تدارک شود۔

اگر گفتہ شود کہ تقدیر از افعال عامہ شامل چرا بحذف گوئیم کہ تقدیر ظرف بحسب قرینہ
از افعال خاصہ ہم آید کما فی عبد الغفور حاشیۃ شرح ملا:-

---

[1] مسلم، کتاب الصلاۃ، باب وجوب قراءۃ الفاتحہ الخ، ج ۱، ص ۱۷۰۔

[2] مشکاۃ، کتاب الصلاۃ، باب القراءۃ فی الصلاۃ، حدیث ۱، فصل ۱۔

وھو من الافعال العامۃ الشاملۃ للافعال غالبا
کالحصول و الکون لدلالۃ الظرف علیہ وقد یکون من
الافعال الخاصۃ اذا انساق الذھن الیھا بحسب المقام انتھی[1]۔

ودریں حدیث ابی ہریرہ کہ عنقریب خواہد آمد قرینہ صریحہ است بر تقدیر کاملہ چہ جائیکہ
در احادیث شائع است کہ حدیث لاصلوٰۃ للعبد الآبق ای لاصلوٰۃ کاملۃ
للعبد الآبق   یعنی نماز غلام گریختہ بایام گریختگی کامل نمی گردد نہ کہ صحیح نمی شود و چونکہ بعض الناس
میدانند کہ ایں حدیث در صحیحین نیست مارا حدیث از صحیحین باید لہٰذا حدیث صحیح مسلم و متفق علیہ
دریں مقام آوردہ میشود :۔

عن عائشۃ انی سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم
یقول لاصلوٰۃ بحضرۃ الطعام ولا ھو یدافعہ الاخبثان
رواہ مسلم[2]

موجودگی طعام نماز کامل نمیشود نہ کہ بالکل صحیح نمی گردد پس ازیں جا رد شد قول بعض الناس کہ
حدیث لاصلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب[3] نفی ذات است و نفی صفت نیست
گردیدہ کہ در حدیث متفق علیہ نفی صفت است و نفی ذات نیست فافہم۔

پس ثابت شد کہ بترک فاتحہ نماز صحیح میشود لیکن مکروہ کہ اعادہ آں مستحب است چنانچہ
شرح مسلم زیر حدیث مذا می نویسید :۔

واذا صلی علی حالہ وفی الوقت سعۃ فقد ارتکب المکروہ
وصلوتہ صحیحۃ عندنا وعند الجمہور لکن یستحب
اعادتھا ولا یجب انتہی ما فی شرح المسلم[4]۔

ست نفی صفت در حدیث متفق علیہ لاصام من صام الدھر[5]   یعنی نفی اجر است کذا

---

[1] حاشیہ شرح ملا جامی، لعبد الغفور،
[2] مسلم، کتاب المساجد، باب کراہۃ الصلاۃ بحضرۃ الطعام الخ، ج ۱، ص ۲۰۸۔
[3] مشکاۃ، کتاب الصلاۃ، باب القراءۃ فی الصلاۃ، حدیث ۱، فصل ۱۔
[4] شرح مسلم، کتاب المساجد، باب کراہۃ الصلاۃ بحضرۃ الطعام، ج ۱، ص ۲۰۸۔
[5] مشکاۃ، کتاب الصوم، باب صیام التطوع، حدیث ۱۹، فصل ۱۔

فتح القدیر والمعنی انہ لم یحصل اجر الصوم انتہی وبطریق شاہد حدیث

است :-

عن انس قال قلما خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم الا قال لا ایمان لمن لا امانۃ لہ ولا دین لمن

لا عہد لہ [۱]

یعنی ایمان کامل نیست برائے کسے کہ نیست امانت او را و نیست دین یقین برائے کسے

او را کما فی المرقاۃ لا ایمان ای علی وجہ الکمال ولا دین ای

الیقین۔

اگر گفتہ شود کہ خبر لاصحیحۃ چرا مقدر کردی، گویم کہ بر تقدیر صحیحہ مخالفت

ما تیسر من القرآن و حدیث شریف فاقرأوا بما تیسر معک من

لازم آمدی و ایں جائز نیست بلکہ حتی المقدور در احادیث و آیہ مطابقت باید و دیگر

مطابق حدیث مسلم است کہ از ابی ہریرہ روایت کردہ :-

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

من صلی صلوۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن فہی خداج

غیر تمام الحدیث [۲]

یعنی بغیر سورۂ فاتحہ نماز ناقص میشود تمام نمی گردد پس متحقق گردید کہ فاتحہ واجب است

آں نماز ناقص میشود نہ کہ جائز نمی شود و برائے تقدیر مر خبر صحیحہ کدام قرینہ یا دلیل نیست

آید و حدیثے کہ امام مالک از ابی ہریرہ آمدہ است ظاہر بر عدم فرضیت قراءۃ فاتحہ دلالت

عن ابی ہریرۃ انہ کان یقول من ادرک الرکعۃ فقد ادرک

السجدۃ ومن فاتتہ قراءۃ ام القرآن فقد فاتہ خیر کثیر

رواہ مالک [۳]

---

[۱] مشکاۃ، کتاب الایمان، حدیث ۳۴، فصل ۲ -

[۲] بخاری، کتاب الاذان، باب وجوب القراءۃ الخ، ج ۱، ص ۱۰۵ -

[۳] مسلم، کتاب الصلاۃ، باب وجوب القراءۃ الفاتحۃ الخ، ج ۱، ص ۱۶۹ -

[۴] مشکاۃ، کتاب الصلاۃ، باب ما علی الماموم، حدیث ۱۳، فصل ۳ -

و ازیں حدیث دعوی مدعی بر فرضیت قراءۃ فاتحہ از قول ابی ہریرہ اقرأ بہا فی نفسک[1] کہ در حدیث مسلم واقع است، رد گردیدہ زیراکہ مراد ابی ہریرہ از قول خود اقرأ بہا فی نفسک مستحب است فرض نیست چراکہ در حدیث مالک فانہ خیر کثیر کہ بر مستحب دلالت میکند آوردہ و جوابات دیگر ایں حدیث انشاء اللہ تعالیٰ در فصل دوم باب اول خواہند آمد و دیگر حدیث کہ در سنن ابی داؤد از ابوہریرہ مروی است مؤید بر عدم فرضیت فاتحہ است کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مطلق قراءۃ قرآن را فرض کردہ اگرچہ فاتحہ باشد:-

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخرج فناد فی المدینۃ انہ لا صلوٰۃ الا بقرآن ولو بفاتحۃ الکتاب فما زاد ولو بفاتحۃ الکتاب فما زاد ولو بفاتحۃ الکتاب فما زاد رواہ ابوداؤد[2]

پس اگر قراءۃ فاتحہ فرض بودے چرا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مطلق قراءۃ قرآن را اشتہار نمودے؟

جواب دوم:- از حدیث متفق علیہ بحسب اصول شافعی نزد فقیر ایں است کہ حدیث متفق علیہ لا صلوٰۃ باعتبار لفظ من عام است و عام نزد شافعی ظنی الدلالۃ است و ایں حدیث از آحاد است قطعی الثبوت نیست بلکہ ظنی الثبوت است و از ظنی الثبوت و ظنی الدلالۃ فرضیت ثابت نمیشود و نہ وجوب۔ پس ازیں جا ثابت گردید کہ نزد شافعیہ قرارت فاتحہ سنت است فافہم وظنا عند جمہور الفقہاء والمتکلمین وھو مذھب الشافعی الخ کما تقدم۔

جواب سوم:- ایں کہ بصورت فرضیت سورۂ فاتحہ نسخ کلام الٰہی لازم می آید و ایں جائز نیست زیراکہ از عموم الٰہی عموماً قراءۃ فرض ثابت میشود و بتقدیر فرضیت قراءۃ فاتحہ مدلول عموم آیہ منسوخ شدہ مدلول خاص گردد حالانکہ از دلیل ظنی الثبوت و قطعی الدلالۃ نسخ مدلول و قطعی الثبوت و قطعی الدلالۃ کہ آیت است ثابت نمی گردد کجاکہ از دلیل ظنی الثبوت و ظنی الدلالۃ کما فی کتب اصول الفقہ۔

جواب چہارم:- ایں است کہ حدیث متفق علیہ بلحاظ تقدیر خبر لا مجمل است و حکم او توقف است

---

[1] مسلم، کتاب الصلاۃ، باب وجوب قراءۃ الفاتحہ الخ، ج ۱، ص ۱۶۹۔

[2] ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب من ترک القراءۃ الخ، ج ۱، ص ۱۲۵۔

تا اینکہ بیان او بیاید کما سیجیئ تحقیقہ۔

جواب پنجم :۔ ایں ست کہ اگر کسے در رکوع با امام ملاقی گشت باتفاق ائمہ رکعت او یافتہ حالانکہ فاتحہ نخواندہ است، اگر قراءۃ فاتحہ فرض بودے رکعت او محسوب نشدی۔ ازیں معلوم شد کہ نزد شافعی قراءۃ فاتحہ فرض نیست و بریں مضمون حدیث نیز آمدہ است :۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جئتم الی الصلوٰۃ ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوھا شیئاً ومن ادرک رکعۃ فقد ادرک الصلوٰۃ رواہ ابو داؤد[1]

الی من ادرک رکوعا مع الامام فقد ادرک الرکعۃ۔

واز حدیث ابو بکرہ کہ در صحیح بخاری آمدہ است نیز ثابت می شود کہ نماز مدرک رکوع صحیح می شود حالانکہ الحمد ازو فوت گردیدہ :۔

عن ابی بکرۃ انہ انتھی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو راکع فرکع قبل ان یصل الی الصف فذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال زادک اللہ حرصا ولا تعد رواہ البخاری[2]

دریں حدیث اعادۂ صلوٰۃ را حکم نہ فرمودہ پس معلوم شد کہ نماز مدرک رکوع صحیح گردید۔ اگر کدام اعتراض نماید کہ دریں جا قیام نیز فوت شد کہ فرض است بجواب وے حنفیہ حکم است کہ بعد از تکبیر تحریمہ بقدرے کہ یک دو تسبیح قیام نمودہ در رکوع شامل نماز نخواہد شد و باطلاق آیۃ ہمیں قدر قیام فرض است آں ادا شد پس مدرک رکوع را قیام حاصل میشود و فرضیت قراءۃ فاتحہ معدوم و دیگر حدیث در ابوداؤد از روایت است کہ راویہائے سند جمیع ثقہ اند مثل شرط صحیحین و دراں ہم مذکور است کہ ہر کہ از قرآن بخواند فرض ادا شود خصوصیت فاتحہ نیست :۔

عن رفاعۃ بن رافع بمعناہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] ابو داود، کتاب الصلاۃ، باب الرجل یدرک الامام الخ: ج ۱ ص ۱۳۶۔

[2] بخاری، کتاب الاذان، باب اذا رکع دون الصف، ج ۱، ص ۱۰۸۔

علیہ وسلم انہا لا تتم صلوٰۃ احدکم حتی یسبغ الوضوء کما
امرہ اللّٰہ تعالیٰ فیغسل وجہہ ویدیہ الی المرفقین
ویمسح برأسہ ورجلیہ الی الکعبین ثم یکبر اللّٰہ عز و
جل ویحمدہ ثم یقرأ من القراٰن ما اذن لہ فیہ وتیسر
فذکر نحو حماد رواہ ابوداؤد لہ

وایں حدیث نیز بعد از نزولِ فاتحہ است زیرا کہ رفاعہ از انصار است و نزولِ فاتحہ
گردیدہ کما تقدم تحقیقہ۔ وبہمیں مضمون احادیث دیگر در ابی داؤد آمدہ اند
نزول ترک کردہ شد الحر تکفیہ الاشارۃ۔

اگر کسے گوید کہ آیۂ کریمہ فاقرؤا ما تیسر من القراٰن لہ بصیغۂ جمع شامل است
امام و منفرد را پس چرا بر مقتدی قرأت واجب نہ شد؟ در جواب ایں گفتہ میشود کہ آیت
واذا قرئ القراٰن فاستمعوا لہ لہ بحکم مقتدی معارض شد پس بحسب اذا
تساقطا حکم ہر دو در باب مقتدی ساقط گردید و بموجب اصولِ فقہ وحکمنا بین
المصیر الی السنۃ رجوع بسوئے حدیث من کان لہ امام فقراءۃ
قراءۃ لہ لہ کردہ شد و مقتدی را سکوت لازم گردید۔ وایں جواب دراں صورت مستقیم شود
تاخر ہر دو آیت معلوم نباشد و وقتے کہ تقدم و تاخر آیتین معلوم است کما فیما نحن
در باب مقتدی آیۂ اخیر ناسخ گردیدہ آیۂ مقدم را زیرا آیۂ فاقرؤا ما تیسر مقدم است
فاستمعوا لہ مؤخر است چرا کہ آیۂ فاقرؤا در سورۂ مزمل واقع شدہ کہ نزولِ او مقدم است
سورت کہ دراں آیۂ اذا قرئ القراٰن واقع است چنانچہ در تفسیر اتقان وغیرہ مفصلاً آمدہ
آیۂ اذا قرئ القراٰن در باب مقتدی ناسخ شد و سکوت لازم گردید :۔
وان لم یمکن الجمع فلا یخلو اما ان یعرف التاریخ اولا فان

ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ من لا یقیم صلبہ، ج ۱، ص ،
سورۃ المزمل، آیت ۲۰۔ لہ سورۃ الاعراف، آیت ۲۰۴۔
الدار قطنی، (ج ۱، ص ۳۲۳)، والطحاوی، (ج ۱، ص ۱۰۷)، ورواہ الطبرانی
الاوسط عن ابی سعید الخدری (مجمع الزوائد، ج ۲، ص ۱۱۱)

عرف وثبت المتأخر ... فهو الناسخ والآخر المنسوخ کما فی نخبة الفکر ونزهة النظر۔

وہمچنیں است در تنویر المنار ونزد جمہور حنفیہ اگر خاص ملاصق است عام را پس خاص است عام را ورنہ دو حکم متعارض لازم آیند در یک وقت واگر ملاصق نیست پس مؤخر ناسخ است را اگر تاریخ معلوم باشد وایں ظاہر است کہ حکم مقدم در زمان وے متحقق بود چوں مؤخر مثل آں نازل شد حکم ازیں مؤخر دریں زمان ثابت شد پس حکم مقدم مرفوع گشت انتہیٰ۔

وبجسب اصول شافعیہ جواب دادہ میشود کہ نزد جمہور شافعیہ لوقت تعارض عام و خاص میگردد بخاص بدانکہ چوں عام وخاص متعارض شوند نزد جمہور شافعیہ عام مخصص میشود بخاص مطلقاً خواہ مقدم شود بر عام یا عام مقدم باشد بر خاص یا ملاصق باشد ویا ہر دو متراخی باشند یکے از دیگر انتہیٰ تنویر المنار وغیرہ پس نزد جمہور شافعیہ آیۂ اذا قرئ القرآن حکم عمومیۂ آیۂ فاقرؤا ما تیسر من القرآن را بر منفرد وامام خاص کردہ ومقتدی را از عمومیۂ خارج نمودہ پس مقتدی را سکوت وجواب ثانی بروش اصول شافعیہ نزد فقیر ایں است کہ نزد شافعیہ عام ظنی است وخاص قطعی پس را اذا قرئ القرآن را کہ خاص بحکم مقتدی قطعی است ترجیح است برآیۂ فاقرؤا ما تیسر عام بحکم ظنی است پس مقتدی را سکوت لازم شد۔

ہرگاہ کہ جوابات مذکورۂ بالا ملاحظہ شدند الآن جواب تحقیقی ازیں فقیر از القا ربانی آیۂ فاقرؤا ما تیسر مخصوص نیست بلکہ بحالت عمومیت خود باقی است زیرا کہ مقتدی بحکم من کان لہ امام فقراءة الامام قراءة لہ کما سیجیئ صحتہ وتحقیقہ است پس مقتدی حکماً داخل افراد آیۂ فاقرؤا شد ودر حکم آیۂ واذا قرئ القرآن نیز داخل پس جمع مابین ہر دو آیت وحدیث بلا تکلف وتعسف حاصل گردید وتعارض باقی نماندہ ونہ نسخ لازم وبر ہر سہ عمل کردہ شدہ کما ھو شان المحققین ودفع شدند جمیع اعتراض مثل عدم دلیل بر منفرد وامام کہ بحالت تخصیص میشدند خذ ھذا منی واعدل فی نفسک فانہ محمود عند اللہ وعند الناس۔

باب دوم

دربیان عدم قراءة فاتحہ خلف امام

لہ شرح نخبة الفکر، ص ۵۸۔

ثبات آں از کلام الٰہی : واضح باد کہ قراءۃِ فاتحہ خلف امام از آیاتِ قرآنی بپایۂ اثبات نمی رسد بلکہ [illegible] فاتحہ خلف امام وسکوت مقتدی از آیۂ کریمہ ثابت است لقولہ تعالے :-

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ[1]

[illegible] قرآن خواندہ شود پس بشنوید او را و خاموش باشید تا کہ بر شما رحم کردہ شود - اگرچہ ظاہر آیت بر وجوب [illegible] سکوت وقت قراءۃِ قرآن مطلقاً دلالت میکند عام است کہ قراءۃِ قرآن در نماز باشد یا بیرونِ نماز [illegible] صحابہ بر ایں اند کہ ایں آیہ در حقِ مقتدی است ، بر مقتدی واجب است کہ خلفِ امام ساکت [illegible] فاتحہ خواند و نہ غیر آں :-

ظاهرة وجوب الاستماع والانصات وقت قراءة القراٰن في الصلوٰة وغيرها ..... وجمهور الصحابة رضي الله عنهم على انه استماع المؤتم وقيل في استماع الخطبة وقيل [illegible] فيهما وهو الاصح (تفسیر مدارک[2])

چنانچہ در لمعاتِ شیخ علیہ الرحمہ ذکر کردہ کہ بیہقی از امام احمد روایت کردہ است کہ اجماع [illegible] است کہ ایں آیہ در نماز است كما يجيئ عنقريب وهكذا في البيضاوي -

و اگر نظر بر ظاہرِ آیہ کہ بر اطلاق قراءۃِ قرآن دلالت کند کردہ شود تاہم بر مقتدی سکوت لازم است [illegible] آیۂ کریمہ وجوبِ عدمِ قراءۃِ فاتحہ خلف امام ثابت زیرا کہ امر برائے وجوب است فقال في [illegible] التفسير الكبير :-

لاشك ان قوله فاستمعوا له وانصتوا امر وظاهر الامر للوجوب فمقتضاه ان يكون الاستماع والسكوت واجبًا[3]

[illegible] شامل است جمیع آیاتِ قرآنی را کہ دراں فاتحہ نیز شامل است و قائل شدن ایں امر کہ شانِ نزول [illegible] سماع خطبہ است چنانکہ در جلالین آمدہ است خلاف تفکر در کلامِ الٰہی است و ایں قول نہایت ضعیف [illegible] کہ صاحب مدارک بہ لفظِ قیل آوردہ است و لفظِ قیل بر ضعفِ مذہب بر خلاف بعض دلالت [illegible] بر خلاف غیر جائز و ممنوع است و قول خلاف غیر معتبر است :-

---

[1] [illegible] الاعراف ، آیت ۲۰۴ -

[2] [illegible] مدارک ، سورۃ الاعراف ، زیر آیت ۲۰۴ ، ج ۲ ، ص ۹۲ -

[3] [illegible] کبیر ، سورۃ الاعراف ، آیت ۲۰۴ ، ج ۴ ، ص ۳۵۰ -

وفیما اجتمع علیہ الجمہور لایعتبر مخالفۃ البعض

وذٰلک خلاف ولیس باختلاف والمعتبر الاختلاف فی الصدر الاول

(ہدایہ)[1] ________________ و...

کہ بہ لفظ قیل می آید مرجوح می باشد و بر قول مرجوح عمل کردن جہل است وخلاف اجماع...

قال العلامۃ قاسم فی تصحیحہ من ان الحکم والفتوٰی بـ...

ھو مرجوح خلاف الاجماع (شامی)[2]

ودلیل دوم بر ضعف ایں قول ایں است کہ آیہ فاذا قرئ القراٰن مکیہ است کہ در...

وجمعہ وخطبہ در مدینہ فرض شدہ کما فی سورۃ الجمعۃ کہ مدنیہ است ازیں آیہ:۔

اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الیٰ ذکر اللّٰہ و

ذروا البیع[3]

کہ تحقیق آں در رسالہ جمعہ کردہ ام فانظر ان شئت پس حمل نمودن ایں آیہ بر خطبہ جہل ست

قرآنی چرا کہ در مکہ خطبہ کجا بود کہ عمل کردہ شود۔

ودلیل سوم ایں کہ دلالت لفظِ قرآن بر مجموعہ نمانی حقیقۃ مستعمل است و بر خطبہ دلالت...

فقہ نوشتہ است کہ حقیقتِ مستعملہ را گذاشتن ومجاز را گرفتن منع است:

ومتی امکن العمل بہا سقط المجاز (منار)[4]

ودلیل چہارم اجماع واقوال علماءِ محققین اند کہ نزول ایں آیہ در قراءۃ فی الصلوٰۃ است

قال محی السنۃ والاول انہا فی القراءۃ فی الصلوٰۃ لان الآیۃ

مکیۃ والجمعۃ وجبت بالمدینۃ وھٰذا قول الحسن و

الزھری والنخعی[5]

وبیہقی از امام احمد روایت کردہ کہ اجماع شدہ بر اینکہ شانِ نزول ایں آیہ نماز است:۔

واخرج البیہقی عن الامام احمد قال اجمع الناس علیٰ ا...

---

[1] ہدایہ، کتاب آداب القاضی، فصل آخر، ج ۲، ص ۱۳۵ ۔

[2] شامی، کتاب القضاۃ، ج ۴، ص ۳۳۵ ۔

[3] سورۃ الجمعۃ، آیت ۹ ۔

[4] نور الانوار، مبحث الحقیقۃ والمجاز، ص ۹۶ ۔

[5] تفسیر بغوی، سورۃ الاعراف، زیر آیت ۲۰۴، ج ۲، ص ۲۳۱

هٰذه الآية في الصلوٰة واخرج عن مجاهد قال كان عليه الصلوٰة

والسلام يقرأ في الصلوٰة فسمع قراءة فتى من الانصار فنزل

واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا۔

...ابن مردویہ مروی است :۔

واخرج ابن مردويه في تفسير عن معاوية بن قرة قال سألت

بعض اشياخنا اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم احسبه

قال عبد الله بن مغفل كل من سمع القرآن وجب الانصات

والاستماع قال انما نزلت هٰذه الآية في القراءة خلف

الامام كذا في فتح القدير[1]۔

واگر کدام معترض اعتراض بیان آرد کہ ایں آیۃ درباب امتناع کلام وسلام اندرون نماز ... شدہ است کہ صحابہ کرام در اثنار نماز کلام میکردند ایشاں را بایں آیت ممانعت شد چنانچہ صاحب ... مینویسد۔ بجواب اعتراض ہذا چند وجہ دادہ می شود۔

اول ایں کہ اعتراض ہذا از حد ضعیف ولا اصل لہ است زیرا کہ آیۃ فاستمعوا الخ مکیہ است ... کلام وسلام در اثنار صلوٰۃ در مدینہ واقع شدہ، اگر نہی کلام ازیں آیہ بودے در مکہ صحابہ کرام ... سلام باز ماندے حالانکہ رواج کلام وسلام بعد از ہجرت تا سنہ ثانی در مدینہ نیز ماندہ ... صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عبد اللہ بن مسعود را در مدینہ از کلام وسلام باثنار نماز منع فرمود :۔

وعن عبد الله قال نسلم على النبي صلى الله عليه وسلم

وهو في الصلوٰة فيرد علينا فلما رجعنا من عند النجاشي

سلمنا عليه فلم يرد علينا وقال ان في الصلوٰة شغلا

متفق عليه[2]۔

... شود است کہ رجوع عبد اللہ بن مسعود نبود مگر در مدینہ چنانچہ شارح عینی می نویسد :۔

قال العيني ذكر ابو عمرو في التمهيد ان الصحيح في

حديث ابن مسعود انه لم يكن الا بالمدينة وبهانهي

---

[1] ... فتح القدیر، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، فصل فی القراءۃ، ج ۱، ص ۲۹۸۔

[2] ... مشکاۃ، کتاب الصلاۃ، باب مالایجوز من العمل الخ، حدیث ۲، فصل ۱۔

النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الکلام فی الصلوٰۃ[1]۔

پس معلوم شد کہ در مدینہ صحابہ کرام کلام در نماز میکردند و دراں ممانعت شد۔

دلیل دوم اینکہ نہی کلام وسلام از آیۃ واذا قری القراٰن نگردیدہ است بلکہ از آیۃ کریمہ: حٰفظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ وقوموا للہ قٰنتین۔[2]

شدہ است چنانچہ از حدیث زید بن ارقم کہ در صحیحین واقع شدہ است ثابت میشود:۔

عن ابی عمرۃ الشیبانی قال قال لی زید بن ارقم ان کنا نتکلم فی الصلوٰۃ علیٰ عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکلم احدنا صاحبہ بحاجتہ حتی نزلت حٰفظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ وقوموا للہ قٰنتین فامرنا بالسکوت متفق علیہ[3] وزاد مسلم ونہینا عن الکلام۔

ودر سنن ابوداؤد نیز ایں حدیث آمدہ است و پیدا ظاہر است کہ ایں آیت مدنیہ پس متحقق گشتہ کہ امتناع کلام بہ اثنار صلوٰۃ در مدینہ واقع شدہ نہ کہ در مکہ وایں ہم ثابت کہ نہی کلام از آیۃ حٰفظوا شدہ است واز آیۃ واذا قری القراٰن نگردیدہ وتحقیق ابن ارقم بہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم در مدینہ است نہ کہ در مکہ:۔

وقد روی حدیثنا بما یوافق حدیث زید بن ارقم وصحبۃ زید بن ارقم لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت بالمدینۃ وسورۃ البقرۃ مدنیۃ ولھٰذا قال الخطابی انما نسخ الکلام بعد الھجرۃ بمدۃ یسیرۃ وھٰذا یدل علی اتفاق حدیث ابن مسعود وزید بن ارقم علی ان التحریم کان بالمدینۃ انتہی وتمامہ فی العینی[4]

---

[1] شرح ہدایہ، للعینی،

[2] سورۃ البقرۃ، آیت ۲۳۸۔

[3] (ا) بخاری، کتاب العمل فی الصلاۃ، باب ماینہی من الکلام، ج ۱، ص ۱۶۰۔
(ب) مسلم، کتاب المساجد، باب تحریم الکلام الخ، ج ۱، ص ۲۰۴۔

[4] شرح ہدایہ، للعینی،

پس ثابت شد کہ نزول آیۃ واذا قری القرآن برائے انصات واسکات سامعین
است خواہ اندر صلوٰۃ باشد خواہ بیرون صلوٰۃ وماسوائے ازیں دیگر احادیث اند کہ از انہا نہی
در مدینہ ثابت میشود چنانچہ در حدیث معٰویہ بن الحکم السلمی است کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نہی فرمود وایں نہی در مدینہ بود ہمچنانکہ از تمامی حدیث معلوم میشود وایں چنیں کدام حدیث
نیست کہ از آن نہی کلام در مکہ ثابت میشود ودر سنن ترمذی حدیث زید بن ارقم بایں لفظ آمدہ :-

قال کنا نتکلم خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی
الصلوٰۃ الحدیث[1]

ثابت گردید کہ صحبت زید در مدینہ بود واو گوید کہ مایان در صلوٰۃ کلام میکردیم پس متحقق گشت کہ
در مدینہ کلام میکردند در صلوٰۃ وتا الحال امتناع کلام نشدہ بود ورد شد قول کسیکہ میگوید امتناع
کلام بآیہ واذا قری القرآن شدہ است ومتعین گشت کہ نسخ کلام در مدینہ بآیہ قوموا للہ
قانتین شدہ وہمچنیں است در سنن ابی داؤد وغیرہ واجماع محدثین نیز بریں واقع شدہ کہ نسخ کلام
بآیہ قوموا للہ قانتین است کما فی القسطلانی :-

وظاہر ہذا ان نسخ الکلام فی الصلوٰۃ وقع فی المدینۃ
لان الآیۃ مدنیۃ باتفاق فتعین ان المراد بقولہ فلما رجعنا
من عند النجاشی فی الہجرۃ الثانیۃ ولم یکونوا یجتمعون
بمکۃ الا نادرا انتہی[2]

وجواب سلام در نماز باشارہ یا بلسان نیز در مدینہ می بود کما یثبت من حدیث بلال :-

عن ابن عمر قال قلت لبلال کیف کان النبی صلی اللہ
علیہ وسلم یرد علیہم حیث کانوا یسلمون فی مسجد بنی عمرو
بن عوف قال کان یرد اشارۃ رواہ الترمذی[3]

ومسجد بنی عمرو در مدینہ بود پس معلوم شد کہ در مکہ از آیہ واذا قری القرآن نسخ جواب سلام در نماز
نشدہ بلکہ در مدینہ از آیہ قوموا للہ قانتین شدہ است وماسوا دلائل مذکورہ بالا اگر ازیں آیہ

---

[1] ترمذی، کتاب التفسیر، سورۃ البقرہ، ص ۱۲۳۔
[2] ارشاد الساری، کتاب العمل فی الصلاۃ، باب ماینہی من الکلام، ج ۲، ص ۳۵۰۔
[3] ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی الاشارۃ فی الصلاۃ، ص ۴۸۔

مراد خطبہ یا نسخ کلام گیرند ربط آیۂ ہذہ بما قبل خود نمی ماند و تغیر و تخلل در نظم قرآن واقع شود کہ ممنوع

زیرا کہ ماقبل آیۂ و اذا قرئ القراٰن این آیہ است :-

قل انما اتبع ما یوحیٰ الی من ربی ھٰذا بصائر من ربکم و ھدی و رحمۃ لقوم یؤمنون ○[۱]

یعنی او تعالیٰ در جواب کفار کہ بحالت عدم نزول جواب سوال خود اقتراح می کردند کہ چرا نمی آید طلب کردہ ایم میفرماید بگو اے محمد (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) جز این نیست کہ ما پیروی میکنم آنچہ وحی کردہ میشود بسوئے من از سوئے رب خود این وحی یعنی قرآن بصیرت است از رب ہدایت و رحمت است برائے قوم مؤمنین و بعدہ میفرماید و وقتیکہ خواندہ شود قرآن پس آن را و ساکت شوید تا کہ رحم کردہ شوید پس بما قبل آیہ و اذا قرئ القراٰن ذکر وحی یعنی نہ کہ خطبہ و کلام پس چگونہ از لفظ وحی خطبہ و کلام بلا قرینہ ربط گرفتہ شود کہ از اہل بصیرت ہیچ وجہ یا قرینہ بہ خطبہ و کلام درین آیہ نیست کما لا یخفی علی الماہر بالقراٰن -

و از لفظ وحی نفس آیاتِ قرآنی مراد گرفتن عین ربط و ترتیب نظم است زیرا کہ بصیرت برائے مستدلین و ہدایت برائے مشاہدین و رحمت برائے عوام مؤمنین نمی شود آن را بغور و تامل و بگوش و ہوش نشنوند و ازین حاصل نمی شود مگر بعد سکوت و استماع او تعالےٰ سکوت و استماع را بوقت قرارۃ قرآن واجب کردہ زیرا کہ ظاہر امر برائے وجوب چنانچہ سعی بسوئے جمعہ در آیہ :-

اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ[۲]

واجب است زیرا کہ امر برائے وجوب است خذ ھٰذا ولا تکن من الغافلین -

بہر تقدیر عموم آیہ دلالت میکند کہ بوقت قرارۃ قرآن سکوت لازم است چنانچہ از حسن روایت کردہ :-

و اخرج ابن ابی حاتم عن الحسن فی الآیۃ اذا جلست الی القراٰن فانصت و الامر علیٰ ھٰذا للندب عند الجمہور

---

[۱] سورۃ الاعراف، آیت ۲۰۳ - [۲] سورۃ الجمعۃ، آیت ۹ -

فیستحب الانصات عندھا ای الاستماع لھا والوجوب عند الحنفیۃ فقالوا یجب الاستماع عند قاری القرآن ولو خارج الصلوۃ کذا فی الخلاصۃ[۱]

معلوم باد کہ حکم سکوت شامل است نماز سریہ و جہریہ ہر دو را زیرا کہ اطلاقِ لفظِ قراءۃ بر ہر دو مستعمل است :-

کما اشار الیہ الشیخ فی اللمعات لان الانصات لا یختص الجھریۃ فیجری علی اطلاقہ فیجب السکوت عند القراءۃ مطلقا انتہی۔

تصریح آمدہ در احادیث اطلاقِ لفظِ قراءۃ در نمازِ ظہر و عصر :-

عن جابر بن سمرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرأ فی الظھر والعصر بالسماء ذات البروج الحدیث وقد روی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قرأ فی الظھر قدر تنزیل سجدۃ کما فی الترمذی[۲]

ازیں جا ثابت شد کہ قراءۃ ہر دو نماز سریہ و جہریہ را شامل است پس در کلمۂ نماز جہریہ و سریہ ہر دو شامل شدند و جزاء فاستمعوا لہ و انصتوا بر قراءۃ مرتب است و محال در ہر دو نماز سریہ و جہریہ استماع و سکوت لازم آمدہ۔ وازیں جا رد شد قول کسیکہ گوید کہ استعمالِ لفظِ قراءۃ فقط بر جہر ست۔

نکتہ او تعالےٰ کلمۂ فاستمعوا را فرمود باز دوبارہ کلمۂ و انصتوا را و پُر ظاہر است کہ کلامِ حرف یا کلمہ در کلامِ الٰہی خالی از فوائد نیست پس فائدہ ہر دو کلمہ دریں جا اینست کہ معنی استماع شنیدن ست و شنید در نماز جہریہ می تواند و در سریہ شنیدن را دخل نیست لہذا او تعالےٰ حکم استماع در نماز جہریہ فرمودہ بعدہ حکم سکوت در نماز سریہ بکلمۂ و انصتوا بیان نمودہ، پس ثابت شد کہ مقتدی در ہر دو نماز جہریہ و سریہ و در ہر چہار رکعت سورۂ فاتحہ وغیر نخواند و سکوت

---

[۱] لمعات، کتاب الصلاۃ، باب القراءۃ فی الصلاۃ، فصل ۲، ج ۳، ص ۱۵۱۔

[۲] ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی القراءۃ فی الظہر والعصر، ص ۴۱۔

را لازم گیرد :-

والمؤتم لا یقرأ مطلقا ولا الفاتحة فی السریة اتفاقا
وما نسب لمحمد ضعیف کما بسطه الکمال فان قرأ
کره تحریما وتصح فی الاصح بل یستمع اذا جهر
وینصت اذا اسر لقول ابی هریرة رضی الله تعالی عنه
کنا نقرأ خلف الامام فنزل واذا قری القرآن فاستمعوا
له وانصتوا (در مختار)[1] قوله وینصت اذا اسر وکذا
اذا جهر بالاولی قال فی البحر وحاصل الآیة ان المطلوب بها
امران الاستماع والسکوت فیعمل بکل منهما والاول
یخص الجهریة والثانی لا یخص فیجری علی اطلاقه
فیجب السکوت عند القراءة مطلقا انتهی ما فی الشامی[2]

ازیں جا معلوم شد کہ حدیث لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب وغیرہ
و دریں جا کدام معترض اعتراض پیش نماید، ممکن است کہ مقتدی بوقت جہر بشنود و ساکت
لہٰذا او تعالےٰ فرمودہ کہ بوقت جہر بشنوید و ساکت نیز باشد پس ہر دو کلمہ فاستمعوا و
برائے جہریہ اند و شما تقسیم نمودہ :

اولاً بجواب آں می گوئیم کہ بصورت قید فاستمعوا وانصتوا بہ جہر لازم می آید
بر مقتدی کہ بہ باعث بعد از امام قراءۃ امام نشود و ایں خلاف اجماع است۔

وثانیاً اینکہ استماع را انصات لازم و کلمۂ وانصتوا امکرر ست برائے نماز سریہ
تعالیٰ فاستمعوا فرمودہ کہ از باب افتعال است و فاسمعوا نفرمودہ، خاصیت
افتعال جہد نمودن در فعل است پس معنی آیہ چنیں شد کہ بوقت قراءۃ قرآن بہ ہوش
او را بشنوید و تدبر حاصل نمیشود مگر بعد از سکوت از قراءۃ زیرا کہ بحالت قراءۃ مقتدی خو
میشود و تدبر نمی ماند کہ در منع ایں حدیث وارد شدہ است کما سیجئ، و اصل مقصود با
فوت گردد و شغل مقتدی بہ قراءۃ استماع را منع کند زیرا کہ استماع غیر سماع است پس البحال

---

[1] در مختار، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، فصل القراءۃ، ج ۱، ص ۸۱
[2] شامی، کتاب الصلاۃ، باب فصل القراءۃ، ج ۱، ص ۳۶۶

مقابل جهری شدہ و انصتوا مقابل سریہ۔

واگر کدام اعتراض بیان آرد کہ جہر رامیگویند کہ انصت و سر را انصت نمی گویند
جواب ایں میگویم کہ ایں امر تسلیم نمی کنم زیرا کہ در حدیث نزول وحی انصت درحق سر آمدہ است
چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بوقت نزول وحی ہمراہ جبرائیل سرا وحی رامیخواند تاکہ یاد باشد
تعالیٰ ایں فعل را منع نمودہ :۔

کما قال اللہ تعالیٰ لا تحرك به لسانك لتعجل به
ان علینا جمعه وقرانه فاذا قرأناه فاتبع قرانه [1]

ابن عباس تفسیر فاتبع فاستمعوا انصت بیان کردہ پس دریں حدیث سر را انصت
کما لا یخفی علی الماہر بالحدیث :۔

عن ابن عباس فی قوله لا تحرك به لسانك لتعجل به
قال کان النبی صلی اللہ علیه وسلم یعالج من التنزیل
شدة کان یحرك شفتیه فانزل اللہ تعالیٰ لا تحرك به
لسانك لتعجل به ان علینا جمعه وقرانه قال جمعه
فی صدرك ثم تقرأه فاذا قرأناه فاتبع قرانه قال فاستمع
وانصت ثم ان علینا ان تقرأه الحدیث مختصرا رواه
مسلم [2]

حدیث مذہب حنفیہ را قوت دادہ کہ بوقت استماع قرآن ہرگز نخواند۔

ومؤید تقریر فقیر جواب محمد فخر الدین رازی است کہ در تفسیر کبیر بیان کردہ :۔

وذکر الواحدی سؤالا ثانیا علی التمسك بالآیة فقال ان
الانصات هو ترك الجهر والعرب تسمی تارك الجهر
منصتا وان کان یقرأ فی نفسه اذا لم یسمع احدا ولقائل
ان یقول انه تعالیٰ امره اولا بالاستماع واشتغاله بالقراءة
یمنعه من الاستماع لان السماع غیر والاستماع غیر

---

[1] سورۃ القیامۃ، آیت ۱۶ تا ۱۸۔

[2] مسلم، کتاب الصلاۃ، باب الاستماع للقراۃ، ج ۱، ص ۱۸۴۔

فالاستماع عبارة عن كونه بحيث يحيط بذلك الكلام
المسموع على الوجه الكامل قال تعالى لموسى عليه السلام
(وانا اخترتك فاستمع لما يوحى) و المراد ما ذكرناه و
اذا ثبت هذا وظهر ان الاشتغال بالقراءة مما يمنع من
الاستماع علمنا ان الامر بالاستماع يفيد النهي عن
القراءة انتهى [1]

وقتیکہ از فاستمعوا نہی قراءتِ مقتدی ثابت شد لامحال حکمِ انصات
سریہ متحقق گردید۔ اگر گویند کہ عام نصوص از خبر واحد مخصص میشوند پس آیۂ کریمہ فاذا قرئ
مخصوص شد از حدیث لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب۔

اولاً در جواب ایشاں از جانبِ حنفیہ میگویم کہ نزدِ حنفیہ نصوصِ عامہ کہ قطعی الدلالۃ
الثبوت اند کما فیما نحن فیہ از خبر واحد کہ ظنی الثبوت است مثل حدیث لاصلوٰۃ
نمی شوند زیرا کہ شرطِ خصوص این است کہ نصِ مخصوص و نصِ مخصص بر تبۂ واحدہ می باشد
بر تبۂ واحدہ نیست مند و نزدِ شافعیہ نصوصِ عامہ کہ نزدِ ایشاں ظنی الدلالۃ اند از خبر واحد
بہ قرینۂ دالہ و در حدیث لاصلوٰۃ کدام قرینۂ دالہ بہ تخصیصِ مقتدی نیست حالانکہ حدیث
در مدلولِ خود ظنی است بر تبۂ واحدہ ہر دو نص نماندہ۔

وجوابِ ثانی اینکہ عام نص از خبرِ واحد در انجا مخصص میگردد کہ مدلولِ خبر واحد
و در ما نحن فیہ مدلولِ حدیث لاصلوٰۃ خاص نیست بلکہ عام است۔

وجوابِ سوم از جانبِ فقیر اینکہ مقتدی بمنطوق حدیثِ صحیح از جابر رضی اللہ تعالیٰ
قراءۃ الامام قراءۃ لہ حکماً قاری است و لم یقرأ بر مقتدی صادق نیاندہ و تعا
آیت وحدیث رفع گردیدہ کہ شرطِ تخصیص بودہ پس حاجتِ تخصیص نماندہ و مدلولِ
نیز بحالتِ خود باقی ماند و حکمِ حدیث لاصلوٰۃ وحدیث جابر ہم باقی ماند کما مضی د
فافہم فان ھذا المقام دقیق۔

اگر گفتہ شود کہ در فاستمعوا و انصتوا خطاب بسوئے کفار است بنا

---

[1] تفسیر کبیر، سورۃ الاعراف، آیت ۲۰۴، ج ۴، ص ۳۵۱۔

...ت، قبل :-

اولاً برتقدیر تسلیم جواب می دہم کہ مورد آیت خاص باشد و حکم او عام و ایں امر شائع است

...کلام الٰہی برائے نظیر یک آیت کافی است :-

وانفقوا فی سبیل اللّٰہ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ [1]

...آیت دو مورد خاص اند و حکم ہر دو عام یکے آنکہ ایں آیت در حقِ انصار نازل شدہ است و

...بسوئے انصار است کما فی القسطلانی :-

نزلت فی النفقۃ قال ابو ایوب الانصاری نزلت یعنی ھٰذا

فینا معشر الانصار[2] انتہٰی ۔

وحکمِ ایں عام است خواہ انصار باشند خواہ مہاجرین و خواہ غیر آنہا ۔

...دوم آنکہ مورد ایں آیۃ در خرچ جہاد است و حکم ایں عام است خواہ در جہاد باشد خواہ در تمام

...ت کما فی القسطلانی :-

وانفقوا فی سبیل اللّٰہ فی سائر وجوہ القربات وخاصۃ

الصرف فی قتال الکفار و البذل فیما یقوی بہ المسلمون

علی عدوھم[3] انتہٰی ۔

...جواب دوم آنکہ تسلیم نمی کنم کہ خطاب فاستمعوا بسوئے کفار است بلکہ بسوئے مومنین

...کہ از ھٰذا بصائر من ربکم وھدی ورحمۃ لقوم یؤمنون التفات

...مومنین واقع شدہ است چہ آنکہ بصیرت و ہدایت و رحمت حاصل نیست مگر مومنین را،

...لقوم یؤمنون او تعالیٰ فرمودہ، پس خطاب فاستمعوا و انصتوا اہمال مومنین

...شان را بصیرت و ہدایت و رحمت حاصل است نہ کہ غیر آنہا را ۔

...جواب سوم آنکہ واذا قرئ القرآن جملہ مستانفہ است جوابِ سوالِ مقدر کہ از وحی

...ہدایت و رحمت برائے مومنین چگونہ حاصل شود وجواباً او تعالیٰ فرمودہ فاذا قرئ

...الآیۃ یعنی وقت قرارۃ قرآن ساکت باشد و استماع بتدبر و تفکر بکنید تا کہ دلائل توحید و

...معاد حاصل گردند، آنانکہ معرفتِ توحید بطریق مشاہدہ کردہ اند و شان اصحاب عین الیقین

---

[1] سورۃ البقرہ، آیت ۱۹۵ ۔

[2] ارشاد الساری، کتاب التفسیر، باب قولہ وانفقوا فی سبیل اللہ، ج ۷، ص ۲۹ ۔

اندکہ در دیگر مخاطب بہ سابقون شدہ اند و آناں را کہ توحید از استدلال حاصل شدہ است
اصحابِ علم الیقین اندکہ بہ مقتصدون موسوم شدہ اند و عامۂ مومنین را کہ تقلیداً توحید حاصل
اوشاں را قرآن رحمت است ، بہر تقدیر خطاب فاستمعوا بہ مومنین است بہ کفار
کہ کلمۂ لقوم یؤمنون الا بر آں یکند فتدبر ولا تکن من الجٰھلین -

فصل دوم

اثباتِ آں از احادیثِ صحیحہ ———— منجملہ آنہا حدیثِ ابی ہریرہ کہ در سننِ ابن
بسندِ صحیح آمدہ است :-

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا و
اذا قرأ فانصتوا الحدیث [۱]

وابو الحسین مسلم بن الحجاج حدیثِ ابی ہریرہ را صحیح گفتہ است :-

فقال لہ ابو بکر فحدیث ابی ھریرۃ فقال ھو صحیح
یعنی واذا قرئ القراٰن فانصتوا (شرح مسلم للنووی) [۲]

ودر صحیح مسلم نیز ایں حدیث بروایت ابی موسیٰ الاشعری و قتادہ و ابی ہریرہ
وایضاً حدیث ہذا بچند طرق در نسائی آمدہ است و نیز حدیث دیگر بہمیں مضمون در ابنِ ماجہ
بروایۃ ابی موسیٰ الاشعری :-

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قرأ الامام
فانصتوا الی اخر الحدیث [۳]

پس بنظر لفظِ قراءۃ و انصات کہ عام است متحقق گشتہ کہ در ہر دو نماز جہریہ و سریہ
را سکوت لازم است و حدیث زید بن ثابت کہ در صحیح مسلم آمدہ است مؤید تقریر ہذا است
عن عطاء بن یسار انہ اخبرہ انہ سأل زید بن ثابت

---

[۱] ابن ماجہ ، کتاب الصلاۃ ، باب اذا قرأ الامام فانصتوا الخ ، ص ۶۱ -

[۲] شرح مسلم ،

[۳] ابن ماجہ ، کتاب الصلاۃ ، باب اذا قرأ الامام فانصتوا الخ ، ص ۶۱ -

عن القراءة مع الامام فقال لا قراءة مع الامام فی شیئ

...ن[illegible] الاسلم لہ

...قراءة نکرہ است ونکرہ تحت نفی فائدہ عموم می بخشد و النکرة فی موضع النفی تعم

...غیرہ کتب اصول) وھکذا فی النحو چنانچہ درقول لا رجل فی الدار ولا الٰہ

...علی عموم است وہمچنیں قولہ تعالیٰ :-

اذ قالوا ما انزل اللّٰہ علی بشر من شیئ قل من انزل

الکتاب الذی جاء به موسٰی لہ

...حدیث نفی قراءة جمیع آیاتِ قرآنی مع فاتحہ ثابت شد ونیز کلمۂ فی شیئ دلالت بر عدم

...در ہر چہار رکعت چہ اولیین وچہ اخریین باشند، میکند وثابت شد سکوتِ مقتدی در ہر دو

...وسریہ کہ مطابق مفہوم آیہ کریمہ است۔

وہمیں تقریر فقیر ظاہر شد کہ توجیہ امام نووی دریں حدیث کہ قولِ زید محمول بر عدم قراءة ماسوائے

...ضعیف است بلا دلیل وبر تعصب دلالت می کند زیرا کہ کدام قرینہ دریں حدیث بر

...دل نیست وکدام کس دریں حدیث اعتراض بعدم مرفوعیت نیاورد زیرا کہ ایں حدیث بحکم

...ست چرا کہ دریں حدیث قیاس را دخل نیست ونہ احتمالِ اخذ از اسرائیلیاں واخبار ماضیہ وآئندہ

...قول صحابی کہ دراں ایں احتمالات نباشند او بحکمِ مرفوع است :-

کما فی نزھة النظر ومثال المرفوع من القول حکما لا تصریحا

ما یقول الصحابی الذی لم یأخذ عن الاسرائیلیات ما

لا مجال للاجتهاد فیه ولا له تعلق ببیان لغة او شرح

غریب کالاخبار عن الامور الماضیة من بدء الخلق

واخبار الانبیاء علیهم السلام او الآتیة کالملاحم والفتن

واحوال یوم القیٰمة وکذا الاخبار عما یحصل بفعله

ثواب مخصوص او عقاب مخصوص انتہٰی لہ

...مسلم، کتاب المساجد، باب سجود التلاوة، ج ۱، ص ۲۱۵ -

...سورة الانعام، آیت ۹۲ -

...نزھة النظر، ص ۹۳، ۹۴ -

وثانیاً اینکہ اخراج مسلم بن حجاج در صحیح خود دلالت میکند بر صحت و مرفوعیت
وقتیکہ سکوت مقتدی در ہر دو نماز سریہ و جہریہ از حدیث جابر بطریق عمومیۃ ثابت شد، الآن
از احادیث یگانہ یگانہ ثابت کردہ میشود چنانچہ در باب نماز جہریہ حدیث ابی ہریرہ صراحۃً دلالت
میکند کہ مقتدی را سکوت لازم است :-

عن ابی هريرة ان رسول الله صلی الله عليه وسلم انصرف
من صلوٰة جهر فيها بالقراءة فقال هل قرأ معی احد منكم
آنفا فقال رجل نعم يا رسول الله قال انی اقول مالی
انازع القرآن قال فانتهى الناس عن القراءة مع رسول
الله صلی الله عليه وسلم فيما يجهر فيه رسول الله صلی الله
عليه وسلم من الصلوٰة بالقراءة حين سمعوا ذلك
من رسول الله صلی الله عليه وسلم رواه الترمذی والنسائی
وابن ماجة ومالك [1]

واز ابن مسعود و عمران بن حصین و جابر بن عبداللہ نیز مروی است :-

وفی الباب عن ابن مسعود وعمران بن حصين وجابر
بن عبد الله (ترمذی)

پس ازیں حدیث بالتصریح ثابت شد کہ مطلقاً چہ قراءۃ سورۂ فاتحہ باشد وچہ غیر آں مقتد
نباید خواند و ایں ہم متحقق گشتہ کہ بعد از امتناع ہذا از قراءۃ سورۂ فاتحہ و غیرہا صحابہ باز نما
نخواندند و حدیث لا صلوٰۃ در حکم مقتدی منسوخ شد و کدام معترض اعتراض بمیان نیار
حدیث محمول بر جہر قراءۃ مقتدی ست زیرا کہ کلمات شکیہ مثل استفہام بہ ہل و انی اقول مالی
دلالت میکنند کہ آں کس خفیہ خواندہ بود و ورنہ حاجت استفہام نبودے و شک
و در نماز سریہ حدیث عمران بن حصین :-

قال صلی بنا رسول الله صلی الله عليه وسلم صلوٰة
الظهر او العصر فقال ايكم قرأ خلفی بسبح اسم ربك

[1] ترمذی، کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی ترک القراءۃ الخ، ص ۴۲ -
[2] ایضاً ، ، ، ، ،

فقال رجل انا و لم ارد بها الا الخير قال قد علمت ان
بعضکم خالجنیها رواه مسلم [۱]

ترمذی این حدیث را بدو طریق آوردہ، پس ثابت شد کہ در نماز سریہ نیز مقتدی را سکوت
کدام کس شک کند کہ حدیث ہذا محمول بر ماسوائے فاتحہ است گویم کہ علت خلجان کہ خود آنحضرت
علیہ وسلم فرمودہ عام است بقراءۃ قرآن خواہ قراءۃ فاتحہ باشد خواہ غیر آن واگر بر قید بجہر
بلک الا علی ممتنع نباشد حالانکہ این تخصیص خلاف اجماع است پس ثابت شد کہ پس
نخواند۔ و توجیہ امام نووی کہ حدیث ہذا محمول بر جہر مقتدی است خلاف الفاظ حدیث ست
صلوٰۃ ظہر و عصر جہر را چہ معنی؟ و دیگر اینکہ کلمہ ظننت کہ بجائے علمت در روایت دیگر
ست خلاف توجیہ امام نووی ست کما لا یخفی علی الماھر بالحدیث۔

واگر مشکک گوید کہ باوجود اخفار مقتدی بچہ طور شد؟ گویم کہ این از خوارق و مکشوفات
صلی اللہ علیہ وسلم است یا باطلاع او تعالے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودند کہ
تمام رکوع و سجود را ادا کنید کہ قسم خدا ہر آئینہ می بینم از پس خود:۔

عن انس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم
اقیموا الرکوع والسجود فواللّٰہ انی لاراکم من بعدی
متفق علیہ [۲]

قولہ انی لاراکم من بعدی ای اعلم ما تفعلون خلف
ظھری من نقصان الرکوع والسجود ھی من الخوارق التی
اعطیھا صلی اللّٰہ علیہ وسلم ذکرہ ابن الملک والمظھر انہ
من جملۃ المکشوفات المتعلقۃ بالقلوب المتجلیۃ
لعلوم الغیب انتھی ما فی المرقاۃ [۳]۔

واگر مشکک گوید کہ رکوع و سجود از افعال جوارح اند و اخفار غیر آنہا گویم کہ اخفار نیز از افعال
است زیرا کہ قراءۃ سریہ را حرکت ہر دو لب و لسان لازم است کما قال اللّٰہ تعالیٰ

---

[۱] مسلم، کتاب الصلاۃ، باب نہی الماموم عن جہرہ بالقراءۃ خلف امامہ، ج ۱، ص ۱۷۲۔
[۲] مشکاۃ، کتاب الصلاۃ، باب الرکوع، حدیث ۱، فصل ۱۔
[۳] مرقاۃ، باب الرکوع، فصل ۱، ج ۲، ص ۳۰۸۔

او تحرك به لسانك واین حرکت عین از افعال جوارح است فانتبہ ۔

وحدیثیکہ امام محمد در موطا خود بسند صحیح مرفوع آوردہ صاف مبین است کہ

پس امام فاتحہ خواندن روا نیست :۔

قال اخبرنا ابو حنیفۃ ثنا ابو الحسن موسٰی بن ابی عائشۃ

عن عبد اللّٰہ بن شداد بن الہاد عن جابر بن عبد اللّٰہ عن

النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ قال من صلی خلف الامام

فان قراءۃ الامام لہ قراءۃ رواہ فی الموطا لمحمد [1]

این حدیث صحیح است مثل شرط بخاری ومسلم زیرا کہ تعدیل ابو حنیفہ اظہر من الشمس

وخارج از بیان است وابو الحسن ثقہ عابد ثبت از رواۃ صحیحین است وعبد اللہ از کبار

از رواۃ صحیحین است چنانچہ در تقریب وعینی آمدہ :

ابو الحسن موسٰی ثقۃ عابد من الخمسۃ وعبد اللّٰہ بن

شداد من کبار التابعین و الثقات وکان معدودا فی

الفقہاء (تقریب) [2] ودر عینی گفتہ :

وحدیث ابی حنیفۃ صحیح اما ابو حنیفۃ فابو حنیفۃ

و ابو الحسن موسی بن ابی عائشۃ الکوفی من الثقات

الاثبات و من رجال الصحیحین و عبد اللّٰہ بن شداد

من کبار التابعین وثقاتہم انتہٰی ما فی العینی [3]۔

چنانچہ امام بخاری در باب انما جعل الامام لیؤتم بہ حدیث

موسی بن ابی عائشہ آوردہ :

وقال حدثنا احمد بن یونس قال اخبرنا زائدۃ عن

موسٰی بن ابی عائشۃ عن عبید اللّٰہ بن عبد اللّٰہ بن عتبۃ

تا آخر حدیث ۔ (کتاب الاذان ، ص ۹۵)

---

[1] مؤطا امام محمد ، باب القراءۃ فی الصلاۃ ، خلف الامام ، ص ۹۸ ۔

[2] تقریب ۔

[3] شرح ہدایہ ، للعینی ۔

وعبداللہ بن شداد نیز در سند بخاری موجود است چنانچہ امام بخاری در باب اذا صلی
...ش فیہ حائض حدیث آوردہ کہ در سند او عبداللہ موجود است :-

حدثنا ابو النعمان قال نا عبد الواحد بن زیاد قال
نا الشیبانی سلیمان قال نا عبد اللہ بن شداد بن الهاد
قال سمعت میمونة تا آخر حدیث۔

وسفیان ثوری، موسے بن ابی عائشہ را بالتعریف نمودہ چنانچہ در ترمذی بروایۃ علی بن
...است :

قال علی بن المدینی قال یحیی بن سعید القطان
کان سفیان الثوری یحسن الثناء علی موسی بن ابی عائشة
حسنا انتهى ما فی الترمذی[1]

وابن ابی شیبہ در مصنف خود این حدیث بسند دیگر آوردہ کہ رواۃ او از صحیحین است :
حدثنا مالك بن اسمعيل عن حسن بن صالح عن ابی الزبیر
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کل من کان لہ امام
فقراءة الامام لہ قراءة[2]

مالک بن اسمعیل ثقہ متقن صحیح الکتاب راوی صحیحین است۔ الحسن بن صالح ثقہ فقیہ عابد
...است۔ محمد بن مسلم ابو الزبیر صدوق کما فی التقریب ومحمد بن مسلم ثقہ شرح مسلم،
...سند جملہ رواۃ ثقات اند از مرتبہ ثانیہ واز رواۃ صحیحین اند وامام مالک در موطا حدیث خود می آرند :
عن ابی نعیم وهب بن کیسان انہ سمع جابر بن عبد اللہ
یقول من صلی رکعة لم یقرأ فیها بام القرآن فلم یصل الا ان
یکون وراء الامام[3]

این حدیث نیز صحیح علی شرط صحیحین است زیرا کہ وہب بن کیسان ثقہ از رواۃ صحیحین
...امام بخاری در صحیح خود در باب الصلح بین الغرماء واصحاب المیراث

بروایتِ وہب حدیث آوردہ :

حدثنا محمد بن بشار ثنا عبد الوہاب ثنا عبید اللہ

عن وہب بن کیسان عن جابر بن عبد اللہ[۱] (الحدیث)

و جواب عدم مرفوعیت در حدیثِ زید بن ثابت گزشتہ و تعدیل مالک و جا

بیان نیست و احمد بن منیع حدیث جابر بایں سند مرفوع آوردہ :

رواہ عبید بن حمید حدثنا ابو نعیم ثنا الحسن بن

صالح عن ابی الزبیر عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ و

سلم الحدیث۔[۲]

پس باطل شد قول کسیکہ میگوید حدیث جابر را موقوف و غیر صحیح بلکہ حدیث جا

مثل حدیثِ متفق علیہ لا صلوٰۃ است چنانچہ ابو عیسٰی در ترمذی ایں حدیث را حسن صحیح

عن ابی نعیم وہب بن کیسان انہ سمع جابر بن عبد اللہ

یقول من صلی رکعۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن فلم یصل الا

ان یکون وراء الامام رواہ الترمذی وقال ھٰذا حدیث

صحیح حسن۔[۳]

و ازیں حدیث تاویلِ تاویل کنندہ کہ مراد از قراءۃ در حدیث فان قرأ

ماسوائے فاتحہ است باطل شد زیرا کہ صراحۃ بام القرآن آمدہ و طحاوی ایں حدیث را در معانی

آوردہ حدثنا بحر بن نصر قال ثنا یحیی بن سلام ثنا مالک

عن وہب بن کیسان عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی

اللہ علیہ وسلم الحدیث[۴]

و نیز در معانی الآثار حدیث از زید بن ثابت مثل حدیث صحیح مسلم کہ بالا گذشتہ، آمدہ است :

عن زید بن ثابت سمعہ یقول لا یقرأ المؤتم خلف الامام

---

[۱] بخاری، کتاب الصلح، باب الصلح بین الغرماء... ج ۱، ص ۳۷۲۔

[۲]

[۳] ترمذی شریف : باب ما جاء فی ترک القراءۃ خلف الامام اذا جہر الامام بالقراءۃ، جلد اول، ص ۴۳۔

[۴] شرح معانی الآثار : باب القراءۃ خلف الامام ، جلد اول ، ص ۱۲۹۔

فی شیٔ من الصلوٰۃ ۔ [۱]

وامام احمد در مسندِ خود از ابنِ عمر روایت کردہ کہ قراءتِ امام کافی است مقتدی را :۔

عن ابن عمر قال من صلی خلف الامام کفتہ قراءتہ ۔ [۲]

...محمد نیز ایں حدیث آمدہ کہ رجالِ آں مثل رجال صحیحین است :

قال محمد اخبرنا عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب عن نافع عن ابن عمر قال من صلی خلف الامام کفتہ قراءتہ ۔ [۳]

عبید اللہ ثقہ وثبت است ونافع مولی ابن عمر نیز ثقہ وثبت است کما فی التقریب ...ابن عمر ومحمد را حاجتِ بیان نیست پس دریں حدیث راوی او از مرتبۂ اولیٰ اند۔

وبطریقِ دیگر نیز ایں حدیث در مؤطا محمد آمدہ :۔

قال محمد اخبرنا عبد الرحمن بن عبد اللہ المسعودی اخبرنی انس بن سیرین عن ابن عمر انہ سئل عن القراءۃ خلف الامام قال تکفیک قراءۃ الامام [۴] ۔ ہذا حدیث صحیح۔

...عبد الرحمن صدوق است وانس بن سیرین ثقہ است کما فی التقریب وایں حدیث حکماً ...ست کما تقدم وامام احمد حدیث جابر بن عبد اللہ را مرفوع روایت کردہ :

عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من صلی خلف الامام فان قراءۃ الامام لہ قراءۃ ۔ [۵]

...گفتہ کہ ایں آخر حدیث است ھٰذا آخر حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم ...ست کہ امام محمد ذکر کردہ پس بر آخر حدیث عمل کردن اولیٰ واقدم است کہ ناسخ مر مقدم را ...چناں قولِ زہری در باب افطار روزہ در سفر است :۔

اعنی انما یؤخذ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

...معانی الآثار، کتاب الصلاۃ، باب القراءۃ خلف الامام، ج ۱، ص ۲۱۹ -

...مسند امام احمد، ج ۲، ص ۹۴ -

...مؤطا امام محمد، باب القراءۃ فی الصلاۃ، خلف الامام، ص ۹۴، ۹۸ -

...مسند امام احمد، ج ۳، ص ۳۳۹ -

بالآخر فالآخر کما فی الصحیح لمسلم [۱]

یعنی گرفته میشود از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فعل آخر او صلی اللہ علیہ وسلم پس معلوم شد کہ فعل آخر
می باشد مر فعل مقدم را۔

و در سنن ابن ماجہ بہ طریق از جابر مرفوع آمدہ است:

حدثنا علی بن محمد ثنا عبید اللہ بن موسیٰ عن
الحسن بن صالح عن جابر وعن ابی الزبیر عن جابر قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام فقراءۃ الامام
لہ قراءۃ رواہ ابن ماجۃ [۲]

علی بن عبداللہ مدینی ثقہ ثبت امام و اعلم اہل عصر خود در حدیث از طبقۂ اولی ا...
و همین راوی حدیث لا صلوٰۃ است و عبید اللہ بن موسیٰ ثقہ از رواۃ صحیحین ست و توثیق
صالح و ابی الزبیر گذشت و در مسند ابی حنیفہ نیز حدیث جابر از موسیٰ بن ابی عائشہ کہ از ثقات
است و از عبداللہ بن شداد کہ از کبار تابعین مختار است مرفوع روایت کردہ:۔

قال عن موسیٰ بن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد
بن الہاد عن جابر بن عبد اللہ الانصاری ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان لہ امام فقراءۃ الامام
لہ قراءۃ [۳]

و امام محمد در مؤطا خود بسند دیگر نیز آوردہ کہ صحیح است:۔

قال محمد حدثنا الشیخ ابو علی قال حدثنا محمود بن
محمد المروزی قال حدثنا سہل بن العباس الترمذی
قال اخبرنا اسمٰعیل بن علیۃ عن ایوب عن ابی الزبیر
عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم من صلی خلف الامام فان قراءۃ الامام

---

[۱] مسلم، کتاب الصیام، باب جواز الصوم والفطر الخ، ج ۱، ص ۳۵۶۔

[۲] ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ، باب اذا قرأ الامام فانصتوا، ص ۶۱۔

[۳] مسند امام اعظم: کتاب الصلوٰۃ، باب کفایۃ قراءۃ الامام المأموم، ص ۶۱۔

لہ قراءۃ لہ

معترض اعتراض نماید کہ حدیث جابر در نماز سریہ نص نیست زیراکہ در حدیث طویل نص است حدیث در نماز سریہ وارد شدہ است وآں ایں است :-

قال ابو حنیفۃ عن موسی بن ابی عائشۃ عن عبد اللّٰہ بن شداد عن جابر بن عبد اللّٰہ ان رجلا قرأ خلف النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی الظہر او فی العصر واومأ رجل فنہاہ فلما انصرف قال تنہانی ان اقرأ خلف النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فتذاکرا ذلک حتی سمع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من صلی خلف الامام فان قراءۃ الامام لہ قراءۃ (مسند ابی حنیفۃ)[2]

پس ازیں نص قطعی الدلالۃ عدم قراءۃ مقتدی وسورۂ فاتحہ ثابت گردید-

بحث در حدیث متفق علیہ

اگر کسی گوید کہ در حدیث متفق علیہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب مقتدی را نیز شامل است :

اوّلاً در جواب می گوییم کہ ایں حدیث در شانِ منفرد است چنانچہ سفیان ثوری تفسیر ایں حدیث بہ منفرد کردہ است کما فی سنن ابی داؤد :

عن عبادۃ بن الصامت یبلغ بہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب فصاعدا قال سفیان لمن یصلی وحدہ انتہیٰ[3]

جابر گفتہ کہ حدیث لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ محمول بر امام ومنفرد است کما فی الترمذی

مؤطا امام محمد: باب القراءۃ فی الصلوٰۃ خلف الامام ، ص ۹۹-

مسند امام اعظم: کتاب الصلوٰۃ ، باب کفایۃ قراءۃ الامام للماموم ، ص ۶۱-

ابو داود ، کتاب الصلاۃ ، تفریع استفتاح الصلاۃ ، باب من ترک القراءۃ الخ ، ج ۱ ، ص ۸۳ -

و الزرقانی شرح الموطا للامام مالک۔

و اما احمد بن حنبل فقال معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب اذا کان وحدہ واحتج بحدیث جابر بن عبد اللہ حیث قال من صلی رکعۃ ولم یقرأ فیہا بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام قال احمد فھذا رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم تاول قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب ان ھذا اذا کان وحدہ انتہی مافی الترمذی [1]

وجواب ثانی دادہ میشود باین طور کہ آیۂ اذا قرئ القرآن قطعی الثبوت وحدیث ظنی الثبوت از آحاد است پس بمقابل قطعی الثبوت ظنی الثبوت مقبول نمی باشد کجا کہ دیگر مؤید آیۂ کریمہ باشند۔

وجواب سوم بموجب اصول شافعیہ جواب دادہ میشود کہ نزد اوشاں حدیث متفق علیہ ظنی الدلالۃ است پس از حدیث جابر مخصوص شد وحکم مقتدی ازیں حدیث خارج گردید وسکوت آمد زیراکہ عام نزد اوشاں از خبر واحد قیاس مخصص میشود۔

العام دلیل فیہ شبہۃ فیجوز عندنا تخصیص عام الکتاب بکل واحد من خبر الواحد و القیاس کما فی التوضیح ونور الانوار [2]

وقتے کہ عام کتاب اللہ از خبر واحد مخصوص می شود عام حدیث بالاولی مخصوص خواہد شد۔

تنبیہ چونکہ حدیث متفق علیہ نزد شافعیہ ظنی الدلالۃ وظنی الثبوت گردید پس مطلقاً واجب نگردید امام ومقتدی ومنفرد ہر سہ در عدم وجوب قراءۃ فاتحہ مساوی ماندند الامر وانعکس المدعی۔ کدامی مشکک دریں جاشک نیارد کہ بحسب دلیل عام آیۂ قرئ القرآن عام است پس از حدیث متفق علیہ صلوٰۃ مخصوص شد۔

---

[1] ترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء فی ترک القراءۃ خلف الامام الخ، ج ۱، ص ۴۲۔

[2] (ا) التوضیح، فصل حکم العام، ص ۷۱۔ (ب) نور الانوار، ص ۸۹۔

ولاً جواب ایں کہ تسلیم نمی کنم عمومیۃ آیت را بلکہ خاص خطاب فاستمعوا برائے مقتدیان ست کہ شانِ نزولِ آیۃ نماز است پس حاجتِ خصوصیت نماند و قطعی الدلالۃ ماند۔

ثانیاً جواب بہ تقدیرِ تسلیمِ عمومیۃ آیۃ ایں است کہ حدیثِ متفق علیہ خود از حدیثِ جابر شدہ است و مقتدی در افراد او نماندہ است پس کدام شے را تخصیص خواہد کرد فتفکر ولا تحیر فی قلبك۔

جواب چہارم ایں است کہ حدیث متفق علیہ الصلوٰۃ منقطع باطنی است کہ مخالف قرآن ست یعنی فاقرءوا ما تیسر من القرآن وایں قسم از مردود است چنانچہ در نور الانوار است: واما الباطن فان کان النقصان فی الناقل وهو علی ما ذکرنا وان کان بالعرض بان خالف الکتاب کحدیث لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب یخالف لعموم قوله فاقرءوا ما تیسر من القرآن کان مردودا منقطعا ایضا انتهی مختصرا وهکذا فی التلویح والتوضیح [1]

وایں قسم مخالفت حدیث را اہلِ حدیث در موضوعیۃ داخل میکنند و منہا اے از قرائن بالوضع ما یوجد من حال المروی کان یکون مناقضا لنص القرآن والسنۃ المتواترۃ الخ (نزهۃ النظر شرح نخبۃ الفکر)

پس بد شد تطبیق درمیان احادیث و قرآن ورنہ موضوعیۃ حدیثِ متفق علیہ لازم می آید چنانچہ ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب مابین آیۃ واحادیث تطبیق خواہم داد کہ ازاں مخالفت دفع خواہد شد و احتمالِ موضوعیت نخواہد ماند کما هو شان المحققین دون القاصرین۔

جواب پنجم ایں کہ معنی حدیث لاصلوٰۃ ایں است نمازیکہ دراں فاتحہ نخواندہ شود جائز نیست و وقتے کہ امام سورۂ فاتحہ خواندہ پس در نماز قراءۃِ فاتحہ صادق آمد۔

جواب ششم ایں است کہ حدیث لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب بتقدیر خبر لا مجمل است کہ خبر لا کاملہ باشد یا صحیحہ کما تقدم بعض بحث فی الباب الاول وحکم مجمل توقف است تا آنکہ از شارع بیان او نگردد:

وهو ما ازدحمت فیه المعانی فاشتبه المراد به اشتباها

---

[1] نور الانوار، بیان اقسام السنۃ، ص ۱۸۴۔

لا یدرک الا ببیان من جهة المجمل کآیة الربٰوا وحکمه التوقف فیه علی اعتقاد حقیة المراد به الی ان یاتیه البیان (حسامی وغیرہ کتب الاصول)[1]

پس ایں حدیث ظنی الثبوت وظنی الدلالة گردیدہ واستدلال ازو بر فرضیت [illegible] ساقط گردید وحکم حدیث جابر باقی قطعی الدلالة ماند وعمل برآں واجب گردید۔

وجواب ہفتم اینکہ حدیث لاصلوٰة لمن لم یقرأ از آیت و اذا قرئ القر[آن] منسوخ است چنانچہ دلالت کند روایت ابی بن کعب در کافی شرح وافی:۔

لما نزلت هٰذه الآیة ترکوا القراءة خلف الامام[2]

وچونکہ حدیث جابر آخر حدیث است چنانچہ گذشت پس لامحال حدیث جابر ناسخ حدیث [illegible] درباب مقتدی شد چنانچہ قول جابر در ترکِ وضو مما مسته النار ناسخ است:

منها ما یجزم الصحابی بانه متأخر کقول جابر کان اٰخر الامرین من رسول الله صلی الله علیه وسلم ترک الوضوء مما مسته النار کما فی نزهة النظر۔[3]

ودرکتابی است حدیث:۔

عن ابن عمر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان احادیثنا ینسخ بعضها بعضا کنسخ القرآن (مشکوٰة)[4]

جواب ہشتم اینکہ دراصل بحکم حدیث جابر مقتدی قاری است واگر بزعم مخالف بر مقتدی [قرأت فاتحہ بہ حدیث] لاصلوٰة واجب گردد ودریں صورت دریک رکن دو لازم آیند حالانکہ ایں غیر مشروع [است]۔

جواب نہم از جانب فقیر ایں ست کہ مقتدی بحکم حدیث جابر صحیح مثل شرط بخاری کما [فی] تحقیقه حکماً قاری ست چنانچہ انتظار کنندہ نماز بحکم مصلی است:۔

کما فی الحدیث عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه

---

[1] حسامی، بحث المجمل والمتشابه، ص ۱۰۰، نور الانوار، ص ۹۱۔

[2] کافی شرح وافی،

[3] نزهة النظر، بحث الناسخ والمنسوخ، ص ۵۸۔

[4] مشکاة، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، حدیث ۵۷، فصل ۳۔

وسلم قال ان احدکم فی صلوٰۃ مادامت الصلوٰۃ تحبسہ والملائکۃ تقول اللّٰھم اغفرلہ اللّٰھم ارحمہ مالم یقم من صلوٰتہ او یحدث ۔ رواہ البخاری ۔[1]

پس انتظار کنندہ نماز را مصلی خواہند گفت و بروبعض احکام مصلی مرتب خواہند شد چنانچہ در حدیث مروی از ابی ہریرہ انتظار کنندہ نماز را مصلی گفتہ و حکم مرتب نمودہ :

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وفیہ ساعۃ لایوافقھا عبد مسلم یصلی فیسأل اللّٰہ فیہا شیئا الا اعطاہ ایاہ قال ابوھریرۃ فلقیت عبداللّٰہ بن سلام فذکرت لہ ھذا الحدیث فقال انا اعلم بتلک الساعۃ فقلت اخبرنی بہا ولا تضنن بہا علی قال ھی بعد العصر الی ان تغرب الشمس قلت فکیف تکون بعد العصر وقد قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لایوافقہا عبد مسلم وھو یصلی وتلک الساعۃ لایصلی فیہا فقال عبداللّٰہ بن سلام الیس قد قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من جلس بہا مجلسا ینتظر الصلوٰۃ فہو فی الصلوٰۃ قلت بلی قال فہو ذاک (انتہی ما فی الترمذی)[2]

ہمچنیں فی مانحن فیہ مقتدی را قاری گفتہ و برو حکم لمن لم یقرأ صادق نکردہ و حدیث عبادہ را بر عمومیۃ خود قطعی الدلالۃ برداشتہ و حکم آیہ و اذا قرئ القرآن نیز بر اصل خود باقی گذاشتہ و توافق مابین آیہ و احادیث بلاتکلف پیدا آمدہ و حکم ہر یک بجائے خود باقی ماندہ و نسخ و تخصیص یا موضوعیت یکے از دیگرے نیامدہ و مقتدی را سکوت لازم گردیدہ و تحقیق محقق معترض گشتہ و علوشان حنفیہ بر عمل احادیث اظہر من الشمس شدہ و عمل بر حدیث عبداللہ

---

[1] بخاری، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ، ج ۱، ص ۹۰ ۔
مشکاۃ، کتاب الصلاۃ، باب المساجد الخ، حدیث ۱۲، فصل ۱ (ملخصاً)

[2] ترمذی، کتاب الجمعہ، باب فی الساعۃ التی ترجی الخ، ج ۱، ص ۶۵ ۔

بن عمر نموده :

عن عبد الله بن عمرو قال هجرت الى رسول الله صلى الله عليه وسلم يوما قال فسمع اصوات رجلين اختلفا فى اية فخرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم يعرف فى وجهه الغضب فقال انما هلك من كان قبلكم باختلافهم فى الكتاب رواه مسلم[1]

پس مخالفت مابین آیت وحدیث پیدا کردن موجب گمراہی است خذ هٰذا منى ولا ... فى قلبك لان هٰذا لهو الفوز العظيم لمثل هٰذا فليعمل العملون۔

وازیں تقریر فقیر دفع شد اعتراض حنفیاں بہ نسبت عدم وجوب فاتحہ بر منفرد و ... عدم قطعی الدلالۃ بحالت تخصیص می آید پس آیا حنفی عامل بالحدیث اند کہ عمل بر جمیع احادیث اند یا مخالفین کہ عمل مخالفین بتقدیر وجوب فاتحہ بر مقتدی بر آیۃ وحدیث جابر واحادیث نمی ماند فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اگر گویند کہ بوقت سکتہ امام مقتدی را شاید کہ فاتحہ بخواند گوئیم کہ سکتہ از دو ... خالی نیست یا واجب باشد یا جائز، اول شق باطل ست لا دلیل على الوجوب و ... جائز است کہ امام سکتہ نکند، دریں صورت مقتدی ہمراہ امام خواہد شد وایں امر تقاضا ... ترک استماع بوجہ ترک سکوت وقت قراءۃ امام، ایں خلاف آیت است ونیز سکتہ را حد و ... مخصوص نیست وسکتہ امام برائے مقتدی مختلف می باشد بلحاظ ثقل وخفت پس لبا ... مقتدی بر اتمام قراءۃ موافق مقدار سکوت امام قادر نباشد دریں صورت ہماں محذور اول ... نیز اگر امام بلحاظ اتمام قراءۃ مقتدی ساکت باشد دریں صورت معاملہ منقلب می شود امام ... مقتدی امام می گردد وزیرا کہ دریں صورت امام تابع مقتدی می شود وایں جائز نیست پس ثابت ... بوقت سکتہ امام نیز فاتحہ نخواند ونیز بہ تقدیر قراءۃ مقتدی دو قراءۃ مشروع شوند یک بمنطوق ... ودیگر بزعم مخالف حالانکہ در یک صلوٰۃ و در یک رکعت دو قراءۃ غیر مشروع اند۔

---

[1] (ا) مسلم، کتاب العلم، باب النہی عن اتباع متشابہ القرآن الخ، ج ۱، ص ۳۰۴۔
(ب) مشکوٰۃ، کتاب الصلاۃ، باب الاعتصام بالکتاب والسنہ، حدیث ۱۳، فصل ۱۔

کلام در حدیث عبادہ بن الصامت

واضح است قائلین قراءة خلف امام حدیث عبادہ بن الصامت را حجت می گیرند این حدیث قابلِ حجت نیست زیرا کہ سندِ حدیث این ست :

حدثنا هناد نا عبدة بن سليمان عن محمد بن اسحاق عن مكحول عن محمود بن الربيع عن عبادة بن الصامت قال صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم الصبح فثقلت عليه القراءة فلما انصرف قال انى اراكم تقرءون وراء امامكم قال قلنا يا رسول الله اى والله قال لا تفعلوا الا بام القرآن فانه لا صلوٰة لمن لم يقرأ بها رواه الترمذى[1]

در سنن ابی داؤد از روایت محمد بن سلمة عن محمد بن اسحٰق الخ آمده است[2]

جواب حدیث هذا بچند وجه داده می شود :

اول اینکہ محمد بن اسحٰق مدلس است و روایت مدلس بہ عن نزد محدثین قابل حجت نمی باشد :

- محمد بن اسحٰق امام المغازی صدوق يدلس وعنعنة المعاصر محمول على السماع الا من مدلس فانها ليست محمولة على السماع (نخبة الفكر)[3] والمدلس لا يحتج بعنعنته بالاتفاق (شرح مسلم للامام النووى)[4]

سید شریف علی جرجانی در رسالہ خود گفتہ :

ربما لم يسقط المدلس شيخه لكن يسقط من بعده رجلا ضعيفا او صغير السن يحسن الحديث بذلك كفعل الاعمش والثورى وغيرهما وهو مكروه جدا وذمه اكثر العلماء (انتهى)[5]

---

[1] ترمذی، کتاب الصلاة، باب ماجاء فی القراءة خلف الامام، ص ۴۲۔

[2] ابوداود، کتاب الصلاة، تفریع استفتاح الصلاة، باب من ترک القراءة فی صلاتہ، ج ۱، ص ۸۲۔

[3] شرح نخبة الفکر، ص ۹۸۔

[4] شرح مسلم، مقدمہ، باب صحة الاحتجاج بالحدیث المعنعن، ج ۱، ص ۲۱۔

[5] رسالہ فی اصول الحدیث للسید شریف جرجانی، بحث مدلس، ص ۳

وتحقیق ایں در رسالہ خود مسمی بہ نور العادین فی تحقیق آمین بہ بسط تمام کردہ ام

فانظرها پس ایں حدیث قابلِ حجت نماندہ۔

وجواب دوم ایں ست کہ در تقریب محمد بن اسحاق را نسبت بہ تشیع کردہ در ایں
شبہ نیارد کہ ایں جرح مبہم است. گویم اگرچہ جرح مبہم است ولیکن از درجۂ عدالت تنز
نماندہ و توقف بہ قبول حدیث او پیدا گردیدہ ما سوا ازیں جرح مبین بہ نسبت او نقاد محد
اند چنانچہ مالک او را دجال گفتہ و عیسیٰ کذاب نوشتہ و بعض او را بہ خبیث تکلم کردہ
مثل یحییٰ بن معین و نسائی و دار قطنی و حماد بن سلمہ و امام احمد و امام مالک و ہشام و یحییٰ القط
ابراہیم و ابو عبد اللہ و یحییٰ بن سعید و وہب بن خالد و ابو زرعہ وغیرہم ائمہ جرح کنندگا
مدلس گفتہ اند و حدیث او را اخذ نمودہ اند و نہ حدیث او را قابلِ حجت داشتہ۔

روینا عن یعقوب بن شیبة قال سمعت محمد بن
عبد الله بن نمیر و ذکر ابن اسحاق فقال اذا حدث
عن من سمع منه من المعروفین فهو حسن الحدیث و
یحدث عن المجهولین احادیث باطلة فقال ابو موسی
محمد بن المثنی سمعت یحیی القطان یحدث عن
ابن اسحق فقلت یا ابا عبد الله ما احسن هذه القصص
التی یجیئ بها محمد بن اسحق فتبسم ای متعجبا وروی
ابن معین عن یحیی القطان انه کان لا یرضی بمحمد بن
اسحق ولا یحدث عنه وقال عبد الله بن احمد کان ابی
یتتبع حدیثه و یکتبه کثیرا بالعلو والنزول یخرجه
فی المسند وما رأیته یتقی حدیثه فقیل له یحتج به
قال لم یکن یحتج به فی السنن وقیل لاحمد یا ابا عبد الله
اذا تفرد بحدیث تقبله قال لا والله انی رأیته یحدث عن
الجماعة بالحدیث الواحد ولا یفصل بین کلام ذا من کلام ذا
وروی المیمونی عن ابن معین ضعیف وروی عنه غیره
لیس به ذلك وروی الدوری عنه ثقة لکنه لیس بحجة

وقال احمد بن زهير سئل يحيى بن معين عنه مرة
فقال ليس بذاك ضعيف وسمعت مرة اخرى يقول
هو عندی سقيم ليس بقوی وقال النسائی ليس بالقوی
وقال البرقانی سألت الدارقطنی عن محمد بن اسحٰق
بن يسار وعن ابيه فقال لا يحتج بهما وانما يعتبر
بهما وروى ابوداؤد عن حماد بن سلمة قال لولا
الاضطرار ما حدثت عن محمد بن اسحٰق وقال احمد
قال مالك وذكر فقال دجال من الدجاجلة وروى
الهيثم بن خلف الدوری حدثنا احمد بن ابراهيم نا
ابوداؤد صاحب الطيالسة حدثنی من سمع هشام
بن عروة وقيل له ان ابن اسحٰق يحدث هكذا و
كذا عن فاطمة فقال كذب الخبيث وروى القطان
عن هشام انه ذكره فقال عدو الله الكذاب يروى
عن امرأتی اين رآها وقال مالك كذاب وقال
ابن ادريس قلت لمالك ذكر المغازی فقلت قال
محمد بن اسحٰق انا بيطارها فقال نحن نفيناه
عن المدينة وقال مكی بن ابراهيم جلست الی
محمد بن اسحٰق فكان يخضب بالسواد فذكر
احاديث فی الصفة فلم اعد اليه وقال تركت حديثه
وقد سمعت منه بالری عشرين مجلسا وروى
الساجی عن المفضل بن غسان حضرت يزيد بن
هارون وهو يحدث بالبقيع وعنده ناس من اهل
المدينة يسمعون منه حتى حدثهم عن محمد بن
اسحٰق فامسكوا وقالوا لا تحدثنا عنه نحن اعلم به
فذهب يزيد يحاولهم فلم يقبلوا وقال ابوداؤد سمعت

احمد بن حنبل ذكره فقال كان رجلا يشتهي الحديث
فياخذ كتب الناس فيضعها في كتبه. وقال احمد
يدلس وقال ابوعبد الله قدم محمد بن اسحق
الى بغداد فكان لا يبالي يحكي عن الكلبي وقال
ليس بحجة وقال الفلاس كنا عند وهب بن
جرير فانصرفنا من عنده فمررنا على يحيى
القطان فقال اين كنتم فقلنا كنا عند وهب
بن جرير يعني نقرأ عليه كتاب المغازي عن
ابيه عن ابن اسحق فقال تنصرفون من عنده بكذب
كثير وقال عباس الدوري سمعت احمد بن
حنبل وذكر ابن اسحق فقال اما في المغازي
واشباهه فيكتب واما في الحلال والحرام فيحتاج
الى مثل هذا ومد يده وضم اصابعه ويروى
الاثرم عن احمد كان كثير التدليس جدا احسن
حديث عندي ما قال اخبرني وسمعت عن
ابن معين ما احب ان احتج به في الفرائض وقال
ابن ابي حاتم ليس بالقوي ضعيف الحديث وهو
احب الي من افلح بن سعيد يكتب حديثه وقال
سليمان التيمي كذاب وقال يحيى القطان ما
تركت حديثه الا لله اشهد انه كذاب وقال يحيى
بن سعيد قال لي وهيب بن خالد انه كذاب قلت
لوهيب ما يدريك قال قال مالك اشهد انه كذاب
قلت لمالك ما يدريك انه كذاب قال قال لي
هشام بن عروة اشهد انه كذاب قلت لهشام
ما يدريك قال حدث عن امرأتي فاطمة حديث

النبی و لم یلقہا (تہذیب الکمال وتہذیب التہذیب[1])

پس ہرگاہ کہ ثابت گردید کہ محمد بن اسحٰق مدلّس وکذاب است چگونہ حدیث او حجت شود مقابل حدیث صحیح وآیت قرآنی چنانچہ عینی گفتہ:

قال العینی المدلس اذا قال عن فلان لایحتج بحدیثہ عند جمیع المحدثین مع انہ قد کذبہ مالک وضعفہ احمد وقال لا یصح الحدیث عنہ وقال ابو زرعۃ الرازی لا یقضی لہ بشیٔ انتہی ما فی الشرح العینی للھدایۃ[2] -

وبہمیں سبب شیخین در متن صحیحین خود از وحدیث اخذ نہ نمودہ بلکہ مسلم در متابعات حدیث او آوردہ ایں ہم دلالت بر ضعف او کند زیرا کہ راوی متابعات وشواہدات او ضعیف اند منجملہ آں محمد بن اسحاق بن یسار است چنانچہ امام نووی در مقدمہ شرح مسلم ایں معنی کردہ کہ محمد بن اسحاق راوی شواہد ضعیف است:

ثم اتبعہ باسناد اخر او اسانید فیہا بعض الضعفاء علی وجہ التاکید بالمتابعۃ منہم مطر الوراق وبقیۃ بن الولید ومحمد بن اسحٰق بن یسار الخ[3]

وازیں جا یحییٰ بن معین کہ از نقاد حدیث است میگوید کہ سند جملہ استثنائیہ ایں حدیث ضعیف است وبہمیں سبب محمد بن اسمٰعیل جملہ استثنائیہ را در صحیح خود نیاوردہ کہ ضعیف بود و ضعیف ابو عیسیٰ حدیث عبادہ را کہ بحذف جملہ استثنائیہ بود ترجیح دادہ فافہم۔

دریں جا کدام مشکک شک نیارد کہ بعض محدثین تعدیل محمد بن اسحٰق نیز کردہ اند گویم در اجتماع تعدیل وجرح مبین جرح را ترجیح است تعدیل را اعتبار نیست والجرح مقدم علی التعدیل (نخبۃ الفکر) پس ایں حدیث قابل حجت نماندہ وبہمیں تقریر محققین کہ دراں محمد بن اسحٰق راوی ست ضعیف گشتہ وقابل تمسک نماند۔

جواب سوم بہ مسلک شافعیہ ومحدثین ایں است کہ مکحول راوی ایں حدیث مرسل است

---

[1] تہذیب الکمال، تہذیب التہذیب۔

[2] شرح ہدایہ، للعینی،

[3] شرح مسلم، مقدمہ، فصل حاب حائیون مسلم رحمہ اللہ، ص ۱۶ (ملخصاً)

وحدیث مرسل غیر صحابی نزد محدثین و امام شافعی قابل حجت نمی باشد :

مکحول الشامی ابوعبد اللہ ثقۃ فقیہ کثیر الارسال مشہور (تقریب[1]) ای کون المرسل حدیثا ضعیفا مردود لا یحتج عند جماہیر المحدثین وکذا عند الشافعی وکثیر من الفقہاء واصحاب الاصول (نزہۃ النظر[2])

اگر کدام کس در نماز جہریہ از حدیث نافع بن محمود حجت گیرد :

قال نافع ابطأ عبادۃ بن الصامت عن صلوۃ الصبح فاقام ابونعیم المؤذن الصلوۃ فصلی ابونعیم بالناس واقبل عبادۃ وانا معہ حتی صففنا خلف ابی نعیم وابونعیم یجہر بالقراءۃ فجعل عبادۃ یقرأ بام القراٰن فلما انصرف قلت لعبادۃ سمعتک تقرأ بام القراٰن وابونعیم یجہر قال اجل صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض الصلوات التی یجہر فیہا القراءۃ قال فالتبست علیہ القراءۃ فلما انصرف اقبل علینا بوجہہ فقال ہل تقرأون اذا جہرت بالقراءۃ فقال بعضنا انا نصنع ذلک قال فلا وانا اقول مالی ینازعنی القراٰن فلا تقرأوا بشیء من القراٰن اذا جہرت الا بام القراٰن رواہ ابوداؤد[3]

جواب این بہ دو وجہ داده می شود :

جواب اول اینکہ حدیث ہذا ضعیف است وقابل حجت نیست زیراکہ الہیثم ... است ومکحول کثیر الارسال است ونافع بن محمود مستور است کما فی التقریب وحدیث مرسل ... مردود می باشد کما فی نزہۃ النظر وشرح الشرح :

ای کون المرسل حدیثا ضعیفا مردود لا یحتج عند جماہیر

---

[1] تقریب،

[2] شرح نزہۃ النظر،

[3] ابوداود، کتاب الصلاۃ، تفریع استفتاح الصلاۃ، باب من ترک القراءۃ فی صلاتہ ...

المحدثين وكذا عند الشافعي وكثير من الفقهاء و اصحاب الاصول (انتهى)[1]

...حال مستور که روایت او غیر مقبول است :

الجمهور قالوا انها لاتقبل رواية المستور للاجماع على منع الفسق من المقبول (شرح الشرح) وهكذا حال الهيثم القدری[2]

...حدیث قدریہ ضعیف می باشد چنانچه از حدیثے که در ترمذی آمده ثابت می شود :

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صنفان من امتى ليس لهما في الاسلام نصيب المرجئة والقدرية رواه الترمذی[3]

...قدریه را در اسلام حصه نه شده حدیث او چگونه معتبر باشد -

جواب دوم اینکه حدیث ابی ہریرہ که سند او صحیح وقوی است از حدیث عباده یا حدیث عباده ... دلیس لامحال حسب اصول حدیث حدیث ابی ہریرہ را ترجیح است بر حدیث عباده :

عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم انصرف من صلوٰة جهر فيها بالقراءة فقال هل قرأ معى احد منكم انفا فقال رجل نعم يا رسول الله صلى الله عليه وسلم قال انى اقول مالى انازع القرآن قال فانتهى الناس عن القراءة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما جهر فيه النبي صلى الله عليه وسلم بالقراءة من الصلوات حين سمعوا ذلك من رسول الله صلى الله عليه وسلم (رواه ابوداؤد)[4]

وظاہر ایں حدیث دلالت میکند بر نسخ یعنی حدیث ابی ہریرہ ناسخ است حدیث

---

[1] ... نزهة النظر.

[2] ... شرح.

[3] ... كتاب الايمان، باب الايمان بالقدر. حديث ۲، فصل ۲-

[4] ... داود، كتاب الصلاة، تفريع استفتاح الصلاة، باب من كره القراءة الخ. ج ۱، ص ۱۲۷

عبادہ را وکدام کس اعتراض بمیان نیارد کہ حدیثِ عبادہ مخصص است حدیثِ ابوہریرہ
تخصیصِ حدیث بمثلِ او میشود و دریں جا حدیثِ عبادہ ضعیف است قابلِ تخصیص نیست
راوی ضعیف نیز مقبول نیست - از تمام تحریرِ فقیر ثابت گردیدہ کہ جملۂ استثنائیہ زیادتی
ضعفا است کہ قابلِ حجت نیست -

فصل سوم
(در اثباتِ آں از آثار)

عبداللہ بن عمر، پس امام فاتحہ نخواندہ و ہر کہ سائل بودے او را منع فرمودے
امامِ مالک در مؤطا خود می آرد :-

عن نافع ان عبد اللہ بن عمر كان اذا سأل هل يقرأ
احد خلف الامام؟ قال اذا صلى احدكم خلف الامام فحسبه
قراءة الامام واذا صلى وحده فليقرأ وكان عبد اللہ
بن عمر لا يقرأ خلف الامام رواه مالك فى المؤطا [1]

وعلقمہ کہ از کبار تابعین فقیہ و محدث است و عبداللہ بن مبارک فقیہ و محدث
رواۃ ابوعیسٰی ترمذی است در ہر دو نماز سریہ و جہریہ خلف امام گاہے یک حرف
قال ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم ان قال لم يقرأ
علقمة خلف الامام حرفا لا فيما يجهر فيه ولا فيما
لا يجهر ولا قرأ فى اخريين بام الكتاب ولا غيرها
خلف الامام ولا اصحاب عبد اللہ جميعا [2]

و عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیز خلفِ امام نمی خواند :

عن حماد عن ابراهيم ان عبد اللہ ابن مسعود لم يقرأ
خلف الامام فى الركعتين الاوليين ولا غيرهما [3]

---

[1] مؤطا امام مالک : باب ترک القراءۃ خلف الامام ، ص ۸۲ -

[2] کتاب الآثار امام محمد : باب القراءۃ خلف الامام ، ص ۳۴ -

[3] مؤطا امام محمد : باب القراءۃ خلف الامام ، ص ۱۰۰ -

وامام مالک گفتہ کہ اکثر آثار درین باب آمدہ اند کہ قراءۃ خلف امام غیر جائز ست :-

قال محمد اخبرنا مالک لاقراءۃ خلف الامام فیما جهر فیه ولا فیما لم یجهر بذلک جارت علمة الاثار له

[illegible] محمد وابن عمر خلف امام قراءۃ فاتحہ نمی خواندند :-

قال محمد اخبرنا اسامة بن زید المدنی حدثنا سالم بن عبد الله بن عمر قال کان ابن عمر لا یقرأ خلف الامام قال فسألت القاسم بن محمد عن ذلک فقال ان ترکت فقد ترک ناس یقتدی بهم وان قرأت فقرأ ناس یقتدی بهم وکان القاسم ممن لا یقرأ ؎ ۔

ازیں جا کسے را شک پیدا نمی شود کہ بعض صحابہ و تابعین خلفِ امام خواندہ لیس [illegible] گویم کہ قاسم باوجود قولِ خود فقرأ ناس یقتدی بهم خلف امام نمی خواند پس [illegible] شد کہ ترک قراءۃ خلفِ امام را ترجیح است و وقتے کہ ایں قاسم را مقابل کنی بہ آیت و [illegible] ما تقدم تحقیقہ و ما سیجیئ من الآثار ، پس متیقن خواہد شد کہ قراءۃ خلفِ امام غیر جائز است [illegible] صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہ در جنگ بدر حاضر بودند ثابت شدہ کہ خلفِ امام قراءۃ نمی خواندند :-

وفی الکرمانی عن الشعبی ادرکت سبعین بدریا کلهم علی انه لا یقرأ خلف الامام (شرح مؤطا المحمد ؎)

سوال کردہ شد عبداللہ بن مسعود از قراءۃ خلف امام ، جواب داد کہ خاموش باش [illegible] شغل است و کافی ست ترا قراءۃ امام :-

عن ابی وائل قال سأل عبد الله بن مسعود عن القراءۃ خلف الامام قال انصت للقرآن فان فی الصلوۃ شغلا و سیکفیک ذلک الامام ؎ ۔

[illegible] محمد ، باب القراءۃ فی الصلاۃ خلف الامام ، ص ۶۰ ۔

حدیث ۱۱۸ ، ص ۶۱ ، ۶۲ ۔

[illegible] مؤطا محمد

[illegible] امام محمد ، باب القراءۃ فی الصلاۃ خلف الامام ، حدیث ۱۲۱ ، ص ۶۲ ۔

ونمی خواند فاتحہ خلف امام گر گفتہم :-

عن ابراهيم قال ان اول ما قرء خلف الامام رجل اتهم[1]

وزید بن ثابت میگوید کہ از خواندن فاتحہ پس امام نماز نمی شود :-

عن موسى بن سعد بن زيد بن ثابت يحدث عن جده انه قال من قرء خلف الامام فلا صلوة له[2]

هذا كله في الموطا للامام محمد -

چنانچہ ابن ہمام گفتہ کہ جماعت صحابہ ہم برین اند کسیکہ پس امام فاتحہ خواندہ نماز

ذكر ابن الهمام ذهبت جماعة من الصحابة على فساد صلوة من قرء خلف الامام[3]

اگر کدام کس گوید کہ ابو ہریرہ پس امام فاتحہ خواندن را در نفس خود

میگویم کہ ایں قیاس ابو ہریرہ مقابل احادیث صحیحہ کہ باسناد قویہ آمدہ اند قابل

قال ابو حنيفة عن موسى بن ابى عائشة عن عبد الله بن شداد عن جابر بن عبد الله ان رجلا قرء خلف النبي صلى الله عليه وسلم في الظهر او العصر واوما رجل فنهاه فلما انصرف قال تنهاني ان اقرء خلف النبي صلى الله عليه وسلم فتذاكرا ذلك حتى سمع النبي صلى الله عليه وسلم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى خلف الامام فقراءة الامام له قراءة[4]

ودر بخاری مذکور است کہ سفیان موسیٰ را ثقہ گفتہ -

---

[1] موطا امام محمد، باب القراءۃ فی الصلاۃ خلف الامام، حدیث ۱۲۳، ص ۹۲ -

[2] ایضاً " " ، حدیث ۱۲۷، ص ۹۳ -

[3] فتح القدیر، کتاب الصلاۃ، فصل القراءۃ، ج ۲، ص ۲۹۷ (ملخصاً)

[4] مسند امام اعظم، باب کفایۃ قراءۃ الامام للماموم، ص ۶۱ -

وجواب دوم این ست کہ خود ابوہریرہ حدیث برخلافِ قیاسِ خود آوردہ است کما تقدم:-

قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا الحدیث [1]

...شد کہ این قیاسِ ابوہریرہ قبل از استماعِ حدیث بود۔

وجواب سوم این ست کہ قیاس ابوہریرہ از حدیثِ عمر رضی اللّٰہ تعالےٰ عنہ کہ مجتہد از خلفاء ... منقوض است او رضی اللّٰہ تعالےٰ عنہ فرمود شخصے کہ خلفِ امام قراءۃ خواند در ... وحجر باشد:

قال محمد اخبرنا داؤد بن قیس الفراء اخبرنا محمد بن عجلان ان عمر بن الخطاب قال لیت فی فم الذی یقرأ خلف الامام حجرا [2] ھذا حدیث صحیح۔

... رجال آن ثقہ اند ودیگر آثار نیز مؤید اند۔

قال محمد اخبرنا داؤد بن قیس الفراء المدینی اخبرنی بعض ولد سعد بن ابی وقاص انہ ذکر لہ ان سعدا قال وددت ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیہ جمرۃ [3]

ودیگر حدیث نیز باین مضمون از روایتِ علقمہ بن قیس آمدہ:-

قال لان اعض علی جمرۃ احب الی من ان اقرأ خلف الامام [4] (موطا امام محمد)

...حدیث ابی ہریرہ مخالفت قیاسِ خود بیان کردہ:-

حدثنا ابراھیم بن موسی الرازی انا عیسی بن جعفر بن

---

[1] ...جہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ الخ. باب اذا قرأ الامام فانصتوا. ص ۶۱ -

[2] ...امام محمد. باب القراءۃ فی الصلاۃ خلف الامام. حدیث ۱۲۶، ص ۶۳ -

[3] ایضاً " " " " حدیث ۱۲۵، ص ۶۳ -

[4] ایضاً " " " " حدیث ۱۲۴، ص ۶۲ -

میمون البصری نا ابو عثمان النہدی حدثنی ابو ہریرۃ
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخرج فناد
فی المدینۃ ان لاصلوٰۃ الا بقرآن ولو بفاتحۃ الکتاب
فما زاد ولو بفاتحۃ الکتاب فما زاد ابوداؤد [1]

پس اگر نماز بغیر فاتحہ جائز نبودے چرا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قراءۃ مطلق قر
اشتہار نمودے پس متحقق شد کہ فاتحہ خلف امام خواندہ شود۔

ھذا ھو متحقق عندی وعلم الصواب عند ربی وھو
للصواب والیہ المرجع والمآب۔

خاتمۃ الکتاب

واضح باد کہ مدار تحقیق مسئلہ ہذا بر آیات قرآنی واحادیث صحیحہ مثل حدیث انصات
ما تیسر من القرآن وحدیث جابر وغیرہم کردہ شدہ است ودیگر احادیث وآثار
ازاں مثل احادیث صحیحہ نیستند برائے تقویت وشواہد آمدہ اند چنانچہ دأب محدثین
وایں ہم ظاہر کنانیدہ کہ حدیث جابر بچہ قدر رتبہ صحت دارد مثل حدیث لاصلوٰۃ
بشری خود جوابہائے سوالات نیز دادہ۔ امید از و تعالیٰ کہ کدام سوال بیروں ازیں رسا
نخواہد شد کہ جواب آں ازیں فہمیدہ نشود وباقی احادیث مخالفین کہ از حد ضعیف بودند
ترک نمودہ تا کہ طوالت رسالہ نگردد وامید از اولی الفضل وذوالعدل ہمیں ست کہ بنظر انصاف
از عیوب کہ ازاں کدام بشر خالی نیست درگذشتہ بحق فقیر دعائے خیر کردہ باشند وبخدمت
عرض است کہ در حدیث جابر بر امام صاحب زبان طعن نکشایند ورنہ امام بخاری خالی از طعن نی
فافہم ولا تکن من الغافلین۔ الحر تکفیہ الاشارۃ۔

تمت ہذہ الرسالۃ فی جمادی الآخرۃ سنۃ الف و
مائتین وخمس وثمانین من الہجرۃ

۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء

---

[1] ابو داؤد، کتاب الصلاۃ، تفریع استفتاح الصلاۃ، باب من ترک القراءۃ فی صلاتہ، ص ۵

سوال ۲۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ زید کہتا ہے کہ بعد سلام پھیرنے نماز فرضوں
ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنی بدعت ہے، حضرت نے بعد نماز فرضوں کے ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں
کسی حدیث سے ثابت ہے فقط اللھم انت السلام ومنك السلام
ہے۔ اب احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تحریر فرمادیں کہ حضرت نے بعد
پھیرنے نماز فرضوں کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی ہے یا نہیں؟ ارشاد فرمادیں اور اجر پاویں
بہت لوگوں نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنی بعد فرضوں کے چھوڑ دی ہے، بہت حدیثوں سے
کر کے فرمائیے گا کہ لوگ ہدایت پاویں۔ فقط۔

الجواب

واضح ہو کہ بعد فرضوں کے سلام پھیرنے کے بعد دعا ہاتھ اٹھا کر طلب کرنی سنت ہے ولیکن
کے نزدیک بدعت ہے چنانچہ حدیث سے ظاہر ہے:۔

عن ابی امامۃ قال قیل یارسول اللہ ای الدعاء اسمع (ای اجرم للاجابۃ) قال جوف اللیل الآخر ودبر الصلوات المکتوبۃ۔ رواہ الترمذی [1]

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بعد نماز فرضوں پنج وقتہ کے دعا مانگنی موجب زیادتی قبولیت کا
کوئی نماز نہیں ہے کہ جس کے بعد ہاتھ اٹھا کے نہ ہو جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے:۔

وعن الفضل بن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوۃ مثنی مثنی تشهد فی کل رکعتین و تخشع وتضرع و تمسکن و تقنع یدیک تقول ترفعهما الی ربك مستقبلا ببطونهما وجهك و تقول یارب یارب ومن لم یفعل ذلك فهو كذا

---

[1] مشکاۃ، کتاب الصلاۃ، باب الذکر بعد الصلاۃ، حدیث-۱، فصل ۲۔

وکذا رواہ الترمذی [1]

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ہر نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کے دعا مانگنی فرمودہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے پس امر حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو بدعت کہنا کیا حکم رکھتا
الحری تکفیہ الاشارۃ اور دعا غیر دعا استسقاء کے یہی ہے کہ مقابل مونڈھوں کے
اٹھائے جاویں زیادہ بلند نہ ہوں :-

عن ابن عباس قال المسئلۃ ان ترفع یدیک
حذو منکبیک او نحوھما رواہ ابوداؤد [2]

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دعا اسی کو کہتے ہیں جس میں رفع یدین ہو اور حدیث
سے متحقق ہوا کہ بعد نماز فرضوں کے دعا مانگنی زیادہ قبولیت رکھتی ہے پس متحقق ہوا کہ بعد
پنجگانہ کے ہاتھ اٹھا کے دعا مانگنی سنت ہے جیسا کہ کرمانی شرح بخاری میں لکھا ہے

واما رفع الیدین فلانہ کان یدعو وھو السنۃ
عند الدعاء انتہٰی [3]

اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل بھی یہی تھا کہ وقت دعا کے ہاتھ اٹھاتے تھے
چہرہ مبارک کو ملتے تھے جیسا کہ دستور اہل سنت وجماعت کا ہے برخلاف اہل بدعت

عن عمر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اذا رفع یدیہ فی الدعاء لم یحطھما حتی یمسح بھما
وجھہ رواہ الترمذی [4]

اور اسی طرح سے حدیث ابن عباس سے :

عن ابن عباس سلوا اللہ ببطون اکفکم ولا تسئلوہ
بظھورھا فاذا فرغتم فامسحوا بھا وجوھکم رواہ

---

[1] مشکاۃ، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، حدیث ۱۰، فصل ۲۔

[2] مشکاۃ، کتاب الدعوات، حدیث ۳۳، فصل ۳۔

[3] شرح بخاری للکرمانی

[4] مشکاۃ، کتاب الدعوات، حدیث ۲۳، فصل ۲۔

ابوداؤد [2]

اٹھانا ہاتھ کا دعا میں موجب قبولیت دعا کا ہے اسی واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نماز پنجگانہ کے مقبولیت دعا کی فرمائی ہے چنانچہ حدیث اول میں گزرا :-

عن سلمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ان ربکم حیی کریم یستحیی من عبدہ اذا رفع یدیہ
الیہ ان یردھما صفرا رواہ ابوداؤد والترمذی[3] وابن ماجۃ

پس جس شخص کو قبولیت دعا کی مطلوب ہو وہ بعد نماز کے ہاتھ اٹھائے ورنہ نہ اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت دعا مانگتے تھے اسی وقت ہاتھ اٹھاتے تھے خواہ بعد نماز پنجگانہ کے یا
کے اور پھر ہاتھوں کو منہ پر پھیرتے تھے :-

عن یزید ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا دعا
فرفع یدیہ ومسح وجھہ بیدیہ رواہ ابوداؤد[4] وھکذا
فی الترمذی عن عمر بن الخطاب قال کان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اذا رفع یدیہ فی الدعاء لم یحطھما حتی
یمسح بھما وجھہ رواہ الترمذی [5]

... سے حدیث بخاری میں :-

مشکوٰۃ : کتاب الدعوات ، فصل ثانی۔

ابوداؤد : کتاب الصلوٰۃ ، باب الدعاء ، ص ۲۱۶۔

مشکوٰۃ : کتاب الدعوات ، فصل ثانی۔

ابوداؤد : کتاب الصلوٰۃ ، باب الدعاء ، ص ۲۱۶۔

ترمذی : ابواب الدعوات ، باب جامع الدعوات ، ص ۱۹۵۔

ابن ماجہ : ابواب الدعاء ، ص ۲۸۴۔

مشکوٰۃ : کتاب الدعوات ، فصل ثالث۔

ابوداؤد : کتاب الصلوٰۃ ، باب الدعاء ، ص ۲۱۶۔

مشکوٰۃ : کتاب الدعوات ، فصل ثانی۔

عن ابی موسیٰ قال دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم بماء فتوضأ ثم رفع یدیہ فقال اللھم اغفر لعبید ابی عامر ورأیت بیاض ابطیہ رواہ البخاری[1]

وعن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دعوت اللہ فادع ببطون کفیک ولا تدع بظھورھما فاذا فرغت فامسح بھما وجھک رواہ ابن ماجۃ[2]

پس حسب مفہوم "اذا" کے کہ عام ہے جس وقت کہ دعا مانگے خواہ بعد نماز ہو یا غیر نماز ہو، ہاتھ اٹھانے سنت ہیں۔

اور دوسری حدیث میں آیا ہے :-

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من عبد یرفع یدیہ حتی یبدو ابطہ یسأل اللہ مسألۃ الا اتاھا ایاہ ما لم یعجل رواہ الترمذی[3]

اور یہ بھی معلوم رہے کہ صحابہ کرام میں یہ امر مروج تھا کہ بعد نماز کے دعا مانگتے تھے جیسا کہ رفع یدین وقت دعا مروج تھا جیسا کہ حدیث ابن عباس میں گزرا :

عن انس قال دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم المسجد ورجل قد صلی وھو یدعو الحدیث رواہ الترمذی[4]

اور بخاری نے در باب رفع یدین دعا کے عقد باب کیا ہے :-

باب رفع الایدی فی الدعاء، وقال ابو موسی دعا النبی

---

[1] بخاری ، کتاب المغازی ، باب غزوہ اوطاس ، ج ۲ ، ص ۶۱۹۔

[2] ابن ماجہ : کتاب الدعاء ، باب رفع الیدین فی الدعاء ، ص ۲۸۴۔

[3] ترمذی : ابواب الدعوات ، ص ۲۰۰۔

[4] ترمذی ، ابواب الدعوات ، باب فی جامع الدعوات ، ج ۲ ، ص ۱۹۳۔

صلی اللہ علیہ وسلم ثم رفع یدیہ ورایت بیاض
ابطیہ وقال ابن عمر رفع النبی صلی اللہ علیہ
یدیہ اللّٰھم انی ابرأ الیک مما صنع خالد وعن
انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدیہ حتی
رأیت بیاض ابطیہ [1]

...جمہ اس کے عقد باب کیا ہے باب الدعاء بعد الصلوٰۃ۔ اس سے معلوم ہوا
...خاری کے نزدیک ابھی بعد صلوٰۃ مکتوبہ کے دعا مع رفع یدین کے سنت ہے البتہ نزدیک
...کے گروہ اہل سنت وجماعت سے خارج ہے، عدم مشروعیۃ دعا کی ہے، پس واعجبا!
...احادیث صحیحہ کے اور مذہب بخاری کے ابن القیم کے قول پر اعتماد کرنا ——— اور
...اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں حکمت رفع یدین اور ملنے
...کے منہ پر لکھی ہے کہ " رغبت دلانی ہیئت بدن اور ہیئت نفسانی کی بسوئے اللہ تعالےٰ
...بظاہر توجہ بدن کی الی اللہ ہے شل حضوری قلب کے تاکہ دل اور بدن ایک ہوجاویں"
اور بعد اس کے لکھا ہے :

اقرب الدعوات من الاستجابۃ عقیب الصلوٰۃ [2]

پس ثابت ہوا کہ بعد نماز فرضوں کے دعا مانگنی ساتھ رفع یدین کے سنت ہے اور خوشنودی
...وتعالےٰ اور مقبولیت دعا کی ہے اور یہ بھی معلوم ہو کہ جیسا کہ فعل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
...فعل کو ہوتا ہے اس سے زیادہ حکم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مثبت فعل کو ہوتا ہے و در فیما
...فعل و دوام ہر دو پائے گئے۔ پس سنت دعا مع رفع یدین میں کیا شک رہا مگر شاید زید کو
...ابن عمر نے طرف بدعت ہونے دعا کے عقیب الصلوٰۃ مائل کیا ہوا اور وہ حدیث یہ ہے :-

عن ابن عمر انہ یقول رفعکم ایدیکم بدعۃ مازاد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ھذا یعنی
الی الصدر [3]

---

[1] ...بخاری: کتاب الدعوات، باب رفع الایدی الخ، جلد ثانی، ص ۹۳۸۔
[2] ...حجۃ اللہ البالغہ،
[3] ...مشکوٰۃ: کتاب الدعوات، حدیث ۳۵، فصل ۳۔

اور حالانکہ یہ بھی حدیث مثبت سنیت دعا مع رفع یدین کو ہے کیونکہ حضرت
سینہ سے اونچا اٹھانے ہاتھوں کو بدعت کہتے ہیں اور سینہ تک اٹھانے کو سنت
جیسا کہ جملہ ما زاد (آخر حدیث تک) دلالت کرتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ زید
الصلوٰۃ پر عمل کیا ہے اور انتم سکارٰی کو چھوڑ دیا واللہ اعلم بالصواب
المرجع والمآب۔

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی
۲۷ ذی قعدہ ۱۳۰۳ ہجری

سوال ۲۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ریل میں یعنی حالت
ریل کے نماز جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز نہیں ہے تو مع سند کے مطلع فرما دیں اور
تو بھی فرما دیں کہ کس جگہ سے ثابت ہے؟ گزارش کیا گیا کہ مع سند کتب فقہ سے ثابت

الجواب

بر ماہرانِ فقہ و احادیث مخفی نہ ہو کہ نماز فرض ریل پر بحالت روانگی ریل
نہیں ہے جیسے کہ نماز فرض دابہ پر جائز نہیں ہے کما فی الحدیث :-

عن ابن عمر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم یصلی فی السفر علی راحلتہ حیث توجھت بہ
یومی ایماء صلوٰۃ اللیل الا الفرائض و یوتر علی
راحلتہ متفق علیہ [1]

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ علت عدم جواز صلوٰۃ فرض کی دابہ پر حرکت
ثابت ہوتا ہے کتبِ فقہ سے :-

ولو صلی علی دابۃ فی شق محمل وھو یقدر علی النزول

---

[1] مشکوٰۃ : کتاب الصلوٰۃ ، باب صلوٰۃ المسافر ، فصل اول۔

بنفسہ لا تجوز الصلوٰۃ علیہا اذا کانت واقفۃ وکذا لو سائرۃ بالاولی الا ان تکون عیدان المحمل علی الارض بان رکز تحتہ خشبۃ (درمختار)[۱]

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ اگرچہ دابہ قیام بھی رکھتا ہو اس وقت بھی اس پر نماز جائز ہے تاوقتیکہ کجاوا زمین پر قائم نہ ہو اور دابہ سے کسی طرح سے کجاوے کو تعلق نہ ہو کیونکہ ... حرکت ہے، پس یہ امر نہ سمجھنا چاہیے کہ رفتار دابہ کی بالخصوص مانع جواز صلوٰۃ کو ہے بلکہ ... حرکت محل نماز کی مانع جواز صلوٰۃ کو ہے اگرچہ کسی وجہ سے ہو، آیا نہیں معلوم کہ گاڑی تختہ دار ... حرکت نماز فرض جائز نہیں ہے :-

واما الصلوٰۃ علی العجلۃ ان کان طرف العجلۃ علی الدابۃ وھی تسیر فھی صلوٰۃ علی الدابۃ فتجوز فی حالۃ العذر لا فی غیرھا وان لم یکن طرف العجلۃ علی الدابۃ جاز ھٰذا کلہ فی الفرائض (تنویر الابصار والدر المختار)[۲]

... جب ایک طرف گاڑی کا دابہ پر ہوگا اور حالانکہ دابہ کھڑا ہوا ہے اس وقت کامل طور پر قیام ... گاڑی کو نہ ہوگا :-

اذا کان احد طرفیہا علی الارض والآخر علی الدابۃ لم یضر قرارھا علی الارض فقط شامی[۳]

اس عبارت کو غور کرو کہ اس قدر حرکت قلیل بھی مانع جواز صلوٰۃ کو ہے پس اسی پر قیاس ... ہے اور ایسا ہی عینی شرح کنز میں ہے :-

والعجلۃ کالدابۃ ان کان احد طرفیہا علی الدابۃ سواء کانت سائرۃ اولا وان لم تکن فھی بمنزلۃ السریر انتہی وھٰکذا فی شرح الھدایۃ للعینی[۴]

... عالمگیری میں ہے :-

---

[۱] ... مختار و شامی، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ الخ، ج ۱، ص ۷۰۴۔
[۲] ... تنویر و در مختار، " " ، ج ۱، ص ۷۰۴۔
[۳] ... شامی، " " ، ج ۱، ص ۷۰۴۔
[۴] ... شرح ہدایہ، للعینی

وامّا الصلوة على العجلة فان كان طرفها على الدابة
وهي تسير اولا تسير فهي صلوة على الدابة فتجوز حكمها و
ان لم يكن فهي بمنزلة السرير وكذا لو ركز تحت المحمل
خشبة حتى بقي قراره على الارض لا على الدابة
يكون بمنزلة الارض كذا في التبيين انتهى [1]

اس قدر حرکت کہ عجلہ دابہ سے کسی قدر تعلق رکھتا ہو، مانع جواز صلوٰۃ کو ہے کجا کہ حرکت
چنانچہ تشریح اس کی عینی شرح ہدایہ میں محیط سے کی ہے :-

وفي المحيط لو صلى في شق محمل لا يجوز الا
ان يركز تحت محمل خشبة لانه يكون قرار المحمل
على الارض لا على الدابة فيكون في المحمل كالسجود
على الارض والسرير انتهى [2]

اور ایسا ہی ہے فتح القدیر میں، اور قیاس ریل کا کشتی پر نہیں ہو سکتا کیونکہ کشتی کو کسی
اگرچہ قائم بھی ہو، سکون اور قیام نہیں ہے وقت بندھنے اور کھڑے ہونے کے بھی
پانی کے اس کو حرکت ہوتی ہے برخلاف ریل کے کہ بعد از نصف گھنٹہ کم و بیش اس
کامل ہوتا ہے، کم سے کم قریب پانچ منٹ کے کہ اس عرصہ میں دو رکعت فرض یا سہ رکعت
ہو سکتی ہیں اگر وضو ہو ورنہ بحالت فوت وقت اور نہ ہونے پانی کے تیمم کر کے پڑھے
اور سنن میں مختار ہے خواہ چلتی ریل میں پڑھے یا نہ پڑھے، اور اگر خیال نماز کا ہو تو ایک
پر وضو کر لے اور دوسرے اسٹیشن پر نماز ادا کر لے، اگر نیچے نہ اتر سکے بحالت سکون اند
ادا کرے، اگر عذر قیام کا ہو بیٹھ کے پڑھ لے البتہ چلتی ریل پر نماز فرض بلا عذر شرعی
ہے اور نوافل جائز ہیں اور اگرچہ قیاس ریل کا کشتی پر ناجائز ہے ولیکن بالفرض قیاس
تب بھی چلتی ریل پر نماز فرض درست نہیں کیونکہ کشتی میں بھی بحالت قیام کشتی و حرکت
نکلنا ممکن ہو نماز درست نہیں ہے، باہر نکل کے پڑھے :-

وصلى فيها فان كانت مشدودة على الجد مستقرة

---

[1] عالمگیری، کتاب الصلاۃ، باب فی صلاۃ المسافر، ج ۱، ص ۱۴۳۔
[2] شرح ہدایہ، عینی،

على الارض فصلى قائما اجزاه وان لم يكن مستقرة ويمكنه الخروج عنها لم يجز الصلوٰة فيها كذا في محيط السرخسي اما الصلوٰة في السفينة فالمستحب ان يخرج من السفينة للفريضة اذا قدر عليه (عالمگیری)[1]

جب کہ کشتی سے باہر نکل کے بصورت امکان خروج فرض ادا کرنے بہتر ہیں لیس ... ڈاگی ریل کہ اترنے پر اور قیام ریل پر قدرت کامل رکھتا ہے۔ نماز فرض غیر جائز ہوئی ... قیام ریل اندر ریل کے یا اتر کے پڑھنی جائز ہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکپ رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۱۸ رجب المرجب ۱۳۰۳ھ ہجری

سوال ۲۸

چہ فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ صلوٰۃ التسبیح بعد نماز جمعہ جائز است یا نہ ؟ ... جواز ادائیش اول نماز افضل است یا بعد، ہر چہ از روئے شرع شریف ثابت و ... تحریر فرمودہ مزین بمہر و دستخط نمودہ آید بینوا توجروا۔

الجواب

صلوٰۃ التسبیح ہر وقت غیر اوقات مکروہہ کے خواہ بعد نماز جمعہ خواہ قبل از نماز جمعہ ... ہے اور حکم مساوات کا رکھتی ہے:

لاطلاق الحديث بلا تقييد الوقت وانه صلوٰة التسبيح يفعلها من كل وقت لا كراهة فيه او في كل يوم او ليلة مرة والا ففي كل اسبوع او جمعة او شهر او العمر انتهى ما في الشامي۔ فقط[2]

حررہ واجابہ خاکپ رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۲۷ رمضان المبارک ۱۳۰۱ھ ہجری

---

[1] ... عالمگیری، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، ج ۱، ص ۱۴۳۔

[2] ... شامی، کتاب الصلاۃ، باب في السنن والنوافل (صلاۃ التسبیح)، ج ۱، ص ۶۱۴۔

سوال ۲۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ خصی یا مجبوب جماعت میں شامل ہو کر نماز پڑھتے ہیں بلا قید یمین ویسار وصف اول و دوم وغیرہ کے ہے یا نادرست ؟ اور اشخاص مذکورہ حکم میں مرد کے ہیں یا عورت کے ؟ اور گواہی ان کی مقبول ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اشخاص مذکورۃ السوال حکم مرد میں ہیں، صف اول پر ہمراہ مردوں کے بلا قید کے کھڑا ہونا درست ہے :-

والخصی والمجبوب والمخنث کالفحل (کنز)[1]

اور خصی اور مجبوب کی گواہی درست ہے :-

ویقبل شہادۃ الاقلف والخصی فان عمر (رضی اللہ عنہ) قبل شہادۃ علقمۃ الخصی ولانہ قطع عضو ظلما فصار کما اذا قطعت یدہ[2]

ولیکن مخنث کی گواہی مقبول نہیں ہے :-

ولا یقبل شہادۃ مخنث (ھدایہ)[3]

حررہ واجابہ خاکِ رہ محمد مسعود نقشبندی

۲۳ رجب ۱۳۰۱ھ ہجری

سوال ۳۰

زید غیر مقلد کہتا ہے کہ شہر دہلی میں نماز جمعہ کی جو لوگ کہ اپنی مسجد میں پڑھتے ہیں مذہب حنفیہ کے سوائے جامع مسجد کے نماز جمعہ کی ان لوگوں کی ہرگز ہرگز نہیں ہوتی اور کہتا ہے کہ نماز جمعہ کی جامع مسجد میں ہونی چاہیے اور جو لوگ جامع مسجد میں نہیں آتے اپنی مسجد میں پڑھ لیتے ہیں ان کا جمعہ ہرگز نہیں ہوتا بدلیل مدلل صحیحہ حنفیہ سے مرقوم فرمایئے گا۔

---

[1] کنز الدقائق ،

[2] ھدایہ، کتاب الشہادۃ ، باب من تقبل شہادۃ الخ ، ج ۳ ، ص ۱۲۸ -

[3] ایضاً ، ، ، ، ، ، ص ۱۲۶ -

الجواب

نماز جمعہ کی ایک شہر میں خواہ وہ شہر کلاں ہو یا خورد ہو کئی مساجد میں ادا کرنی مذہب حنفی میں جائز اور درست ہے اور اسی پر فتوے ہے :-

وتؤدى فى مصر واحد بمواضع كثيرة مطلقا على المذهب وعليه الفتوى (شرح المجمع للعينى و امامة فتح القدير دفعا للحرج (در مختار)

قوله مطلقا اى سواء كان المصر كبيرا او لا وسواء فصل بين جانبيه نهر كبير كبغداد او لا وسواء قطع الجسر او بقى متصلا وسواء كان التعدد فى مسجدين او اكثر هكذا يفاد من الفتح ومقتضاه انه لا يلزم ان يكون التعدد بقدر الحاجة كما يدل عليه كلام السرخسى الآتى. انتهى ما فى الشامى [1]

قول شارح سے اور پر عدم تعدد کے باقی نہیں گئی پس دلیل "دفعا للحرج" موضع لانص فیہ کے ہے، معتبر ہوگی جیسا کہ قاعدہ فقہاء کا ہے :-

المشقة والحرج انما يعتبران فى موضع لانص فيه واما مع النص بخلافه فلا (اشباه [2])

اور ثبوت اس امر کا کہ "مشقۃ" اور "حرج" سے تخفیفات اور آسانی شرع میں پیدا ہوئی آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے ثابت ہے :

كما قال الله تعالىٰ يريد الله بكم اليسر و لا يريد بكم العسر [3] اور دوسری آیت :-

وما جعل عليكم فى الدين من حرج [4]

اور حدیث شریف میں آیا ہے :-

---

[1] در مختار و شامی، کتاب الصلاۃ، باب الجمعہ، ج ۱، ص ۵۴۱

[2] اشباہ والنظائر، فائدہ ثالثہ، القاعدۃ الرابعۃ، ص ۸۳۔

[3] سورۃ البقرہ، آیت ۱۸۵۔ [4] سورۃ الحج، آیت ۷۸۔

احب الدین الی اللہ تعالیٰ الحنیفیۃ السمحۃ [1]

پس بسبب 'حرج' اور 'مشقت' کے جائز ہے کہ ایک شہر میں کئی جگہ نماز ادا کی جاوے اگرچہ دو ایک ہی مسجد میں ہو جیسا کہ شامی میں لکھا ہے :-

قولہ دفعا للحرج لان فی الزام اتحاد الموضع حرجا بینا لاستدعائہ تطویل المسافۃ علی اکثر الحاضرین ولم یوجد دلیل عدم جواز التعدد بل قضیۃ الضرورۃ عدم اشتراطہ لا سیما اذا کان مصرا کبیرا کمصرنا انتہی ما فیہ۔[2]

یہی مذہب صحیح ہے امام صاحب کا اور یہی قول ہے امام محمد اور امام شافعی و امام مالک (رحمہم اللہ تعالیٰ) کا جیسا کہ عینی شرح کنز میں ہے :-

وتؤدی الجمعۃ فی مصر واحد فی مواضع متعددۃ عند ابی حنیفۃ فی الصحیح وھو قول محمد والشافعی ومالک انتہی ما فیہ۔[3]

اور وقتیکہ سقوط وجوب السعی الی الجمعہ کہ نص سے ثابت ہے بدلیل حرج بارش احادیث ثابت پس بالاولیٰ تعدد جمعہ کا بدلیل حرج ثابت اور متحقق کما لا یخفیٰ علی الماہر :-

قال ابن عباس رضی اللہ عنہ لمؤذنہ فی یوم مطیر اذا قلت اشھد ان محمدا رسول اللہ فلا تقل حی علی الصلوٰۃ قل صلوا فی بیوتکم فکان الناس استنکروا فقال فعلہ من ھو خیر منی ان الجمعۃ عزمۃ وانی کرھت ان اخرجکم فتمشون فی الطین والدحض رواہ البخاری [4]

---

[1]

[2] شامی، کتاب الصلاۃ، باب الجمعہ، ج ۱، ص ۵۴۱۔

[3] شرح کنز للعینی کتاب الصلاۃ، باب الجمعہ، ص ۴۸۔

[4] بخاری : کتاب الجمعۃ ، باب الرخصۃ ان لم یحضر الجمعۃ الخ ، جلد اول ، ص ۱۲۳

اور انس رضی اللہ عنہ کبھی اپنے گھر میں جمعہ پڑھتے تھے اور کبھی جامع مسجد میں کما

[قال] البخاری :-

وکان انس فی قصرہ احیانا یجمع واحیانا لایجمع

وھو بالزاویۃ علی فرسخین[1] انتھی۔

پس جبکہ گھر میں جمعہ جائز ہوا اور ترک بھی اس کا جائز ہوا ، بالاولیٰ تعدد جمعہ

[مسا]جد میں جائز ہے کما قال فی الخیر الجاری :-

قولہ یجمع المراد انہ قد یصلی الجمعۃ و

قد یترکھا فقد کان یصلی فی الزاویۃ وقد

یصلی فی جامع البصرۃ وھو الاصوب کذا فی

الخیر الجاری شرح البخاری[2]

اور 'زاویہ' ایک جگہ کا نام ہے فنا بصرہ سے۔

خلاصہ مرام کا یہ ہے کہ کئی مساجد میں نماز جمعہ کی ہو جاتی ہے واللہ اعلم

[بال]صواب۔

حررہ واجابہ خاکپا محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۱۰ ذی قعدہ ۱۳۰۲ھ ہجری

سوال ۳۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عیدین کے روز نماز نفل

[منع ہ]ے اور اس روز اتفاقیہ نماز عیدین سے پہلے اگر جنازہ آجاوے اور نماز میں دیر ہو

[تو نماز] جنازہ کس وقت پڑھائی جاوے ؟ اگر پہلے پڑھائی جاوے تو اس مسئلے کی صورت

[کیا] ہے ؟ اگر بعد میں پڑھائی جاوے تو خطبہ فرض ہے نیز میت کے جسم سے نجاست

[خار]ج ہونے کا بھی احتمال ہے ، پھر از سر نو کفن وغیرہ کی تبدیلی ہو ، غرض کہ ان دونوں صورتوں

[م]یں مسئلہ کی صورت کیونکر؟ عند الشرع مدلل بدلائل شرعیہ واضح کریں کہ سائل کی تسکین ہو جائے

---

[1] [بخ]اری ، کتاب الجمعہ ، باب من این تؤتیٰ الجمعہ ، ج ۱ ، ص ۱۲۳

[2] [الخیر] الجاری شرح البخاری ،

بحوالۂ کتب تحریر فرماویں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

برماہران فقہ مخفی نہ رہے کہ اگر قبل از عیدین جنازہ آجاوے، اس صورت میں نماز جنازہ
کی پہلے نماز عید کے ادا کی جاوے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے:۔

عن علی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یا علی
ثلث لا تؤخرها الصلوٰۃ اذا اتت و الجنازۃ اذا حضرت
والایم اذا وجدت لها کفوا رواہ الترمذی [1]

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سوائے اوقات ثلاثہ کے کہ طلوع وغروب
منہی عنہا دوسری حدیث سے ہیں، جس وقت جنازہ آجاوے اسی وقت نماز جنازہ کی
جاوے، دیر نہ کی جاوے، اور یہ شک مستفتی کا کہ عیدین کے روز نماز نفل منع ہے اس
سے نماز جنازہ بھی منع ہوگی، مدفوع ہے، اول اس لئے کہ اوقات مکروہہ دو قسم ہیں

اول طلوع وغروب واستوار، اور
دوسری قسم مابین فجر اور شمس اور مابین صلوٰۃ عصر و زردی آفتاب وقبل
عیدین وغیر ذلک۔

قسم اول میں تمام نمازیں خواہ فرض، خواہ نفل، خواہ نماز جنازہ پڑھنی ناجائز ہے
اگر پہلے اوقات ثلاثہ مذکورہ کے نمازیں شروع کی ہونگی اور درمیان میں یہ اوقات پیش
اس وقت نمازیں خواہ نفل ہوں، خواہ فرض باطل ہوجائیں گی [2] اور نماز جنازہ کہ پہلے
شروع ہوا اور اوقات ثلاثہ حاضر ہوجاویں، نہ باطل ہوگی، بدوں کراہت کے جائز ہوگی:۔

لا ینعقد الفرض و سجدۃ تلاوۃ وصلوٰۃ جنازۃ
تلیت وحضرت قبل (تنویر الابصار) ——— لوجوبہ
کاملا فلا یتأدی ناقصا فلو وجبتا فیها لم یکرہ

---

[1] ترمذی، کتاب الصلوۃ، باب ما جاء فی وقت الاول من الفضل، ج ۱، ص ۲۴۔

[2] سوائے اس دن کی عصر کے کہ وہ ادا ہوجائے گی (کنز الدقائق، کتاب الصلوۃ، ص ۱۸)

[3] رد محتار، کتاب الصلوۃ، ج ۱، ص

شارع سے تعجیل درباب جنازہ مطلوب ہے پس وہ اوقات مکروہ نہیں پائے گئے :

ای بان تلیت الآیۃ فی تلک الاوقات او حضرت فیہا الجنازۃ (شامی) اذا کان الافضل عدم التاخیر فی الجنازۃ فلا کراہۃ اصلا (شامی)[1]

قسم دوسری میں تمام نمازیں ہو جاویں گی اور نماز جنازہ بھی مگر نوافل اور واجب لغیرہ مکروہ ہوں گے :

والنوع الثانی ینعقد فیہ جمیع الصلوات التی ذکرناہا من غیر کراہۃ الا النفل والواجب لغیرہ فانہ ینعقد مع الکراہۃ فیجب القطع والقضاء فی وقت غیر مکروہ (شامی)[2]

پس ثابت ہوا کہ مابین نفل اور نماز جنازہ کے فرق ہے کیونکہ نماز جنازہ واجب لعینہ ہے چنانچہ در مختار میں لکھا ہے :

وکرہ نفل قصدا ولو تحیۃ مسجد وکل ما کان واجبا لا لعینہ بل لغیرہ وھو ما یتوقف وجوبہ علی فعلہ کمنذور ورکعتی طواف (الی) لا یکرہ قضاء فائتۃ او سجدۃ تلاوۃ وصلوٰۃ جنازۃ وکذا الحکم من کراہۃ نفل وواجب لغیرہ لا فرض وواجب لعینہ بعد طلوع فجر (الی) وقبل صلوٰۃ العیدین (در مختار مختصرا) ——— یجوز قضاء الفائتۃ وصلوٰۃ الجنازۃ وسجدۃ التلاوۃ فی ھذا الوقت بلا کراہۃ (شامی)[3]

کراہت اوقات ثلاثہ کی باعتبار وقت کے ماسوا دیگر اوقات کے ہے کہ ان میں کراہت وقت کے نہیں بلکہ باعتبار عوارض کے ہے جب کہ شارع سے تعجیل نماز جنازہ مطلوب ہوتی

---

[1] شامی، کتاب الصلاۃ، ج ۱، ص ۲۵۰
[3] مختار، شامی، کتاب الصلاۃ، ج ۱، ص ۲۵۰ تا ۲۵۲ -

تکرہ وھو الصحیح و بالعدول عن المحراب تختلف

الھیئة کذا فی البزازیة انتہی و فی التاتارخانیة عن

الولوالجیة و به ناخذ انتہی ما فی الشامی[1]

اور حدیث مندرجہ سوال کو شارحین کتب فقہ نے بلا اسناد اور بلا مخرج
الفاظ بیان کیا ہے اور کتب صحاح میں صحیح سند اس کی کا پتہ نہیں لگتا، پس قطع
کر صحت اور عدم صحت حدیث میں بحث کی جاوے مطلب اس حدیث کا یہ نہیں ہے
دوسری، مسجد واحد میں مکروہ ہے بلکہ اس حدیث سے تاکید جماعت ثابت ہوتی
جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما ہوتے تو کوئی دوسرا نمازی نہیں
واسطے گھر میں جا کر ساتھ اہل اپنے کے نماز پڑھی اور یہ ظاہر ہے کہ اگر کوئی نمازی
تو ضرور ہے کہ ان کو جماعت سے محروم نہ کرتے یا مسجد میں جماعت کراتے یا
جیسا کہ حدیث ترمذی سے صاف ثابت ہوتا ہے :۔

عن ابی سعید الخدری قال جاء رجل وقد صلی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ایکم یتجر علی

ھذا فقام رجل وصلی معہ۔ رواہ الترمذی وھو قول

غیر واحد من اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ

علیہ وسلم وغیرھم من التابعین قالوا لا باس ان یصلی

القوم جماعة فی مسجد قد صلی فیہ و بہ یقول احمد

واسحٰق[2]

اور ابوداؤد میں اس طرح سے آئی ہے :۔

عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم ابصر رجلا یصلی وحدہ فقال الا رجل یتصدق

علی ھذا فیصلی معہ[3]

---

[1] شامی، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، ج ۱، ص ۳۷۲۔

[2] ترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ما جاء فی الجماعۃ فی مسجد الخ، ص ۳۰۔

[3] ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب فی الجمع فی المسجد مرتین، ج ۱، ص ۹۲۔

پس جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے فضیلت حاصل کرنے جماعت کے اس شخص
ہونے کا دیا کہ پہلے نماز پڑھ چکا تھا تو جن اشخاص نے کہ نماز نہ پڑھی ہو ان کو بالاولی جماعت
کرنی بلا کراہت ایک مسجد میں جائز ہوئی اور یہ امر نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
جماعت دوسری کا حکم فرماویں اور آپ نہ کریں، پس متحقق ہوا کہ حدیث مذکور فی السوال
ہے کہ اس وقت دوسرا نمازی کوئی نہ تھا، اگر ہوتا تو ضرور مسجد ہی میں نماز پڑھتے، کیونکہ
کی بہت تاکید احادیث میں آئی ہے ماسوا اس کے چونکہ امر کو ترجیح اور غلبہ ہے فعل پر ، اگر
ے حدیث ترمذی پر عمل کرنا اولیٰ اور اقدم ہوا۔ اور تیسری وجہ یہ کہ حدیث ترمذی کی نص
واسطے جماعت دوسری کے اور حدیث مذکور فی السوال سے دلالۃً نکلتا ہے اور
میں مندرج ہے کہ بحالت تعارض عبارۃ النص و دلالۃ النص کے عبارت کو ترجیح دیتے
النص پر۔ اور چوتھی وجہ یہ کہ نہ پڑھنا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر دلالت نہیں کرتا
ت دوسری مکروہ ہے بلکہ دیگر امورات عارضہ پر بھی دلالت کرتا ہے، پس احتمال امر واحد
قابل اعتبار نہیں۔

اور صحیح بخاری میں آیا ہے کہ حضرت انس مسجد میں آئے اور جماعت ہو چکی تھی،
کہی اور تکبیر کہی اور جماعت سے نماز پڑھی :۔

وجاء انس بن مالك الى مسجد قد صلى فيه

فاذن واقام وصلى جماعة رواه البخاری [1]

پس امر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم و فعل صحابہ اور تابعین سے متحقق ہوا کہ جماعت دوسری
میں بلا کراہت صحیح و جائز ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ و اجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۲۹ ربیع الاول ۱۲۹۳ھ ہجری

سید محمد نذیر حسین

سوال ۳۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بیچ ان مسئلوں کے :۔

---

[1] کتاب الاذان ، باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ ، ج ۱ ، ص ۸۹

۱۔ مسجد ضرار میں نماز درست ہے یا نہیں؟

۲۔ مسجد ضرار ہونے کے لئے کون ۲ شرطیں ہیں اور کس علت سے ضرار ہوتی ہے

۳۔ بیاج خوار اگر مسجد بنا دے تو اس میں نماز درست ہے یا نہیں؟

۴۔ اگر بیاج خوار اور مسلمان کہ بیاج نہیں کھاتے ہیں آپس میں مل کر مسجد بناویں مسجد میں نماز درست ہے یا نہیں؟

۵۔ گائے، بکری یا زمین اپنی کسی کو دیوے اس شرط پر کہ جو حاصل ہو سو آپس میں لے لیں گے اور محنت اور حفاظت تمہاری، شرعاً درست ہے یا نہیں؟

۶۔ درمیان جمعہ مسجد و درمیان مسجد پنجگانہ کیا انداز فاصلہ ہونے سے مسجد تحیۃ ہوتی ہے؟

۷۔ درمیان دو جمعہ مسجد یا وقتیہ مسجد کے دکھن یا اتر جانب کی طرف عورتوں کے پردہ کروا دیا جاوے اور اس پردے کے اندر عورتیں رہ کر اقتدا کریں تو درست ہوگی یا نہیں؟

موافق قرآن شریف کے اور حدیث شریف کے حکم فرماویں۔

الجواب

۱۔ مسجد ضرار میں نماز درست نہیں ہے کما فی قولہ تعالیٰ لا تقم فیہ بلکہ ایسی کو انہدام کرنا چاہئے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ضرار کو ڈھا دیا تھا۔

۲۔ ایک جائے قدیم میں مسجد بنی ہو اس کے قریب دوسری مسجد بنا دے تاکہ ایک اس میں تقسیم ہو کر آجاویں یا واسطہ مخالفین دین کے بنا دے تاکہ وہ آکر اس مسجد میں اور اہل اسلام کو تکلیف پہنچے یا بجہت فخر اور ریا اور دکھلاوے کے یا مال حرام سے نیت خالص للہ نہ ہو، ان سب صورتوں میں ضرار ہوگی، پس جس مسجد میں تفرقہ نمازیوں ضرار ہے کما فی الآیۃ:۔

والذین اتخذوا مسجدا ضرارا وکفرا وتفریقا بین

ے سورۃ التوبہ، آیت ۱۰۸۔

المؤمنين و ارصادا لمن حارب الله ورسوله الأية

وقال صاحب المدارك وقيل كل مسجد بني مباهاة او رياء او سمعة او لغرض سوى ابتغاء وجه الله تعالى وبمال غير طيب فهو لاحق بمسجد الضرار انتهى (كذا في تفسير الكشاف وتفسير الاحمدية)[۲]

سود کے پیسے سے جو مسجد بنے اس میں نماز درست نہیں ہے کیونکہ وہ حرام ہے اور جو مال حرام سے بنے وہ مسجد ضرار کا حکم رکھتی ہے اور مسجد ضرار نماز جائز نہیں ہے۔

جو مسجد کہ سودی روپے اور غیر سودی روپے سے بنی ہے وہ حکم میں مثل بنی ہوئی روپے کے ہے۔ اس میں نماز جائز نہیں ہے۔

صورت مندرجہ سوال درست اور جائز ہے۔

آواز اذان ایک مسجد کی دوسری مسجد جامع میں نہ پہنچے اور نہ مسجد جامع کی آواز اس میں پہنچے۔

اولیٰ اور افضل تو یہ ہے کہ ایک شہر میں ایک مسجد ہو جیسے کہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) مدینہ منورہ میں دوسری مسجد بنانے کو منع کیا :-

وقال صاحب الكشاف وعن عطاء لما فتح الله الامصار على يد عمر امر المسلمين ان يبنوا المساجد وان لا يتخذوا في مدينة مسجدين يضار احدهما صاحبه هذا لفظه فالعجب من المشائخين المتعصبين في زماننا يبنون في كل ناحية مساجد طلبا للاسم والرسم واستعلاء لشانهم واقتداء بآبائهم ولم يتأملوا في هذه الأية والقصة من شناعة حالهم وسوء فعالهم (انتهى ما في التفسير الاحمدية)[۳]

---

[۲] سورۃ التوبہ، آیت ۱۰۷۔

[۳] تفسیر احمدیہ، سورۃ التوبہ، زیر آیت ۱۰۷، ص ۴۷۸۔

۸- احادیث اور کتب فقہ میں ثابت ہے کہ عورات کی صف پس مردان وصبی ...
پس جو فعل کہ خلاف احادیث ہو وہ ممنوع اور مذموم ہے، یہ حیلہ جواز و عدم جواز نماز ...
نہ ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب فقط

سوال ۳۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ نماز تراویح سنت ہے ...
اور اگر سنت ہے تو آٹھ رکعتیں یا بیس رکعتیں؟ دلائل و براہین سے جواب عنایت ...
اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

الجواب

نماز تراویح سنت ہے اور سنیت اس کی ثابت ہے ساتھ اس حدیث ...

عن عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ عزوجل فرض صیام رمضان وسن قیامہ من صامہ و قامہ احتسابا خرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ رواہ احمد والنسائی وابن ماجۃ [1]

اس حدیث سے سنیت مطلق تراویح کی ثابت ہوئی کیونکہ حضرت صلی اللہ ...
نے سن قیامہ فرمایا یعنی قیام رمضان سنت ہے ــــــــ اور سنیت جم...
تراویح کی حدیث صحیح بخاری سے ثابت ہوتی ہے:

عن عروۃ ان عائشۃ اخبرتہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج لیلۃ فی جوف اللیل فصلی فی المسجد وصلی رجال بصلوتہ فاصبح الناس فتحدثوا فاجتمع اکثر منہم فصلی فصلوا معہ

---

[1] ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ، باب ما جاء فی قیام شہر رمضان، ص ۹۵ ...

فاصبح الناس فتحدثوا فكثر اهل المسجد من
الليلة الثالثة فخرج رسول الله صلى الله عليه
وسلم فصلى فصلوا بصلوته فلما كانت الليلة
الرابعة عجز المسجد عن اهله حتى خرج بصلوته
الصبح فلما قضى الفجر اقبل على الناس فتشهد
ثم قال اما بعد فانه لم يخف على مكانكم ولكني
خشيت ان تفرض عليكم فتعجزوا عنها فتوفى
رسول الله صلى الله عليه وسلم والامر على ذٰلك،
رواه البخاريؒ وهٰكذا فى صحيح مسلم ؎

یعنی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین شب جماعت تراویح کی کی اور چوتھی شب
[illegible] کی اور عذر یہ بیان فرمایا کہ اگر جماعت کو دوام کیا جاوے تو فرض ہو جاوے پس
[illegible] ہو جاؤگے ادا کرنے سے۔ یہاں نفی فرض کی تعیین کرتی ہے سنیت کو۔

[illegible] دوسری روایت میں آیا ہے :-

عن ابی ذر قال صمنا مع رسول الله صلى الله عليه
وسلم فلم يقم بنا شيئًا من الشهر حتى بقى سبع
فقام بنا حتى ذهب ثلث الليل فلما كانت السادسة
لم يقم بنا فلما كانت الخامسة قام بنا حتى ذهب
شطر الليل فقلت يا رسول الله لو نفلتنا قيام هٰذه
الليلة فقال ان الرجل اذا صلى مع الامام حتى ينصرف
حسب له قيام ليلة فلما كانت الرابعة لم يقم بنا
حتى بقى ثلث الليل فلما كانت الثالثة جمع
اهله ونسائه والناس فقام بنا حتى خشينا ان

[illegible] کتاب التراویح، باب فضل من قام رمضان، ج ۱، ص ۲۶۹ -
[illegible]سلم، کتاب صلاۃ المسافرین الخ، باب الترغیب فی قیام رمضان، الخ، ج ۱، ص ۲۵۹ -

يفوتنا الفلاح قلت وما الفلاح قال السحور ثم لم يقو

بقية الشهر رواه ابوداود والترمذی و النسائی

وابن ماجة [1]

پس ان احادیث سے ثابت ہوا کہ جماعت تراویح سنت ہے البتہ

رکعت میں اجمال ہے لہذا ضروری ہوا ہم پر کہ تعیین اس اجمال کی فعل یا قول صحابی

ثابت کریں کیونکہ نزد محدثین وغیرہم معمول یہ ہے کہ فعل صحابی کا مبین حدیث مجمل کو ہوتا

فعل امر فليغتسل حدیث صلی اللہ علیہ وسلم در باب غسل یوم جمعہ میں محتمل فرضیت اور و

اور وجوب اور استحباب کو ہے ، قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ والوضوء ایضا ا

عثمان رضی اللہ عنہ اکتفار بر وضو نے بیان کر دیا کہ امر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فليغتسل

استحباب کے سبب ہے نہ کہ واسطے وجوب کے :-

عن عبد الله انه سمع النبی صلی الله علیه

وسلم يقول من اتى الجمعة فليغتسل رواه الترمذی [2]

اس حدیث میں فليغتسل محتمل وجوب اور ندب کو ہے پس قول عمر اور

عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جو کہ آئندہ حدیث میں ہے ، تعین ندب کو کر دیا :-

عن ابن عمر قال بينما عمر بن الخطاب يخطب

يوم الجمعة اذ دخل رجل من اصحاب النبی صلی الله

علیه وسلم فقال اية ساعة هذه فقال ما هو الا

ان سمعت الندا و ما زدت على ان توضأت قال و

الوضوء ايضا وقد علمت ان رسول الله صلی الله علیه

وسلم امر بالغسل رواه الترمذی [3]

چنانچہ صاحب ترمذی نے لکھا ہے :-

---

[1] مشکاۃ ، کتاب الصلاۃ ، باب قیام شہر رمضان ، حدیث ۴ ، فصل ۲ -

[2] ترمذی ، ابواب الجمعہ ، باب ما جاء فی الاغتسال فی یوم الجمعہ ، ج ۱ ، ص ۶۵ -

[3] ایضاً " " " " " " " " "

وممايدل على ان امر النبي صلى الله عليه وسلم بالغسل يوم الجمعة انه على الاختيار لاعلى الوجوب حديث عمر حيث قال لعثمان والوضوء ايضًا وقد علمت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم امر بالغسل يوم الجمعة فلوعلما ان امره على الوجوب لاعلى الاختيار لم يترك عمر عثمان حتى يرده ويقول له ارجع فاغتسل ولما خفي على عثمان ذلك مع علمه ولكن دل في هذا الحديث ان الغسل يوم الجمعة فيه فضل من غير وجوب يجب على المرء كذلك انتهى ما في الترمذي [1]

پس اسی طرح سے اس مقام پر عمل صحابہ نے تعین بست[2] رکعت کو کر دیا گیا اور [illegible]ت عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم جانتے کہ حضرت نے آٹھ رکعت تراویح پڑھی ہیں تو ہرگز [illegible] رکعت تراویح کی مقرر نہ کرتے اور نہ جمہور صحابہ پسند کرتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ آٹھ رکعت [illegible] حضرت سے ثابت نہیں ہیں تاکہ سنت قرار دے دی جاویں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ [illegible]پنے اخیر ایام خلافت میں بست رکعت تراویح مقرر کیں اور حضرت عثمان اور حضرت علی [illegible] تعالیٰ عنہما نے اپنی اپنی خلافت میں اس عمل کو جاری رکھا اور جمہور صحابہ کا عمل در آمد [illegible] ہوا :-

روى البيهقي باسناد صحيح عن السائب بن يزيد الصحابي قال كانوا يقيمون على عهد عمر رضي الله تعالى عنه بعشرين ركعة وعلى عهد عثمان وعلي رضي الله تعالى عنهما مثله [2]

[illegible]ی طرح سے مغنی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :-

---

[1] [illegible] ، ابواب الجمعہ ، باب فی الوضوء یوم الجمعہ ، ج ۱ ، ص ۶۶ -

[2] [illegible] روایت اور آئندہ روایت کی تخریج و تحقیق بڑی شرح و بسط سے آثار السنن ، الجزء الثانی ، ص ۵۲ اور ۵۵ پر درج ہے۔
(محمد اشرف مجددی)

وفی المغنی عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ امر
رجلا ان یصلی بھم فی رمضان بعشرین رکعۃ وھ
کالاجماع انتھی ما فی العینی شرح الھدایۃ[1]

اور بیہقی نے سائب سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر کے وقت میں بیس رکعت تھیں

وروی البیہقی فی المعرفۃ عن السائب بن یزید
قال کنا نقوم فی عھد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ
بعشرین رکعۃ والوتر قال النووی فی الخلاصۃ
اسنادہ صحیح (فتح القدیر[2])

اور امام مالک نے یزید بن رومان سے روایت کی ہے کہ زمانہ عمر رضی اللہ عنہ
رکعت مع وتر پڑھی جاتی تھیں :-

عن یزید بن رومان انہ قال کان الناس
یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلث
عشرین رکعۃ رواہ مالک[3]

اور جمہور صحابہ اور علما اسں امر پہ ہیں کہ تراویح کی بست رکعت ہیں جیسا کہ
نے ترمذی میں لکھا ہے :-

واکثر اھل العلم علی انہ صلی علی وعمر وغیرھم
من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرین رکعۃ
وھو قول سفیان الثوری والضحاک والشافعی
وقال الشافعی وھکذا ادرکت ببلدنا بمکۃ یصلون
عشرین رکعۃ[4]

اور یہی مذہب امام اعظم اور امام شافعی اور امام احمد (رحمہم اللہ تعالیٰ) کا ہے اور جن
متقدمین میں سے اختلاف کیا ہے وہ قائل چالیس[۴۰] رکعت یا چھتیس[۳۶] رکعت کے ہیں

---

[1] شرح ہدایہ، للعینی،
[2] فتح القدیر، کتاب الصلاۃ، فصل فی قیام رمضان، ج ۱، ص ۴۰۷ -
[3] موطا امام مالک، باب ما جاء فی قیام رمضان، ج ۱، ص ۱۰۵ -
[4] ترمذی، ابواب الصوم، باب ما جاء فی قیام رمضان، ج ۱، ص ۹۹

ـت رکعت کا کوئی متقدمین میں قائل نہیں ہے :

فیصیر الجملۃ عشرین رکعۃ وھو مذھبنا وبہ قال الشافعی واحمد رحمہما اللہ تعالیٰ ونقلہ القاضی عن جمہور العلماء انتہیٰ ما فی العینی شرح الھدایۃ [1]

پس جو شخص منکر ہو بیست رکعت نماز تراویح کا وہ مخالف ہے سواد اعظم کا جس ـباع کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے اور مستوجب دوزخ کا جیسا کہ حدیث ـث میں وارد ہے :۔

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار رواہ الترمذی [2]

اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ بہتر فرقے دوزخ میں جائیں گے اور ایک فرقہ جنت ـ وہ جماعت ہے :۔

عن معاویۃ ثنتان وسبعون فی النار وواحد فی الجنۃ وھی الجماعۃ رواہ ابوداؤد [3]

ـ جو شخص کہ منکر ہو بیس رکعت کا اس نے اپنی گردن سے رسی ایمان کی نکال دی کیونکہ

ـشکوۃ : باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ، فصل ثانی

ـیث :۔ مشکوۃ میں رواہ الترمذی نہیں بلکہ رواہ ابن ماجۃ من حدیث انس درج ہے۔ لمعات شرح مشکوۃ میں شیخ ـحدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ علامہ جزری کے حوالہ سے فرماتے ہیں : ابن ماجۃ من حدیث انس وابن ابی ـسمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان امتی لاتجتمع علی الضلالۃ ـیتم اختلافا کثیرا فعلیکم بالسواد الاعظم انتہیٰ۔

ابن ماجہ باب السواد الاعظم میں انس بن ملک رضی اللہ عنہ سے شیخ کے ذکر کردہ الفاظ کے مطابق کچھ ـالفاظ یہ حدیث موجود ہے۔ ہاں تنقیح الرواۃ میں بحوالہ حکیم ترمذی یہ الفاظ منقول ہیں : اتبعوا السواد الاعظم ـہ علی الجماعۃ من شذ شذ فی النار (حاشیہ لمعات ، ج ۱ ، ص ۳۲)

ـشکوۃ : باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ، فصل ثانی

منکر ہوا جماعت سے، چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے :-

عن ابی ذر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم
من فارق الجماعۃ شبرا فقد خلع ربقۃ الاسلام
عن عنقہ رواہ احمد[1]

اور صراط مستقیم سے کہ راہ جمہور کا ہے، دور ہو گیا ہے کیونکہ منکر جمہور کا ہے :-

عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللّٰہ صلی
اللّٰہ علیہ وسلم ان الشیطان ذئب الانسان کذئب
الغنم یاخذ الشاذۃ والقاصیۃ والناحیۃ وایاکم
والشعاب وعلیکم بالجماعۃ والعامۃ رواہ احمد[2]

اور منکر بست رکعت تراویح بے فرمان ہے خدا اور رسولِ خدا کا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اطیعو اللّٰہ واطیعو الرسول[3]
وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ[4]

ان دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ فرمان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا واجب ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "لازم پکڑو اپنے پر سنت خلفاء راشدین کی" پس لازم ہوا ہم پر اتباع خلفاء راشدین کا یعنی بست رکعت تراویح ہم پر واجب ہے

عن العرباض بن ساریۃ قال فقال رسول اللّٰہ
صلی اللّٰہ علیہ وسلم اوصیکم بتقوی اللّٰہ والسمع
والطاعۃ وان کان عبدا حبشیا فانہ من یعش
بعدی فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی
وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا

---

[1] مشکوٰۃ، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، حدیث ۷۴، فصل ۳
[2] ایضاً، " " ، حدیث ۷۵
[3] سورۃ النساء، آیت ۵۹
[4] سورۃ الحشر، آیت ۷۔

بہا وعضوا علیہا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ [1]

پس جو شخص کہ منکر ہے تعامل صحابہ رضی اللہ تعالٰے عنہم کا، وہ مخالفت کرتا ہے حدیث کی اور عاق ہے رسولِ خدا اور خدا کا اور خالص بدعتی ہے کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بہتر فرقے دوزخ میں ہوں گے اور ایک فرقہ جنتی۔ عرض کی صحابہ نے کون ہے؟ " آپ نے فرمایا کہ "وہ فرقہ ہے جس نے اتباع کیا میرا اور میرے اصحاب کا:۔

عن عبد اللّٰہ بن عمر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم تفترق امتی علی ثلاث وسبعین ملۃ کلھم فی النار الا ملۃ واحدۃ قالوا من ھی یارسول اللّٰہ؟ قال ما انا علیہ واصحابی رواہ الترمذی [2]

افسوس صد افسوس ان لوگوں پر کہ صحابہ کے قول اور فعل سے انکار کریں کہ جنکی ... میں اتباع رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہے اور جن کی شان میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ... ہیں کہ " صحابہ میرے، افضل امت کے ہیں اور قلوب ان کے پاک ہیں اور علم ان کا ... ہے، اور فیضان صحبت میرے نے ان پر اثر کیا ہے" ——— اور فرمایا کہ ان ... کی پیروی کرو اور ان کے اخلاق اور خصلت کو اختیار کرو۔

وعن ابن مسعود قال من کان مستنا فلیستن بمن قد مات فان الحی لا تومن علیہ الفتنۃ اولٰئک اصحاب محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم کانوا افضل ھذہ الامۃ وابرھا قلوبا واعمقھا علما واقلھا تکلفا اختارھم اللّٰہ بصحبۃ نبیہ ولاقامۃ دینہ فاعرفوا لھم فضلھم واتبعوا علی اثرھم

---

[1] مشکاۃ، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، حدیث ۲۶، فصل ۲۔

[2] ایضاً، ″ ″ ″ حدیث ۳۲، ″ ″۔

و تمسکوا بما استطعتم من اخلاقهم وسیرهم فانهم
کانوا علی الهدی المستقیم رواه رزین [1]

جن کی شان میں یہ اوصاف ہوں، ان کی اتباع کا انکار کرنا اور تابع خواہش
کا ہونا اور مورد اس آیہ کریمہ کا افرأیت من اتخذ الٰهه هواه [2] (یعنی)
تونے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اس شخص کو کہ اس نے پکڑ لیا ہے اپنی خواہش نفس
اور جو کہ کہتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں مانتا، وہ منکر ہے
رسالت پناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اور اشد فاسق ہے کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ
فرمایا کہ "اقتدا کرو عمر کی" پس عدم اقتدا بست رکعت تراویح کی عین نا
کے حکم کی ہے :-

عن ابن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ و
وسلم قال اقتدوا بالذین من بعدی من اصحابی
ابی بکر و عمر الحدیث رواه الترمذی [3]

اور یہ بھی معلوم کرنا چاہیے کہ بست رکعت تراویح کی موجب ہدایت کے
یہی صراط مستقیم ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اهدنا الصراط المستقیم [4]
اس آیت سے ثابت ہوا کہ طلب صراط المستقیم کی اور چلنا اس پر واجبات
اور صراط مستقیم کہ صراط الذین انعمت علیهم [5] ہے یعنی راہ سیدھی
ہے جن پر اللہ تعالےٰ نے انعام کیا، اور صاحب انعام وہ لوگ ہیں کہ جن کی صفت
اور شہادت اور صلاحیت کی ہے :-

من یطع اللہ و الرسول فاولٓئک مع الذین انعم اللہ

---

[1] مشکاۃ، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، حدیث ۵۲، فصل ۳۔

[2] سورۃ الجاثیہ، آیت ۲۳۔

[3] مشکاۃ، کتاب المناقب، باب مناقب ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما، حدیث ۲، فصل ۲۔

[4] سورۃ فاتحہ، آیت ۵

[5] سورۃ فاتحہ، آیت ۶ ـ

علیهم من النبیین و الصدیقین و الشهداء و الصٰلحین الآیۃ

پس ثابت ہوا کہ راہ ہدایت کی بست تراویح کی راہ عمر شہید کی ہے :-

عن انس ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم

صعد احدا و ابوبکر و عمر و عثمان فرجف بہم

فضربہ برجلہ فقال اثبت احد فانما علیک

نبی و صدیق و شہیدان رواہ البخاری ؎

اور جس کی شان میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمادیں کہ " ظاہر کیا حق کو عمر کی

[زبان] اور دل پر " ــــــــ اس کی نسبت کوئی شخص کہے کہ میں نہیں مانتا، یہ امر کیونکر

[کی]سے ہو سکے ؟

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان

اللّٰہ جعل الحق علی لسان عمر و قلبہ

رواہ الترمذی ؎

[ج]س کی شان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماویں کہ " اگر میرے بعد نبی ہوتا تو عمر ہوتا :-

قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لو کان بعدی نبی

لکان عمر بن الخطاب رواہ الترمذی ؎

[ج]س سے شیطان بھاگے اور جس کی شان میں یہ ہو کہ :-

اید الاسلام بعمر و بر آیہ ؎

[ان] کے قول اور فعل کو نہ مانے، اس شخص سے زیادہ کون کم بخت ہوگا ؟ نعوذ باللّٰہ

[من] ھذا -

[سورۃ] النساء، آیت ۶۹ -

[مشک]وۃ : کتاب المناقب، باب مناقب ہؤلاء الثلاثۃ، حدیث ۱، فصل ۱ -

[ایض]اً ، " " ، باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ، حدیث ۸ ، فصل ۲ -

[ایض]اً ، " " " ، حدیث ۱۳ ، فصل ۲ -

اور سنیت آٹھ رکعت تراویح کی کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوتی اگر سائل در
آٹھ رکعت حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند لاوے کہ فرمایا حضرت عائشہ نے :۔

فقالت ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنہن وطولہن ثم یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنہن وطولہن ثم یصلی ثلاثا رواہ المسلم والبخاری [1]

یہ حدیث درباب آٹھ رکعت تراویح حجت نہیں ہو سکتی۔

اول یہ کہ حدیث عائشہ کی درباب نماز تہجد ہے اور نماز تراویح ثابت ہوئی حدیث عائشہ کے کہ شروع جواب میں گزری یعنی اس حدیث میں نفی زیادتی آٹھ رکعت پر میں ہے نماز تراویح میں نہیں ہے۔ جن راتوں میں کہ حضرت نے نماز تراویح باجماعت وہ بلا ثبوت تعداد رکعت ہے، احتمال کہ ان شبوں میں زیادہ از بست رکعت پڑھی ہو

اور دوسری وجہ عدم قابلیت حجیت حدیث ہذا یہ ہے کہ حدیث لہذا مخالف حدیث سے جو صحیح مسلم میں بروایت زید بن خالد آئی ہے :۔

عن زید بن خالد الجھنی انہ قال لارمقن صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللیلۃ فصلی رکعتین خفیفتین ثم صلی رکعتین طویلتین ثم صلی رکعتین وھما دون اللتین قبلہما ثم صلی رکعتین وھما دون اللتین قبلہما ثم صلی رکعتین وھما دون اللتین قبلہما ثم اوتر فذلک ثلث عشرۃ رکعۃ رواہ مسلم۔

قولہ ثم صلی رکعتین وھما دون اللتین قبلہ

---

[1] (ا) مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین الخ، باب صلاۃ اللیل الخ، ج ۱، ص ۲۵۴۔
(ب)، بخاری، کتاب التراویح، باب فضل من قام رمضان، ج ۱، ص ۲۶۹۔

اربع مرات هكذا في صحيح مسلم وافراده من
كتاب الحميدي و موطا مالك وسنن ابي داود و
جامع الاصول انتهى ما في المشكوٰة [1]

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بارہ رکعت نماز تہجد کی سوائے وتر کے ہیں، اب بمقابل
...کہاں رہا قول حضرت عائشہ رضی اللہ تعالے عنہا کا کہ گیارہ سے زیادہ حضرت نہ پڑھتے
...اس میں وتر بھی شامل ہیں۔

اور اسی مضمون کی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالے عنہا سے بچند طرق مسلم
...ہے:۔

عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه و
سلم يصلي من الليل ثلث عشرة ركعة يوتر من
ذلك بخمس لا يجلس في شيئ الا في آخرها رواه مسلم [2]
...مجلس سے بھی اسی مضمون کی حدیث آئی ہے:۔

عن ابي جمرة قال سمعت ابن عباس يقول
كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي من الليل
ثلث عشرة ركعة رواه مسلم [3]

ان ہر دو احادیث سے دس رکعت ثابت ہوتی ہیں جیسا کہ حدیث بخاری کی کہ بروایت
...عباس آئی ہے، صریح دلالت کرتی ہے کہ نماز تہجد کی بارہ رکعت حضرت نے پڑھیں:۔

قال قام رسول الله صلى الله عليه وسلم فتوضأ
ثم صلى ركعتين ثم ركعتين ثم ركعتين ثم ركعتين

---

[1] ...مشکوٰۃ، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ اللیل، حدیث ۱۰، فصل ۱۔

[2] ...مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب صلاۃ اللیل الخ ج ۱، ص ۲۵۴۔

[3] ...مسلم: باب صلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم و دعائہ باللیل، ج ۱، ص ۲۶۱

[4] ...بخاری: باب کیف صلوۃ اللیل الخ میں یہ الفاظ ہیں: ابو جمرۃ عن ابن عباس قال کان
...النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث عشرۃ رکعۃ یعنی اللیل۔ ج ۱، ص ۱۵۳

ثم رکعتین ثم رکعتین ثم اوتر ثم اضطجع حتی جاءه المؤذن فقام فصلی رکعتین ثم خرج فصلی الصبح رواه البخاری [1]

اب کہاں رہا قول سائل کا کہ آٹھ رکعت تراویح کی سنت ہیں؟
ثابت ہوا کہ در باب نماز تراویح حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے تعداد رکعت کی معین ہوئی جس سے زیادتی منع ہو:-

قال القاضی ولا خلاف انه لیس فی ذلک حد لا یزاد علیه ولا ینقص منه وان صلوٰۃ اللیل من الطاعات التی کلما زاد فیها زاد الاجر انتهی ما فی شرح المسلم [2]

اور اسی تقریر فقیر سے مخدوش ہوگیا قول طحطاوی کا کہ ما حصل فتح القدیر کیا ہے (یعنی دلیل تقاضا کرتی ہے کہ آٹھ رکعت سنت ہوا ور باقی مستحب) کیونکہ دلیل آٹھ رکعت پر وہی حدیث عائشہ کی بیان کی ہے کہ ما کان یزید الخ اور عدم قابلیت اس حدیث کی اوپر گزری کہ حدیث ہذا سے تعین آٹھ رکعت کی ثابت نہیں ہوتی اور یہ کہ صاحب لکھتے ہیں :-

فاذا یکون المسنون علی اصول مشائخنا ثمانیة منها والمستحب اثنتی عشرة انتهی۔

یہ دعوے بلا دلیل ہے زیرا کہ اطلاق مسنون ہونے کا آٹھ رکعت پر ثابت نہیں کیونکہ سنت اسکو کہتے ہیں کہ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت کی ہو اور کبھی ترک کیا ہو اور اگر مواظبت نہیں کی اور کبھی کیا یا مواظبت عادت کی تو وہ مستحب ہے اور فی ما نحن فیہ آٹھ رکعت ثابت ہوتا ہے اور نہ مواظبت پس بصورت ہذا موافق اصول مشائخ کہاں آٹھ رکعت

---

[1] بخاری، کتاب العیدین، باب ماجاء فی الوتر، ج ۱، ص ۱۳۵۔
[2] شرح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین الخ، باب صلاۃ النبی ودعائہ باللیل، ج ۱، ص ۔۔
[3] طحطاوی، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، ج ۱، ص ۲۹۵

...دباتی مستحب ۔

خلاصہ مرام یہ ہے کہ تراویح مطلقاً مع جماعت سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و ...یت رکعت سنت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ ہم پر اتباع ان کے فعل کا بفحوائے علیکم ...سنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین[1] واجبات سے ہے۔ ھٰذا مما وفقنی ...تعالیٰ علیہ وھو الموفق والمعین ۔

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی

سوال ۳۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ وتر کی تین رکعتیں ...یک رکعت بینوا توجروا ۔

الجواب

ماہران احادیث پر مخفی نہ رہے کہ وتر کی تین رکعت احادیث میں آئی ہیں چنانچہ روایت ...س نے کہ ایک شب نزدیک اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے شب گزاری میں نے، پس ...حضرت نے نماز شروع کی، میں بھی وضو کر کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا، میرا کان پکڑ کر حضرت ...طرف کھڑا کیا، پس تیرہ رکعت حضرت نے تمام کیں، جس میں دس نماز تہجد کی اور ... ۔

عن ابن عباس قال بت ليلة عند خالتي ميمونة ...ليلة فقام صلى الله عليه وسلم فصلى فقمت و توضأت فقمت عن يساره فاخذ بيدي فادارني عن يمينه فتتامت صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلث عشرة ركعة الحديث مختصرا متفق عليه[2]

---

[1] ...مشکوٰۃ، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، حدیث ۲۶، فصل ۲ ۔

[2] ...مشکوٰۃ، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ اللیل، حدیث ۴، فصل ۱ ۔

چنانچہ تفصیل اس حدیث کی دوسری حدیث میں ہے جو کہ ابن عباس سے مروی ہے
کہ اول بار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز تہجد کے پڑھیں اور سو رہے پھر
اسی طرح سے کیا کہ چھ رکعت ہوئیں پھر تین رکعت پڑھیں :-

عن ابن عباس انہ رقد عند رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فاستیقظ فتسوک وتوضأ وھو
یقول ان فی خلق السمٰوات والارض حتی ختم السورۃ
ثم قام فصلی رکعتین اطال فیھما القیام والرکوع
والسجود ثم انصرف فنام حتی نفخ ثم فعل ذٰلک
ثلٰث مرات ست رکعات کل ذٰلک یستاک ویتوضأ
ویقرأ ھٰؤلاء الاٰیات ثم اوتر بثلاث رواہ مسلم

اور زید بن خالد الجہنی سے جو حدیث آئی ہے اس میں صریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و
سلم نے ۱۳ رکعت نماز وتر کی پڑھیں :-

عن زید بن خالد الجھنی انہ قال لارمقن
صلٰوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللیلۃ فصلی
رکعتین خفیفتین ثم صلی رکعتین طویلتین طویلتین
طویلتین ثم صلی رکعتین وھما دون اللتین
قبلھما ثم صلی رکعتین وھما دون اللتین قبلھما
ثم صلی رکعتین وھما دون اللتین قبلھما ثم اوتر
فذٰلک تلک عشرۃ رکعۃ رواہ مسلم [۲]

یہ حدیث مفسر ہے تمام ان احادیث مجملہ کی جن میں تیرہ رکعت نماز تہجد کی
اور دوسری حدیث میں بتصریح آیا ہے کہ تین رکعت وتر کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

[۱] (ا) مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب صلاۃ النبی و دعائہ باللیل، ج ۱، ص ۲۸۱-
(ب) مشکاۃ، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ اللیل، حدیث ۹، فصل ۱-

[۲] (ا) مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب صلاۃ النبی، و دعائہ باللیل، ج ۱، ص ۲۸۲-
(ب) مشکاۃ، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ اللیل، حدیث ۱۰، فصل ۱-

عن عبد اللہ ابن ابی قیس قال سألت عائشۃ بکم کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر قالت کان یوتر باربع وثلث و ست و ثلث و ثمان وثلث وعشر و ثلث و لم یکن یوتر بانقص من سبع ولا اکثر من ثلث عشر رواہ ابوداؤد [1]

حدیث ہذا سے صاف ثابت ہوا کہ تین رکعت وتر ہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ احادیث میں نماز تہجد کو وتر سے تعبیر کیا ہے، نہ سمجھنا چاہیے کہ سات رکعت ایک ہی نیت سے بلکہ تین رکعت وتر کی علیحدہ نیت کی اور یہ بھی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ماسوا وتر دس رکعت تھیں اور ساقط ہوئی حجت ساتھ اس قول عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے کہ ما کان یزید من احدی عشر رکعۃ کیونکہ اس حدیث میں بھی سو رکعت حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے بیان کی ہیں چنانچہ ذکر اس کا مسئلہ میں گزرا۔

اور حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے رکعت میں سبح اسم اور دوسری رکعت میں قل یا یھا الکفرون دوسری رکعت میں قل ھو اللہ احد:

عن عبد العزیز بن جریج قال سألنا عائشۃ بای شیئ کان یوتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت کان یقرأ فی الاولیٰ بسبح اسم ربک الاعلیٰ وفی الثانیۃ بقل یا یھا الکفرون و فی الثالثۃ بقل ھو اللہ احد و المعوذتین رواہ الترمذی و ابوداؤد والنسائی عن عبد الرحمٰن و احمد عن ابی بن کعب والدارمی عن ابن عباس [2]

---

[1] ...کتاب الصلاۃ، باب الوتر، حدیث ۱۱، فصل ۲۔

[2] ... ، ، حدیث ۱۶، فصل ۲۔

اور ماسوا اس کے حدیث ترمذی میں آئی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ
رکعت وتر کی پڑھتے تھے :-

عن علی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یوتر بثلث یقرأ فیھن بتسع سور من المفصل یقرأ
فی کل رکعۃ بثلث سور آخرھن قل ھو اللہ احد
رواہ الترمذی [1]

اور جو حدیث صحیح بخاری اور مسلم میں آئی ہے وہ صاف بیان کرتی
ہے رکعت وتر کی ہیں :-

عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمٰن انہ سأل عائشۃ
کیف کانت صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فی رمضان فقالت ما کان یزید فی رمضان
ولا فی غیرہ علی احدیٰ عشرۃ رکعۃ یصلی
اربعا فلا تسأل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی
اربعا فلا تسأل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی
ثلاثا رواہ البخاری [2]

پس یہ حدیث مفسر ہوئی ان احادیث مجملہ کی کہ جن میں گیارہ رکعت حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے پڑھی ہیں - کوئی شخص دھوکہ میں نہ آجاوے کہ ان سے ایک رکعت نکلتی ہے
سنن دارمی میں حدیث آئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت نماز وتر پڑھتے
اور اول میں سبح اسم ربک اور دوسری میں قل یاایھا الکفرون
تیسری میں قل ھو اللہ احد :-

عن ابن عباس قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] مشکاۃ ، کتاب الصلاۃ ، باب الوتر ، حدیث ۲۸ ، فصل ۳ -

[2] (ا) بخاری ، کتاب صلاۃ التراویح ، باب فضل من قام رمضان ، ج ۱ ، ص ۲۶۹ -

(ب) مسلم ، کتاب صلاۃ المسافرین الخ ، باب صلاۃ اللیل الخ ، ج ۱ ، ص ۲۵۴ -

یوتر بثلث یقرأ فی الاولی بسبح اسم ربک الاعلی وفی الثانیۃ بقل یاایہا الکفرون وفی الثالثۃ بقل ھو اللہ احد رواہ الدارمی[۱]

اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ "نماز مغرب وتر روز کی ہے" پس معلوم ہوا ... وتر شب کی تین رکعت ہیں جیسا کہ مغرب کی تین رکعت ہیں :-

عن ابن عمر قال صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الحضر والسفر فصلیت معہ فی الحضر الظہر اربعا وبعدھا رکعتین وصلیت معہ فی السفر الظہر رکعتین وبعدھا رکعتین والعصر رکعتین ولم یصل بعدھا شیئا والمغرب فی الحضر والسفر سواء ثلث رکعات لا ینقص فی حضر ولا سفر وھی وتر النہار وبعدھا رکعتین رواہ الترمذی[۲]

... ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالی میں بروایت صحیح سہ رکعت وتر آئی ہیں :-

عن ابی جعفر محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ ان صلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ... اللیل کانت ثلث عشرۃ رکعۃ منہن ثلاث رکعات الوتر ورکعتا الفجر[۳]

... ان احادیث سے ثابت ہوا اور متحقق ہوا کہ وتر کی تین رکعت ہیں فقط ، واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکِ رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

---

[۱] ... دارمی ، کتاب الصلاۃ ، باب القراۃ فی الوتر ، ج ۱ ، ص ۳۷۲ -

[۲] ... مشکاۃ ، کتاب الصلاۃ ، باب صلاۃ السفر ، حدیث ۱۱ ، فصل ۲ -

[۳] ... ترمذی ، ابواب السفر ، باب ما جاء فی التطوع ، ——— ج ۱ ، ص ۱۰۵

... جامع مسانید الامام الاعظم ، الباب الخامس فی الصلاۃ ، فصل ۲ ، ص ۳۸۸ -

... مسند امام اعظم ، کتاب الصلاۃ ، ص ۹۶ -

سوال ۳۶

"مصلی کو اپنی نماز میں رکعات کا شبہ پڑا کہ کتنی رکعتیں پڑھی گئی ہیں تو صورت
کی یہ ہو گی کہ مصلی جانب شک کو مطروح کر کے یقین پر اپنے بنا کرے یعنی اگر لائے اس ک
میں متردد ہو تو موجب حکم فقہ اور حدیث کے اقل طرف کو قائم رکھے یعنی چار کو ترک کر
تین قرار دے قعدہ بہ قرارت تشہد ادا کرے کیونکہ یہاں مصلی کو گمان چوتھی رکعت کا
ایسا ہی ہو تو بدوں قعدہ اخیرہ کے نماز میں فساد آئے گا، پس بعد قعدہ کے اٹھ کر رکعت
محل گمان تھا ادا کر کے چوتھی پر قعدہ کرے اور دو سجدہ سہو کے حسب معمول ادا کرے
میں اگر رکعتیں پانچ ہوں تو دو سجدہ سہو کے حکم رکعت چھٹی کا پکڑ کر تین شفع کامل چار
ہو جاویں گے، بالفرض اگر چار ہی ہوں تو دو سجدہ باعث رغم شیطان ہوں گے" انتہی
یہ صورت شرح ہدایہ سے پائی گئی ہے اور سب کتب فقہ میں موجود ہے
شخص کہ سرغنہ غیر مقلدین کا ہے اور سراپا تعصب اور نفسانیت سے مذاہب ا
سیئہ اور خصوص امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شان باکمال میں کلمات توہین پر شناعت
اپنے آپ کو روسیاہ کرتا ہے اور علم فقہ کو مردود اور مطروح کہہ کر مقلدوں کو کافر
وہ اس مسئلے میں جو حدیث کی کتاب مشارق الانوار کے باب السہو میں حضرت ابوسعید
عنہ سے مروی ہے سند پکڑ کر بے سمجھے برخلاف فقہ کے کہتا ہے کہ یہ قعدہ تیسری رکعت
میں نہیں آیا جو یہ قعدہ کرے، اس صورت میں جو نماز پڑھے گا نماز اس کی فاسد
وہ مرتکب بدعت سیئہ کا ہو گا۔ فقط

اب علمائے دین اور مقلدان ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے سوال ہے کہ
کا معمول بہ اور معتبر علمائے سنت وجماعت اور فقہاء اور محدثین اللہ و للرسول ثبت
بمہور تحاریر علماء فرما کر ارسال فرماویں۔ اجرکم اللہ فی الدارین۔

الجواب

اول معلوم کرنا چاہیے کہ قعدہ اخیرہ نماز میں فرض ہے بدلیل مداومت
صلی اللہ علیہ وسلم بغیر ترک۔

و دیگر باجماع فعل صحابہ (رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین) کہ کسی صحابی سے ترک قعدہ اخیرہ
[ثا]بت کو نہیں پہنچا۔

تیسری دلیل حدیث شریف کما فی الترمذی :-

عن عبد اللّٰہ بن عمرو قال قال رسول اللّٰہ
صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا احدث یعنی الرجل و قد
جلس فی اٰخر صلٰوتہ قبل ان یسلم فقد جازت
صلٰوتہ [1]

اس حدیث میں جواز صلوٰۃ مقید بجلسہ اخیرہ ہے، اگر جلسہ اخیرہ کیا گیا، نماز جائز ہوئی
[...] ہوئی، اور ابوداؤد میں اس طرح سے حدیث آئی ہے :-

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال اذا
قضی الامام الصلوٰۃ و قعد فاحدث قبل ان یتکلم
فقد تمت صلٰوتہ [2]

اس حدیث میں تمامی نماز کے لئے قعدہ اخیرہ شرط ہے پس فرض ہوا کیوں کہ
[...] شرط نہیں ہوتا - اور

چوتھی ابوداؤد میں حدیث عبداللہ بن مسعود میں درباب تشہد آیا ہے :-

اذا قلت ھٰذا او قضیت ھٰذا فقد قضیت صلٰوتک [3]

یعنی جب کہ تو نے تشہد کو کہا پس تمام کی تو نے نماز اپنی چنانچہ بعض اہل علم کا اس پر
[...] ہے :-

و قد ذھب بعض اھل العلم الی ھٰذا قالوا
اذا جلس مقدار التشھد و احدث قبل ان یسلم

[...] مشکوٰۃ، کتاب الصلاۃ، باب ما لا یجوز من العمل الخ، حدیث ۳۱، فصل ۲-
[...] ترمذی : ابواب الصلوٰۃ ، باب ما جاء فی الرجل یحدث بعد التشہد ، جزء اول ، ص ۵۴
[...]داؤد : کتاب الصلوٰۃ ، باب الامام یحدث بعد ما یرفع رأسہ ، ج ۱ ، ص ۹۸
[...] : " ، باب التشہد ، ج ۱ ، ص ۱۳۹

یسلم فقد تمت صلوته ۔

اور اگر پہلے تشہد کے حدث لائے گا تو نماز باطل ہوگی :۔

وقال بعض اھل العلم اذا احدث قبل ان یتشہد او قبل ان یسلم اعاد الصلوٰۃ وھو قول الشافعی وقال اسحٰق بن ابراھیم اذا تشھد ولم یسلم اجزاہ واحتج بحدیث ابن مسعود حین علمہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم التشھد فقال اذا فرغت من ھذا فقد قضیت ما علیک ھٰذا کلہ فی الترمذی [1]

پس معلوم ہوا کہ امام شافعی (رحمہ اللہ تعالیٰ) اور اسحاق بن ابراہیم کے نزدیک قعدہ اخیرہ فرض ہے :۔

اور سنن دارمی میں اس طرح سے حدیث میں آیا ہے :۔

اذا فعلت ھٰذا او قضیت فقد قضیت صلوٰتک ۔

اور شرح معانی الآثار میں اس طرح حدیث آئی ہے :۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قضی الامام الصلوٰۃ فقعد فاحدث ھو او احد ممن اتم الصلوٰۃ معہ قبل ان یسلم الامام فقد تمت صلوتہ فلا یعود فیھا [3]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعد قعدہ اخیرہ کے نماز تمام ہو جاتی ہے اور ...
اس کا کسی مفسد صلوٰۃ سے نہیں آتا۔

اور عبد اللہ سے حدیث معانی الآثار میں آئی ہے کہ بلا تشہد نماز نہیں ہوتی

---

[1] ترمذی : ابواب الصلوٰۃ ، باب ما جاء فی الرجل یحدث بعد التشہد ، ج ۱ ، ص ۵۳
[2] دارمی ، کتاب الصلاۃ ، باب فی التشہد ، ج ۱ ، ص ۳۰۹ ۔
[3] طحاوی ، کتاب الصلاۃ ، باب السلام فرض او سنۃ ، ج ۱ ، ص ۲۷۳ ۔

عن عبد الله عن النبی صلی الله علیہ وسلم ثم
ذکر التشہد وقال لا صلوٰة الا بتشہد [1]

اور فرمایا عبد اللہ نے کہ تشہد تمامی نماز کی ہے اور سلام ختم کرنا ہے ساتھ
نماز کے :-

قال التشہد انقضاء الصلوٰة و التسلیم
اذن بانقضائہا [2]

اور حسن بصری نے کہا ہے کہ جس نے بعد از اخیر سجدہ کے حدث کیا نماز اس
کی یہاں تک کہ تشہد نہ پڑھے یا قعدہ بقدر تشہد نہ کرے :-

عن الحسن فی الرجل یحدث بعد ما رفع رأسہ
من اخر سجدة فقال لا یجزیہ حتی یتشہد او
یقعد قدر التشہد [3]

ہے عطار کا [4]

پس ثابت ہوا کہ قعدہ اخیر فرض ہے۔ ہر گاہ کہ فرضیت قعدہ اخیرہ کی معلوم ہوئی
ہوا کہ بحالت شک کہ تین رکعت پڑھیں یا چار، اقل پر بنا کریں بشرطیکہ غلبہ ظن کا
نہ ہو اور بعد سہ رکعت کے قعدہ اخیرہ کریں تاکہ بحالت چار رکعت کے قعدہ اخیرہ
جاوے اور نماز میں فساد نہ ہووے۔

اور تمسک پکڑنا اس حدیث سے کہ :-

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی الظہر خمسا الحدیث [5]

فرضیت قعدہ اخیرہ کے صحیح نہیں ہے کیونکہ صلی الظہر خمسا محتمل
ہے :-

یہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قعدہ اخیرہ کرکے پھر پانچویں رکعت کی طرف کھڑے
ہوئے۔

طحاوی، کتاب الصلاۃ، باب السلام فرض او سنۃ، ج ۱، ص ۲۷۵ -
مشکاۃ، کتاب الصلاۃ، باب السہو، حدیث ۳، فصل ۱ -

(ب) اور دوسرا یہ ہے کہ بلا قعدہ اخیرہ کے پانچویں رکعت کی طرف کھڑے ہو۔ حدیث محتمل المعنی اوپر قعدہ اخیرہ کے حجت نہیں ہوسکتی تا وقتیکہ کوئی قرینہ مخصص نہ پایا جاوے اور کوئی قرینہ مخصص عدم قعدہ پر اس حدیث میں موجود نہیں ہے بلکہ ہمارے لئے حجت ہوسکتی ہے کیونکہ ادا رقعدہ اخیرہ پر لفظ "ظہر" کا قرینہ واضح ہے صلی الظہر حدیث میں آیا اور نماز ظہر اسم ہے تکبیر تحریمہ سے قعدہ اخیرہ تک۔ پس الظہر سے مفہوم ہوا کہ تمام نماز ظہر یعنی قعدہ کر کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے اس گمان پر کہ شاید قعدہ پہلا ہو، خذ ھٰذا۔

اور لمعات میں شیخ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں کرنا قعدہ کا لیعد جا... کے ارجح ہے کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی قعدہ اخیرہ کو ترک نہیں کیا :-

ان لفظ الحدیث یصدق مع ترك القعدة ومع فعلها والحمل علی الثانی ارجح واقرب لانہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یترك القعدة الاخیرة لکونہا رکنا فجواز الصلوٰة علی تقدیر ترکہ بعید فھذا الحدیث مخصوص بصورة فعل القعدة الاخیرة انتہٰی ما فیہ [۱]

اور جو شخص کہ مقلدوں کو کافر کہے وہ خود بفحوائے حدیث شریف :-

ایما رجل قال لاخیہ کافر فقد باء بہا احدھما متفق علیہ [۲]

بمعصیت کفر ہے۔

اور جو شخص کہ کلمات توہین اور شناعت کے بہ نسبت امام صاحب رحمۃ... کہتا ہے وہ فاجر مورد اس حدیث کا ہے :

ان الفجور یھدی الی النار متفق علیہ [۳]

---

[۱] لمعات، کتاب الصلاۃ، باب السہو، ج ۳، ص ۲۴۶۔

[۲] مشکاۃ، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان الخ، حدیث ۴، فصل ا۔

[۳] ایضاً ، ، ، ، حدیث ۱۳، فصل ا۔

مصداق حدیث ہٰذا کا ہے :-

لیس المؤمن بالطعان ولا باللعان ولا الفاحش ولا البذی رواہ الترمذی [1]

پس ایسے شخص کے قول اور فعل کا اعتبار نہ کرنا چاہیے اور نہ اختلاط و تخلیط اور نہ ... ایسے شخص کی روا ہے تا وقتیکہ تائب نہ ہو فقط۔

حررہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۴ صفر ۱۳۰۲ ہجری

سوال ۳۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ :-

سجدہ سہو کا قبل سلام سے کرنا درست ہے یا نہیں ؟ اور سجدہ سہو کے بعد تشہد یعنی التحیات پڑھنا چاہیے یا نہ ؟ اگر کوئی شخص نہ پڑھے ، اس کا کیا حکم ہے ؟

بینوا بالدلیل توجروا بالاجر الجزیل

الجواب وھو الموفق للصواب

سجدہ سہو کا قبل سلام کے (کرے) جیسا کہ صحیح بخاری (میں ہے) :-

عن عبد اللہ بن بحینۃ انہ قال صلی لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکعتین من بعض الصلوات ثم قام فلم یجلس فقام الناس معہ فلما قضی صلوتہ ونظرنا تسلیمہ کبر قبل التسلیم فسجد سجدتین وھو جالس ثم سلم [2]

---

[1] ... : کتاب الآداب ، باب حفظ اللسان الخ ، حدیث ۳۹ ، فصل ۲ -
[2] ... بخاری : کتاب التہجد ، باب ما جاء فی السہو الخ ، ج ۱ ، ص ۱۶۳
... مسلم ، کتاب المساجد الخ ، باب السہو الخ ، ج ۱ ، ص ۲۱۱ -

(ترجمہ) یعنی عبداللہ بن بحینہ صحابی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں نماز پڑھائی دو رکعت
بعض نمازوں میں سے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، پھر کھڑے ہوئے
یعنی دو رکعتیں پڑھ کے، پھر بیٹھے نہیں، یعنی التحیات نہیں پڑھا، پس لوگ بھی
آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے، پس جب آپ نماز تمام کر چکے تو ہم نے
انتظار کیا کہ اب سلام پھیریں گے، تو اللہ اکبر کہا قبل سلام پھیرنے کے
بعدہ دو سجدے کئے اور آپ بیٹھے تھے، پھر سلام پھیرا۔
روایت کیا اس حدیث کو امام بخاری نے اور اسی طرح سے صحیح مسلم میں بھی
بعینہٖ یہ لفظ ہیں اور یہ راوی ہیں۔
اور تحت اس حدیث کے امام نووی شارح صحیح مسلم نے تحریر کیا ہے :۔

فیہ حجۃ للشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ و الجمہور
علی ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ فان عندہ السجود
للنقص والزیادۃ بعد السلام انتہی [1]

(ترجمہ) یعنی اس حدیث میں حجت ہے واسطے امام شافعی اور امام مالک اور جمہور
علماء کے ابوحنیفہ صاحب (کے خلاف) کہ امام صاحب کے نزدیک بعد سلام
کے سجدہ سہو چاہیئے اور دوسروں کے نزدیک قبل سلام کے۔
اور جامع ترمذی میں ہے :۔

وھو قول اکثر الفقہاء من اھل المدینۃ مثل یحیی
بن سعید و ربیعۃ وغیرھما [2]

(ترجمہ) یعنی اکثر لوگ مدینہ منورہ کا بھی یہی مذہب ہے۔"
اور کہا ہے حضرت ابوہریرہ اور السائب الانصاری کا بھی یہی مذہب ہے
اور نیل الاوطار میں یہ ہے کہ :۔
"یہی مذہب ہے ابوسعید خدری اور ابن عباس اور معاویہ و عبداللہ

---

[1] شرح مسلم، کتاب المساجد الخ، باب السہو الخ، ج ۱، ص ۲۱۱
[2] ترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ما جاء فی سجدتی السہو الخ، ج ۱، ص ۵۲۔

بن زبیر والزہری ومکحول وابن ابی ذئب والاوزاعی واللیث بن سعد " انتہیٰ

جواب مسئلہ دوم

سجدہ سہو کے بعد تشہد پڑھنا نہ چاہئے از روئے حدیث صحیح کے جیسا کہ بخاری میں ہے:۔

باب من لم یتشہد فی سجدتی السہو وسلم انس والحسن ولم یتشہدا وقال قتادۃ لا یتشہد۔

وعن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرف من اثنتین فقال لہ ذو الیدین اقصرت الصلوٰۃ ام نسیت یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ علیہ وسلم اصدق ذو الیدین فقال الناس نعم فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی اثنتین اخریین ثم سلم ثم کبر ثم سجد مثل سجودہ او اطول ثم رفع۔

وعن سلمۃ بن علقمۃ قال قلت لمحمد فی سجدتی السہو تشہد فقال لیس فی حدیث ابی ہریرۃ انتہیٰ ما فی البخاری لہ

اس سے صاف معلوم ہوا کہ امام بخاری اور حضرت انس خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ... بصری اور قتادہ اور ابوہریرہ کا یہ مذہب ہے کہ التحیات بعد سجدہ سہو کے نہ پڑھا جاوے، ... اوطار میں فالجمہور علی انہ لا یعید التشہد یعنی جمہور علماء کا مذہب ... نہ پڑھا جاوے التحیات۔ انتہیٰ۔

اور جو حدیث وارد ہوئی ہے التحیات کے پڑھنے پر کل معلول اور جرح سے خالی ... ہے، اگر کوئی پڑھے کبھی کبھی تو معلوم ہوتا ہے کہ درست ہے اگرچہ ضعیف وغیرہ میں لیکن ... وسعی۔ اور بعض علماء محققین کے نزدیک بھی یہی معلوم ہوتا ہے لیکن صحیح اور افضل وہ ہے

لہ ... : کتاب التہجد ، باب من لم یتشہد الخ ، ج ۱ ، ص ۱۶۳

جو کہ امام بخاری نے بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

حررہ العاجز عبدالوہاب الفنجابی الجنگوی ثم الملتانی
تجاوز اللہ عن ذنبہ الخفی والجلی

الجواب

رب زدنی علماً — واضح ہو کہ صورۃ السوال میں دو سوال ہیں :۔

۱۔ ایک یہ کہ قبل سلام کے سجدہ سہو کا کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور

۲۔ دوسرا یہ کہ سجدہ سہو کے بعد تشہد پڑھنا چاہیے یا نہیں؟

اول سوال کی نسبت جواب تحقیق یہ ہے کہ حدیث صحیح بخاری میں آیا ہے سجدہ سہو کے بعد سلام ہے :۔

عن عبد اللہ بن مسعود ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی الظہر خمسا فقیل لہ ازید فی الصلوۃ؟ قال وما ذاك؟ قال صليت خمسا فسجد سجدتين بعد ما سلم رواہ البخاری [1]

(ترجمہ) عبداللہ صحابی جلیل القدر سے روایت ہے کہ بلاشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر میں پانچ رکعتیں پڑھیں، پس کہا گیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آیا زیادہ ہوگئی ہے نماز؟ آپ نے فرمایا کیا ہے یہ امر؟ کسی نے کہا کہ آپ نے پانچ رکعت نماز پڑھیں، پس سجدے کیے دو سجدے بعد سلام کے (یعنی بعد سلام پھیرنے کے سجدہ سہو کیا)

اور اسی طرح سے ابوہریرہ نے روایت کیا ہے۔ اور صحیح مسلم میں جو حدیث ذوالیدین جو کہ عمران بن حصین کی روایت سے آئی ہے، اس میں صریح کہا ہے :۔

ثم سلم ثم سجد سجدتين ثم سلم [2]

---

[1] مشکاۃ، کتاب الصلاۃ، باب السہو، حدیث ۳، فصل ۱۔

[2] مسلم، کتاب المساجد الخ، باب السہو الخ، ج ۱، ص ۲۱۳۔

اور ایک روایت میں ابی ہریرہ سے بعد التسلیم کا کلمہ آیا ہے جو کہ مسلم میں ہے اور
۔۔۔ روایت مسلم میں یہ کلمات آئے ہیں :-

فصلی رکعتین وسلم ثم کبر ثم سجد ثم کبر فرفع
ثم کبر و سجد ثم کبر و رفع [۱]

اس حدیث میں حجت ہے اوپر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے کہ وہ بحالت کمی نماز میں قبل از
۔۔۔ سجدہ سہو کے قائل ہیں اور اس حدیث سے صراحۃً معلوم ہوا کہ بحالت کمی بھی بعد سلام کے
۔۔۔ سہو کا کرے [۲]

اور پہلی حدیث میں حجت ہے اوپر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے کہ وہ قبل از تسلیم
۔۔۔ نقص و زیادت میں سجدہ سہو کے قائل ہیں ۔

اور ابوداؤد میں عبداللہ بن عمر سے مثل حدیث ابی ہریرہ سے آئی ہے ، اس طریق
۔۔۔ ہے :-

ثم سلم ثم سجد سجدتی السھو [۳]

۔۔۔ سند میں جو کہ عمران بن حصین سے مروی ہے :-

ثم سلم ثم سجد سجدتیھا ثم سلم [۴]

۔۔۔ سند میں ابی ہریرہ کی روایت سے آیا ہے :-

ثم سجد سجدتین وھو جالس بعد التسلیم [۵]

۔۔۔ سند میں ابی ہریرہ کی روایت سے اس طرح سے ہے :-

ثم سلم ثم سجد سجدتی السھو [۶]

---

[۱] ۔۔۔ مسلم ، کتاب المساجد ، باب السھو ، ج ۱ ، ص ۲۱۳ ۔

[۲] ۔۔۔ مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ اگر نماز میں کمی ہو جائے مثلاً کوئی واجب رہ جائے تو سجدہ سہو سلام ۔۔۔ کیا جائے گا ، حدیث مذکور میں دو رکعتیں رہ گئی تھیں ، بعد ازاں ادا کر لی گئیں ، یہ کمی نہیں ہوئی بلکہ زیادتی ہوئی ہے ۔۔۔ میں تشہد مع درود و دعا پڑھا گیا ہے اس لئے یہ حدیث امام مالک کے خلاف دلیل نہیں ہوگی ۔
(شرف قادری)

[۳] ۔۔۔ ابوداؤد : کتاب الصلوٰۃ ، باب السھو فی السجدتین ، ج ۱ ، ص ۱۵۲ و ۱۵۳

اور پانچویں سند میں اس طریق سے ہے :-

ثم سجد سجدتی السهو بعد ما سلم [1]

اور ابوداؤد میں عبداللہ بن جعفر سے اس طریق سے آیا ہے :-

قال من شك فی صلوٰته فلیسجد سجدتین بعد ما یسلم

یہ قولی حدیث ہے اور اس پر عمل تھا مغیرہ بن شعبہ کا اور سعد بن ابی

عمران بن حصین اور ضحاک بن قیس اور معاویہ بن ابی سفیان کا اور ابن عباس

عبدالعزیز اسی پر فتوے دیتے تھے کہ بعد سلام کے سجدہ سہو کا کرے

ابی داؤد [2]

پس فتوے اس پر ہے کہ بعد سلام سجدہ کا کرے - اور سنن ابو

میں عبداللہ بن مسعود سے حدیث آئی ہے کہ سجدہ سہو بعد سلام کے ہے

عن عبد اللہ بن مسعود ان النبی صلی اللہ

علیہ وسلم صلی الظهر خمسا فقال له ان يد فی

الصلوٰة ام نسیت یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ

وسلم) فسجد سجدتین بعد ما سلم [3]

اور ابوعیسیٰ نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے - اور ابی ہریرہ سے

میں حدیث آئی ہے اور اس کو "حسن" اور "صحیح" لکھا ہے :-

عن ابی هريرة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدهما

بعد السلام قال ابو عیسیٰ هذا حدیث حسن صحیح [5]

---

[1] ابوداؤد : کتاب الصلوٰۃ ، باب السهو فی السجدتین ، ج ۱ ، ص ۱۵۲ و ۱۵۳

[2] ایضاً : " ، باب من قال بعد التسلیم ، ج ۱ ، ص ۱۵۵

[3] مسلم ، کتاب الصلاۃ ، باب من نسی ان یتشہد الخ ، ج ۱ ، ص ۱۵۵ -

[4] (ن) ایضاً ، " ، باب اذا صلی خمسا الخ ، ج ۱ ، ص ۱۵۳ -

(ب) ترمذی ، ابواب الصلاۃ ، باب ماجاء فی سجدتی السهو ، ج ۱ ، ص ۵۲ -

[5] ایضاً ، " " " " "

...داری میں جو حدیث ابی ہریرہ سے آئی ہے اس میں اس طرح سے ہے :-

فاتم ما بقی ثم سلم وکبر فسجد طویلا ثم رفع راسه فکبر وسجد مثل ما سجد ثم رفع راسه وانصرف[1]

پس فاتم ما بقی سے حجت ہوئی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر اس امر میں کہ بحالت ...بعد التسلیم سجدہ سہو چاہیے جیسا کہ ماقبل کی احادیث میں حجت ہے امام شافعی پر۔ اور ایسا ہی موطا میں امام مالک کی ہے :-

ثم اذا قضی صلوته فسجد سجدتین وهو جالس بعد التسلیم[2]

...ماجہ میں ابی ہریرہ کی روایت میں اس طرح سے ہے :-

ثم سلم ثم سجد سجدتین ثم سلم[3]

...عمران بن حصین کی روایت میں، جو کہ ابن ماجہ میں ہے، یہ ہے :-

ثم سلم ثم سجد سجدتین ثم سلم[4]

...مسعود کی روایت سے ابن ماجہ میں حدیث آئی ہے کہ :-

سجد سجدتی السهو بعد السلام[5]

...ثوبان کی روایت میں اس طریق سے آیا ہے :-

عن ثوبان قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول فی کل سهو سجدتان بعد ما یسلم[6] ثم کبر فسجد مثل سجوده او اطول ثم رفع راسه وکبر ثم سجد مثل سجوده او اطول ثم رفع

... کتاب الصلاة، باب سجد السهو من الزیادة، ج ۱، ص ۳۵۱ -

... امام مالک، باب من قام بعد الاتمام، ج ۱، ص ۹۰ -

... ماجہ، کتاب اقامة الصلاة الخ، باب فیمن سلم من اثنتین الخ، ص ۸۶ -

... " ، " " ، باب ما جاء فیمن سجدهما الخ، " -

... " " " " " " " -

راسه نهو كبير [1]

اور عبداللہ بن جعفر سے :-

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من شك في صلوته فليسجد سجدتين بعد التسليم

رواه النسائي [2]

یہ بھی قولی حدیث ہے کہ ترجیح ہے فعلی حدیث پر جو کہ مجیب نے بیان کی

اس حدیث میں عمومیت ہے خواہ بحالت کمی نماز کے ہو خواہ زیادتی نماز میں۔

جبکہ احادیث متمسکہ ابی حنیفہ رحمۃ اللہ تعالےٰ مع متابعات اور مشـ

معلوم ہوئیں ، بعد حقیقت امر کے جاننا چاہیے کہ اختلاف مابین سجدہ سہو بعد

از سلام درباب جواز و عدم جواز نہیں ہے بلکہ اختلاف ائمہ مجتہدین اس امر میں

افضل کیا ہے۔

ابو حنیفہ افضلیت بعد از سلام کے قائل ہیں ، اور امام شافعی قبل

کے اور امام مالک اس امر پر ہیں کہ اگر سبب زیادتی نماز کی ہو، سجدہ سہو بعد از سلام

اور کمی نماز کے سبب سے ہو، اس صورت میں افضلیت سجدہ سہو کی قبل از سلام

اور فی الحقیقت ترجیح بجانب ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (ہے) کیونکہ احادیث

راجحہ ابی حنیفہ کی جانب ہیں بچند وجوہ :

اول یہ ہے کہ حدیث عبداللہ بن بحینہ کی احادیث سے ہے ماسو

ابن بحینہ دوسرے صحابی نے اس حدیث کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت

اور حدیث متمسکہ ابو حنیفہ احادیث مشہورہ سے ہے چنانچہ عبداللہ بن مسعود

بن عمر او رابی ہریرہ اور عمران بن حصین اور عبداللہ بن جعفر ، اور ثوبان چھ صحابی

ہے کما تقدم - اور اس حدیث کی سند میں متابعات کثیرہ ہیں کہ حد مشہور کو پہنچ گئی

لا یخفی علی الماھر بالحدیث -

دوسری وجہ ترجیح کی یہ ہے کہ عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عمر ہر دو

---

[1] ابن ماجہ ،

[2] نسائی ، کتاب السہو ، باب التحری ، ج ۱ ، ص ۱۸۵

[illegible] متمسکہ ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ طبقہ اعلیٰ فقہا عبادلہ ثلاثہ میں سے ہیں کہ مثل ان کے
[illegible] بن بحینہ مرتبہ نہیں رکھتے کہ مابین عبداللہ بن بحینہ و ہر دو عبداللہ بعد المشرقین ہے،
[illegible] دیکھو اصول حدیث میں مروی عبداللہ بن مسعود یا عبداللہ بن عمر سے ہو اس کو ترجیح ہوتی
[illegible] اس حدیث پر جو کہ طبقہ اعلیٰ میں سے مروی نہ ہو اور جو حدیث کہ عبداللہ بن عمر سے مروی ہو
[illegible] محدثین اعلیٰ شمار کرتے ہیں، باقی صحابہ کی مرویات سے سند حدیث عبداللہ بن بحینہ بمقابل
[illegible] عبداللہ جلیل القدر اور عظیم الشان کے کیا حقیقت رکھتی ہے؟ پس لابد حدیث متمسک
[illegible] حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ترجیح ہے حدیث عبداللہ بن بحینہ پر، اور
تیسری وجہ یہ ہے کہ سند حدیث عبداللہ بن بحینہ میں زہری راوی ہے کہ وہ مدرج
[illegible] جو حدیث اس کی سند میں کوئی راوی مدرج نہ ہو مثل حدیث متمسکہ ابی حنیفہ رحمۃ اللہ
[illegible] قوی اور راجح اور قابل عمل ہوتی ہے بمقام اس حدیث کے جس کی سند میں کوئی مدرج
[illegible] ہو، دیکھو اصول حدیث میں۔
چوتھی دلیل یہ ہے کہ اقوال احادیث مؤید مذہب امام صاحب کو ہیں اور پھر ظاہر
[illegible] قولی حدیث کو ترجیح ہوتی ہے فعلی حدیث پر کہ حدیث عبداللہ بن بحینہ کی ہے۔
خلاصہ مرام کا یہ ہے کہ از روئے تحقیق ہذا ثابت اور محقق ہوا کہ مذہب امام صاحب
[illegible] علیہ کو ترجیح اور اولویت (ہے) امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ کے مذہب پر
[illegible] احادیث مندرجہ بالا سے بخوبی پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے، کجا کہ صحابہ اور تابعین
[illegible] اس پر عمل نہ ہو!
اور تعجب ہے کہ مجیب نے ثم سلم ثم کبر فسجد مثل سجوده
[illegible] جو کہ خود اپنی حدیث جواب مسئلہ میں بروایت ابی ہریرہ نقل کی ہے، پس عمل بعض علماء
[illegible] کا بمقابل احادیث صحیحہ اور عمل صحابہ کے راجح نہیں ہوتا اور نہ ان کے عمل سے
[illegible] سکتی ہے۔
دوسرے مسئلے کا جواب یہ ہے کہ ابوداؤد میں عبداللہ سے روایت ہے کہ بعد
[illegible] کے تشہد پڑھنے کا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا:۔
عن ابی عبیدۃ بن عبد اللہ عن ابیہ عن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا کنت فی صلوٰۃ فشککت فی

ثلاث او اربع و اکبر ظنک علی اربع تشہدت ثم سجدت سجدتین و انت جالس قبل ان تسلم ثم تشہدت ایضا ثم تسلم رواہ ابوداود[1]

اور دوسری حدیث ابوداوٗد میں آئی ہے کہ بعد سجدہ سہو کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد پڑھا:

حدثنا محمد بن یحیی بن فارس نا محمد بن عبد اللہ بن المثنی حدثنی اشعث عن محمد بن سیرین عن خالد یعنی الحذاء عن ابی قلابۃ عن ابی المہلب عن عمران بن حصین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی بہم فسہی فسجد سجدتین ثم تشہد ثم سلم رواہ ابوداود[2]

یہ حدیث صحیح ہے، سب رواۃ اس کے مثل رواۃ صحیحین کے ہیں ——— [محمد] بن یحیی ثقہ اور حافظ جلیل ——— اور عبد اللہ ثقہ ہے ——— اور اشعث [ثقہ] ہے ——— اور محمد ابن سیرین ثقہ، ثبت، عابد، کبیر القدر ہے کہ بالمعنی روایت نہیں رکھتا ——— اور خالد ثقہ ہے ——— اور ابو قلابہ ثقہ فاضل ہے کذا فی التہذیب اور ایوب سختیانی نے کہا کہ "قسم اللہ کی کہ ابو قلابہ ذوی الالباب [سے] ہے" ——— اور مہلب ثقہ ہے۔

پس اس قسم کی حدیث کو معلول اور مجروح کہنا خطا ہے چنانچہ حاکم نے [اس] حدیث کو علی شرط الشیخین کہا ہے ——— اور ابن مسعود اور شعبی اور نووی اور حکم، اور لیث اور حماد ——— ان تمام کا یہ قول ہے کہ بعد سجدہ سہو کے [تشہد] پڑھی جاوے جیسا کہ عینی شرح بخاری میں موجود ہے۔

اور ترمذی میں عمران بن حصین سے حدیث آئی ہے کہ سجدہ سہو کے

---

[1] ابوداوٗد : کتاب الصلوٰۃ ، باب من قال یتم علی اکبر ظنہ ، ج ۱ ، ص ۱۵۴

[2] ایضاً : " ، باب سجدتی السہو فیہما الخ ، ج ۱ ، ص ۱۵۶

[حض]رت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی :-

عن عمران بن حصین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی بہم فسہیٰ فسجد سجدتین ثم تشہد ثم سلم ؎

یہ بھی حدیث مثل حدیث صحیحین کے ہے کیونکہ اس میں وہ ہی راوی ہیں جو کہ حدیث [...]ودین ہیں، اور اس حدیث کو عبدالوہاب ثقفی اور ہشیم وغیرہما غیر واحد نے خالد الحذار [...]وایت کیا ہے اور اس پر عمل ہے ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور مالک رحمہ اللہ تعالے اور [...]حمہ اللہ تعالیٰ اور احمد اور اسحٰق رحمہا اللہ تعالے کا جیسا کہ عینی میں ہے۔

پس جبکہ کوئی حدیث ضعیف بھی درباب عدم قرارۃ تشہد کے نہ لکھی جاوے [...]س اثر کا کہ انس یا حسن (بصری) (رضی اللہ عنہما) نے تشہد نہیں پڑھا بمقابل حدیث [...]عتبار کے نہیں ہے اور بمقابل احادیث قولی اور فعلی کے عمل کسی کا مقبول نہیں ہوتا [...]یث تشہد بعد سجدہ سہو کے معمول بہ صحابہ اور تابعین کی اور تبع تابعین کی ہو۔

[...]نے کوئی حدیث دربارہ عدم قرارۃ تشہد نقل نہیں کی اور کسی حدیث میں نہ واقع [...]ے نہ پڑھنے کا موجب ثبوت عدم قرارت تشہد نہیں ہو سکتا ——— پس کہنا [...]ی وغیرہ کا مذہب نہ پڑھنے تشہد کا تھا اور نیل الاوطار میں بھی یہی ہے، قابل قبول [...]یں ہوسکتا کیونکہ جیسا مذہب امام بخاری وغیرہ کا نہ پڑھنا ہے ویسا ہی امام صاحب [...]وں کا مذہب پڑھنا ہے۔ اور جیسا کہ انس وغیرہ کا مذہب نہ پڑھنا ہے ویسا ہی مذہب [...]غیرہ ساتوں کا پڑھنا تشہد کا ہے ——— باقی ہر دو احادیث ابوداؤد اور [...]مقابل کسی حدیث صحیح یا غیر صحیح کے متوی اور مؤید مذہب امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ [...]وتی ہیں۔

اور جس وقت کہ کوئی حدیث درباب عدم قرارۃ تشہد کے نہیں لکھی، پھر کہنا کہ حدیث [...]ور معلول ہے، بلا فائدہ ——— آیا یہ معلوم نہیں کہ حدیث مجروح اور معلول [...]صحیح کے حجت نہیں ہوتی نہ کہ اس وقت جب کہ کوئی حدیث صحیح بلکہ ضعیف بھی نہ ہو

[...]: کتاب الصلاۃ، باب السہو، حدیث ۶، فصل ۲۔
[...]ترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء فی التشہد فی سجدتی السہو، ج ۱، ص ۵۲۔

اور حدیث تشہد صحیح بشرط صحیحین کو معلول اور مجروح کہنا نہایت تعجب ہے۔

پس ثابت اور متحقق ہوا کہ مذہب امام صاحب رحمہ اللہ تعالے کا (بعد

سجدہ سہو کرکے تشہد پڑھنا) افضل ہے اور اولی اور ارجح ہے اور صحیح مطابق احادیث صحیح

ہے، اور مذہب دوسروں کا مرجوح اور ضعیف اور خلاف حدیث کے۔

ھذا ھو الحق عندی و علم الصواب عند

فلا اجدنك مصرا علی ما لا یصاب ولا الفینك طالب للحق

الصواب فان العدل عند اللہ محمود و الاصرار علی الخ

مذموم اللھم اھدنا الصراط المستقیم و اقمنا علی

القویم۔

حررہ و اجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی د

المرقوم ۲۱ جمادی الاولی ۱۳۰۱ھ ہجری

بقلم نور محمد

سوال ۳۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین درمیان اس مسئلے کے جو خبر

خطوط کے رویت ہلال کی آتی ہیں اور مرسل خطوط کہ تاجر لوگ یا اہل محکمہ یا اور شخص معتبر

آیا یہ خطوط معتبر ہوں گے اور موافق اس کے رمضان اور عید وغیرہ کی جاوے گی

اور بر تقدیر معتبر ہونے کے اس کے اعتبار کرنے میں کچھ شرائط ہیں یا علی الاطلاق

وجہ برابر کوئی شخص مرسل معتبر ہو بر تقدیر شرط کے کن شرائط کے ساتھ ہونا چاہ

ایک دو خط کا بھی اعتبار ہو جاوے گا یا اس کی کیفیت اور کمیت کی بھی حد ہے؟

مفصل موافق مذہب حنفیہ کے مدلل کتب معتبرہ سے مفتی بہ بیان فرماویں۔

توجروا۔

الجواب

واضح ہو کہ خطوط حجت شرعیہ سے نہیں ہیں تاکہ ثبوت رویت ہلال کو کافی ہو

مرسل ان کا تاجر ہو یا شخص معتبر ہو زیرا کہ خط ایک شخص کا مشابہ دوسرے کے ہوتا ہے

لا یحکم القاضی بسجل الاستحقاق بشهادة انہ کتاب قاض کذا لان الخط یشبہ الخط فلم یجز الاعتماد علی نفس السجل بل لا بد من الشہادة علی مضمونہ۔ کذا الحکم فیما سوی نقل الشہادة و الوکالة من محاضر و سجلات و صکوک (در مختار) [1]

شامی میں لکھا ہے :۔

ذکر فی الخانیة و الاسعاف ادعی علی رجل فی یدہ ضیعة انہا وقف و احضر صکا فیہ خطوط العدول و القضاة الماضین یطلب من القاضی القضاء بذلک الصک قالوا لیس للقاضی ذلک لان القاضی انما یقضی بالحجة و الحجة انما ہی البینة او الاقرار اما الصک فلا یصلح حجة لان الخط یشبہ الخط [2] انتہی ما فیہ .... و فی الاشباہ لا یعتمد علی الخط و لا یعمل بمکتوب الوقف الذی علیہ خطوط القضاة الماضین (شامی) [3]

پس ثابت ہوا کہ مجرد خط کا کہ ڈاک انگریزی میں آتا ہے، اعتبار نہیں اور حجت نہیں ہے تاکہ اثبات کسی کا ہو ولیکن چند شرائط میں قابل اعتبار کے ہوگا۔

اول یہ کہ خط مندرج رویت ہلال رمضان کو بدست ایک آدم معتبر عادل کے بھیجا ہو ۔۔۔ بدست دو آدم معتبر عادلین کے بیچ ثبوت ماہ فطر کے بھیجا جاوے اور مضمون خط کا ۔۔۔ رسول کو سنا بھی دیا ہو تاکہ جس کی طرف بھیجا ہے اس کو مضمون خط کے مطابق مضمون

---

[1] ۔۔۔ مختار،

[2] ۔۔۔ شامی، کتاب الوقف، ج ۳، ص ۴۰۴۔

[3] ۔۔۔ شامی، کتاب القضاء، ج ۴، ص ۳۰۸۔

خط کا اسناد دیوے اور خط میں رؤیت یقینی و عینی ہو یا حکم مفتی کا رؤیت ہلال میں ...
معنون ہو اور مہر بھی کاتب اپنے روبرو قاصد کے کرکے اس کو دے دیوے :-

کذالک ما یکتب الناس فیما بینھم یجب ان
یکون حجۃ للعرف ..... وھو ما اذا کان علی وجہ
الرسالۃ مصدرا معنونا وھو ان یکتب فی
صدرہ من فلان الی فلان علی ماجرت بہ
العادۃ فھٰذا کالنطق فلزم حجۃ کما فی
الملتقی (شامی)

ولو قالت الشھود لم یسلمہ الینا ولم
یقرأہ علینا ولم یختمہ بحضرتنا لم یعمل بہ
(عینی شرح کنز) لان الکتاب یشبہ الکتاب فلا
یثبت الا بحجۃ تامۃ (ھدایۃ) [۳]

اور بھیجنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطوط کو طرف کسریٰ وقیصر وغیرہ ...
حجت نہیں ہوسکتا کہ کتابت بمنزل شہادت کے ہو - اول یہ کہ بھیجنا خطوط کا حضرت ...
علیہ وسلم کے وقت ساتھ رسالت کے ہوتا تھا یعنی کوئی آدمی معتبر لے کے جاتا تھا ...
ڈاک نہ تھی جیسا کہ قیصر روم کی طرف دحیۃ الکلبی لے گئے تھے اور کسریٰ کی طرف عبد ...
سہمی لے گئے تھے پس مجرد کتابت حجت نہ ہوئی بلکہ اخبار شخص مرسل قابل اعتبار کے ...
خبر واحد عادل کی دیانات میں معتبر ہے :-

خبر الواحد یقبل فی الدیانات کالحل و
الحرمۃ والطھارۃ والنجاسۃ اذا کان مسلما
عدلا ذکرا او انثی حرا او عبدا محدودا اولا ولا
یشترط لفظ الشھادۃ والعدد کذا فی الوجیز

---

[۱] شامی ، کتاب القضاء ، باب کتاب القاضی الی القاضی ، ج ۴ ، ص ۳۵۲ -
[۲] شرح کنز ، عینی ،
[۳] ہدایہ ، کتاب ادب القاضی ، باب کتاب القاضی الی القاضی ، ج ۳ ، ص ۱۳۹

للکردری وهکذا فی الهدایة ومحیط السرخسی [1]

اور اسی طرح سے معاملات میں خبر واحد کی مقبول ہوتی ہے مثل رسالت اور

...کے :-

یقبل قول الواحد فی المعاملات عدلا کان وفاسقا حرا کان او عبدا ذکرا کان او انثی مسلما کان او کافرا دفعا للحرج والضرورة من المعاملات والوکالات والمضاربات والرسالات فی الهدایا والاذن فی التجارات کذا فی الکافی [2]

اسی طرح سے رویت ہلال رمضان میں کہ ابر ہو، خبر واحد عادل کی مقبول ہوگی

...ہے :-

وقبل بلا دعوی وبلا لفظ اشهد للصوم مع علة کغیم وغبار خبر عدل (تنویر الابصار و در المختار [3])

عید الفطر میں نصاب گواہی کا ہونا چاہیے بحالت ابر :-

وشرط للفطر مع العلة والعدالة نصاب الشهادة ولفظ اشهد (در مختار [4])

...میں نفع بندوں کا ہے مثل تمام حقوق کے :-

...تعلق نفع العبد علة لاشتراط ما ذکر فی الشهادة علی هلال الفطر بخلاف هلال الصوم لان الصوم امر دینی فلم یشترط

---

[1] ...بزازیہ، کتاب الاستحسان (علی ہامش عالمگیری) ج ۶، ص ۳۷۴ -

[2] ...عالمگیری، کتاب الکراہیة، باب ۱، ج ۵، ص ۳۰۸ -

[3] ...ایضاً ، ، " " ، فصل ۲، ج ۵، ص ۳۱۰ -

[4] ...در مختار، کتاب الصوم، ج ۱، ص ۱۴۸ -

[5] ...ایضاً ، ، ، ، ، ، ، ،

في ذلك اما الفطر فهو نفع دنيوي للعباد فاشبه سائر حقوقهم فيشترط فيه ما يشترط فيها[1]

(شامی)

چنانچہ تمام حقوق عباد میں واسطے اثبات حق عباد کے خط کا اعتبار نہیں ہے
طرح سے ماہ عید الفطر میں خط کا اعتبار نہ ہوگا اور جس طرح سے معاملات یا دیانات میں
واحد کے خط کا اعتبار نہیں اسی طرح سے ماہ صوم میں خط کا اعتبار نہ ہوگا اگر چہ فرلیت
ہو اور چند خطوط اور خط واحد عدم قبول میں برابر ہیں خصوصاً فی زماننا تجربہ میں آیا ہے
در باب رؤیت ہلال آئے اور جب کوئی مردم اس جا سے آئے تو خلاف مضمون کے
ہوا، واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ واجابہ خاکب رہ محمد مسعود نقشبندی
محرم الحرام ۱۳۰۴ ہجری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال ۳۹۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید عرصہ چھ سات مہینے سے بیمار
وجع مفاصل میں مبتلا ہے اور کئی حکیم اس کا علاج بھی کر چکے ہیں اور اب تک وہ اپنا علاج
ہے۔ ہاتھ، پاؤں، گھٹنوں میں درد شدید رہتا ہے اور کبھی دوران درد سے بخار
ہو جاتا ہے اور کبھی بخار سے اس کو افاقہ بھی ہو جاتا ہے، یہاں تک بیماری درد نے کہ
بیٹھنا اٹھنا دشواری سے کرتا ہے، شدت درد سے نماز پنجگانہ بیٹھ کر ادا کرتا ہے
ناتوانی نہایت درجہ کی رکھتا ہے، چلنا، پھرنا یعنی آمد و رفت مشکل سے کرتا ہے اور
رمضان شریف کے ادا نہیں کر سکتا، بہ باعث ناتوانی اور ضعف در دمرض کے اور روزہ
رمضان شریف کے فرض جان کر اپنے اوپر سے ادا کیا چاہتا ہے کہ دنیا کی زندگانی میں
سے نجات پاوے کیونکہ موت بنی آدم کی در پیش ہے۔

---

[1] شامی، کتاب الصوم، ج ۲، ص ۹۱۔

آیا زید روزے رکھے یا فدیہ مسکینوں کو دے کر فرض خدا سے فارغ ہو جاوے۔ اس صورت میں قرآن وحدیث اور اہلِ فقہ کا جو کچھ حکم ہو عمل میں لاوے اور بعضے لوگ ضد سے کہتے ہیں کہ روزے بھی رکھے اور بعض لوگ کہتے ہیں حالت ناتوانی وضعف در وہیں فدیہ دینا مسکینوں کو جائز ہے۔

تحریر فرماویں اجر ہوگا کون حکم اختیار کیا جاوے اور زید معلل الطبیعۃ صاحب نصاب صاحب حج ہے اور غنی ہے، فقط

الجواب

شیخ موصوف الذکر پر فدیہ دینا اپنے روزوں کا جائز ہے کیونکہ اس کو زیست کی امید نہیں ہے اور نہ طاقت آنے کی ولیکن جب اچھا ہو جاوے روزے اپنے قضا کرے:-

وللشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر ویفدی وجوبا۔ درمختار (قولہ وللشیخ الفانی) ای الذی فنیت قوتہ او اشرف علی الفناء ولذا عرفوہ بانہ الذی کل یوم فی نقص الی ان یموت انتہی۔[۱]

ومثلہ فی القہستانی عن الکرمانی المریض اذا تحقق الیاس من الصحۃ فعلیہ الفدیۃ لکل یوم من المرض کذا فی البحر وھکذا فی العینی[۲] شرح الکنز ای للشیخ الفانی الفطر کالخائف من ازدیاد المرض والمسافر وغیرھما بقولہ وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین معناہ لایطیقونہ نفدیتہ ان یطعم مسکینا کما فی الکفارۃ انتہی۔

---

[۱] شامی، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۲، ص ۱۱۹ -

[۲] شرح کنز، للعینی،

اور جامع الرموز میں ہے کرمانی سے :-

وفیہ۔ (ای للشیخ الفانی) وفی حکمہ۔ کل من یعجز

عن الصوم فی الحال و ییئس عنہ فی الاستقبال[1] انتھی۔

فقط حررہ واجابہ خاکِ رہ محمد مسعود نقشبندی

سوال ۴۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ رمضان میں ایک

میں افطار کی تقریب تھی، بہت سے مسلمان مسجد کی چھت پر تھے اور زیادہ پیچھے آفتاب

گز دو گز بلند رہ گیا تھا کہ ابر کے ٹکڑے میں آگیا اور اس کی کرنیں اور شعاع برابر ابر کے

سے نمایاں تھیں اور یہ وقت حساب معمولی گھڑی و گھنٹہ سے بھی تخمیناً دس گیارہ منٹ

ایسی حالت میں مؤذن نے اذان کہہ دی اور چند لوگوں نے روزہ افطار کر لیا مگر اوپر کے

جو مشاہدہ آفتاب کر رہے تھے باآواز بلند منع کر دیا کہ ہنوز آفتاب غروب نہیں ہو

اس واقعہ کے گواہ متواتر ہیں، پس یہ نماز اور اذان اور روزہ واجب ہے کہ نہیں

کہ دوبارہ اذان سے جماعت ہونی چاہیے تھی کہ نہیں؟

زید کہ جس نے اذان کی اجازت دی تھی نہ وہ آفتاب کا مشاہدہ کر رہا تھا نہ

گھڑی و گھنٹہ پر لحاظ کیا تھا بلکہ محض اٹکل سے حکم دیا تھا، اس کا حکم صحیح ہے یا ان لوگوں

معتبر ہے کہ جنہوں نے بچشم خود اس وقت آفتاب کی کرنیں بدلی کے اوپر دیکھیں

توجروا اجرکم اللہ۔

الجواب

درحقیقت جواب ہذا تفصیل طلب ہے کہ زید کا حکم بہ نسبت افطار کے

سے صحیح ہے کما فی الشامی :-

---

[1] جامع الرموز :

[2] یہ جواب ثانی ہے اور مجیب اول کا رد ہے جنہوں نے غروب آفتاب سے قبل روزہ افطار کرنے والوں

حکم دیا تھا، اس جواب میں کفارہ کے بجائے قضا کا ثبوت دیا ہے۔ مجیب اول کا جواب نقل نہیں کیا کہ اس کا اندازہ

لان ظاهر مذهب اصحابنا جواز الافطار بالتحری

کما نقل فی المعراج عن شمس الائمۃ السرخسی [۱]

(ظن غالب) مثل یقین کے ہوتی ہے :-

لان التحری یفید غلبۃ الظن وھی کالیقین [۲]

انتہی مافی الشامی۔

پس اگر زید نے اکل سے قبل از منع کرنے شاہدین آفتاب کے حکم افطاری کا دیا ہے

نے افطار کر لیا ہے اس صورت میں قضاء اس کی آئے گی اور کفارہ روزہ کا نہیں آئیگا :-

او افطر بظن الیوم ای الوقت الذی اکل فیہ

لیلا والحال ان الفجر طالع والشمس لم تغرب...

قضی فی الصور کلہا [۳] فقط (درمختار)

جبکہ ظن کی حالت میں قضاء بغیر کفارہ کے آتی ہے کجا کہ بحالت اکل، زیرا کہ تحری غلبہ ظن

ہے کما تقدم پس اگرچہ بعد افطاری کے شاہدین و ناظرین آفتاب نے کہا کہ

غروب نہیں ہوا ہے، قضاء آئے گی، کفارہ نہ آئے گا :-

وان ظن غروب الشمس فان تبین عدمہ

فعلیہ القضاء [۴] فقط (شامی)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے :-

تسحر علی ظن ان الفجر لم یطلع وھو طالع او

افطر علی ظن ان الشمس قد غربت ولم تغرب فعلیہ

القضاء ولا کفارۃ علیہ [۵]

---

[۱] شامی، کتاب الصوم، ج ۲، ص ۱۰۶ -

[۲] درمختار، کتاب الصوم، ج ۲، ص ۱۰۴، ۱۰۵ -

[۳] شامی ، ، ، ص ۱۰۵ -

[۴] عالمگیری ، ، ، باب ۱، ج ۱، ص ۱۹۳ -

کیونکہ کفارہ بحالت قصد افطار کرنے سے آتا ہے اور صورت ہذا میں قصد نہ پایا گیا
لانہ ما تعمد الافطار ، کذا فی محیط السرخسی
مجیب نے صورتِ مسؤلہ کو شک کی حالت میں گمان کیا ہے اسی واسطے جزئیات
کی درج کی ہیں اور کفارہ کا حکم دیا حالانکہ شک اور ظن میں فرق بین ہے اور صورت مسئولہ
حالت ظن کی ہے کما لا یخفی علی الفہیم فافہم۔ البتہ اگر زید شک
کرنے ناظرین آفتاب کے افطار کا حکم دیا ہے، اس صورت میں کفارہ لازم ہو کر
اذان اور نماز کا ہر دو صورتوں میں لازم ہے ھٰذا تحقیق عندی و
الصواب عند ربی۔ نہ قبول کرے، وہ شخص مورد اس آیۃ کریمہ کا ہے
لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم
ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجا مما قضیت ویسلموا
تسلیما [۲]

فقط واللہ اعلم بالصواب
حررہ واجابہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۱۶ شوال ۱۳۰۳ ہجری

سوال ۷۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین سلمہم اللہ الی یوم الدین ان ہر دو مسئلہ میں
۱ : اول یہ کہ عورت کو زیور کنج کا مستعمل کرنا جائز ہے یا نہیں ؟
۲ : اور ثانی ایک شخص روزہ رمضان شریف تو ادا نہیں کرتا ہے اور نماز تراویح پڑھتا ہے
اس شخص کو تراویح کا کچھ ثواب ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مرقومہ عورت کو زیور کنج کا استعمال کرنا جائز ہے :۔

---

[۱] عالمگیری ، کتاب الصوم ، باب ۱ ، ج ۱ ، ص ۱۹۴ -

[۲] سورۃ النساء ، آیت ۶۵ -

ولا بأس بآنية العقيق والبلور والزجاج والزجد والرصاص كذا فى خزانة المفتين وعالمگیری[1]

لا يكره ما ذكر اى من الاكل والشرب والادهان والتطيب من اناء رصاص وزجاج وبلور وعقيق (درمختار وشامی)[2]

جواب سوال ثانی ، جو عمل نیک کرے گا اس کا ثواب ملے گا، جو نہ کرے گا اس کا ... گا کما قال اللہ تعالیٰ :-

ومن يعمل من الصّٰلحٰت من ذكر او انثى وهو مومن فاولئك يدخلون الجنة ولا يظلمون نقيرا[3] (قوله من الصّٰلحٰت اى وان لم يستوعبها)

یعنی اگرچہ بعض عمل کئے اور بعض عمل نہ کئے، جو عمل نیک کئے ان کا ثواب ملے گا کیونکہ ... قوت نہیں ہے کہ کل عمل نیک کر سکے، چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے :-

قالوا الفرق بين من الاولى والثانية ان الاولى للتبعيض والمراد من يعمل بعض الصّٰلحٰت لان احدا لا يقدر على ان يعمل جميع الصّٰلحٰت فالمراد انه اذا عمل بعضها حال كونه مومنا استحق الثواب انتهى ما فيه[4]

اور چونکہ عمل صالحات کے ساتھ قید مومن کی ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ عدم ایمان ... عمل صالح کو ضائع کر دیتا ہے اور فرائض کو نہ ادا کرنا دیگر عمل صالحات کے ثواب ... نہیں کرتا، پس ثابت ہوا کہ ادا ترویج کا ثواب اس شخص کو ملے گا اور ترک فرائض

---

[1] ... عالمگیری، کتاب الکراہیۃ، باب ۱۰، ج ۵، ص ۳۳۵ -

[2] ... مختار و شامی، کتاب الحظر والاباحۃ، ج ۵، ص ۲۱۸ -

[3] ... سورۃ النساء، آیت ۱۲۴ -

[4] ... تفسیر کبیر، سورۃ النساء، آیت ۱۲۴، ج ۳، ص ۲۲۸ -

کا عذاب، واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ واجابہ خاکپائے محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۸ ار ربیع الاول ۱۳۰۴ھ ہجری

سوال ۴۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایک عورت، مرسلہ ایک عورت، واسطے کرنے حج اس کے بیت اللہ شریف گئی اور لبعد ادا کرنے حج کے بمقام کعبہ شریف وہ بیمار ہوگئی شریف نہیں گئی۔ بحالت مرض موت اس عورت نے جو کچھ اس کے پاس روپیہ تجہیز و تکفین کو اس میں سے کچھ اور لیا اور جس کسی کا کچھ دینا تھا، وہ دے دیا اور ۵۰ روپے واسطے کرائے دینے مدینہ کے ایک شخص صالح کے پاس رکھ دے وصیت کر دی کہ میری طرف سے مدینہ تم کرا دیجو اور لبعدہ وہ عورت وہیں کعبہ شریف فوت ہوگئی اور جس کے پاس وہ ۵۰ روپے مدینہ کرا دینے کا رکھا ہے، وہ واسطے خرید مال تجارت اپنے کے آئے ہیں، ان کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ ۵۰ روپے رکھا ہے۔ ابھی تک مدینہ نہیں ہوا، جو اس عورت مرنے والی کی بیٹی اور نواسی دہلی مخلص و محتاج موجود ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہم حاجت مند اور محتاج ہیں اور حق دار شرع شریف حسب وصیت متوفیہ کے (مدینہ کرانے کے بجائے وہ ۵۰ روپے ورثاء کو دیا جا) سکتا ہے یا نہیں؟ جواب باصواب موافق شرع شریف لکھا جاوے

بینوا توجروا

الجواب

واضح ہو کہ مبلغ پچاس روپے فاضل حق اس عورت کا ہے جس نے کہ روپے حج کے دیا ہے اور عورت مرسلہ کا حق ان روپوں میں نہیں ہے، پس بیٹی نواسی مرسلہ کو روپیہ فاضل نہیں مل سکتے اگرچہ فقیر ہوں جس نے کہ روپے واسطے حج کے دے اس کو اختیار ہے کہ چاہے ان کو بخش دے:-

وما فضل فی ید الحاج عن المیت بعد النفقة فی

ذهاب۔ و بحوجہ۔ فانہ یردہ علی الورثۃ لا یسعہ ان یأخذ شیئا مما فضل لہ ھکذا فی البدائع۔

حررہ واجابہ خاکپارہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

المرقوم ۲۸ شعبان ۱۳۰۱ھ ہجری

سوال ۴۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ گاؤں کے لوگوں کے کہ نماز بقرعید کی ... کے پڑھتے ہیں قبل نماز بقرعید کے قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں اور اگر کسی نے قبل نماز ... تو واجب الاعادہ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اول معلوم کرنا چاہیے کہ وقت قربانی کا بعد طلوع فجر روز عید کے ہے جیسا کہ تمام ... میں مندرج ہے :۔

وقت الاضحیۃ ثلثۃ ایام العاشر والحادی عشر والثانی عشر اولہا افضل وآخرہا ادونہا ویجوز ... نہارہا ولیالیہا بعد طلوع الفجر من یوم النحر ... غروب الشمس من الیوم الثانی عشر الخ

... کتب فقہ میں، اور اس پر دلالت کرتی ہیں احادیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام ... بخاری،

... لا تاکلوا الا ثلثۃ ایام (الحدیث) وھکذا فی الترمذی ... وغیرہ۔

... معلوم ہوا کہ سہ روز قربانی درست ہے اور مدلول سہ کا اسی وقت صادق آتا ہے

... :

... ی، کتاب الاضحیۃ، باب ۲، ج ۵، ص ۲۹۵ -

... کتاب الاضاحی، باب مایوکل من لحوم الاضاحی الخ، ج۲، ص ۸۳۵

جبکہ صبح روز عید کی شمار میں لی جاوے اور اگر بعد صلوٰۃ عید کے لیا جاوے تو مدلول نص
ثلاثہ دور ہو جاتا ہے اور ثلاثہ ثلاثہ نہیں رہتا جیسا کہ تصریح ہے حدیث مروی امام صاحب

عن حماد عن ابراهيم قال الاضحى ثلاثة ايام
يوم النحر ويومان بعده [1]

اور اسی طرح سے ہے روایت حضرت علی اور ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے :-

قال النحر ثلاث ايام اولها افضلها كذا في العيني [2]

پس جبکہ یہ امر ثابت ہوا کہ فجر یوم عید سے وقت قربانی کا شروع ہوتا ہے
معلوم کرنا چاہیے کہ جن اشخاص پر کہ نماز عید کی واجب نہیں ان کے حق میں مستحب یہ
بعد طلوع آفتاب کے قربانی کریں جیسے کہ دیہاتی بعید از شہر، اور جن اشخاص پر صلوٰۃ عید
ہے ان کو مستحب [3] یہ ہے کہ بعد نماز عید کے قربانی کریں کما فی کتب الفقہ والحد

الوقت المستحب للتضحية في حق اهل السواد بعد
طلوع الشمس وفي حق اهل المصر بعد الخطبة [4] كذا
في الظهيرية وغيره كتب الفقه۔

چنانچہ حدیث شریف کہ بخاری وغیرہ میں واقع ہے :-

ان اول ما نبدأ به في يومنا هذا ان نصلي ثم
نرجع فننحر من فعل فقد اصاب سنتنا ومن
ذبح قبل فانما هو لحم قدمه لاهله ليس من
النسك في شيئ الحديث [5]

محمول ہے اوپر اس جائے کہ جس جائے امام ہو اور صلوٰۃ عید کی ہوتی ہو کما یدل علی
مورد الحدیث ومدلولہ جیسا کہ تصریح کیا ہے عینی شرح کنز میں لقولہ علی

[1] کتاب الآثار : باب الاضحیۃ وافضار النحل
[2] شرح ہدایہ، للعینی،
[3] بلکہ ضروری ہے کہ نماز عید کے بعد قربانی کریں ورنہ ادا، قربانی نہ ہوگی جیسا کہ آئندہ نقل کی جانے والی حدیث سے واضح
[4] عالمگیری، کتاب الاضحیۃ، باب ۳، ج ۵، ص ۲۹۵ -
[5] بخاری : کتاب الاضاحی ، باب سنۃ الاضحیۃ الخ ، ج ۲ ، ص ۸۳۳

السلام :-

من ذبح قبل الصلوٰۃ فلیعد ذبیحتہ وھٰذا الشرط بمن تجب علیہ صلوٰۃ العید انتہیٰ وھٰکذا فی الطحطاوی وکون الذبح بعد الصلوٰۃ ای فی حق المصر شرط[۱] انتہیٰ

اور حدیث موصوف بالا میں سنت سے طریقہ حسنہ مراد ہے، عام ہے وجوب اور ...ب کو جیسا کہ فتح الباری میں لکھا ہے :-

المراد بالسنۃ ھنا فی الحدیثین معا الطریقۃ لا السنۃ بالاصطلاح التی تقابل الوجوب، والطریقۃ اعم من ان تکون للوجوب او الندب، انتہیٰ

پس ثابت ہوا کہ وقت جواز کا بعد طلوع شمس ہے اور وقت مستحب دیہاتی کا بعد از ...قت مستحب[۲] شہری کا بعد صلوٰۃ اور خطبہ کے، اگر دیہاتی نے اول نماز کے قربانی کی ہے تو ...س کا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب وقت ہی کی گئی -

واللہ اعلم بالصواب فقط

سوال[۴۴]

کیا فرماتے ہیں علمائے دین رہنمائے شرع متین بیچ ذبح کرنے بز اور میش کے کہ کس جگہ ...بح کرنا چاہیے کہ قصابان شہر ہذا جو بدست خود ذبح کرتے ہیں بر طمع چمڑے کے گلے سے ...ور چھری چلا دیتے ہیں، حلقوم نیچے جسم کی طرف رہ جاتا ہے اور تکبیر ذبح بھی نہیں پڑھتے ...ڑھتے ہیں تو ناتمام اور احکامات شرع بھی نہیں جانتے ہیں - اگر ذبح کرے تو کہاں سے ...ور ایسا ذبح کیا ہوا کھایا جاوے یا نہیں ؟ بینوا توجروا -

---

...ح کنز، للعینی

...البادی، کتاب الاضاحی، باب صفۃ الاضحیۃ، ج ۱۰، ص ۴ -

...کے لئے نماز عید کے بعد قربانی کا وقت معین ہے، پہلے نہیں کر سکتا ۱۲ شرف قادری

الجواب

احادیث اور کتبِ فقہ سے بصحیح روایات ثابت ہے کہ ذبح مابین حلق کے یعنی مابین کنٹھ اور انتہائے سینہ کے، کنٹھ سر کی طرف رہے، حلق کا کاٹنا ضروری ہے

عن ابی العشراء عن ابیہ انہ قال یا رسول اللہ اما تکون الذکاۃ الا فی الحلق و اللبۃ فقال لو طعنت فی فخذھا لاجزأ عنک رواہ الترمذی و ابوداؤد

ذبح دو قسم ہے، ایک اختیاری اور دوسرے ضروری، ذبح اختیاری کو ہے اور ذبح ضروری اور اضطراری زخم دینا کسی جائے کا بدن میں سے ہے

ذکاۃ الضرورۃ جرح این کان من البدن و ذکاۃ الاختیار ذبح بین الحلق و اللبۃ و عروق الذبح الحلقوم و ھو مجری النفس و المری و الودجان بفتحتین و ھما مجری الدم و حل الذبح بقطع ای ثلث منہا[2] (مرقاۃ)

اور قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لو طعنت فی فخذھا الخ حکم ذبح ضروری ہے جیسا کہ ترمذی اور ابوداؤد نے کہا ہے :-

قال ابوداؤد وھذا ذکوۃ المتردی و قال الترمذی ھذا فی الضرورۃ[3]

اور اسی طرح سے در مختار میں ہے :-

الاختیار ذبح بین الحلق و اللبۃ و عروقہ الحلقوم کلہ و سطہ او اعلاہ او اسفلہ و ھو مجری النفس علی الصحیح و المری ھو مجری الطعام

---

[1] مشکوٰۃ : کتاب الصید والذبائح ، فصل ثانی

[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ : " ، ج ۸ ، ص ۱۱۹ -

[3] مشکوٰۃ : کتاب الصید والذبائح ، فصل ثانی

والشراب والودجان مجری الدم [۱] انتہی۔

اسی طرح سے ہے جامع الصغیر میں اور ذخیرہ میں لکھا ہے کہ :- "اگر ذبح حلق میں واقع نہ ہو اور عقدہ سر کی طرف نہ رہے اس کا کھانا حلال نہیں ہے"۔

وقد صرح فی الذخیرة بان الذبح اذا وقع اعلیٰ من الحلقوم لایحل لان المذبح هو الحلقوم [۲]

اور نقایہ اور مواہب اور اصلاح میں لکھا ہے کہ عقدہ یعنی کنٹھ ضرور ہے کہ وقت ذبح کے سر کی طرف رہے :-

وجزم فی النقایة والمواهب والاصلاح بانه لابد ان تکون العقدة مما یلی الرأس والیه مال الزیلعی [۳]

اسی طرح سے ہدایہ میں :-

والذبح بین الحلق واللبة وفی الجامع الصغیر لابأس فی الذبح فی الحلق کله وسطه واعلاه و اسفله [۴]

قطع حلق کا ضرور ہے جیسا کہ مذہب صاحبین کا ہے :-

قالا لابد من قطع الحلقوم والمری واحد الودجین انتہی [۵]

ایک روایت امام صاحب سے بھی ہے اور فتاویٰ سمرقند میں لکھا ہے کہ اگر ذبح اوپر کی طرف ... کی طرف حلق سے ہو، کھانا اس کا حرام ہے :-

---

[۱] در مختار ، کتاب الذبائح ، ج ۲ ، ص ۲۲۷ ۔

[۲] شامی ، " ، ج ۵ ، ص ۱۸۷ ۔

[۳] ہدایہ ، " ، ج ۴ ، ص ۲۲۷ ۔

وفی فتاویٰ اہل سمرقند قصاب ذبح الشاۃ
فی لیلۃ مظلمۃ فقطع اعلیٰ من الحلقوم او اسفل منہ
یحرم اکلہا لانہ ذبح فی غیر المذبح وہو الحلقوم
(عالمگیری)

خلاصہ مقصد کا یہ ہے کہ ذبح کرنے کی جائے حلق ہے، حلق کا کٹ
اگر حلق نہ کٹا، کھانا اس کا مکروہ تحریمی ہے۔ یہ ہے تحقیق مسئلہ ہذا میں، پس جس ذبح
جسم کی طرف رہ جاتا ہے اس کو نہ کھاوے۔ اور روایت امام علی بن سعد کی ضعیف
مخالف ہے حدیث کے اور روایت جامع الصغیر کو اور امام رحمۃ اللہ علیہ کو شب
ہے وسطہ و اعلاہ و اسفلہ سے، لفظ واعلاہ سے امام مرحوم نے
حلق سمجھا ہے اور حالانکہ اعلیٰ سے مراد بالائے حلق ہے یعنی اوپر حلق کا حلق میں داخل
اور حدیث الذکاۃ ما بین اللبۃ و اللحیین ضعیف ہے کہ عینی نے
ضعیف لکھا ہے:۔

والتقیید بالحلق واللبۃ یفید انہ لو ذبح
اعلیٰ من الحلقوم او اسفل منہ یحرم لانہ ذبح فی غیر
المذبح، عینی وہکذا فی الکنز [2]

ہٰذہ الخلاصۃ ما حققتہ فیہا۔

اور وقت ذبح کے اسم اللہ کا زبان سے یا دل سے کہنا شرط ہے، اگر وقت
کے اسم اللہ کا زبان سے لیا یا دل سے لیا، ذبح حلال ہے اور اگر جان کے ترک کیا حرام
اور اگر بھول کر ترک ہو گیا مسلمان سے تب بھی حلال ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

حررہ و اجابہ خاکپا رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۹ر ذی الحجہ ۱۳۰۲ھ ہجری

---

[1] عالمگیری، کتاب الذبائح، ج ۵، ص ۲۸۵۔

[2] بحر الرائق (تکملہ)، ج ۸، ص ۱۹۳۔

سوال ۴۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اسلام کہ مثلاً عبداللہ کا جانور بچہ یا پرند ... گوشت کھانا حلال ہے، گائے، بیل، بھینس، بکرا، مرغ، کبوتر وغیرہ جس کے مرنے کا احتمال ... ہووے وہ فوراً ذبح کر ڈالے یا مر جانے دے اور درصورت دیدہ و دانستہ تاخیر ذبح ... سے وہ جانور مر جاوے تو مالک گنہ گار ہو جاتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مسئولہ اگر احتمال موت کا ہو اس وقت ذبح کر ڈالے، دیر نہ کرے، اگر ذبح ... اور اگر وہ جانور مر جاوے گا تو گنہ گار ہو گا کیونکہ جانور کو ضائع کیا انہ لا یحب المسرفین[۱]۔

عن کعب بن مالک انہ کان لہ غنم ترعی بسلع فابصرت جاریۃ لنا بشاۃ من غنمنا موتا فکسرت حجرا فذبحتہا بہ فسأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فامرہ باکلہا رواہ البخاری[۲]

واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکپائے محمد مسعود نقشبندی دہلوی

سوال ۴۶

چہ می فرمایند علمائے محدثین دین مبین وفقہائے شرع متین رحمکم اللہ تعالیٰ اندریں ہر دو مسئلہ:
اول – ایں کہ در بعض دیار بنگالہ ہنگام شادی مرداں براتیاں مع نوشہ بحالت روانگی ... عروس بلہو ولعب مخصوص کہ عبارت از ڈنگریزی وطبل کوبی است وسرودہائے گوناگوں

---

[۱] سورۃ الاعراف، آیت ۳۱۔

[۲] مشکوٰۃ، کتاب الصید والذبائح، حدیث ۹، فصل ۱۔

وصلوٰۃ و درود ہائے پُر مضمون بہ نیت تفریح خواطر ایشاں بل بخوشنودی و رضامندگی
کلاں می سرایند و در پس آنہا زناں نیز بہ تغنی و اشعار خوانی ہم شریک می باشند، پس اگر کسے
متقدمین و فضلائے شرع متین بحق شاں منع باشد گوش گزار نمی باشند بکلامی گویند کہ
باب گنہ گار و خطا کار شدہ باشیم راضی ہستیم و ہیچ مضائقہ نداریم۔

پس افعالِ مذکورہ بالا از روئے شرع شریف و ملت حنیف درست
بر تقدیر عدم جوازش مجالست و موانست و مواکلت از ایشاں احتراز بر مسلماناں و
ولابد است یانہ ؟

دوم آنکہ شکار کردن بہ بندوق و شمشیر و تیر بحق مسلمین دین مبین حلال و
یانہ ؟ بر تقدیر حلال و اباحتش کسے کہ از مسلماناں مطابق عقائد مشرکاں کہ در مذہبش
قبیح شدید است، مسلماناں شکار کنندگاں را مخطی و مستحق العصیان دانستہ بطعن
معصیت نسبت کردہ می باشد پس بحق وے از روئے شریعت نبویہ و ملت غرۃ چہ حکم
شد؟ بینوا بیانا شافیا توجروا اجرا کاملا۔

الجواب

رب زدنی علما و اھدنی صراطا مستقیما

جواب سوال اول : پس واضح باد کہ ایں چنیں لہو و لعب کہ بسرود علم
دماں کلام فحش و اباطیل باشد و بسوئے فواحش و فجور و تشبیب جمال شوق نماید و زناں
می سرایند حرام و مذموم است چنانچہ از حدیث شریف منع آمدہ است ولیستا بمغن
کہ در حدیث بخاری واقع شدہ :-

یعنی لیس الغناء عادۃ لھما ای لیستا ممن
یغنی بعادۃ المغنیات من التشویق والتعریض بالفواحش
والتشبیب بالجمال کما قیل الغناء رقیۃ الزنا
ولا ممن یغنی بغناء فیہ تمطیط و تکسیر وعمل
یحرك الساکن و یبعث الکامن ولا ممن اتخذہ کسبا

لہ بخاری : کتاب العیدین ، باب سنۃ العیدین الخ ، ۱۴۰ ، ص ۱۳۰

(مجمع البحار) [1]

[در مجمع البحار] گفته طیبی :

وما احدثته المتصوفة من السماع بالآلات فلاخلاف فی تحریمہ حتی ظهرت علی کثیر منهم افعال المجانین فیرقصون بحرکات مطابقة و تقطیعات متلاحقة و یزعموان تلك الامور من البر تثیر سنيّات الاحوال وهذا زندقة انتهی ما فی مجمع البحار [2]

[و] حدیث آمده که کسب عورت مغنیه حرام است که آں حضرت صلی الله علیه وسلم منع فرموده :-

عن ابی هریرة قال نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن ثمن الکلب و کسب الزمارة (مشکوٰة) [3]

[دیگر] حدیث ہمیں مضمون آمد :-

عن ابی امامة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تبیعوا القینات ولا تشتروهن ولا تعلموهن و ثمنهن حرام و فی مثل هذا انزلت و من الناس من یشتری لهو الحدیث رواه الترمذی واحمد [4]

وقتے که کسب و ثمن زناں مغنیاں حرام ثابت گردیده لاجرم سرود حرام گردید و [مغنی] فاسق می شود و ہمچنیں است در شامی حاشیه در المختار :-

ونصوا علی ان التغنی للّهو او لجمع المال

---

[1] [مجمع] البحار، حرف الغین، باب الغین مع النون، ج ۳، ص ۴۲ -

[2] [ایضاً] : " " " " " " -

[3] [مشکوٰة] : کتاب البیوع ، باب الکسب وطلب الحلال ، فصل ثانی

[4] : " " "

حرام بلاخلاف [1]

و در ردالمحتار گفته که رقص و سرود که بحرکات علم موسیقی و بآلات نے وغیرہ

است و مستحل او کافر است [2]

ومن یستحل الرقص قالوا بکفرہ

ولا سیما بالدف یلهو ویزمر [3]

ردالمحتار

قوله ومن یستحل الرقص قالوا بکفرہ المراد

التمایل والخفض والرفع بحرکات موزونة کما

یفعل بعض من ینتسب الی التصوف وقد نقل

فی البزازیة عن القرطبی اجماع الائمة علی حرمة

هذا الغناء وضرب القضیب والرقص قال ورأیت

فتوی شیخ الاسلام جلال الملة والدین الکرمانی ان

مستحل هذا الرقص کافر وتمامه فی شرح الوهبانیة

ونقل فی نور العین عن التمهید انه فاسق لا کافر

انتهی ما فی الشامی [3]

و دیگر جا در درمختار آمده که این چنین لهو و لعب حرام است :-

و دلت المسئلة علی ان الملاهی کلها حرام و

فی البزازیة استماع صوت الملاهی بضرب قصب ونحوه

حرام انتهی مختصرا - قال فی الجوهرة وما یفعله متصوفة

زماننا حرام لا یجوز القصد والجلوس الیه [4]

---

[1] شامی،

[2] درمختار، کتاب الجهاد، باب المرتد، ج ۱، ص ۳۶۱ -

[3] شامی، " " " ج ۳، ص ۳۰۷ -

[4] درمختار و شامی، کتاب الحظر والاباحة، ج ۵، ص ۲۲۲، ۲۲۳ -

ہیرگاہ کہ حرمت مزامیر و سرود ثابت گردید از آیات :-

ومن الناس من یشتری لہو الحدیث الآیۃ [1]

حدیث و از روایات فقہا پس رضائے بداں کفر است وفی الخلاصۃ :-

من قال احسنت لما ھو قبیح شرعا او جودت کفر [2] (شرح فقہ اکبر)

وفی الخلاصۃ ان قرأ القرآن علی ضرب الدف و القضیب یکفر [3] انتہیٰ (فقہ اکبر)

وقرآن خوانی وصلوٰۃ خوانی ہمراہ مغنیات وسرود علین کفر است۔ وایں قول کہ "راضی ہستیم و ہیچ مضائقہ نداریم" موجب کفر است وقائلین کلمات مذکورہ مورد ایں آیہ کریمہ ہستند :-

قالوا ان اللہ حرمھما علی الکفرین الذین اتخذوا دینھم لھوا ولعبا وغرتھم الحیٰوۃ الدنیا فالیوم ننسٰھم کما نسوا لقاء یومھم ھٰذا وما کانوا باٰیٰتنا یجحدون [4]

وماسوائے ازیں مرتکب حرام فاسق و فاجر باشد و فجور منجر بہ دوزخ می شود کما فی الحدیث :-

وان الفجور یھدی الی النار متفق علیہ [5]

پس بفحوائے حدیث الوحدۃ خیر من الجلیس السوء باایشاں مجالست و مؤاکلت نباید کرد و بمصداق حدیث :-

نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اجابۃ طعام الفاسقین [6] (مشکوٰۃ) مؤاکلت نشاید۔

---

[1] سورۃ لقمان، آیت ۶۔

[2] شرح فقہ اکبر، لملا علی القاری، ص ۲۲۳۔

[3] ایضاً ، ، ص ۲۰۵ ،

[4] سورۃ الاعراف، آیت ۵۰، ۵۱۔

[5] مشکاۃ، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان الخ، حدیث ۱۳، فصل ۱۔

[6] مشکاۃ، کتاب النکاح، باب الولیمہ، حدیث ۱۸، فصل ۳۔

جواب سوال دوم : معلوم باد کہ شکار کردن بہ بندوق اگرچہ وقت رہائی آں ... شود جائز نیست، اگر بصدمہ بندوق مردہ شود حرام خواہد شد واگر زندہ بدست آید وذبح کردہ شود حلال خواہد شد زیرا کہ قتل صید اگر از شئے تیز بشرط ذکر اسم اللہ گردد جائز است تیر وغیرہ واگر قتل صید از تیز شئے نباشد وازشئے مثقل گردد مثل غلولہ بندوق ویا از ... خواہد شد چنانچہ در حدیث شریف آمدہ :-

عن عدی بن حاتم قال قلت یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) انا نرمی بالمعراض قال کل ماخزق وما اصاب بعرضہ فقتل فانہ وقیذ فلا تاکل متفق علیہ[1]

(ترجمہ) از عدی ابن حاتم روایت است کہ گفت عدی گفتم یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بدرستی ما می اندازیم تیر بے پیر را فرمود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بخور چیزے را کہ جراحت کردہ نفوذ نمودہ ومعراض کہ رسیدہ بہ پہنائے خود پس کشت اور اپس بدرستیکہ وے موقوذ است پس مخورد (روایت کرد بخاری ومسلم)

"معراض" تیرے بے پر را گویند کہ ہر دو طرف باریک ومیاں سطبر باشد نہ طرف تیزے آں وہمچنیں است در مجمع البحار :-

المعراض بالکسر سہم بلاریش ولانصل وانما یصیب بعرضہ دون حدہ (ما اصاب المعراض بعرضہ) ھو بغیر عین ای بغیر المحدود منہ[2] انتہیٰ وخزق السہم بمعنی رسید وفی مجمع (ونخزق فکل) ای قتلہ بحدہ فجرحہ ذکوۃ وھو معنی الخزق وان قتل بعرضہ فہو وقیذ انتہیٰ[3]

---

[1] مشکاۃ، کتاب الذبائح والصید، حدیث ۲، فصل ۱۔

[2] مجمع البحار، حرف العین، باب العین مع الراء، ج ۲، ص ۳۷۰۔

[3] ایضاً ، حرف الخاء، باب الخاء مع الزاء، ج ۱، ص ۳۴۱۔

(وشاة وقيذ وشاة موقوذة گوسپند کشتہ بچوب[1]) منتہی الارب

وقال فی مجمع البحار :-

الوقذ الضرب المثخن والکسر الوقیذ والموقوذة الذی یقتل بغیر محدد عن عصا او حجر ومنہ ما اصاب بعرضہ فانہ وقیذ انتہی[2]

الموقوذة المضروبة حتی توقذ ای تشرف علی الموت ثم تترک حتی تموت و تؤکل بغیر ذکوٰة (نزھة القلوب)[3]

تفسیر بیضاوی گفتہ :-

الموقوذة المضروبة بنحو خشب وحجر حتی تموت انتہی[4]

پس ازیں حدیث ثابت گردید کہ مقتول از شئے ثقیل مثل خشب وسنگ وغیرہا حرام است وحکم آں مانند حکم موقوذ است کہ حرمت آں از آیۂ قرآنی متحقق است ومثل مردہ است :-

حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اھل لغیر اللہ بہ والمنخنقة والموقوذة والمتردیة والنطیحة الآیة[5]

وجانور مقتول از شئے ثقیل اگرچہ ذبح شدہ او اسم اللہ گفتہ باشد زیادہ تر وسخت تر خباثت دارد بہ نسبت جانور شکستہ گردن کما فی تفسیر تبصیر الرحمٰن :-

والموقوذة ای المضروبة بخشب فانہ وان

---

[1] منتہی الارب الکتاب السادس والعشرون فی الواو، ص ۱۹۷۳ -

[2] مجمع البحار، حرف الواو، باب الواو مع القاف، ج ۳، ص ۲۵۵ -

[3] نزھة القلوب،

[4] تفسیر بیضاوی، سورۃ المائدہ، تحت آیت ۳، ص ۸۹

[5] سورۃ المائدہ، آیت ۳ -

ذکر الضارب فیہا اسم اللہ فہو اشد خباثۃ
من الخالق انتہی [1]

ہرگاہ کہ ایں امر تحقیق گشتہ کہ مقتول از شے ثقیل اگرچہ اسم اللہ ذکر کردہ
پس ضرب غلولہ بندوق نیز از شے ثقل است و زخم او از حرق محترق است منہ از
حکم بندوق در حرمت مثل حکم حرمت ضرب شے مثقل است کما وقع فی التفسیر

قال الموقوذۃ وہی التی ضربت الی ان ماتت
یقال وقذہا واوقذہا اذا ضربہا الی ان ماتت
ویدخل فی الموقوذۃ مارمی بالبندق فمات
وہی ایضا فی معنی المیتۃ وفی معنی المنخنقۃ فانہا
ماتت ولم یسیل دمہا انتہی ما فیہ [2]

ازیں جا ثابت گردید کہ مقتول از بندوق اگرچہ بوقت رہا کردن آں اسم
حرام است وہمچنیں در در مختار و تنویر الابصار :-

او ارسل مجوسی کلبہ فزجرہ مسلم فانزجر او
قتلہ معراض بعرضہ او بندقۃ ثقیلۃ ذات
حدۃ لقتلہا بالثقل لا بالحد ولو کانت خفیفۃ
بہا حدۃ حل لقتلہا بالجرح ولو لم یجرحہ
لا یوکل مطلقا او رمی صیدا فوقع فی ماء او
وقع علی سطح او جبل فتردی منہ الی الارض
حرم فی المسائل کلہا انتہی [3]

وہمچنیں است در فتاوے قاضی خاں وہم چنیں است در مرقاۃ :-

الوقیذ و الموقوذ وہو الذی یقتلہ بغیر

---

[1] تفسیر تبصیر الرحمٰن، سورۃ المائدہ، تحت آیت ۳، ج ، ص

[2] تفسیر کبیر " " " " ، ج ۳، ص ۳۶۵۔

[3] تنویر، در مختار، کتاب الصید، ج ۲، ص ۲۶۳۔

محدد من عصا او حجر وغیرهما و اتفقوا علی انه
اذا اصطاد بالمعراض فقتل الصید بحدہ حل
وان قتله بعرضه لم یحل وقالوا لا یحل ما قتل
بالبندقة مطلقا لحدیث المعراض انتهی ما فیه[۱]

وہمیں است قول ومذہب امام شافعی وامام مالک وامام ابوحنیفہ وامام احمد واکثر
فقہاء ومحدثین رحمہم اللہ وگفتند حلال نیست شکار از بندقہ زیرا کہ در حکم وقیذ است و
موقوذ و شکست مقتول می شود :-

والوقیذ والموقوذ هو الذی یقتل بغیر
محدد من عصا او حجر وغیرهما ومذهب الشافعی
ومالك وابی حنیفة واحمد والجماهیر انه اذا
اصطاد بالمعراض فقتل الصید بحده حل و
ان قتله بعرضه لم یحل لهذا الحدیث وحکی
ایضا عن سعید بن المسیب وقال الجماهیر
لا یحل صید البندقة مطلقا لحدیث المعراض
لانه کله رض و وقذ وهو معنی الروایة الاخری
فانه وقیذ ای مقتول بغیر محدد والموقوذة
المقتولة بالعصی ونحوها واصله من الکسر
انتهی ما فی شرح المسلم للامام النووی[۲]

وبرہمیں ہستند ابن عمر وسالم وقاسم ومجاہد وابراہیم وعطاء وحسن از صحابہ وتابعین
کما قال البخاری فی صحیحه :-

قال فی المقتولة بالبندقة تلك الموقوذة
وکرهه سالم والقاسم والمجاهد وابراهیم

---

[۱] مرقاة، کتاب الصید والذبائح، ج ۸، ص ۱۱۹ -
[۲] شرح مسلم، باب الصید بالکلاب الخ، ج ۲، ص ۱۴۵ -

وعطاء والحسن انتہیٰ [1]

وھکذا فی الکنز :-

وما قتلہ المعراض بعرضہ او البندقۃ حرام [2]

زیرا کہ از بندقہ جرح بہ تیزشے نمی شود و البندقۃ لا تجرح (عینی

درجامع الرموز :-

وقال فی الھدایۃ ولا یوکل ما اصابہ البندقۃ فمات بہا لانہا تدق وتکسر و لا تجرح فصار کالمعراض اذا لم یخزق انتہیٰ [3]

الحاصل تحقیق این کہ شکارے کہ از شے تیز مجروح شدہ مردہ شود بشرط حلال است واگر از شے گراں و مثقل کشتہ شود اگرچہ اسم اللہ گفتہ شود حرام است ذبح نکنند پس ہرچہ از بندوق کہ از صدمہ و ثقل کشتہ می شود حرام است :-

والاصل فی ھذہ المسائل ان الموت اذا کان مضافا الی الجرح بیقین کان الصید حلالا و اذا کان مضافا الی الثقل بیقین کان حراما و ان وقع شک ولا یدری مات بالجرح او بالثقل کان حراما احتیاطا (ھدایہ) [4]

وہچنیں است درجامع الرموز :-

فالحاصل ان الموت ان کان بالجرح یقینا یحل وان کان بالثقل لا یحل کما لو شک احتیاطا انتہیٰ [5]

---

[1] بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب صید المعراض، ج ۲، ص ۸۲۳

[2] کنز، کتاب الصید، ص ۳۸۸ ۔

[3] ہدایۃ، کتاب الصید، فصل ۲، ج ۴، ص ۵۱۱، ۵۱۲ ۔

[4] ایضاً ، ، ، ، ص ۵۱۲ ۔

[5] جامع الرموز،

ہر گاہ جانور مقتول از بندوق حرام شدہ پس شکار کردن از بندوق مطلقاً ناجائز گردید ... زخم از غلولہ شیشہ از تیز شے نمی شود بلکہ از سوختن و صدمہ گرامی شے می گردد پس آں جائز نیست ... جاں بلا مفاد است و آں ممنوع است قال قاضی خان :-

لایحل صید البندقۃ و الحجر و المعراض و العصا و ما اشبہ ذٰلک و ان خرق ذٰلک لانہ لا یخرق الا ان یکون شیئ من ذٰلک قد حددہ و طولہ کالسہم و امکن ان یرمی بہ فان کان کذٰلک و خرقہ بحدہ حل اکلہ فاما الجرح الذی یدق فی الباطن و لا یخرق فی الظاہر لایحل لانہ لا یحصل بہ انہار الدم... و مثقل الحدید و غیر الحدید فی ذٰلک سواء ان خرق حل و الا فلا [۱]

ولا یخفی ان الجرح بالرصاص انما ہو بالاحراق والثقل بواسطۃ اندفاعہ العنیف اذ لیس لہ حد فلا یحل وبہ افتی ابن نجیم انتہی ما فی الشامی حاشیۃ درالمختار [۲]

ہر گاہ ایں امر محقق گشتہ کہ شکار کردن از بندوق و غلولہ ناجائز است و از تیز شے جائز ... شمشیر نیز مباح و جائز است بشرطیکہ جرح از طرف تیز می باشد و اگر شمشیر از جانب ... جانور کشتہ شد و یا تیر بعرض رسید و شکار کشتہ شد ایں ہر دو صورت آں شکار ... شد :-

و ان رماہ بسیف او بسکین فاصابہ بحدہ فجرحہ حل و ان اصابہ بقفا السکین او بمقبض السیف لایحل لانہ قتلہ دقا و الحدید و غیرہ فیہ سواء [۳] (ہدایہ)

---

[۱] ... خاں، کتاب الصید والذبائح، ج ۳، ص ۳۶۰ - (علی ہامش عالمگیری)

[۲] ... ، ... ، ج ۵، ص ۳۰۴ -

[۳] ... کتاب الصید، فصل ۲، ج ۴، ص ۵۱۲ -

وهكذا في جامع الرموز

وان رماه بالسيف او السكين فان اصابه بحده

اكل والا فلا (عيني شرح كنز)[1]

شخصے کہ شکار کردن از بندوق منع کرده وشکاری را مخطی گفته خوب کرده وصواب

چنانچہ ممانعت آں اظہر من الشمس ثابت گردیده وبراں ہیچ گناه لازم نیامده واگر شخصے شکار

از تیر شے بشرائطاں بجہت لہو ولعب وکسب گرفتن منع می کند بریں امر نیز براں شخص ہیچ گ

لازم نیامده زیرا کہ اگرچہ شکار کردن رواست ولیکن برائے لہو ولعب وبرائے کسب کردن

منع کرده اند :

هو مباح بخمسة عشر شرطا الا للمحرم في غير الحرم او للتلهي

كما هو ظاهر او حرفة على ما في الاشباه[2] (درمختار)

واگر شخصے مطلق شکار کردن را از تیر شے منع می کند آں شخص خاطی وگنہگار است

مباح را کہ از قرآن وحدیث شده است منع کردن وفاعل او را مخطی گفتن ناروا است

توبہ باید کما قال الله تعالى لنبيه :-

يايها النبي لم تحرم ما احل الله لك الاية[3]

وقوله تعالى :-

قل من حرم زينة الله التي اخرج لعباده والطيبت

من الرزق الاية[4]

پس ایں چنیں کس را توبہ باید ورنہ اگر قباحت شکار از تیر منجر باعتقاد وبسبب

مشرکاں خواہد شد کفر عاید خواہد شد نعوذ بالله من ذلک ۔ هذا هو التحقيق عندي

الصواب عند ربي ۔

۳ رجمادی الاولی ۱۳۰۳ھ ہجری یوم دوشنبہ

---

[1] شرح کنز، عینی،

[2] درمختار، کتاب الصید، ج ۰۲ ص ۲۶۱ ۔

[3] سورة التحریم، آیت ۱ ۔ [4] سورة الاعراف، آیت ۳۲ ۔

باب ۳

معاملات

(بین الزوجین)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال ٤٧

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ عند الشرع زن بیوہ کا نکاح د

اور اس شعر میں جو کہا ہے ، بیت :-

زن بیوہ مکن گرچہ حور است
راہ راست برو گرچہ دور است

بینوا توجروا۔

الجواب

در شعر مذکور السوال مخالفت شرعیہ نیست کہ خلاف شرع لازم آید البتہ بنظر ف
و نا اتفاقی زن بیوہ بلحاظ اکثر مواقع است کہ مجالست و صحبت داری زن با مرد و شوہر از د
نیست :-

١- یا شوہر ثانی بہ نسبت شوہر سابق حسب مرضی زن نخواہد بود ،

٢- یا از سابق بہتر خواہد بود

در حالت اول ضرورت و خواہش شوہر ثالث خواہد داشت ، و بصورت
شوہر ثالث پیدا خواہد شد حیا کہ دریں وقت تفاوت مابین شوہر نیز دریافت کردہ است
قیاس خواہد کرد کہ شاید شوہر ثالث ازیں بہتر باشد بہر حال نیت بیوہ باستقلال نخواہد
خواہد ماند۔ و بصورت سیوم کہ شوہر ثانی با شوہر اول بہ ہمہ جہات چہ در جماع و حسن معاشرت
مساوی باشد نادرست و حکم نادر کالعدم است پس بایں مقصدہ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ
ایں امر از شعر ثابت نمی شود کہ نکاح بیوہ عند الشرع حرام است کہ خلاف شرع
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ را کہ بیوہ نکاح آوردہ بود فرمودہ کہ "چرا بکر
نکردی" کہ باہم بازی می کردید :-

عن جابر قال كنا مع النبي صلى الله عليه وسلم
في غزوة فلما قفلنا كنا قريبا من المدينة قلت
يا رسول الله انى حديث عهد بعرس قال تزوجت؟
قلت نعم قال ابكر ام ثيب؟ قلت بل ثيب قال
فهلا بكرا تلاعبها وتلاعبك متفق عليه [1]

پس از سوے نکاح باکرہ بجہت این نبود کہ بیوہ را نکاح ناجائز است بلکہ باعث
الفت وعدم تکلف در صحبت ومخالطت ومحبت کہ باکرہ را با شوہرش باشد، بود چنانچہ
شیخ عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ می فرمایند :-

زیرا کہ ثیب گاہے می باشد خاطر وے متعلق بر زوج اول و
تکلف می کند در صحبت و مخالطت اگر نمی یابد زوج ثانی را مثل
زوج اول انتہیٰ۔

ہمچنین عثمان رضی اللہ عنہ عبدالرحمٰن را گفتہ کہ :-

الا نزوجك جارية شابة (كما في المسلم[2])

امام نووی شارح مسلم گفتہ کہ نکاح کردن باکرہ مستحب است کہ مقاصد نکاح خوب حاصل
می شوند وصحبت داری باحسن وجہ می گردد وحسن معاشرت ونیک منظر وخوش اخلاق می باشد:-

فيه استحباب نكاح الشابة لانها محصلة لمقاصد
النكاح فانها الذ استمتاعا واطيب نكهة وارغب
في الاستمتاع الذي هو مقصود النكاح واحسن عشرة
وافكه محادثة واجمل منظرا والين ملمسا واقرب
الى ان يعودها زوجها الاخلاق التي يرتضيها انتهى [3]

علاوہ ازیں در حدیث شریف آمدہ است کہ :-

آب دہن باکرہ شیریں می باشد والفاظ وحکایات خوش گوار می باشند و

---

[1] مشکوٰۃ، کتاب النکاح، حدیث ۹، فصل ۱۔
[2] مسلم، ، ، باب استحباب النکاح الخ، ج ۱، ص ۴۴۸۔
[3] شرح مسلم، ، ، ، ، ص ۴۴۹۔

فحش و بدگوئی نمی باشد و حمل آور زیادہ می بودند کہ بچہ ہا زیادہ می آیند و باعث
مال خوش شوند و بتقلیل جماع و مہربانی راضی می گردند چنانچہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرمود کہ لازم گیرید باکرہ را :-

عن عبد الرحمٰن بن سالم بن عتبۃ بن عویم
ساعدۃ الانصاری عن ابیہ عن جدہ قال قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیکم بالابکار فانھن
اعذب افواھا و انتق ارحاما و ارضی بالیسیر رواہ
ابن ماجۃ [1]

پس چونکہ در باکرہ فوائد بسیار بودند و در بیوہ مفاسد لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
باکرہ را ترجیح دادہ و ہمچنین سعدی شیرازی بنظر فساد بیوہ دریں شعر منع کردہ نہ کہ حرام
فافہم۔ فقط

سوال ۴۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ میاں اور بیوی نے ایک ساتھ شرک
کیا اور شخص مذکور نے حالت شرک میں اپنی بیوی کو طلاق دی اور بعد کو توبہ کی اب
حلالہ کے نکاح درست ہے کہ نہیں؟ اور مشرک و مشرکہ کا نکاح رہا ہے یا نہیں؟ فقط

الجواب

بصورت مسئولہ بغیر حلالہ کے نکاح درست نہیں ہے کیونکہ طلاق ثلاثہ
ملک نکاح کو کل دینوں میں :-

لان الطلقات الثلاث قاطعۃ لملک النکاح
فی الادیان کلھا (بحر، شامی [2])

---

[1] مشکوٰۃ، کتاب النکاح، حدیث ۱۳، فصل ۲ -

[2] شامی، کتاب نکاح الکافر، ج ۲، ص ۳۸۷ -

کل ادیان" میں ملت شر کیہ بھی داخل ہوئی اور شامی اور درالمختار میں لکھا ہے کہ کافر یا
حکم تفریق زوجین کا نہ دیا جاوے مگر تین صورتوں میں :-

لانہ لا یحکم بالفرقۃ الا فی ثلاث (شامی) [1]

میں سے ایک یہ ہے جو کہ صورتِ سوال میں لکھی ہے :-

او تزوجہا قبل زوج اٰخر و قد طلقہا ثلاثا فانہ
فی ھٰذہ الثلاث یفرق من غیر مرافعۃ (بحر۔ درمختار) [2]

مگر معلوم ہو کہ یہ جواب اس صورت میں ہے کہ شخص مذکور نے سہ طلاق دی ہو ل
کی حاجت نہیں ہے اور مشرک و مشرکہ کا نکاح بعد ارتداد کے ہر دو مشرکہ و مشرک
ل باقی رہتا ہے :-

و یبقی النکاح ان ارتدا معا ثم اسلما [3]

کذٰلک فی تنویر الابصار۔

واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکِ رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۱۳۰۴ ہجری

سوال ۴۹۱

تے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ :-

قرار کرتا ہے کہ میرا نکاح بمقام انبالہ تاریخ اول رمضان المبارک ہندہ سے ہوا اور
ام کر دئے گئے ، اور متولیان ہندہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ہندہ اس تاریخ پٹیالہ میں نہ
حیکہ طرفین اپنی اپنی شہادت پیش کرتے ہیں۔

---

[1] کتاب الطلاق ، ج ۲ ، ص ۳۲۵ -

[2] کتاب النکاح ، باب نکاح الکافر ، ج ۱ ، ص ۳۰۸ -

[3] ″ ″ ″ ، ج ″ ، ص ۳۱۰ -

۲۔ اگر کسی شخص نے کسی کسبی سے زمین خرید کر مسجد بنائی، آیا وہ مسجد حکم مسجد کا عند الشرع ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

۱:۔ بصورت ہذا گواہ زید کے مقبول ہیں کیونکہ مثبت ہیں اور گواہ متولیان ہندہ کے کیونکہ نفی کے ہیں کما فی العالمگیری :۔

شاهدان شهدا على رجل بقول او فعل يلزمه بذلك اجارة او كتابة او بيع او قصاص او مال او طلاق او عتاق فى موضع وصفاه او فى يوم سمياه فاقام المشهود عليه بينة انه لم يكن فى ذلك الموضع اولا فى ذلك اليوم فى الموضع الذى وصفاه لم يقبل منه البينة على ذلك [1] (كذلك فى المحيط)

اور دوسری جائے آگے اسی مسئلے کے عالمگیری میں لکھا ہے :۔

اقامت امرأة رجلين ان فلانا طلق امرأته يوم النحر بالكوفة واقام فلان البينة انه كان فى ذلك اليوم حاجا بمنى فالبينة بينة المدعى لايلتفت الى بينة المدعى عليه [2] انتهى

پس نکاح زید کا ساتھ ہندہ کے عند الشرع ثابت ہے۔

۲۔ کسبی سے زمین خرید کے مسجد بنانی عند الشرع ناجائز ہے اور حکم مسجد کا نہیں رکھتی یفهم من عالمگیری :۔

فكل عين قائمة يغلب على ظنه انهم اخذوه

---

[1] عالمگیری، کتاب الشہادات، باب ۱، ج ۳، ص ۵۱۲۔

[2] ایضاً ، ، ، ، ، ص ۵۱۵۔

من الغير بالظلم وباعوه في السوق فانه لا ينبغي
ان يشتري ذلك وان تداولت الايدي له[١]
اور ظاہر ہے کہ کمائی کسبی کی حرام ہے کما فی الحدیث:
مهر البغي خبيث رواه مسلم[٢] اي حرام وعن
ابي هريرة قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن
ثمن الكلب وكسب الزمارة (مشكوة[٣]) اي المغنية۔
والله اعلم بالصواب

سوال ۵۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ زید نے اپنے پسر عمرو کی شادی کی اور عمرو نے
جہ کے ساتھ صحبت داری بھی کی لیکن اس وقت میں عمرو اچھی طرح بالغ نہ تھا، تھوڑی مدت کے
عمرو اپنی والدہ سے لڑ کر باہر چلا گیا، پھر بعد ایک سال چھ ماہ کے آیا تو اس نے اپنی زوجہ کو گھر میں
معلوم ہوا کہ سجانہ والدہ گئی ہے اور پانچ ماہ کے حمل سے ہے۔ اس بارے میں زید کہتا
کہ اس کو حمل عمرو کے بھائی سے ہے اور عمرو کی والدہ کہتی ہے کہ اس کے سسرے سے حمل ہے
ر وغیرہ عمرو کے بھائی پر گمان کرتے ہیں، بعدہ زوجہ عمرو کے ایک دختر پیدا ہوئی۔ اب اس
سے جو کوئی دریافت کرتا ہے کہ یہ لڑکی کس سے یعنی کس کے تخم سے ہوئی؟ تو وہ کبھی تو
سسرے کا نام لیتی ہے اور کبھی اپنے جیٹھ کا نام لیتی ہے اور کبھی کہتی ہے کہ عورتوں کی باتیں
خوب جانتی ہیں، کیا تین تین برس میں اولاد پیدا نہیں ہوتی؟
چنانچہ اب عمرو کا باپ زوجہ اس کی سے ملنا چاہتا ہے اور صفائی کرانا چاہتا ہے اور
والدہ کہتی ہے کہ عمرو کا نکاح شرع شریف سے ٹوٹ گیا کیونکہ سسرے سے لڑکی پیدا
س معاملے میں از روئے شرع شریف کے کیا ہونا چاہیے؟ عمرو کو اپنی زوجہ سے ملنا چاہیے
؟ بینوا توجروا۔

عالمگیری، کتاب الکراہیۃ، باب ۲۵، ج ۵، ص ۳۶۴۔
مشکاۃ، کتاب البیوع، باب الکسب الخ، حدیث ۵، فصل ۱۔
ایضاً ،، ،، ،، ،، حدیث ۲۱، فصل ۲۔

الجواب

بصورت مسئولہ عمرو پر زوجہ اس کی حرام ہوگئی، عمرو کو اپنی زوجہ سے طنا نہ چاہ
عمرو کی والدہ عند الشرع معتبر ہوگی کہ خبر واحد کی، اگرچہ عورت ہو، درباب حلت وحرمت معتبر

خبر الواحد يقبل في الديانات كالحل والحرمة
والطهارة والنجاسة اذا كان مسلما عدلا ذكرا
او انثى حرا او عبدا محدودا اولا ولا يشترط
لفظ الشهادة والعدد [1] كذا في الوجيز للكردري۔

اور ایسا ہی حدیث شریف سے ثابت ہے اور ایسا ہی حکم اس عبارت سے مفہوم ہو
اذا كان الزوجة مشتهاة فاخبرها رجل ان ابا الزوج
او ابنه قبلها بشهوة ووقع في قلبها انه صادق
لا ان يتزوج باختها او باربع سواها [2] (عالمگیری)

اور اگرچہ خبر زید کی مخالف خبر والدہ عمرو کے ہے ولیکن چونکہ بضعہ میں دراصل حرمت ہے
الاصل في الابضاع التحريم
اسی واسطے رائے اور تحری کو اس میں دخل نہیں ہے ولا يجوز التحري في الفروج
(اشباہ)

اور جبکہ دو دلیلیں ایک حرمت کی اور دوسری اباحت کی جمع ہوتی ہیں اس وقت
تقدم دلیل حرمت کو ہوتا ہے:۔

فمن فروعها ما اذا تعارض دليلان احدهما
يقتضي التحريم والآخر الاباحة قدم التحريم [4] (اشباہ)

---

[1] عالمگیری، کتاب الکراہیۃ، باب ۱، ج ۵، ص ۳۰۸۔
[2] ایضاً ، ، ، فصل ۲، ص ۳۱۲۔
[3] الاشباہ، القاعدۃ الثالثۃ کے تحت، ص ۶۷۔
[4] ایضاً ، ، ص ۶۸۔

پس جبکہ بصورت ہٰذا دو خبریں، ایک زید، دوسری والدہ عمرو متعارض ہوئیں اور اس
باب میں ترجیح مرد کو عورت پر نہیں ہے لہٰذا دلیل حرمت کی کہ خبر والدہ عمرو کی ہے، ترجیح دی گئی
مابین عمرو اور زوجہ کے فرقت ثابت ہوئی واللہ الموفق والمعین۔

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۲۷ر جمادی الاولی ۱۳۰۰ھ ہجری

سوال ۵۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ والدہ میری نے نکاح ہمشیرہ حقیقی میری کا کہ جس کی عمر تخمیناً
... سال کی ہے بغیر اجازت میری، ہمراہ زید کے کر دیا تھا اور وقت جاتے سفر کے میں نے اپنی
والدہ کو ہمراہ زید کے ہمشیرہ اپنی کے عقد سے منع کیا تھا، چونکہ بعد عقد نکاح اپنے کے زید بیرون
... بملک غیر ش چلا گیا تھا۔ اب بعد ساڑھے چار سال کے سفر سے زید آیا تو دعویٰ رخصت
... زوجہ منکوحہ اپنی کا کرتا ہے، اب برادر زوجہ زید کا کہ ملتان سے آ گیا ہے تو والدہ
... سے کہا کہ میں نے کہا تھا کہ تم نکاح ہمشیرہ میری کا بغیر اجازت میری مت کرنا، تم نے نکاح
... کیوں کیا؟

اب زوجہ زید کی زید کے ہمراہ نکاح کے ہونے سے اور زید کے گھر جانے سے انکار
... ہے اور کہتی ہے، جہاں بھائی حقیقی کی مرضی ہوگی وہاں نکاح کروں گی، ہمراہ زید کے رضامند
... نہیں ہوں اور یہ نکاح قوم کفو میں ہوا ہے، آدمی غیر کفو کا نہیں ہے مگر چال چلن اور عادت کا
... خراب ہے۔ جتنی حرکات زید کی ہیں، کل خلاف شرع ہیں۔ آیا یہ نکاح جو والدہ نے
... بصورت فرزند تشکمی بالغ اپنی کے اپنی دختر نابالغہ اپنی کا ہمراہ زید کے اپنی مرضی سے کر دیا ہے،
... روئے شرع شریف درست ہے یا ممکن الانفساخ؟ زوجہ زید کو اختیار ہے کہ نکاح
... فسخ کر کے جہاں اس کے برادر کی مرضی ہو وہاں کر لے؟ بموجب شرع محمدی جو حکم ہو ارشاد
... بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں تین وجہ سے نکاح ناجائز اور قابل فسخ ہے:۔

اول یہ کہ مرد فاسق، عورت صالحہ کا کفو نہیں ہے :-

و تعتبر دیانت۔ ای فلیس فاسق کفوا الصالحۃ [۱] درمختار

پس منع کرنا برادر کا عند الشرع مقبول ہے باوجود نارضی برادر حقیقی ولی کے

نکاح کرنا موقوف باجازت برادر ہے بلکہ صحیح ہی نہیں :-

وان کان المزوج غیرھما لا یصح النکاح من

غیر کفو او بغبن فاحش اصلا [۲] (درمختار)

دوسری یہ امر ہے کہ اگر مرد کو کفو بھی قرار دیا تو بھی صغیرہ کو کہ نابالغ ہے بعد بلوغ

اختیار فسخ کا ہے :-

لھما ای لصغیر و صغیرۃ خیار لفسخ بالبلوغ

او العلم بالنکاح [۳] (درمختار)

تیسری یہ ہے کہ ولایت برادر حقیقی کی منقطع نہیں ہوتی کیونکہ فی زمانہ ملتان کے

دور نہیں کہ اگر انتظار رضا برادر کا کیا جاتا تو کفو جاتا رہتا اور اصح یہ ہے کہ غیبت منقطع وہ ہے

انتظار اجازت ولی اقرب کا کیا جاوے تو کفو ہاتھ سے جاتا رہے :-

قال فی التخیرۃ الاصح انہ اذا کان فی موضع

لو انتظر حضورہ او استطلاع رأیہ فات الکفو الذی

حضر فالغیبۃ منقطعۃ والیہ اشار فی الکتاب [۴]

اور اسی طرح سے "تجنیس" میں "مجتبیٰ" سے لکھا ہے اور "مبسوط" میں "اصح" لکھا ہے اور

---

[۱] درمختار، کتاب النکاح، باب الکفاءۃ، ج ۱، ص ۱۹۵ -

[۲] ایضاً ، ،، باب الولی ، ، ص ۱۹۲ -

[۳] ایضاً ، ، ، ، ص ۱۹۲، ۱۹۳ -

[۴] حاشیہ شامی، کتاب النکاح، باب الولی، ج ۲، ص ۳۱۵ -

[اخ]تیار اکثر مشائخ" کا لکھا ہے اور ابن فضل نے "صحیح" کہا ہے اور مدایہ میں "اقرب الی الفقہ" کہا ہے اور فتح القدیر میں "اشبہ بالفقہ" لکھا ہے۔ یہ کل شامی میں ہے۔

پس بنظر وجوہات بالا یہ نکاح مادر کا بلا اذن برادر حقیقی ولی کے غیر کفو با وجود ناراضی زوجہ کے ناجائز اور قابل فسخ کے ہے، برادر کو اور مزوجہ کو پہنچتا ہے کہ نکاح کو فسخ کرا دے۔ فقط

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۲ر شوال المبارک ۱۳۰۰ھ ہجری

سوال ۵۲۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ ہندہ نے اپنی لڑکی نابالغہ کا نکاح بغیر مرضی اپنے [خاو]ند زید کے بجز غیر کفو غیر پیشہ سے کر دیا، اس وقت تک خلوت صحیحہ نہیں ہوئی ہے۔ اب زید [ا]ب زینب اپنی لڑکی کا نکاح دوسرے سے کر دینا چاہتا ہے۔ اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب

بصورت مرقومہ ہندہ نے اپنی لڑکی زینب کا نکاح بغیر مرضی اپنے خاوند زید کے بجز [غیر کف]و غیر پیشہ سے کر دیا اس صورت میں یہ نکاح ناجائز ہوا کما فی کنز الدقائق:۔

ولو زوج طفلہ غیر کفوا و بغبن فاحش صح ولم یجز ذلک بغیر الاب والجد

[نز]دیک صاحبین کے عقد ان دونوں کا صحیح نہیں ہے:۔

انہ لا یجوز العقد عندھما (مستخلص) واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۱۹ر ذی الحجہ ۱۳۰۴ھ ہجری

---

[۱] شامی، کتاب النکاح، باب الولی، ج ۲، ص ۳۱۵۔

[۲] کنز، " " باب الاولیا الخ، فصل فی الکفاءۃ، ص ۹۲۔

[۳] مستخلص، شرح کنز۔

سوال ٥٣

علمائے دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے یہ سوال ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی
ایک مرد غیر کے اپنی آنکھوں سے زنا کرتے دیکھا، آیا نکاح اس عورت کا ساتھ اس مرد کے
اور اگر توبہ کرے وہ عورت تو اس کو رکھے یا نہیں، جواب دو اجر ہوگا۔

الجواب

واضح ہو کہ زنا سے نکاح نہیں جاتا ہے اگرچہ مرد اپنی آنکھوں سے دیکھے
توبہ کے عورت کو اپنے گھر میں رکھے چنانچہ آیت قرآنی وحدیث نبوی اس پر دال ہیں:۔

واللتی یاتین الفاحشۃ من نسائکم فاستشہدوا
علیہن اربعۃ منکم فان شہدوا فامسکوہن فی
البیوت حتی یتوفٰہن الموت او یجعل اللہ لہن
سبیلا ۰ واللذان یاتیٰنہا منکم فاٰذوہما فان
تابا واصلحا فاعرضوا عنہما ان اللہ کان
توابا رحیما [1]

اور سبیل کو اللہ تعالے نے حق محصن میں رجم فرمایا ہے اور غیر محصن میں سو کو
اور طلاق نہ فرمایا، پس ثابت ہوا کہ زنا سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔ فقط

حررہ واجابہ خاکِ رہ محمد مسعود نقشبندی
المرقوم ۴ رمضان شریف ۱۳۰۱ھ ہجری

سوال ٥٤

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ ایک شخص نے عورت زانیہ سے نکاح کی
زید کہتا ہے کہ نکاح اس شخص کا باطل ہوا ہے کیونکہ عورت زانیہ پر عدت ہے اور جب

---

[1] سورۃ النساء، آیت ۱۵ ۔

...دوسرے نکاح صحیح نہیں ہے بلکہ زید یہ بھی کہتا ہے کہ جو حضارِ مجلس نکاح تھے ان کا نکاح
...اپنی زوجہ سے باطل ہوا، تجدیدِ نکاح ضرور ہے اور عمرو یہ کہتا ہے کہ عورت زانیہ پر عدت
...ہے اور اس کا نکاح صحیح ہوا ہے اور نہ حضارِ مجلس کا نکاح باطل ہوا ہے۔
اب یہ عرض ہے کہ آیا زید حق پر ہے یا عمرو اور اس مسئلے کا کیا حکم ہے نکاح اس کا
...رہا یا نہیں؟ عدت زانیہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مسئولہ عورت زانیہ پر عدت واجب نہیں ہے، بلا عدت زانیہ سے نکاح
...ہے اگرچہ مزنیہ غیر کی ہو، لیکن اگر حمل غیر ناکح سے ہے اس وقت وطی کرنا ناکح کو ممنوع
...اگر ناکح سے بحالت زنا حمل رہا ہے، اس صورت میں وطی بھی اس کو جائز ہے کما
...حدیث :-

عن ابن عباس قال جاء رجل الی النبی صلی
اللہ علیہ وسلم ان لی امرأۃ لا ترد ید لامس
فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم طلقہا فقال انی
احبہا فامسکہا اذا رواہ ابوداؤد[1]

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ زنا سے نکاح نہیں جاتا اور نہ عدت آتی ہے،
...حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فامسکہا فرمایا بلا قید عدت اور استبراء کے اور
...فرمایا کہ فامسکہا بعد العدۃ والاستبراء۔ پس ثابت ہوا کہ زنا سے
...نہیں آتی اور نکاح قائم رہتا ہے اور نکاح بھی مزنیہ سے بلا عدت جائز ہوا اور اس پر
...آیت قرآنی :-

والّتی یاتین الفاحشۃ من نسائکم
فاستشہدوا علیہن اربعۃ منکم فان شہدوا
فامسکوہن فی البیوت حتی یتوفہن الموت او

---

[1] ...مشکاۃ، کتاب النکاح، باب اللعان، حدیث ۱۴، فصل ۲۔

یجعل اللہ لھن سبیلا [۱]

اور اسی طرح ثابت ہوتا ہے حدیث الولد للفراش وللعاھر الحجر [۲]
ولیکن بحالت نکاح کرنے مزنیہ غیر سے حمل ہوا ، اس صورت میں وطی ممنوع ہے کہ
الحدیث :-

عن رویفع بن ثابت الانصاری قال قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم حنین لا یحل لامرء
یؤمن باللہ والیوم الاخر ان یسقی ماءہ زرع غیرہ
یعنی اتیان الحبالی رواہ الترمذی [۳]

پس ان یسقی ماءہ زرع غیرہ سے ثابت ہوا کہ غیر کے حمل
سے وطی نہ کرے اور خود ہی سے حمل زنا کا ہو تو وطی درست ہے کیونکہ لفظ
وقت صادق آوے گا جب کہ حمل ہوا اور قبل از حمل زرع نہیں صادق آسکتا بلکہ
ہوگا فاحفظ ، اور اسی طرح ہے کتب فقہ میں :-

العدۃ تربص یلزم المرأۃ عند زوال النکاح
فلا عدۃ لزنا (درمختار) قولہ فلا عدۃ لزنا بل یجوز
تزوج المزنی بہا وان کانت حاملا لکن یمنع الوطی
حتی تضع [۴] (شامی)

پس ہر دو احادیث سے پانچ مسئلوں کی (توضیح ہوگئی) :-

۱- ایک یہ کہ زنا سے نکاح نہیں جاتا ،
۲- دوم یہ کہ مزنیہ پر عدت نہیں ،
۳- تیسرے یہ کہ مزنیہ سے نکاح بلا عدت درست ہے ،
۴- چوتھے یہ کہ بحالت حمل غیر کے وطی کرنی ناکح کو درست ہے ،

---

[۱] سورۃ النساء ، آیت ۱۵ -

[۲] بخاری ، کتاب البیوع ، باب تفسیر المشبہات ، ج ۱ ، ص ۲۷۵ -

[۳] (ا) ترمذی ، کتاب النکاح ، باب الرجل یشتری الجاریۃ الخ

(ب) ، مشکاۃ ، " ، باب الاستبراء ، حدیث ۳ ، فصل ۲ -

[۴] درمختار شامی ، " ، باب العدۃ ، ج ۲ ، ص ۵۸۹ -

پانچویں یہ کہ بحالت ہونے حمل کے ناکح سے نکاح اور وطی ہر دو ناکح کو درست ہے
زیراکہ زرع غیر نہ ہوا۔
پس قول عمرو صحیح ہے اور نہ حضار مجلس کا نکاح باطل ہوا۔ واللہ اعلم بالصواب
حررہ واجابہ خاکپاۓ محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۱۴ر جمادی الاولی ۱۳۰۱ھ ہجری

سوال ۵۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ زید اور ہندہ
نے شاہدان کے روبروئے باہم ایجاب وقبول کر لیا، پس اس صورت میں نکاح
ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مرقومہ نکاح صحیح ہے کیونکہ رکن نکاح کا کہ ایجاب اور قبول ہے اور شرط
شاہدان ہیں ہر دو بصورت ہذا پائی گئی پس نکاح بلاشبہ صحیح ہوا ھکذا فی
...فقہ۔

حررہ واجابہ خاکپارہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۹ر جمادی الاولی ۱۳۰۱ھ ہجری

سوال ۵۶

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مفصلہ ذیل میں:
ایک عورت کا نکاح جبکہ اس کی عمر تخمیناً تیرہ یا چودہ برس کی تھی، اس کے باپ نے
... کے ساتھ بحالت اکراہ کر دیا تھا اور روز نکاح سے چند سال تک وہ عورت
... سے ناراض ہو کر انکار کرتی رہی، پھر بعد چند سال کے باغوائے چند کس اس خاوند
... سے بایام حیض اس عورت نے خلوت کی۔ آیا یہ نکاح از روئے شرع شریف جائز
... اور یہ خلوت حرام ہے یا نہیں؟ اور بعد خلوت مذکورہ وہ عورت مجاز نکاح ثانی کا

رکھتی ہے یا نہیں؟ اور دین مہر اس کا واجب ولازم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

بصورت مسئولہ اگر عورت مذکورۃ السوال بالغہ ہے پس اس حالت میں یہ نکاح ...
ہے کیونکہ بالغہ پر جبر بالنکاح درست نہیں ہے :-

لا تجبر البالغة البکر علی النکاح لانقطاع الولایة
بالبلوغ [1] (درمختار)

لا یجوز نکاح احد علی بالغة صحیحة العقل
من اب او سلطان بغیر اذنها بکرا کانت او
ثیبا فان فعل ذلک فالنکاح موقوف علی اجازتها
فان اجازته جاز وان ردته بطل کذا فی السراج
الوهاج (عالمگیری [2])

پس جبکہ سات سال تک انکار کرتی رہی، بلاشبہ نکاح باطل ہوا اور خلوت
کی درباب جواز نکاح معتبر نہیں ہے کما فی العالمگیریة :-

ولو کانت البکر قد دخل بها زوجها
قالت لم ارض لم تصدق علی ذلک وکان تمکینها
ایاه من الدخول بها رضاء الا اذا دخل بها وهی
مکرهة فحینئذ لا یثبت الرضا انتهی [3]

وقتیکہ صحبت داری مکرہہ کی رضا میں داخل نہیں کجا کہ خلوت حالت ...
غیر صحیح ہے، بلا دخول معتبر نہ ہوگی، پس اس صورت میں نکاح باطل ہے اور اگر عورت

---

[1] درمختار، کتاب النکاح، باب الولی، ج ۱، ص ۱۹۱۔

[2] عالمگیری، " ، باب الرابع فی الاولیاء، ج ۱، ص ۲۸۷۔

[3] ایضاً، " ، " ، " ، " ، ص ۲۸۹۔

[اس] صورت میں نکاح جائز ہوگا اور لازم ہو جائے گا اور عورت کو اختیار فسخ کا نہ ہوگا :-

وللولی انکاح الصغیر والصغیرۃ جبرا ولو ثیبا ولزم النکاح ولو بغبن فاحش او بغیر کفو ان کان الولی ابا او جدا لم یعرف منہما سوء الاختیار وان عرف لا [۱]
(تنویر الابصار)

قولہ ولزم النکاح ای بلا توقف علی اجازۃ احد وبلا ثبوت خیار فی تزویج الاب والجد والمولی (شامی) [۲]

[او]ر خلوت درمیان حیض کے فاسدہ ہے، صحیحہ نہیں ہے :-

والحیض والنفاس یمنع (عالمگیری) [۳]

[او]ر اگر یہ عورت بالغہ ہے تو بعدہ خلوت مندرجہ سوال کے بلا عدت مجاز نکاح ثانی کا رکھتی [ہ]ے اور نہ عورت پر عدت آئیگی اور نہ مرد پر مہر لازم آوے گا :-

فلا عدۃ فی باطل وکذا الموقوف قبل الاجازۃ [۴]
(در مختار)

انما یجب فی مہر المثل والعدۃ بالوطی لا بمجرد العقد ولا بالخلوۃ لفسادہا لعدم التمکن فیہا من الوطی کالخلوۃ بالحائض فلا تقام مقام الوطی کما صرح بذلک فی الفتح والبحر وغیرہما فی باب المہر [۵] انتہی ما فی الشامی۔

---

[۱] [تنو]یر در مختار، کتاب النکاح، باب الولی، ج ۱، ص ۱۹۲ -

[۲] [...] شامی ، ، ، ، ج ۲، ص ۳۰۴ -

[۳] [...] عالمگیری ، ، ، ،

[۴] [در] مختار ، ، ، باب العدۃ، ج ، ص

[۵] [شا]می ، ، ، ، ج ۲، ص ۶۰۷ -

واللہ اعلم بالصواب و الیہ المرجع والمآب

حررہ واجابہ خاکپ رہ محمد مسعود نقشبندی

المرقوم ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۱ ہجری

سوال ۵۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ ایک مسماۃ سن صغیرہ کا نکاح بلا اجازت متولی باپ کے، سابقاً ایک شخص سے کر دیا اور باپ متولی مسماۃ سن صغیرہ سفر میں اور نانی نے نکاح پڑھا دیا اور وہ شخص بعد نکاح کے فاسق فاجر معلوم ہوا ہے اور سن صغیرہ کا باپ سفر سے پھر آیا اور بہت ناخوش ہوا۔ آیا نکاح کرا دینا مسماۃ صغیرہ بغیر اجازت باپ متولی کے درست ہے یا نہیں!

الجواب

بصورت مسئولہ اگر اس قدر سفر میں گیا ہے کہ خبر اور خط و کتابت کا انقطاع ہو اس صورت میں ولایت باپ کی منقطع ہو گئی اور بحالت عدم موجودگی ولی عصبات کے نکاح کرایا ہوا ہے، جائز ہے اور اگر ایصال اور وصول خبر کی ہو سکتی تھی اگرچہ بذریعہ اس حالت میں بلا اجازت باپ کے یہ نکاح نانی کا کیا ہوا جائز نہ ہوگا :-

قال فی الذخیرۃ الاصح انہ اذا کان فی موضع لو انتظر حضورہ او استطلاع رأیہ فات الکفو الذی حضر فالغیبۃ منقطعۃ والیہ اشار فی الکتاب (شامی) واختار فی الملتقی ما لم ینتظر الکفو الخاطب جوابہ واعتمدہ الباقانی ونقل ابن الکمال ان علیہ الفتوی[2] (در مختار) اور مبسوط میں اسی کو صحیح لکھا ہے اور اسی کو اکثر مشائخ نے اختیار کیا ہے، بذا کر

---

[1] شامی، کتاب النکاح، باب الولی، ج ۲، ص ۳۱۵۔

[2] در مختار، ، ، ، ج ۱، ص ۱۹۴۔

[3] شامی، ، ، ، ج ۲، ص ۳۱۵۔

پس دیارِ ہند میں ایسا کوئی شخص نہیں کہ مسافت منقطع متصور ہو الا گم ہو جاوے اور اپنی خبر نہ بھیجے ۔ واللہ اعلم بالصواب ۔

حررہ واجابہ خاکِ رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی
المرقوم ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۱ھ ہجری

سوال ۵۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ مادر دختر بالغہ کی اور ماموں چاہتے ہیں نکاح دختر بالغہ کا غیر کفو میں کریں اور فرزند چچا کے چاہتے ہیں کہ کفو میں شادی کریں ۔ آیا فرزند چچا کو ممانعت اس امر میں پہنچتی ہے یا نہیں ؟

الجواب

اول یہ امر ہے کہ ولایت برادر زادگان کی ہے ، ان کی موجودگی میں والدہ یا ماموں کو ولایت نہیں پہنچتی ہے اور اگر بنظر بالغ ہونے دختر کے والدہ وغیرہ اس کی رضا سے غیر کفو میں نکاح کرنا چاہتے ہیں ۔ اس صورت میں برادر زادگان کو کہ عصبہ بالغہ کے ہیں روکنا نکاح کا درست ہے اور کفو میں جس جگہ برادر زادگان چاہیں نکاح دختر بالغہ کا کریں باذن بالغہ :-

ولہ ای للولی اذا کان عصبۃ ولو غیر محرم کابن عم فی الاصح الاعتراض فی غیر الکفو فیفسخہ القاضی ویجدد یتجدد النکاح [1] (درمختار)

واللہ اعلم بالصواب
حررہ واجابہ خاکِ رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی
المرقوم ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۱ھ ہجری

---

[1] درمختار ، کتاب النکاح ، باب الولی ، ج ۱ ، ص ۱۹۱ ۔

سوال ۵۹

سچہ فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ نکاح دختر اہل سنت و جماعت با شیعہ امامیہ جائز است یا نے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

واضح باد کہ نکاح دختر اہل سنت با مرد شیعہ جائز نیست زیرا کہ کفو در دیانت معتبر است مرد فاسق زن صالحہ را کفو نمی باشد کما فی الدر المختار :۔

وتعتبر فی العرب والعجم دیانۃ۔ ای تقوی فلیس فاسق کفوا لصالحۃ [۱]

واہل شیعہ از مبتدعین ہستند۔ ہرگاہ کہ مرد فاسق کفو زن صالحہ نباشد چگونہ کفو اہل سنت وجماعت گردد و بجہت عدم کفو در مذہب مختار مفتی بہ نکاح صحیح نمی گردد کما فی زیرا کہ در ظاہر مذہب اعتبار کفو در لزوم نکاح است تا آنکہ وقت عدم کفو ولی را فسخ است و بروایۃ حسن رحمۃ اللہ علیہ کہ مختار فتوے است نکاح صحیح نمی شود :۔

قالوا معناہ معتبرۃ فی اللزوم علی الاولیاء حتی ان عند عدمہا جاز للولی الفسخ۔ اما علی روایۃ الحسن المختارۃ للفتوی من انہ لا یصح فالمعنی معتبرۃ فی الصحۃ انتہی [۲]

وہمچنیں است در عالمگیری :۔

وروی الحسن عن ابی حنیفۃ ان النکاح لا ینعقد وبہ اخذ کثیر من مشائخنا کذا فی المحیط والمختار فی زماننا للفتوی روایۃ الحسن وقال الشیخ الامام

---

[۱] درمختار، کتاب النکاح، باب الکفاءۃ، ج ، ص ۱۹۵۔
[۲] شامی، " " ، ج ۲، ص ۳۱۷۔
[۳] عالمگیری، " باب فی الاکفاء ج ۱، ص ۲۹۲۔

شمس الائمة السرخسي رواية الحسن اقرب الى الاحتياط كذا في فتاوى قاضي خان [۱]

پس نکاح زن اہل سنت وجماعت با مرد شیعہ جائز و درست نیست کما ھو
حق عندی۔

حررہ واجابہ خاکپارہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی
المرقوم ۹ شعبان المبارک ۱۳۰۱ھ ہجری المقدس

سوال ۶۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ زید نے دختر خورد سال اپنی کا نکاح کردیا ساتھ
ص کے لیکن زید نے دختر اپنی کو رخصت نہیں کیا اپنے گھر سے ساتھ شخص منکوح مذکور کے،
نے کے مردمان چند اہل سنت والجماعت کے لوگوں نے (یعنی اہل محلہ اس شخص کے کہ جس
زید نے اپنی دختر خورد سال کا نکاح کردیا تھا اور تا ہنوز رخصت نہیں کی) قسم کھا کر لوگوں
یان کیا آن کر زید کے پاس کہ "جس کے ساتھ تم نے دختر خورد کا نکاح کردیا ہے وہ شخص
ضی ہے، آباء واجداد اس کے پکے رافضی تبرا کرنے والے صحابہ کرام کے ہیں اور یہ شخص
فضی ہے انہیں کے طریق پر"۔ اور زید بیچارہ پریشان ہو کر مستفتیین علماء اہل سنت و
ت کے ہوتا ہے کہ نکاح دختر خورد سالی میری کا ساتھ شخص رافضی مذکور کے درست ہے
صداقت رافضی ہونے اس کی کے بزبان لوگوں کے جو رہنے والے محلہ اس کے ثابت و
ہوئی کہ وہ شخص رافضی کٹا ہے اور ہنوز رخصت بھی نہیں کیا، دختر مذکورہ کا نکاح فاسد ہو گیا
ر ساتھ رافضی کٹے کے لڑکی سنت وجماعت کی کا نکاح کردینا نزدیک شریعت محمدیہ
ہے یا نہیں؟ جواب تحریر فرمادیں، اجر ہوگا عند اللہ۔

الجواب

عورت سنت والجماعت کا نکاح ہمراہ رافضی تبرائی کے صحیح اور درست نہیں ہے کیونکہ

---

[۱] فتاوی قاضی خان، کتاب النکاح، فصل فی شرائط النکاح، ج ۱، ص ۳۳۵ -

سبِّ شیخین کفر ہے :-

الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنھما العیاذ باللّٰہ فھو کافر [1] (عالمگیری)

اور اسی طرح درمختار میں ہے :-

او الکافر بسب الشیخین او بسب احدھما فی البحر عن الجوھرۃ معزیا للشھید من سب الشیخین او طعن فیھما کفر ولا تقبل توبتہ وبہ اخذ الدبوسی وابو اللیث وھو المختار للفتوی انتہی وجزم بہ فی الاشباہ واقرہ المصنف قائلا انتہی [2]

اور اسی طرح سے شرح فقہ اکبر میں خصوصاً اس حالت میں کہ سبِّ شیخین کو موجب ارتداد اصل مذہب کا قرار دیا ہے :-

ان استحلال المعصیۃ صغیرۃ کانت او کبیرۃ کفر اذا ثبت کونھا معصیۃ بدلالۃ قطعیۃ [3]
(شرح فقہ اکبر)

سبِّ مومن کا گناہِ کبیرہ ہونا احادیث اور آیاتِ قرآنی سے ثابت ہے :-

سباب المسلم فسق وقتالہ کفر [4] الحدیث

و بئس الاسم الفسوق بعد الایمان [5] الآیۃ

اور مابین کافر اور مسلم کے نکاح درست نہیں ہے :

لا یجوز نکاح المجوسیات وکل مذہب یکفر بہ

---

[1] عالمگیری، کتاب السیر، باب ۹، مطلب موجبات کفر، ج ۲، ص ۲۶۴۔

[2] درمختار، کتاب الجہاد، باب المرتد، ج ۱، ص ۳۵۷۔

[3] شرح فقہ اکبر، ص ۱۸۶۔

[4] مشکاۃ، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان الخ، حدیث ۳، فصل ۱۔

[5] سورۃ الحجرات، آیت ۱۱۔

معتقدہ لہ (کذا فی فتح القدیر)

پس یہ نکاح ناجائز ہوا ۔ واللہ اعلم بالصواب

۱۴ر جمادی الاولیٰ ۱۳۰۳ھ ہجری

سوال ۶۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ زید متولی نے اپنی لڑکی صغیرہ سن کہ پانچ برس
چھ برس کی تھی ، ساتھ بجہ کے نکاح کر دیا ، پھر بجہ نکاح کر کے چلا گیا کہیں سفر میں اور سن
لڑکی نے اپنی ماں کے پاس پرورش پائی اور زید متولی بھی فوت ہو گیا اور اب سن صغیرہ
کی سن بلوغ کو پہنچی ہے اور بجہ بھی سفر دور دراز سے بعد مدت طویل کے آیا ہے ، دعوے
بیت کا کرتا ہے اور لڑکی بالغہ اس کے ساتھ جانے کے لئے انکار کرتی ہے ، کہتی ہے مجھے
معلوم کہ میرے باپ نے تیرے ساتھ میرا نکاح کیا ہے یا نہیں کیا ، مجھ کو اصلاً ہوش نہیں
رکھا تھا میرے باپ نے تو مجھ کو رخصت کر دیتا ، تیرے گھر میں میں ہرگز نہیں جانے کی
ے ساتھ ، تو میرے نزدیک اجنبی مرد ہے ، تو مجھ کو منظور نہیں ۔

آیا نکاح درست رہا یا لڑکی کے کہنے سے نکاح فسخ ہو جاوے گا باعث انکار
کے ۔ فقط ۔

الجواب

لڑکی کے انکار سے نکاح فسخ نہیں ہونے کا کیونکہ نکاح کیا ہوا باپ کا بعد بالغ ہونے
کے فسخ نہیں ہو سکتا اگرچہ لڑکی ناراض ہو یا انکار کرے ۔

ولزم النکاح ولو بغبن فاحش بنقص مہرھا وزیادۃ
مہرہ او زوجھا بغیر کفو ان کان الولی المزوج بنفسہ
بغبن ابا او جدا لم یعرف منھما سوء الاختیار مجانۃ
وفسقا وان عرف لا یصح النکاح اتفاقا (در مختار) ؎۲

؎۱ عالمگیری ، کتاب النکاح ، باب ۴ ، قسم ۶ ، ج ۱ ، ص ۲۸۱ ۔ (ملخصاً)

؎۲ در مختار ، کتاب النکاح ، باب الولی ، ج ۱ ، ص ۱۹۲ ۔

قولہ ولزم النکاح ای بلا توقف علی اجا
احد وبلا ثبوت خیار فی تزویج الاب والجد (شامی
واللہ اعلم بالصواب
حررہ واجابہ خاک رہ محمد مسعود نقشبند
۱۹ صفر ۱۳۰۲ھ ہجری

سوال ۶۲

شریعت کا کیا حکم ہے اس مندرجہ نکاح میں کہ :-

مسماۃ صغریٰ بنت عمدۃ النساء بعمر ۱۳ سال کے ابھی عرصہ ایک ما
کہ نانی وغیرہ ورثہ حقیقی نے بوجہ دھوکہ دہی مسماۃ بیاری کے بلا تحقیق نکاح مسماۃ مذکو
نثار احمد کے کر دیا، بعد عقد نکاح و آمد و رفت جانبین کے دریافت ہوا کہ والد و
اور نام پردہ بھی بوجہ صغر سنی کے کچھ خبر بہتری و بدتری کی نہیں رکھتا اور لڑکی یعنی صغر
سے محض انکار کرتی ہے کہ مجھ کو ان کمینوں میں جانا منظور نہیں۔

لہذا دریافت ہوتا ہے کہ اول تو دھوکہ کیا اور دوسرے
نکاح ہوا ہے وہ انکار کرتی ہے، آیا شریعت اس نکاح کو جائز رکھتی ہے یا نہیں
توجروا۔

الجواب

بصورت مسئولہ کے جو نکاح کیا ہوا نانی وغیرہ کا ہے اس لئے اگر مسماۃ صغ
اس کو اور اگر بالغ نہیں اس کے ولیوں کو اختیار فسخ کا ہے کیونکہ یہ نکاح غیر کفو میں
لو انتسب الزوج لہا نسبا غیر نسبہ فا
ظہر دونہ وھو لیس بکفو فحق الفسخ ثابت للک
وان کان کفوا فحق الفسخ لہا دون الاولیاء (شامی ۲

---

۱ شامی ، کتاب النکاح ، باب الولی ، ج ۲ ، ص ۳۰۴ -
۲ ایضاً ، " ، باب الکفاءۃ ، " ، ص ۳۱۷ -

لو تزوجت على انه حر او سنى او قادر على المهر او النفقة فبان بخلافه او على انه فلان بن فلان فاذا هو لقيط او ابن زنا لها الخيار، انتهى ما فى الشامى [1] فقط

والله اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکسارہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۹ر جمادی الثانیہ ۱۳۷۲ھ ہجری
چہار شنبہ

سوال ۶۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ مسمی رسول بخش ابن حسینی ساکن دہلی ترکمان ...تصل چاہ سنگھ والہ نے مسماۃ غورتا بنت الٰہی بخش سالی اپنی سے باوجود موجودگی زوجہ خود ... زوجہ رسول بخش مذکور بہن غورتا مذکورہ کی اب تک زندہ موجود ہے، عندالشرع نکاح ... کا غورتا مذکورہ سے ہوگیا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مرقومہ مسمی رسول بخش ابن حسینی کا عقد مسماۃ غورتا سالی اپنی سے ناجائز ہے، اس ... تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:۔

وان تجمعوا بين الاختين الا ما قد سلف [2]

... صحبت سالی سے نہیں کی اس صورت میں اپنی زوجہ سے صحبت داری درست ہے ... سالی سے بھی صحبت داری کی ہے، اس صورت میں دونوں سالی اور زوجہ سے صحبت ... ہے تاوقتیکہ سالی کو علیحدہ کرے اور عدت بھی اس کی گزر جاوے، بعد گزرنے عدت ... سے صحبت داری درست ہوگی۔

---

[1] ... شامی، کتاب النکاح، باب الکفاءۃ، ج ۲، ص ۳۱۸۔

[2] ... سورۃ النساء، آیت ۲۳۔

وان تزوجہما معا ای الاختین او من بمعناھ
اوبعقدتین ونسی النکاح الاول فرق القاضی بینہ
وبینہما (در مختار) [1]

فلو علم فھو الصحیح والثانی باطل ولہ وطی
الاول الا ان یطئ الثانیۃ فتحرم الاولی الی انقضاء عدۃ
الثانیۃ (شامی) [2]

واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۸ شعبان ۱۳۰۳ ہجری

سوال ۶۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے کہ زنا کرنے یا کرانے سے نکاح ٹوٹ
جاتا ہے یا نہیں؛ جواب اس کا قرآن اور حدیث وروایات فقہاء سے تحریر فرمائیں۔ بینوا

الجواب

برماہران تفاسیر واحادیث وفقہ مخفی نہ رہے کہ زنا کرنے یا کرانے سے نکاح
چنانچہ آیات قرآنی واحادیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام وروایات فقہاء مبین کا اس
میں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

والتی یاتین الفاحشۃ ای الزنا لزیادتھا
فی القبح علی کثیر من القبائح من نسائکم فاستشھدو
علیھن اربعۃ منکم فان شھدوا بالزنا فامسکوھن
فی البیوت حتی یتوفھن الموت او یجعل اللہ لھن

---

[1] در مختار، کتاب النکاح، فصل المحرمات، ج ۱، ص ۱۸۹۔

[2] شامی، ،، ،، ،، ج ۲، ص ۲۸۶۔

سبیلاً[1] (مدارك مختصراً)

معنی آیت کے یہ ہیں کہ :-

"اور جو کوئی بدکاری عورتوں تمہاری میں سے کرے تو شاہد لاؤ ان پر چار مرد اپنوں میں سے، پھر اگر وہ گواہی دیں تو ان کو بند رکھو گھروں میں جبتک لے لیوے ان کو موت یا کر دے اللہ ان کی کچھ راہ۔"

اور اسی طرح سے تفسیر فاحشہ کی "زنا" جلالین میں واقع ہے۔ پس اس آیت میں باوجود ... زنا کے اللہ تعالے نے عورت زانیہ کو بند کرنے کا گھر میں حکم دیا اور نکاح کو تا وقت مرگ ... میں زوج و زوجہ کے برقرار رکھا اور آیت الزانی لا ینکح الا زانیۃ[2] منسوخ ہے آیت ... انکحوا الایامی منکم الایۃ[3] سے کما فی التفسیر اور سبیل کو اللہ تعالے نے بحق غیر محصنہ ... سورہ بیان کر دئے کما فی ایۃ النور اور بحکم محصنہ حکم رجم کا بیان کر دیا کما فی حدیث ... اور نکاح کو قائم رکھا۔

اور دوسری جائے (جگہ) اللہ تعالے درباب خلع فرماتا ہے کہ خلع درست نہیں ہے ... بوقت زنا و نشوز :-

ولا تعضلوھن لتذھبوا ببعض ما اتیتموھن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ[4]۔

"اور نہ بند کرو ان کو تا کہ لے لو ان سے کچھ اپنا دیا مگر جب وے (وہ) کریں زنا صریح۔"

... جیسا کہ تفسیر فاحشۃ مبینہ کے جلالین اور تفسیر مدارک وغیرہا میں "زنا" آئی ہے۔ اور اسی طرح ... حسن بصری سے مروی ہے کہ اگر عورت زنا کرے تو درست ہے مرد کو خلع کرنا :-

عن الحسن الفاحشۃ الزنا فان فعلت حل

---

[1] مدارک، سورۃ النساء، زیر آیت ۱۵، ج ۱، ص

[2] سورۃ النور، آیت ۳۔ [3] سورۃ النور، آیت ۳۲۔

[4] سورۃ النساء، آیت ۱۹۔

لزوجها ان یسألها الخلع (مدارک[1])

پس اگر فقط زنا موجب فسخ نکاح کا ہوتا تو خلع کی کیا حاجت تھی؟

اور حدیث بخاری میں آئی ہے :-

عن ابی ھریرۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الولد للفراش وللعاھر الحجر[2]

یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اولاد خاوند کی ہے اور زنا کرنے والے کو محرومی ہے۔

اگر کوئی شخص کسی عورت غیر سے زنا کرے اور اس کے نطفے سے اولاد پیدا ہوئی اور اس زانی نے دعویٰ کیا تو وہ اولاد خاوند کی ہوگی اور زانی کو محروم اور رجم کیا جائے گا۔

اب اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اولاد بھی خاوند کی ہوتی ہے نہ کہ زانی کی۔ کجا کہ نکاح کا ٹوٹنا۔ اور دوسری حدیث بخاری میں سعد بن عبادہ سے یہ ہے :-

لو رأیت رجلا مع امرأتی لضربتہ بالسیف غیر مصفح[3]

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ نکاح زانیہ کا برقرار رہتا ہے اور حدیث ابوداؤد اور نسائی سے جو کہ ابن عباس سے آئی ہے، صاف ظاہر ہے کہ نکاح زنا سے نہیں ٹوٹتا۔

عن ابن عباس قال جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان لی امرأۃ لا ترد ید لامس فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم طلقہا قال انی احبہا قال فامسکہا اذا (رواہ ابوداؤد والنسائی[4])

یعنی ایک شخص نے حضرت سے عرض کیا کہ میری عورت ہاتھ زانی کو منع نہیں کرتی یعنی زنا کرواتی ہے، آپ نے فرمایا کہ طلاق دیدے۔ اس نے عرض کی کہ

---

[1] مدارک، سورۃ النساء، آیت ، ج ۱، ص
[2] بخاری، کتاب المحاربین، باب للعاھر الحجر، ج ۲، ص ۱۰۰۰۔
[3] ایضاً ، ، باب من رأی مع امرأتہ الخ، ج ۲، ص ۱۰۱۲۔
[4] مشکاۃ، کتاب النکاح، باب اللعان، حدیث ۱۴، فصل ۲۔

میں اس سے بہت محبت رکھتا ہوں ، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو محبت رکھتا ہے تو اس کو زنا سے روکے رکھو۔"

ی فاحفظها لئلا تفعل فاحشة[1] (مرقاة)

پس معلوم ہوا کہ زنا سے نکاح نہیں ٹوٹتا ، نہیں تو حضرت طلاق کا حکم نہ فرماتے ۔ اور
ی طرح سے ہے عالمگیری میں :-

لامرأة فاسقة لا تنزجر بالزجر لا یجب تطلیقها کذا فی القنیة[2]

اسی طرح سے آیا ہے درمختار میں :-

لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرة[3] (درمختار) الفجور یعم الزنا وغیرہ وقد قال صلی اللہ علیہ وسلم لمن زوجته لا ترد ید لامس وقد قال انی احبها استمتع بها[4] (شامی)

طرح کیا ہے اس کو شرح نظم وہبانیہ میں :-

لو رأیت زوجه لا یقربها حتی تحیض لاحتمال علوقها من الزنا وقال فی الکنز تزوج بامرأة الغیر عالما بذلك ودخل بها لا تجب العدة علیها حتی لا یحرم علی الزوج وطیها وبه یفتی لانه زنا والمزنی بها لا تحرم علی زوجها انتهی ما فی الشامی[5] والطحطاوی[6]۔

---

[1] مرقاة ، کتاب النکاح ، باب اللعان ، ج ۲ ، ص ۳۲۱ -

[2] عالمگیری ، کتاب الکراہیة ، باب ۳۰ ، ج ۵ ، ص ۳۷۲ -

[3] درمختار ، کتاب النکاح ، فصل فی المحرمات ، ج ۱ ، ص ۱۹۰ -

[4] شامی ، ، ، ، ج ۲ ، ص ۲۹۲ - (ملخصاً) -

[5] ایضاً ، ، ، ، ، ، ۲۹۳ - (ملخصاً)

[6] طحطاوی ، ، ، ، ، ص ۲۳

پس ان روایات سے ثابت ہے کہ زنا سے نکاح نہیں ٹوٹتا واللہ
بالصواب واللہ المرجع والمآب۔

حررہ واجابہ خاکپا رہ محمد مسعود نقشبندی
۱۲۸۵ھ ہجری

سوال ۶۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ ایک مسجد کا ا
دیتا ہے کہ چار سال بعد زن مفقود الخبر کی تفریق جائز ہے۔ آیا یہ مسئلہ اسی طرح ہے
آیا اس امام کو مسجد میں امام بنانا از روئے شرع شریف جائز ہے بینوا توجروا۔

الجواب

تفریق کرنی زن مفقود کی بعد چار سال کے کہ مذہب امام مالک رحمہ اللہ تعالے ک
نہیں کیونکہ نص قرآنی سے ثابت ہوا ہے کہ خاوند والی عورتوں سے کسی کو نکاح کرنا درست
وہ عورتیں حرام ہیں :۔

والمحصنت من النساء[۱] والمعنی وحرم علیکم
نکاح المنکوحات ای التی لھن ازواج (مدارک)

پس اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب تک خاوند کسی عورت کا موجود ا
کسی دوسرے کو نکاح کرنا اس سے درست نہیں ہے اور غیر محصنہ دو صورتوں میں ہو
ایک بعد مرنے خاوند کے اور دوسرے بعد فرقت کے کہ بباعث تباین دار کے ہو یا
وغیرہ کے ہو کہ آیات قرآنی در باب موت خاوند اور در باب طلاق وارد ہوئی ہیں۔ او
کا بعد چار سال کے کسی آیت یا حدیث مشہور سے ثبوت کو نہیں پہنچا اور نہ شارع
آیت یا حدیث میں مدت چار سال کو در باب زن مفقود، فرقت قرار دی جبکہ ہر دو امر کس
قرآنی یا حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت نہ ہوئے تو کیونکہ محض ظن اس

---

[۱] مدارک، سورۃ النساء، آیت ، ج ۱، ص

مفقود مرگیا، بمصداق ان الظن لا یغنی من الحق شیئاً [1] کے حکم نص کا باطل کیا جاوے
پس تاوقتے کہ احتمال زندگی زوج کا باقی ہے، وہ عورت محصنہ ہے کیونکہ نکاح عورت کا مفقود
سے یقینیات سے ہے اور موت مفقود بعد گذارنے چار سال کے ظنیات سے اور الیقین
لا یزول بالشک قاعدہ اصول فقہ ہے کہ حدیث ابی ہریرہ کی :-

اذا وجد احدکم فی بطنہ شیئاً فاشکل علیہ
اخرج منہ شیئ ام لا فلا یخرجن من المسجد حتی
یسمع صوتا او یجد ریحا رواہ مسلم [2]

پر دال ہے، پس کیونکہ ایک امر ظنی سے عورت مفقود کو غیر محصنہ قرار دیا جاوے تاوقتے کہ
حکم موت کا نہ پایا جاوے اور وہ بعد نوّے سال کے ہوتا ہے کہ عمر اسی سے زیادہ کسی کی
نادر ہوتی ہے اور وہ قابل اعتبار کے نہیں زیرا کہ للاکثر حکم الکل قاعدہ مقررہ ہے
پس حدیث ابی ہریرہ کو امام نووی نے قواعد عظیمہ سے لکھا ہے اور کہا ہے کہ وقتے کہ خلاف
امر کا تحقق نہ ہو، وہ امر اپنے اصل پر رہے گا :-

وھٰذا الحدیث اصل من اصول الاسلام و
قاعدۃ عظیمۃ من قواعد الفقہ وھی ان الاشیاء
یحکم ببقائہا علی اصولہا حتی یتیقن خلاف
ذٰلک ولا یضر الشک الطارئ علیہا فمن ذٰلک
من شک فی طلاق زوجتہ و ما اشبہ ھٰذہ فلا اثر
لہ [3] (شرح مسلم)

پس اس طرح سے اس مسئلہ خاص میں درباب موت مفقود شک واقع ہوا پس شک
کیا جاوے گا اور عورت مفقود کی محصنہ قرار دی جائے گی۔
اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہ آیت مخصوص ہے بباعث استثنار کے؛ جواب اس کا
یہ ہے کہ حکم باب استثنار میں اوپر باقی کے ہوتا ہے جو کہ بعد استثنار کے رہتا ہے نہ کہ قبل استثنار؛

---

[1] سورۃ النجم، آیت ۲۸ -
[2] مشکاۃ، کتاب الطہارت، باب ما یوجب الوضوء، حدیث ۷، فصل ۱ -
[3] شرح مسلم، کتاب الحیض، باب الدلیل علی ان الخ، ج ۱، ص ۱۵۸ - ملخصاً

پس حکم اس آیت کا بعد نفی ہونے مستثنیٰ کے ہے اور وہ قاعدہ ہے غیر مخصوص کہ و
عبد الغفور فی باب الاستثناء :-

وقال فی شرح الوقایۃ علی ان الاستثناء عند

تکلم بالباقی بعد استثناء [1]

اور دوسرے یہ کہ الاصل بقاء ما کان علی ما کان قاعدۂ اصول فقہ
اصل بضع میں تحریم ہے اور اباحت واسطے ضرورت کے ہے :-

الاصل فی الابضاع التحریم ولذا قال فی

کشف الاسرار شرح فخر الاسلام الاصل فی النکا

الحظر والجواز للضرورۃ انتہیٰ ما فی الاشباہ [2]

پس زن مفقود کی پیشتر مفقود ہونے کے محصنہ تھی، بعد فقدان کے بھی
گی تا وقتیکہ قطعی حکم موت کا نہ دیا جاوے کہ وہ میعاد نوے سال کی ہے ما
قضا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور موافقت ابن مسعود یا علی رضی اللہ عنہما اور مذہب
صاحبین اور امام احمد وغیرہ مؤید مذہب حنفیہ ہیں پس بمصداق حدیث اتبعوا ا
الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار [3] کے کیونکر بخلاف اس جم
ایک مذہب امام مالک کے فتویٰ دیا جاوے کہ اصلے ندارد -

قطع نظر اس کے قاعدہ اصول فقہ ہے کہ جب ایک عورت میں حل
مقابل ہوں تو غلبہ حرمت کو ہوتا ہے :-

فاذا تقابل فی المرأۃ حل وحرمۃ غلبت

الحرمۃ [4] (اشباہ)

جب باوجود مساوی دلائل طرفین کے غلبہ حرمت کو ہوتا ہے تو جس صورت

---

[1] شرح الوقایہ، کتاب الایمان، ج ۲، ص ۲۶۵ -

[2] الاشباہ، الفن الاول، القاعدۃ الثالثۃ کے تحت، ص ۶۷ -

[3] اس حدیث کی تخریج اور تحقیق مسئلہ تراویح میں صفحہ ۱۳۲ کے حاشیہ میں گزر چکی ہے -

[4] الاشباہ، الفن الاول، القاعدۃ الثالثۃ کے تحت، ص ۶۷ -

وت کو آیت قرآنی اور بکثرت مذاہب ہو بالاولیٰ غلبہ حرمت کو ہو گا جیسا کہ صورت متنازعہ میں اور یا اس کی حدیث دارقطنی کی ہے :-

قوله عليه الصلوٰة والسلام فی امرأة المفقود انها امرأته حتی یاتیها البیان [۱]

جبکہ برہان اور ادلہ مذہب حنفیہ کی معلوم ہوئی تو اب معلوم کرنا چاہیے کہ مدار مذہب م مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا اس صورت خاص میں قضاء حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہے کہ بعد چار برس کے عورت مفقود کو حکم نکاح کا دیا اور صحت کو پہنچا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے قول سے رجوع کیا طرف قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کے :-

والصحیح ان عمر رضی اللہ عنہ رجع الی قول علی رضی اللہ عنہ فی امرأة المفقود وامرأة ابی کنف والمرأة التی تزوجت فی عدتها [۲]

قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ہے :-

روی عبد الرزاق اخبرنا محمد بن عبد اللہ الزہری عن الحکم بن العتبة ان علیا رضی اللہ عنہ قال فی امرأة المفقود هی امرأة ابتلیت فلتصبر حتی یاتیها الموت او الطلاق کذا فی العینی [۳]

پس جب کہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے قول سے رجوع کی تو مذہب مالک کے واسطے قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ قابل سند کے نہ رہا بلکہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مؤید مذہب حنفیہ کا ہو گیا کیونکہ جب اصل دلیل کہ قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ باطل ہو گئی تو فرع بالاولیٰ باطل ہوئی ، ماسوا اس کے قضاء حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی باعث

---

[۱] دارقطنی ، باب المہر ، ج ۳ ، ص ۳۱۲ -

[۲] فتح القدیر ، کتاب المفقود ، ج ۵ ، ص ۳۷۲ -

[۳] ایضاً ، ، ، ، ، -

تغیر حکم نص کو نہیں ہو سکتی کما فی کتب الاصول اور اگر قضار حضرت عمر رضی اللہ ...
مانا جاوے تو بھی تعارض ہوا مابین قضار حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی ...
بحسب قاعدہ اصول اذا تعارضا تساقطا قضار حضرت عمر رضی اللہ عنہ ...
نہ رہی اور باقی رہا حکم نص کا کہ عدم جواز تفریق ہے۔

اور قیاس امام مالک رحمہ اللہ تعالٰے کا ایلار اور عنینہ پر غیر صحیح ہے ...
ہے کیونکہ مساوات بین الاصول والفرع ضروری ہے اور مابین زن مفقود اور زن ...
عنین نہیں پائی جاتی :-

علة اثبات الحکم فی الفرع لیست الا الحکم
بالمساواۃ بین الاصل والفرع فی العلة لتثبت
المساواۃ فیهما فی الحکم کما فی التحقیق شرح
الحسامی وغیرہ من کتب الاصول [1]

کیونکہ ایلار میں خود شارع نے گزرنے چار ماہ کو طلاق قرار دیا ہے زیرا کہ طلاق ...
تھی مگر شارع نے اس کو مؤجل ٹھہرایا :-

قال ابن عباس فی تفسیر هٰذہ الاٰیة للذین
یؤلون من نسائهم تربص اربعة اشهر فان
فاروا فان الله غفور رحیم وان عزموا الطلاق
فان الله سمیع علیم [2] الفیئ الجماع فی الاربعة
الاشهر وعزمه الطلاق انقضاء الاربعة فاذا مضت
بانت بتطلیقة ولا یوقف بعدها وکان عبد الله
بن عباس اعلم بتفسیر القراٰن من غیرہ وهو قول
ابی حنیفة رحمه الله تعالٰی والعامة مثل عمر بن
الخطاب وعثمان بن عفان وزید بن ثابت و ...

---

[1]

[2] سورۃ البقرہ، آیت ۲۲۶، ۲۲۷ -

[3] مؤطا امام محمد، باب الایلار، ص

...رت مفقود کے کہ فقدان کو شارع نے طلاق قرار نہیں دیا اور نہ تعداد سال کی مقرر ہوئی پس
...یاس عورت مفقود کا اوپر ایلاء کے قیاس مع الفارق ہے بلکہ امام مالک رحمہ اللہ تعالٰے کے
...یک بمجرد گزرنے چار ماہ کے طلاق واقع نہیں ہوتی تاوقتیکہ مولی طلاق نہ دیوے :

مالك عن جعفر بن محمد عن ابيه
عن علی بن طالب انه كان يقول اذا الى الرجل
من امرأته لم يقع عليه طلاق وان مضت الاربعة
الاشهر حتى يوقف فاما ان يطلق واما ان يفيئ
قال مالك وذلك الامر عندنا (موطا امام مالك)[1]

پس قیاس امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا درباب تفریق زن مفقود برایلاء درست نہ ہوا،
...قیاس یہ ہے کہ جیسا ایلاء میں بغیر طلاق مولی کے عورت اس کی جدا نہیں ہو سکتی اسی طرح زن مفقود
...طلاق مفقود کے نکاح سے باہر نہ ہو اور یہ ہے مطلب ہمارا اور اسی طرح سے قیاس کرنا
...قود کا اوپر زن عنین کے صحیح نہیں کیونکہ علت تفریق کی عنینہ میں عدم وصول عنین کا اپنی زن
...ہے کہ مقصود اصلی نکاح سے یہ ہے جب کہ اصل مقصود نکاح کا کہ وصول تھا نہ پایا گیا تو
...کاح بے فائدہ ٹھہرا اس لئے تفریق شارع نے جائز رکھی اور یہ تفریق بالفور ہے ولیکن
...ت احتمال اس امر کے کہ شاید کسی بیماری سے عاجز ہو گیا ہو مدت ایک سال کی قرار دی
...ج میں مصروف ہو ورنہ حکم تفریق کا بالفور ہے جیسا کہ مفہوم ہوتا ہے کتب فقہ
...ہوتے :-

ان العنين يضرب له اجل سنة من مرافعة
الى السلطان لاحتمال انه عجز لعارض يزول بمرور
فصول السنة عليه ثم ان لم يزل فالفسخ بعد
السنة على الفور والاختيار لها فى العنية الطارية
بعد الدخول[2] (مسوى شرح الموطا للشاه ولى الله)

---

[1] ...امام مالک : باب الایلاء ، ص ۲۰۱
[2] مسوی، شرح الموطا، باب امراۃ العنین، ج ۲ ، ص ۳۲ -

المحدث الدهلوی۔

برخلاف عورت مفقود کے کہ مفقود نکاح کر وصول ایک بار سے عورت مفقود کو ہوچکا ہے
فی کتب الفقہ، پس کیونکر قیاس عورت مفقود کا اوپر زن عنین[1] کے صحیح ہو؟
قیاس زن مفقود کا اوپر عنینہ طاریہ کے صحیح اور درست ہے جیسا کہ زن عنین کو بعد دخول
فسخ کا نہیں رہتا اسی طرح سے زن مفقود کو بھی بعد دخول کے اختیار فسخ کا نہیں
مستویٰ سے مفہوم ہوتا ہے اور کما عالمگیری میں درباب عنین :۔

لو وصل الیہا مرۃ ثم عجز لا خیار لہا کذا

فی التبیین[2]

پس جبکہ بموجب اس قیاس کے تفریق زن مفقود کی ناجائز ٹھہری تو نکاح
سے کیونکر جائز ہوگا ھذا ھو الصحیح کما فی کتب الفقہ۔

ولنا قولہ علیہ السلام فی امرأۃ المفقود ھی
امرأتہ حتی یاتیہا البیان وقول علی رضی اللہ عنہ
ھی امرأۃ ابتلیت فلتصبر حتی یستبین موت او طلاق
فھذا ھو المراد بالبیان المذکور فی الحدیث
المرفوع لان النکاح عرف ثبوتہ والغیبۃ لا توجب
الفرقۃ والموت فی حیز الاحتمال فلا یزال النکاح
لشک وقد صح رجوع عمر رضی اللہ عنہ الی قول
علی رضی اللہ عنہ والاعتبار بایلاء غیر سدید لان
کان طلاقا معجلا فجعلہ الشرع مؤجلا فکان موجبا
للفرقۃ وکذا الاعتبار بالعنۃ ایضا غیر سدید لان
العنۃ یعقب الرجوع والعنۃ اذا کانت خلقیۃ لا تقلب

---

[1] عنین اس کو کہتے ہیں جس سے بعد نکاح کے ایک دفعہ بھی صحبت داری نہ ہو سکی ہو اور عنینہ طاریہ اس کو کہتے
بعد نکاح کے ایک بار یا دو بار صحبت داری کی ہو اور بعد اس کے نامرد ہو گیا ہو (منہ)

[2] عالمگیری، کتاب الطلاق، باب فی العنین، ج ۱، ص ۵۲۴ -

فحول باعتبار غالب العادة و التوقف فيما لاستظهار كونها خلقية او عارضية (عينی وغيره كتب فقه مثل هدايه[1] وكفايه[1] وفتح القدير[1])

اور اگر یہ حجت پکڑی جاوے کہ درصورت عدم نکاح زن مفقود بعد از چار سال حرج واقع ہے، یہ بھی مدفوع ہے بچند وجہ کیونکہ اعتبار حرج کا اس جا کیا جاتا ہے جس جائے کہ مخالف نص حرج نہ پایا جاوے :-

المشقة و الحرج انما يعتبر ان في موضع لا نص فيه واما مع النص بخلافه فلا (اشباه[2])

اس صورت خاص میں حرج مخالف نص کے ہے اس واسطے اس صورت خاص میں یہ حرج معتبر نہ ہوگا۔

ماسوا اس کے اگر ایک شخص کسی جائے بعید مسافری کو چلا گیا اور تا مدت زیادہ از چار سال خرچ نہ بھیجا ولیکن یہ معلوم ہے کہ وہ زندہ ہے۔ آیا اس صورت میں بھی نکاح اس عورت کا فسخ ہوگا کیونکہ اس صورت میں بھی وہی حرج مثل زنا اور تنگی خرچ وغیرہ کے ہیں جو کہ درصورت مفقود ہونے کے ہے حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں۔ پس بایں وجوہات مرقومہ بالا نزد فقیر متحقق ہوا کہ مسئلہ تفریق زن مفقود کا بعد چار سال کے اصل نہیں رکھتا اور نہایت ضعیف اور مرجوح ہے اور قول مرجوح اور ضعیف پر فتویٰ دینا جہل اور خلاف اجماع ہے و ان الحكم والفتيا بالقول المرجوح جهل وخرق الاجماع (در مختار[3])

پس ثابت ہوا کہ تفریق زن مفقود کی بعد چار سال کے عند الشرع ناجائز اور نادرست ہے کہ اس صورت سے حرج واقع ہوتے ہیں پس شخص مندرج سوال کو امام بنانا نہ چاہئے۔ هذا ما وفقني الله من التوفيق و التحقيق ومنه الهداية و الرشاد و التوفيق وهو ملهم الصواب و اليه المرجع و المآب۔

حررہ شیخ رحیم بخش دہلوی الملقب محمد مسعود نقشبندی مجددی

---

[1] فتح القدير مع الكفاية، كتاب المفقود، ج ۵، ص ۲۷۲، ۲۷۳۔

[2] الاشباه، الفن الاول، القاعدة الرابعة، ص ۸۳۔

[3] در مختار، رسم المفتي، ج ۱، ص ۱۵۔

سوال ٦٦

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرح متین اس امر میں کہ زید نے اپنی بی بی کو غصہ میں بایں الفاظ کے " جا کُتی رانڈ طلاق طلاق طلاق تین طلاق ، میں نے قاضی صاحب کے رو برو ئے طلاق دی " اور اس کی نیت طلاق دینے کی نہ تھی بلکہ یہ غرض تھی کہ ... سے ہٹ جاوے ۔ اس بات کو تخمیناً تین سال گزر گئے ۔ اب زید بوجہ رسم برادری ملامت قوم یہ چاہتا ہے کہ بموجب حکم شریعت غرا بلا نکاح کرنے زوج ثانی سے پھر مجھ پر حلال ہو جاوے بینوا توجروا ۔

الجواب

بصورت مسئولہ طلاق واقع نہیں ہوتی ، نہ طلاق بائن اور نہ رجعی ، اگرچہ لفظ 'اذھبی' کے ہے مگر لفظ 'اذھبی' جواب اور رد کی صلاحیت رکھتا ہے اور جو الفاظ صلاحیت جواب اور رد کی رکھتے ہیں ان میں بحالت مذاکرہ طلاق بھی بلا نیت طلاق ... ہوتی :-

وفی حالۃ مذاکرۃ الطلاق یقع الطلاق فی سائر الاقسام بنیۃ الا فیما یصلح جوابا و ردا فانہ لا یجعل طلاقا (کذا فی الکافی) [۱]

اور اسی حالت غصہ میں بھی بلا نیت طلاق واقع نہ ہوگی :-

وفی حالۃ الغضب یصدق فی جمیع ذلک لاحتمال الرد والسب الا فیما یصلح للطلاق ولا یصلح للرد والشتم (کذا فی الھدایۃ) [۲]

اور صورت سوال میں زید نیت طلاق سے منکر ہے پس سچا کیا جاوے گا اور طلاق ...

---

[۱] الکافی فی فروع الحنفیۃ :

[۲] الھدایہ شرح البدایہ :

لفظ طلاق میں اضافت بالاشارہ موجود نہیں ہے، اس جہت سے ان الفاظ سے بھی طلاق واقع نہ ہوگی وھو الحق عند المحققین۔

واللہ اعلم بالصواب و الیہ المرجع والمآب

حررہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۷ رجادی الثانیہ ۱۳۰ھ ہجری

سوال ۶۷

چہ فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ زید یہ دعویٰ کرتا ہے کہ شوہر ش نے پیش چند کس مرداں برادری وغیرہ کے یہ الفاظ کہے کہ "میں نے تیری تین طلاق دیں" چنانچہ گواہوں نے گواہی صدور لفظ طلاق کے بہماں الفاظ ادا کئے شوہر مساۃ اس سے منکر ہو کے نہ دینا طلاق کا بیان کرتا ہے۔ صورت مرقومہ بالا میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ اور کس فریق کے گواہ معتبر ہوں گے؟ یہاں کے مولویوں سے جو یہ مسئلہ استفسار کیا گیا تو بعضوں نے یوں فرمایا کہ طلاق واقع ہو گئی اور اس واسطے کہ گواہ طلاق کے ہیں کیونکہ وہ اثبات طلاق کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں طلاق نہیں ہوتی کیونکہ گواہ نکاح مقدم ہیں اس واسطے کہ نکاح اثبات ہے اور طلاق نفی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ گواہ عادل ہونے چاہئیں اور اس زمانے میں گواہوں کا عادل ہونا معلوم، بحوالہ کتب فقہ جواب تحریر فرماویں بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مرقومہ تین طلاقیں مغلظہ واقع ہوئیں کیونکہ گواہ مثبت طلاق کے معتبر ہیں نفی طلاق کے معتبر نہ ہوں گے اگرچہ نفی معنیً ہو یا صورۃً کما ھو فی الاشباہ و النظائر سلہ:۔

بینۃ النفی غیر مقبولۃ انتہیٰ و من الشھادۃ علی

سلہ الاشباہ والنظائر :

النفی ما لو شهد انہ استقرض من فلان فی یوم کذا فبرھن علی انہ لم یکن فی ذلک المکان بل کان فی مکان اٰخر لا تقبل لان قولہ لم یکن فیہ نفی صورۃ ومعنی قولہ بل کان فی مکان کذا نفی معنی واصلہ ماذکر فی النوادر عن الثانی شہدا علیہ بقول او فعل یلزم علیہ بذلک اجارۃ او کتابۃ او طلاق او عتاق او قتل او قصاص فی مکان وزمان وصفات فبرھن المشہود علیہ انہ لم یکن ثمہ یومئذ لا تقبل کذا النفی لا تقبل (حموی) [1]

اور ایسا ہی ہے عالمگیری میں :-

اقامت امرأۃ رجلین ان فلانا طلق امرأتین یوم النحر بالکوفۃ واقام فلان البینۃ انہ کان فی ذلک الیوم حاجا بمنی فالبینۃ بینۃ المدعی لا یلتفت الی بینۃ المدعیٰ علیہ انتہی [2]

اور اسی طرح سے ہے شامی میں اور بعد نقل کرنے عبارت نوادر کے ... یہ بھی زیادہ کیا ہے :-

وکذا کل بینۃ قامت علی ان فلانا لم یقل ولم یفعل ای لا تقبل انتہیٰ [3]

پس ثابت ہوا کہ گواہ عدم طلاق کے معتبر و مقبول نہ ہوں گے جیسا کہ کلمہ لو ... سے صاف ثابت ہے۔

اور یہ کہنا کہ گواہ نکاح کے مقدم ہیں اس واسطے کہ نکاح اثبات ہے و...

---

[1] شرح الاشباہ والنظائر :

[2] فتاوٰی عالمگیری : کتاب الشہادات ، باب ۹ ، ج ۳ ، ص ۵۱۴ -

[3] ردالمحتار :

ہے زیرا کہ طلاق نفی نہیں ہے بلکہ طلاق مثبت نکاح ہے اقتضاءً کیونکہ طلاق رفع قید نکاح کو ہے اور یہ ظاہر ہے کہ رفع شئے اس حالت میں ہوتا ہے کہ وجود شئے کا ہو جس وقت کہ نکاح کا ہوگا اسی وقت رفع نکاح کا ہوگا پس طلاق کا کہنا عین اثبات نکاح کا ہے پس گواہ ہے مثبت اثر نکاح کو ہوئے نہ کہ نفی کے ہوئے۔

اور عدالت گواہاں واسطے وجوب قضاء کے ہے یعنی بحالت گواہی گواہاں عادل قاضی پر واجب ہے کہ بگواہی ان کے حکم دیوے اور اس امر کی شرط نہیں ہے کہ اگر قاضی گواہان فاسقین پر دے تو حکم نافذ نہ ہوگا، حکم قاضی کا بہ گواہی فاسقوں کے بھی نافذ ہو جاتا ہے:-

والعدالة لوجوبه لا لصحته فلو قضى بشهادة فاسق نفذ له (تنویر الابصار) ای لوجوب القضاء على القاضي ے (شامی)

اور عدالت میں اس قدر کافی ہے کہ صلاحیت گواہ کی زیادہ ہو بہ نسبت فساد کے اور صواب خطا سے زیادہ ہو اور گناہ کبیرہ کو نہ کرتا ہو اور اصرار گناہ صغیرہ کا نہ کرتا ہو کما فی الشامی:-

تفسیر العدالة ان یکون مجتنبا عن الکبائر ولا یکون مصرا على الصغائر فیکون صلاحه اکثر من فساده وصوابه اکثر من خطائه انتہیٰ ے

خلاصہ مرام کا یہ ہے کہ حاکم بصورت مذکورہ اگر بگواہی گواہان فاسقین کے حکم کر دے گا وہ حکم جاری ہو جائے گا واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکپا محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۱۲ رجب ۱۳۰۳ھ ہجری

سوال ۶۸

ایک شخص نے اپنی زوجہ کو اس کے باپ کے گھر پر مجمع عام میں کہ اس وقت بہت سے مرد

ے تنویر و درمختار، کتاب الشہادات، ج ۲، ص ۹۱ -
ے شامی ، " ، ج ۴، ص ۳۷۲ -
ے ایضاً ، " ، " ، " -

اور عورت جمع تھے اور برو بدر اور مادر کے دشنام دے کے تین مرتبہ طلاق دے
کہا کہ "سب سن لو میں نے اس کو طلاق دے دی، میرا اس سے واسطہ نہیں رہا
لفظ کو بہت مردمان موجود نے سنا ہے، اب وہ شخص طلاق دینے سے انکار کرتا ہے
شریف اٹھاتا ہے اب وہ عورت اس پر جائز ہوسکتی ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مرقومہ بحالت موجودگی نصاب شہادت، انکار خاوند کا اگرچہ قسم کے
اعتبار نہیں ہے، پس تین طلاق واقع ہوئیں بغیر حلالہ کے اس شوہر پر حلال نہیں ہے
حکم الشرع فقط (واللہ اعلم بالصواب)

حررہ واجابہ خاکپا رہ محمد مسعود نقشبندی

۲۹ رجب المرجب ۱۳۰۳ھ ہجری

سوال ۶۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ ایک شخص
نے اپنے ہوش وحواس اور عقل کی درستی اور ثبات میں اپنی زوجہ نکاحتا کو تین بار طلاق
دی کہ "میں نے تجھ کو بحکم خدا ورسول صلی اللہ علیہ وسلم طلاق شرعی دی" اور عرصہ دس
ہے کہ پھر وہ دونوں میاں بیوی نکاح ثانی کرنے پر راضی ہیں، پس آیت وحدیث
پہلے سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بر ماہران فقہ وکلام الٰہی مخفی نہ رہے کہ الفاظ طلاق السنۃ اور فی السنۃ اور علی
و طلاق السنۃ والعدۃ وطلاق عدۃ اور شرعی وغیرہ ایک ہی ہیں جیسا کہ مفہوم ہوتا ہے
اور در مختار سے، پس جب کہ خاوند نے تین طلاقیں اپنی عورت کو بایں الفاظ دیں کہ "میں
خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم طلاق شرعی دی"، تو بلا ریب وشک تین طلاق سنی واقع ہوئیں
طلاق ایک طہر میں اور دوسری طلاق دوسرے طہر میں اور تیسری طلاق تیسرے طہر میں اور

تین طہروں کے بائن، مغلظہ ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے درست نہیں اور یہ طلاق شرعی ہے بلا کراہت
کے اور طلاق بدعی نہیں ہے تاکہ کوئی مخالف اعتراض کرے
اور طلاق شرعی کہنے سے حرمت سہ طلاق ایک ہی ملجاتی رہے :-

ولو قال لامرأته المدخولة وهي ذوات الاقراء
انت طالق ثلاثا للسنة فهو على وجوه ان نوى
ان يقع عند كل طهر تطليقة فهو على ما نوى و
كذلك ان لم ينو شيئا فهي طالق عند كل طهر
تطليقة وان نوى ان يقع الثلاث جملة للحال
صحت نيته لان وقوع الثلاث جملة عرف
بالسنة وان نوى ان يقع عند راس كل شهر تطليقة
فهو على ما نوى له (عالمگیری و درمختار و هدایہ)

اسی طرح کلام الٰہی میں ہے :-

الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريح
باحسان (الی) فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى
تنكح زوجا غيره ٢ے

اور سوال سے ظاہر ہے کہ طلاق کی نیت نہ نزدیک ہر طہر کے ہے اور نہ ثلاث کی ہے،
تین ہر طہر میں ایک ایک طلاق واقع ہوگی اور بعد گزرنے سہ حیض یا سہ ماہ کے مغلظہ ہوگئی
بعد تین ماہ، اور اگر اس عورت کو حیض نہیں آتا ہے تو بھی یہی حکم ہے ہر ایک ماہ میں ایک طلاق
واقع ہوگی هذا هو الحق عندی وعلم الصواب عند ربی۔

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۱۴ رجب المرجب ۱۳۰۰ھ ہجری

۱ے عالمگیری، کتاب الطلاق، ج ۱، ص ۳۵۰۔
۲ے سورۃ البقرہ، آیت ۲۲۹، ۲۳۰۔

سوال ۷۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے
زوجہ اپنی کو بذریعہ تحریر اپنے دستخط کے لکھا ہے کہ :-
"میں نے ہندہ لڑکی تمہاری کو چھوڑ دیا ہے اور لفظ طلاق بھی کہہ دیے ہیں
اس طلاق کے رقعہ کو بطور رسید کے اپنے پاس رکھیں"
اور پہلے اس کے زید نے اپنی نابینا ساس کے روبرو بھی یہی کلمے کہے تھے، آیا
ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

واضح ہو کہ خط مرسل بسوئے پدر زوجہ خود بہ تحریر خود در باب طلاق معتبر ہے
مرسوم ہے اور چونکہ "چھوڑ دیا" "سرحت" کے معنی میں ہے اور اس لفظ سے حالت
طلاق میں طلاق واقع ہوتی ہے :-

ولو قال فی حالۃ مذاکرۃ الطلاق باینتک
او ابنتک او ابنت منک او لا سلطان لی علیک
او سرحتک یقع الطلاق وان قال لم انو الطلاق
لا یصدق قضاء (عالمگیری مختصرا) [1]

اور اس لفظ کے ساتھ خطاب اور اسم اپنی عورت کا کہا ہے اور مذاکرہ طلاق
ہے کیونکہ زید خبر دیتا ہے اپنے قول سابق کی کہ روبروئے نانی زوجہ کے کہے تھے
تجھ کو چھوڑ دیا اور طلاق دی اور تمام تحریر رقعہ کی مذاکرہ اور طلاق سے بھری ہوئی
لہٰذا طلاق بائن ہوئی کہ تجدید نکاح لازم ہے اگر ہر دو زوجین چاہیں۔
اور جو یہ کہا ہے کہ لفظ طلاق بھی کہہ دیے ہیں اگرچہ بسبب عدم موجود ہو
صریح کے ان الفاظ سے طلاق نہ ہوگی اگرچہ طلاق صریح طلاق بائن کو لاحق ہوتی ہے

---

[1] عالمگیری، کتاب الطلاق، فصل فی الکنایات، ج ۱، ص ۳۷۵۔

شارہ بسوئے زن خود شرط وقوع طلاق ہے :-

وقال ایضا فیہ الصریح اللاحق للبائن بکونہ خاطبہا واشار الیہا للاحتراز عما اذا قال کل امرأۃ لطالق فانہ لا یقع علی المختلعۃ [۱] (شامی)

اور صورت مسئولہ میں ساتھ لفظ طلاق کے خطاب یا اشارہ موجود نہیں اور قرینہ باب وقوع طلاق میں اعتبار نہیں اور اگر بالفرض والتقدیر اس کو طلاق رجعی بھی قرار دے دیں تو بھی مجموعہ طلاق بائن اور رجعی کا طلاق بائن ہوگا کہ تجدید نکاح لازم ہے :-

واذا الحق الصریح البائن کان بائنا لان البینونۃ السابقۃ علیہ تمنع الرجعۃ [۲] (کما فی الخلاصۃ، شامی)

...ورت "" کا اعتبار نہیں ہے، کہنا 'تلاق' اور 'طلاق' ایک ہی حکم رکھتا ہے کما فی ...المگیری والدر المختار وغیرہا فقط واللہ اعلم بالصواب ...یہ المرجع والمآب۔

حررہ واجابہ خاکپا رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۱۲ شعبان ۱۳۰۰ھ ہجری

سوال ۷۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ ایک عورت مدعی ہے کہ ...شادی کے مجمع میں تمام برادری کھانا کھا رہی تھی، اس نے کہا کہ میں فریادی پنچوں کے پاس آئی ...کہ میرا شوہر بہت تکلیف دیتا ہے۔

میرے شوہر اور برادر شوہر خدا بخش نے جب مجھ کو دیکھا تو خدا بخش نے میرے شوہر ...سے کہا کہ " اس کو طلاق دے دے " اس نے بموجب کہنے اپنے بھائی خدا بخش کے تین ...مرتبہ کہا کہ " میں نے تجھ کو چھوڑ دیا اور طلاق دی اور تو میرے کام کی نہیں ہے، فارگی طلاق

---

[۱] شامی، کتاب الطلاق، باب فی الکنایات، ج ۲، ص ۶۹۴ -

[۲] ...یضاً ، ، ، ، ، ، ،

کی ہوجاوے" اور شوہر اس کا انکاری ہے کہ میں نے اس کو طلاق نہیں دی۔

اس شادی کے مجمع کے لوگوں سے ہردو فریق کے گواہ پیش ہوئے، البتہ

مدعیہ شہادت دیتے ہیں کہ ہمارے روبرو عورت مدعیہ پنچوں سے شکایت تکلیف

کی یعنی اپنے شوہر کی خدابخش برادر مدعا علیہ نے کہا" اس کو طلا

بلکہ بعض گواہ یہ کہتے ہیں کہ خدابخش نے مدعا علیہ کے شوہر کے دو تین مکے مارے کہ

دے دے۔ اس کے کہنے کے بموجب مدعا علیہ نے تین چار مرتبہ اپنی عورت کو کہ

نے تجھ کو طلاق دی۔

اور دس بارہ گواہ مدعا علیہ کے کہتے ہیں کہ ہم نے طلاق کا دینا نہیں سنا

میں از روئے احکام شرع شریف کیا حکم ہے، آیا طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر طلاق ہو

قسم کی طلاق ہوئی؟ رجعت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مسئولہ گواہ مدعیہ کے درباب طلاق دینے کے مقبول ہیں اور طلاق مغلظ

ہوگئی جیسا کہ کلام الٰہی اور احادیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے، اور گواہ

غیر مقبول ہیں کذا فی کتب الفقہ۔

حررہ واجابہ خاکِ رہ محمد مسعود نقشبندی

۲۳ رجب المرجب ۱۳۰۱ھ ہجری المقد

سوال ۷۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے ائمہ دین ہمارے، کیا حکم ہے اس باب میں کہ باہم زوجہ اور زوج کے

میں نزاع لفظی پیش آئی، زوجہ اپنی ساس (کے) پاس برابر کے مکان میں چلی گئی، زوج

ساس زوجہ نے کہا کہ "میری بہو بیٹے میرے پاس رہے گی"۔ زوج کہ علم سے بہرہ

اپنی جاہلیت سے حالت غصہ وطیش میں یہ کہہ بیٹھا کہ "اگر اس مکان مسکونہ سے کسی

رکھے تو تین طلاق ہیں"۔

اس گفتگو میں مخاطب والدہ زوج تھی اور زوجہ علیحدہ ایک جانب بیٹھی تھی، ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ عورت پر عدت واجب آئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت تحریر ہذا کوئی وجہ وقوع طلاق کی نہیں پائی جاتی کیونکہ شرائط ایقاع طلاق بصورت مسئولہ مفقود ہیں اور فقط کہنے لفظ طلاق سے طلاق واقع نہیں ہوتی ھکذا فی کتب الفقہ۔

حررہ واجابہ محمد مسعود نقشبندی
۲۱ جمادی الاولی ۱۲۹۸ھ ہجری

دار د امید شفاعت ز محمد یعقوب ۱۲۸۷	حسبی اللہ الرحیم فہو مسعود محمد ۱۲۷۹

جواب سوال مذکور کا یہ ہے کہ قول زوج کا "اگر اس مکان مسکونہ سے کسی طرح کا تعلق رکھے تو اس کو طلاق ہیں" (انتہیٰ) صریح تعلیق تین طلاق ہیں لیکن ———— اس قول "کسی طرح کا تعلق رکھے" ابہام ہے، پس دریافت کیا جاوے زوج سے کہ تمہاری مراد اپنی زوجہ ہے یا کوئی اور؟ پس اگر مراد زوجہ رکھی ہے تو تین طلاق مغلظہ واقع ہو جاویں گے بسبب موجود ہو جانے شرط تعلیق کے، قال فی البزازیۃ[1]:-

قال لہا لا تخرجی من الدار الا باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لا یقع لعدم ذکر حلف بطلاقہا ویحتمل الحلف بطلاق غیرہا فالقول لہ انتہیٰ[1] ومثلہ فی الخانیۃ وقال فی البحر لو قال طالق فقیل لہ من عنیت فقال امرأتی طلقت امرأتہ انتہیٰ[2] ھکذا فی الشامی شرح در المختار[3] مع زائد

---

[1] ... بزازیہ،
[2] البحر الرائق، باب الطلاق الصریح، ج ۳، ص ۲۷۳۔

فی تائیدہ۔

واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

۱۲۸۵ھ
ہست
ورد وجہاں
محمد شاہ

جواب مجیب ثانی کا صحیح اور درست ہے مگر یہ بات ہے کہ اس کے استف
ضرورت نہیں کیونکہ قرائن کے وقت بیان کی ضرورت نہیں ہوتی، دیکھو کنایات میں جو بغیر نیت
نہیں کرتے باوجودیکہ دلالت ـــــــــــ نیت طلاق ہوجاتی ہے وفی

لو قال امرأة طالق او قال طلقت امرأة ثلاثا
وقال لم أعن امرأتي يصدق و يفهم منه انه
لو لم يقل ذلك تطلق امرأته لان العادة ان
من له امرأة انما يحلف بطلاقها لا بطلاق
غيرها كذا في الشامي [1]

پس یہ تصریح ہے اگر کوئی شخص یوں کہے کہ عورت کو طلاق اور خطاب
طلاق واقع ہوجاتی ہے لدلالۃ العادۃ اور صورت مسؤلہ میں ظاہر ہے
تعلیق اپنی زوجہ کی ہے نہ کہ کسی ہمسایہ کی عورت کی، پس جب شرط پائی گئی تو طلاقیں
واقع ہوگئیں کما لا یخفی علی من ادنی مسکۃ فی العلم اور جواب مجیب
کا بالکل غلط ہے۔

حررہ ابو محمد عبد الحق عفی عنہ

محمد عبد اللہ

بیشک صورت مذکورہ میں طلاقیں ہوگئیں اور حاجت استفسار نہیں خود قر
ہے تعلیق زوجہ پر۔ واللہ اعلم بالصواب

---

[1] شامی، کتاب الطلاق، باب الصریح، ج ۲، ص ۴۳۰۔

حررہ محمد عبد اللہ عفی عنہ

۱۲۹۶ غلام محمد	۱۲۹۸ محمد چراغ شاہ

بتوفیقہ تعالےٰ معلوم کرنا چاہئے کہ شرط وقوع طلاق کی یہ ہے کہ لفظ طلاق کے ساتھ اضافت زوجہ کی طرف قصداً ہو۔

ولکن لابد فی وقوعہ قضاء و دیانۃ من قصد اضافۃ لفظ الطلاق الیہا عالما بمعناہ ولم یصرفہ الی ما یحتملہ انتہی ما فی الشامی ویشترط لقصدھا بالخطاب لہ (طحاوی)

پس اگر لفظ طلاق کے ساتھ اضافت نہ ہوگی تو طلاق نہیں پڑنے کی اگرچہ شبہ اور کی صورت ہو جیسا کہ اس صورت میں :۔

ولو قالت طلقنی فضربہا وقال الیک طلاق لا یقع ولو قال ــــــ طلاق یقع لہ (عالمگیریۃ)

اب غور کرو کہ صورت ہٰذا میں لفظ طلاق کے ساتھ زوجہ کی طرف اضافت نہ کی فقط "الیک" طلاق واقع نہیں ہوئی باوجودیکہ قرینہ اضافت کا کلمہ طلقنی سے پایا جاتا ہے پس بہباز منوّرا قول شخص ثانی کا کیونکہ قرائن میں بیان کی ضرورت نہیں ہوتی آخر تک، اور ثابت ہوگیا کہ درباب اضافت طلاق قرائن کا اعتبار نہیں ہوتا جیسا کہ کہا ہے فتح القدیر میں :۔

ولابد من القصد بالخطاب بلفظ الطلاق عالما بمعناہ او النسبۃ الیہا لہ انتہی۔

یعنی اگر زوج نے وقت تلفظ انت طالق کے قصد اضافت اپنی عورت کی طرف

لہ شامی، کتاب الطلاق، باب الصریح، ج ۲، ص ۴۳۱ -

لہ طحاوی، کتاب الطلاق، باب الصریح، ج ۲، ص ۱۱۲ -

لہ عالمگیری۔

لہ فتح القدیر، کتاب الطلاق، باب ایقاع الطلاق، ج ۳، ص ۳۵۱ -

کیا، طلاق واقع نہ ہوگی باوجودیکہ اضافت ظاہر موجود ہے :-

ولو کرر مسائل الطلاق بحضرة زوجته ویقول

انت طالق ولا ینوی طلاقاً [1] انتہی ما فی فتح القدیر

اور تیسری مثال غور کرو :-

انه امرأة طلبت الطلاق من زوجها فقال لها "طلاق

بردار ورفتی" لا یقع ویکون ھٰذا تفویض الطلاق الیها و ان

نوی یقع و لو قال لها "طلاق خود بردار ورفتی" یقع بدون

النیة [2] (عالمگیری)

دیکھو اس صورت میں باوجودیکہ مرتبہ کے بلا قصد طلاق واقع نہ ہوئی

ساتھ اگر گیا قول معترض کا اور معاون معترض کا اور وہ یہ ہے کہ بس یہ تصریح

یوں کہے کہ عورت کو طلاق اور خطاب نہ کرے، طلاق آجاتی ہے بدلالۃ

یہ کہنا بعض الناس کا کہ بلا خطاب یا بلا اشارۃ، طلاق ہوجاتی ہے، غلط ہے

نہ بکتب الحنفیۃ اور جو کہ مسئلہ سے معترض نکلی ہے اس میں

ہے وہ لفظ امرأۃ کا ہے کیونکہ لفظ امرأۃ کا اضافت میں سے ہے :-

قولہ لترکہ الاضافۃ ای المعنویۃ فانها

والخطاب من الاضافۃ المعنویۃ وکذا الاشارۃ

نحو ھٰذہ طالق وکذا نحو امرأتی طالق انتہی ما

فی الشامی [3]

مگر چونکہ لفظ "امرأۃ" کا محتمل عورت غیر کو ہے اس لئے نیت

نہ ہوئی کیونکہ قرینہ محتمل میں ہوتا ہے نہ کہ غیر لفظ یا لفظ غیر محتمل میں، برخلاف صورت

کہ اس میں لفظ طلاق ساتھ اضافت کے قصداً ذکر نہیں فقط یہ کہا کہ "تین طلاق

---

[1] فتح القدیر، کتاب الطلاق، باب ایقاع الطلاق، ج ٣، ص ٣٥١ -

[2] عالمگیری، " " فصل ٧، ج ١، ص ٣٨٢ - (بالالفاظ الفارسیہ)

[3] شامی " " باب الصریح، ج ٢، ص ٤٢٩ -

قیاس مع الفارق ہے صورت بحر یہ صورت مسئولہ کو قیاس کرنا -------- ولا الجہل کا ہے
البتہ اگر صورت مسئولہ میں اضافت مبہم قصداً مذکور ہوتی تو قیاس صورت بحر یہ پر کرنا درست ہوتا او
نیت کا بھی اعتبار ہوتا : ھٰذا الاصل ولا تکن من الجاھلین وان من قبل
نسیت -

والحاصل ان اذا قصد بسبب عالما بان

سببہ رتب الشرع حکمہ علیہ ارادہ او لم یردہ

الا ان اراد ما یحتملہ واما ان ---------

فیثبت الحکم علیہ شرعا وھو غیر راض بحکم

اللفظ --------- [۱]

پس جب کہ لفظ اضافت کا قصداً کہا ہی نہیں، تو حکم اوپر کی طرف ہوگا -------
کیونکہ قرائن کے وقت بیان کی ضرورت نہیں ہوتی ------------ معانی ہوتے
بسبب قرائن کے ترجیح ایک معنی کو ہو جاتی ہے -

اس صورت مسئولہ میں کون لفظ محتمل دو معانی کو ہے؟ آیا لفظ "تین" کا یا لفظ "طلاق"
کیونکہ زوج نے لفظ "تین" طلاق میں کہا ہے پس کیونکہ اضافت کو اس جگہ سے ایجاد کیا،
یہ ایجاد فقیر ہوا! دیکھو درمختار کو :-

ان خرجت یقع الطلاق او لا تخرجی الا باذنی

طلقت بالطلاق ---- لم یقع لترکہ الاضافۃ

الیہا (درمختار) [۲]

صورت ہذا میں باوجود قرینہ اضافت کا جو کہ شرط میں ہے، موجود ہے پھر بھی بجہت
عدم ہونے اضافت کے ساتھ لفظ طلاق کے، طلاق واقع نہ ہوئی اور جو کہ معترض اول نے
روایت بزازیہ کو در باب نیت سند پکڑی ہے یہ سند پکڑی ہے اور عدم ----- کتب
معتبرہ پر دلالت کرتی ہے کہ باوجود ترجیح ہونے شرح کے اوپر حاشیہ کے روایت
حاشیہ کے غیر معتبر ہے کیونکہ روایت صاحب بزازیہ کی مخالف ہے روایت فتح القدیر کو اور

---

[۱] ...

[۲] درمختار، کتاب الطلاق، باب الصریح، ج ۱، ص ۲۱۸ -

جامع الصغیر کو چنانچہ عنقریب آئے گی، اور دلیل پکڑی صاحب ردالمحتار کے ساتھ بحر کی ------:

لو قال طالق فقیل لہ من عنیت فقال امرأتی

طلقت [1]

اور اسے ------ کرنا :-

ویلزم کون الاضافۃ صریحۃ کلامہ غیر صریح

ولا یعتقد علیہ [2]

کے خلاف تحقیق محققین ماہرین بالفقہ کے ہے چنانچہ نقل سے ثابت کیا گیا ہے کہ لفظ "طلاق" کے قصد اً شرع شرط ایقاع طلاق کی ہے، سوا اس کے، نظر کرو فتح القدیر

وفی الحاوی معزیا الی الجامع الاصغر ان

اسدا سئل عمن اراد ان یقول زینب طالق فجری

علی لسانہ عمرۃ طالق ایتہا یقع الطلاق فقال فی

القضاء تطلق التی سماہا وفیما بینہ بین اللہ

تعالی لا تطلق واحدۃ منہما اما التی سماہا فلانہ

لم یردہا واما غیرہا فلانہا لو طلقت بمجرد النیۃ

فہذا اصرحہ انتہی مافیہ [3]

اس روایت فتح القدیر سے یہ ثابت ہوا کہ مجرد نیت کا بالکل اعتبار نہیں، جب تک صریح نہ ہو ورنہ زینب کو طلاق ہوجاتی کیونکہ نیت زینب کی طلاق کی تھی، اس پر طلاق ثابت ہوا کہ روایت بحر کی بمجرد طلاق کے بحالت نیت طلاق ہوجاتی ہے، قابل اعتبار

لا یخفی علی من لہ ادنی نظر فی الفقہ۔

جبکہ مقیس علیہ صاحب بزازیہ کا پائے اعتبار سے ساقط ہوا قول صاحب

---

[1]

[2]

[3] فتح القدیر، کتاب الطلاق، باب ایقاع الطلاق، ج ۳، ص ۳۵۲ -

ویلزم کون الاضافۃ صریحۃ فی کلامہ کا معلوم ہوا اور سند پکڑنی روایت بزازیہ درست نہ ہوئی اور نہ مجرد نیت کا اعتبار الخ کیونکہ نیت کا اعتبار اس جگہ ہوتا ہے جس جگہ بات مبہم ہوتی ہے اور صورت مسئولہ میں (نیت) کا ذکر بھی نہیں پس نیت کی خبر ترک کرو، المذکورہ کو اور نظر کرو جامع الصغیر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ پر :-

قال محمد عن یعقوب عن ابی حنیفۃ رحمہم اللہ تعالیٰ وان قال لہا انت طالق ان شئت فقالت قد شئت ان شئت قال قد شئت ینوی الطلاق لم یقع الا ان یقول مجیبا لہا قد شئت طلاقک فیقع حینئذ انتہیٰ [2]

اس روایت سے رد ہوگئی تحریر ہر دو معترض کی، معترض ثانی اس کی وجہ سے کہ باوجود نیت کے نیت کا اعتبار نہ ہوا اور بدون اضافت صریحہ کے ساتھ لفظ طلاق کے، طلاق واقع نہ ہوئی۔

اور وجہ تردید معترض اول کی یہ ہے کہ تقدیر کلام کی اس طرح ہوتی :-

انت طالق ان شئت طلاقک فقالت قد شئت طلاقی ان شئت طلاقی فقال الزوج قد شئت یعنی طلاقک

کہ نیت طلاق کی بھی ہے اور قرینہ بھی، طلاق واقع نہ ہوئی تاوقتیکہ قد شئت طلاقک کہے چنانچہ صدر شہید کہتا ہے :-

ولو قالت قد شئت ان شئت فقال الزوج مجیبا لہا قد شئت ینوی الطلاق لا یقع الطلاق الا ان یقول الزوج شئت طلاقک یکون ھذا ایقاعا

---

[1] شامی، کتاب الطلاق، باب الصریح، ج ۲، ص ۴۲۹۔
[2] الجامع الصغیر، کتاب الطلاق، باب المشیئۃ، ص ۵۲، ۵۳۔

ابتداء فیقم انتہٰی لہ

حررہ واجابہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی
بتاریخ یکم جمادی الثانیہ ۱۲۹۸ھ ہجری
بقلم ابوالمنصور فضل

سوال ۷۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ زید نے نکاح
چنانچہ بعد نکاح ثانی چند عرصہ بعد زوجہ زید نے یہ بات مشہور کی کہ میرا شوہر نامرد ہے
پر قادر نہیں ہو سکتا حالانکہ زید مذکور کی زوجہ اولیٰ سے اولاد باقی ہے اور وہ اولاد
ہے۔ شریعت میں اس امر میں کیا حکم ہے اور زید اپنی مردیت کا اقرار بھی کرتا ہے
کی مردیت کا اقرار اور ثبوت اولاد سے ہے فقط
دیگر یہ بات ہے کہ زید کی زوجہ زید مذکور سے علیحدگی چاہتی ہے، اس میں کیا حکم

الجواب

زید کی اولاد زوجۂ اول سے ہونی زوجۂ ثانیہ کے حق میں مردیت پر دلالت نہیں
نہ زوجہ ثانیہ کے حق میں مردیت پر حجت ہو سکتی ہے۔ زوجہ ثانیہ سے صحبت یعنی وطی نہ
بلاشک اس کے حق میں وہ نامرد ہے اور مجرد اقرار کرنا زید کا مردیت پر عند الشرع معتبر
کیونکہ شرع میں نامرد اس کو کہتے ہیں جو کہ اپنی عورت کے فرج میں جماع نہ کر سکے اگرچہ
عورت سے جماع کر سکے اور جو باکرہ سے جماع نہ کر سکے اور ثیبہ سے کر سکے وہ بھی
نامرد ہے، درمختار میں ہے نامرد شرعاً :-

من لا یقدر علی جماع فرج زوجتہ [2]

اور شامی میں لکھا ہے کہ زوجہ کی قید سے وہ شخص خارج ہو گیا جو کہ غیر سے وطی کر سکتا

---

[1]

[2] درمختار، کتاب الطلاق، باب العنین، ج ۱، ص ۲۵۳ -

اپنی عورت سے نہیں کرسکتا :-

واخرج ایضا ما لو قدر علی جماع غیرها دونها

او علی الثیب دون البکر (شامی) [1]

اور دوسری جائے شامی میں ہے :-

فهو عنین فی حق من لا یصل الیها لفوات

المقصود فی حقها انتهیٰ [2]

پس نامردیت زید کی حسب شرائط شرع ثابت کی جاوے گی۔ چونکہ زوجہ زید
[illegible]ب ہے اور مدعیہ نامردیت زوج اپنی کی ہے لہٰذا ایک عورت دائی عادلہ اور بہتر ہے کہ دو عورت
[illegible] سے عورت کو دکھلاویں اور اپنے ایمان سے اس کا حال بیان کریں، اگر دونوں نے
[illegible] عورت ثیبہ سے ہے اس حالت میں کہنا زید کا قسم کے ساتھ معتبر ہوگا :-

فان قلن انها ثیب فالقول قوله مع یمینه

انه وصل الیها کذا فی السراج الوهاج [3]

اور اگر دو عورتوں نے کہا کہ یہ عورت باکرہ پس قول عورت کا بلا قسم معتبر ہوگا :-

وان قلن هی بکر فالقول قولها بلا یمین [4] (عالمگیری)

پس بعد اس کے حاکم وقت یا جن کو طرفین منصف قرار دیں، مرد کو ایک سال شمسی کامل
[illegible]ت واسطے علاج کے مقرر کریں اور اس برس کے اندر ایام مرض مرد اور عورت کے محسوب
[illegible] گے، جس قدر مرض کے دن ہوں گے اسی قدر زیادہ ایک برس پر حاکم مقرر کرے گا اور
[illegible]ح ایام حج کرنے مرد کے اور غائب ہونے کے محسوب نہ ہوں گے اور ان ایام برس میں
عورت اور مرد کو تنہا مکان میں کہ کوئی امر مخل وطی کا نہ ہو شرعی ہو سوا روزہ اور ایام حیض کے
[illegible] حیا عورات دیگر ان کا ہو، جمع رہنا لازم ہے۔

بعد گزرنے ایک سال کے اگر عورت نے پھر دعویٰ کیا کہ خاوند نے جماع نہیں کیا،

---

[1] شامی، کتاب الطلاق، باب العنین، ج ۲، ص ۵۹۳ -

[2] شامی،

[3] عالمگیری، کتاب الطلاق، باب ۱۲، ج ۱، ص ۵۲۲ -

[4] ایضاً

. . . .

حاکم یا منصف پھر دوبارہ دو عورت سے عورت کو دکھلا دیں، اگر دونوں نے کہا کہ عورت
ہے، اس صورت میں قول مرد کا ساتھ قسم کے معتبر ہوگا اور عورت کا اختیار جاتا رہے
انھوں نے کہا کہ یہ بکر ہے یا مرد نے انکار وطی سے کیا۔ اس صورت میں حاکم عورت کو
اگر عورت نے مرد کو اختیار کیا پس عورت کا اختیار فرقت کا باطل ہو جائے گا اور اگر فرقت
اس حالت میں حاکم مرد سے کہے کہ اس کو طلاق دے، اگر طلاق دے دے فبہا ورنہ
حکم طلاق کا کرے، طلاق بائن ہو جائے گی اور مرد کو تمام وکمال مہر دینا آئیگا اور عورت
بالاجماع۔

اور معلوم رہے کہ مدت ایک سال کی مقرر کرنے کا حاکم یا منصف کو منصب ہے
ان کے جو مقرر کرے گا اس مدت کا عند الشرع اعتبار نہ ہوگا ھکذا فی العالمگیری
حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی
۱۳ رجمادی الاولی ۱۳۰۲ ہجری

سوال ۷۷

ایک شخص نے تحریر کر دی کہ "اگر میں نان ونفقہ نہ دوں تو میری زوجہ کو اختیار ہے
نفقہ نہیں دیا، آیا اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مذکورہ اگرچہ لفظ "اختیار" بحالت ذکر طلاق موجب وقوع طلاق کا
شرط کے ہے ولیکن قید مجلس کی شرط ہے یعنی فی الفور بوقت موجودگی شرط طلاق کو
اگر تبدل مجلس کے ساتھ قیام یا کلام اجنبی وغیرہما کے ہوا اس صورت میں اختیار جاتا رہے

واذا قال لامرأته اختاری ینوی بذلک الطلاق
او قال لہا طلقی نفسک فلہا ان تطلق نفسہا ما
دامت فی مجلسہا ذلک فان قامت منہ او اخذت
فی عمل آخر خرج الامر من یدھا ..... ویبطل خیارہا بمجرد القیام

لہ ہدایہ، کتاب الطلاق، باب تفویض الطلاق، ج ۲، ص ۳۵۶۔

لفظ اختیار مطلق میں نیت طلاق کی شرط ہے ولیکن چونکہ طلب طلاق میں اختیار کا لفظ واقع ہوا ہے
اس لئے نیت کی حاجت نہیں رہی :-

اما فی حالۃ الغضب او المذاکرۃ فلا یصدق
قضاء فی انہ لم ینو الطلاق لانہما تمحض للجواب
(شامی) ؎

پس جو کہ صورت سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ مجلس اختیار گزر گئی اس لئے بصورت مسئولہ
طلاق واقع نہ ہوئی اور تحریر کا اعتبار نہیں ہے تا وقتیکہ شخص مذکور نے اپنی زبان سے یہ کلمہ
مندرجۃ السوال کہے ہوں اور اگر زبان سے نہیں کہے اور فقط یہی کہا کہ لکھ لو اور اس کو سنایا
نہیں یا وقت سنانے کے قبول نہیں کیا، ان حالتوں میں طلاق واقع نہ ہوگی اگرچہ عورت نے اختیار
کر لیا ہو کما فی کتب الفقہ۔

حررہ واجابہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۱۰ شعبان ۱۳۰۳ھ ہجری

سوال ۷۵

چہ فرمایند علماء دین متین و مفتیان شرع مبین کہ زید از بنت عمرو مسماۃ ہندہ نکاح کردہ و
نمود کہ بعد از یک ماہ یا دو ماہ از مسکن خود کہ بفاصلہ در صد کروہ است آمدہ زوجہ خود را از
خانہ والدین او وداع کنانیدہ ہمراہ خود خواہد برد، مدت دو سال می گزارد کہ زید مذکور از مسکن
خویش نہ نمودہ و صدائے از جانب او برنخاست حالانکہ عمرو بار بار تقاضائے آمدن بہ زید
برائے زوجہ او نمود و زید تا حال لیت ولعل نمود و از قسم نان نفقہ و پارچہ ہیچ امدادے نہ نمود
بدیں صورت مذکورہ بالا بعد گزشتن یک ماہ یا دو ماہ کہ موعودہ حق نان نفقہ زوجہ مسماۃ ہندہ
مذکورہ مسطور واجب است یا نہ؟ فقط۔

الجواب

اگر زوجہ بالغہ باشد بشرط مطالبہ وے نفقہ بر زید واجب است والا نہ، اگرچہ بخانہ

؎ رد المحتار :

والدین باشد یا شوہر شب زفاف شدہ باشد یا نہ :-

المرأة اذا کانت صغیرة مثلها لا توطأ ولا تصلح للجماع فلا نفقة لها عندنا حتی تصیر الی الحالة التی تطیق الجماع سواء کانت فی بیت الزوج او فی بیت الاب ھکذا فی المحیط والکبیرة اذا طلبت النفقة وھی لاتزف الی بیت الزوج فلها ذلک انتھی ما فی العالمگیریة۔ [1]

حررہ ۲ رشعبان ۱۲۹۹ھ ہجری

سوال ۷۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرح متین کہ ایک مکان میں زید ربع سے شریک اپنے بھائی عمرو کا تھا اور وہ حصہ منقسم بھی نہیں ہوا تھا کہ زید نے اپنا ربع حصہ اپنی عوض نان نفقہ کے ہبہ کہہ کر ہبہ کیا کہ جس طرح اس کی آمدنی کرائے میں سے میں تجھ کو بابت نان نفقہ وغیرہ کے دیتا تھا اب بطور خود آمدنی اپنی جائداد موہوبہ سے مع اپنی اولاد بسر کر دا اور اب مجھ سے کسی طرح کا مطالبہ بابت نان نفقہ وغیرہ کے باقی نہیں رہا۔ نے بمضمون مصرح بالا بطیب خاطر قبول ومنظور کیا اور اس مضمون کا ایک ہبہ نامہ بھی سر خط اس مکان کا واسطے قبضے کے بشراکت نام عمرو اپنی زوجہ کے نام کا لکھوایا۔ پس چند سوال ہیں :-

۱۔ اول یہ کہ آیا یہ ہبہ مشاع ہبہ بالعوض نان نفقہ کے جائز و درست ہے یا

۲۔ دوسرے یہ ہبہ جو بعوض نان نفقہ ہے حین حیات بہ البقاء نکاح زوجہ تک موہوبہ الیہا مالک مستقل ہو گئی ؟

۳۔ تیسرے یہ کہ ایسے ہبہ کا رجوع بھی ہو سکتا ہے یا نہیں اور رجوع کے لئے کوئی میعاد معین ہے یا نہیں ؟

---

[1] فتاوٰے عالمگیری ، کتاب الطلاق ، باب ۱۷ ، ج ۱ ، ص ۵۴۵ -

اور جو تھے بعد مرنے موہوبہ یہ جائداد صرف شوہر پر منتقل ہوگی یا جملہ ورثا میں۔
پانچویں" وغیرہ" کا لفظ جو شوہر نے لکھا ہے، اس سے شوہر دین مہر سے بھی بری ہوگیا۔
چھٹے جو سرخط اپنی زوجہ کے نام بشراکت نام عمر و لکھدیا ہے، اس سے قبضہ ثابت ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

واضح ہو ہبہ عوض کا دو قسم پر ہوتا ہے :-
ایک ہبہ ساتھ شرط عوض کے جو کہ حرف " علی " کے ساتھ ہوتا ہے وہ ابتدا میں ہبہ ہوتا ہے اور انتہا میں حکم بیع کا رکھتا ہے اور اس قسم میں قبض اندر مجلس کے شرط ہے اور شیوع اس قسم ہبہ کو باطل کرتا ہے :-

واذ وھب بشرط العوض اعتبر التقابض فی المجلس من العوضین ویبطل بالشیوع (ھدایۃ) [1]

اور دوسرا ہبہ بدلہ عوض کے ہوتا ہے ساتھ حرف " بار " کے تمثیل پر واقع ہوتی ہے۔ یہ قسم ابتدا و انتہا میں حکم بیع کا رکھتی ہے چنانچہ کفایہ حاشیہ ہدایہ میں لکھا ہے :-

ذکر الامام المحبوبی فی الجامع الصغیر ھذا الذی ذکرہ فیما اذا ذکر بکلمۃ علی واما لو ذکرہ بحرف الباء بانی قد وھبت لک ھذا العبد بثوبک ھذا او بالف درھم وقبلہ الاخر یکون بیعا ابتداء وانتہاء بالاجماع انتہی ما فیہ [2]

اسی طرح در مختار میں لکھا ہے :-

واذا وقعت الھبۃ بشرط العوض المعین

---

[1] ہدایہ، کتاب الہبۃ، باب ما یصح رجوعہ الخ، ج ۳، ص ۲۷۳۔
[2] کفایۃ، شرح ہدایۃ، کتاب الہبۃ، باب الرجوع فی الہبۃ، ج ۷، ص ۵۰۹۔

فهو هبة ابتداء فيشترط التقابض فی العوض
ویبطل بالشیوع بیع انتهاء فترد بالعیب خیار
الرؤیة وتوخذ بالشفعة هٰذا اذا قال وهبتك
علی ان تعوضنی کذا اما لو قال وهبتك بکذا فهو
بیع ابتداء وانتهاء انتهی مافیه۔ ؎۱

اور ہبہ نامہ کو جو دیکھا گیا تو اس میں عوض بر حرف "بار" کا لکھا ہے یعنی بعوض
وغیرہ ہبہ کیا، پس ثابت ہوا کہ یہ من وجہ ہبہ نامہ اول و آخر حکم بیع میں ہے بشرط عوض
جبکہ ہبہ مذکورۃ السوال اول و آخر حکم بیع میں ہوا تو اس میں قبضہ شرط نہ ہوا اور شیوع
ہوگا اور وہ مکان ملکیت زوجہ میں ہوگا :۔

فیثبت لکل منهما الملك فی حقه ولا یمنع
من التسلیم ولا یشترط قبض ولا یضر شیوع
(طحطاوی) ؎۲

جبکہ یہ امر محقق ہوا کہ یہ مندرجہ سوال حکم بیع میں ہے پس جواب

۱۔ سوال اول کا یہ ہے کہ ہبہ بالعوض نان نفقہ کے بعد قبول زوجہ کے جائز
ہے :۔

ولو قال الرجل لأخر وهبت منك هٰذا العبد
بالف درهم وقال الأخر قبلت صح البیع کذا فی
الخلاصة (فتاویٰ عالمگیری) ؎۳

اور چونکہ نان نفقہ زوجہ کا ذمہ پر زوج کے ہوتا ہے اور جو ذمہ ہو اس کے
درست ہے :۔

واذا قال الدائن جعلت لك هٰذا ابدیه

؎۱ درمختار، کتاب الهبة، باب الرجوع فی الهبة، ج ۲، ص ۱۶۴۔
؎۲ طحطاوی،
؎۳ عالمگیری، کتاب البیوع، باب ۲، ج ۳، ص ۴۔

كان بيعا وهو الصحيح[1] (عالمگیری)

اور بیع اپنے حصے کی مکان سے جائز ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے :-

واجمعوا على ان لو باع سهما من

عشرة اسهم من هٰذه الدار ان يجوز[2]

دوسری جگہ لکھا ہے :-

رجل قال بعت منك نصيبي من هٰذه

الدار هٰكذا جاز[3]

اور جواب سوال دوم یہ ہے کہ موہوبہ مالک مستقل ہوگی جیسا کہ روایت طحطاوی سے ثابت ہے جو کہ گذری۔

اور جواب سوال سوم کا یہ ہے کہ زوجیت مانع رجوع ہبہ کو ہے اگرچہ بعد ہبہ کے انقطاع زوجیت کا کسی وجہ سے ہو جاوے :-

واذا وهب احد الزوجين لصاحبه لا يرجع

في الهبة وان انقطع النكاح بينهما[4] (عالمگیری)

دوسرے عوض بھی مانع رجوع کو ہے و منها العوض كذا في البدائع ولیکن ملکیت زوجہ کی ہوگیا تو رجوع کجا؟

اور جواب سوال چہارم کا یہ ہے کہ جب مکان ملکیت زوجہ کی ہوگیا پس بعد انتقال کے ورثار بقدر حصص شریعت مستحق لینے کے ہوں گے۔

جواب سوال پنجم کا یہ ہے" وغیرہ "کہنے سے خاوند مہر سے بری نہیں ہو سکتا۔" وغیرہ" سے مراد دوسرے اخراجات خانہ داری کے ہیں اور مہر ایک علیحدہ دین مستقل ہے، ضمن نہیں ہے اور اگرچہ سرخط سے قبضہ متصور ہوتا ہے مگر بصورت مسئولہ مشاع میں قبضہ

---

[1] عالمگیری، کتاب البیوع، باب ۲، ج ۳، ص ۲۰۔

[2] ایضاً۔

[3] ایضاً۔

[4] ایضاً۔ کتاب الہبۃ، باب ۵، ج ۴، ص ۳۸۶۔

نہیں ہوسکتا مشاع مانع قبضہ کو ہے تاوقتیکہ تقسیم نہ ہوا ور حد ود علیحدہ نہ کئے ہوں اور ...
متحقق نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب و الیہ المرجع والمآب

حررہ واجابہ خاک رہ محمد مسعود نقشبندی
۴ر شعبان ۳۱۱ہجری

سوال ۷۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ زید نے فاطمہ سے نکاح ...
روپیہ معجل کے، بعد ایک ماہ کے زید نے ایک عورت بازاری فاحشہ کے یہاں رہنا شروع ...
چند روز کے اس کو گھر میں ڈال لیا، نہیں معلوم کہ نکاح کیا یا نہ کیا اور اس سے اولاد ...
سات برس سے فاطمہ کو نان نفقہ نہیں دیتا، اپنے باپ کے یہاں وہ بیٹھی ہے۔ زید ...
کہتے ہیں وہ کہتا ہے کہ اس عورت بازاری کے ساتھ رہ، نان نفقہ لے۔

اس میں فاطمہ کو طرح طرح کے اندیشے ہیں اور زید اکثر لوگوں کے سامنے کہتا ...
فاطمہ کو طلاق دے دوں گا۔ اکثر زید سے کہتے ہیں کہ مکان علیحدہ لے رکھ، یہ نہیں ...
صورت میں فاطمہ اول مہر چاہتی ہے، بعدہ نان نفقہ۔ اس میں جو شرع کے موافق ...

الجواب

اگر مہر معجل ہے تو عورت کو پہنچتا ہے کہ بلا ادا مہر اس کے گھر میں نہ جاوے ...
نفقہ خاوند سے لے لیوے اگرچہ اپنے باپ کے گھر میں ہو:۔

لها منعه حتى تقبضه ولها النفقة بعد
المنع[1] (در مختار) وكذا لو امتنعت من النفقة الى
بيته فلها النفقة وكذا فى الدر المختار[2]

---

[1] در مختار :
[2] ایضاً :

اور خاوند کو لازمی ہے کہ اپنی زوجہ کو علیحدہ گھر میں بلا شرکت عورت بازاری کے حسب
حیثیت زوجہ رکھے اور اگر عورت بازاری کے پاس رہنا نہیں چاہتی ہے تو منز رہے، الگ رہے
نفقہ خاوند کو دینا آئے گا کیونکہ اس صورت میں ناشزہ قرار نہ دی جائے گی :-

وکذا تجب لها السکنی فی بیت خال عن اهله
واهلها (در مختار) ؎

جب کہ اہل خاوند سے گھر خالی ہو تو زن فاحشہ سے بالاولیٰ خالی ہونا چاہئے۔

واللہ اعلم بالصواب
حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی

سوال ۷۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین رحمہم اللہ اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی زوجہ
[illegible] باپ اور بھائی اور تین لڑکے بعمر بیس وسات وچار سال کے چھوڑ کے فوت ہوگیا۔ اس میت کے
باپ اور بھائی نے اس کی زوجہ سے لڑکوں کو چھین لیا ہے تو اس صورت میں مسماۃ مذکورہ نان و
نفقہ ودین مہر کس ترکہ سے طلب کرے؟ اور لڑکوں کا مالک کون ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مسئولہ نان ونفقہ پلے لینے کی تو مستحق نہیں ہے البتہ اپنے مہر اور آٹھواں حصہ
[illegible] شوہر سے لینے کی مستحق ہے اور چار سالہ لڑکے کی پرورش ماں کو پہنچتی ہے اور اس کا نان و
نفقہ مال نابالغ یا مال دادا سے ملے گا۔

واللہ اعلم بالصواب
حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۱۰ ذیقعدہ ۱۳۰۲ھ ہجری

سوال ۷۹

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ زید نے مسماۃ خالدہ کے ساتھ نکاح کیا مگر

؎ در مختار :

وداع نہیں ہوئی، بابت ادائے مہر کے کبین نامہ میں یہ الفاظ لکھے گئے :-

" بعوض ہفت صدروپیہ کہ نصف آں سہ صد و پنجاہ روپیہ سکہ مع
الوقت عند الطلب کہ واجب الادا را ندر عقد در آورد "

اب ورثائے مسماۃ نصف مہر قبل از وداع طلب کرتے ہیں، آیا شرعاً ان کو یہ نصف مہر
یا نہیں ؟ اللہ تعالےٰ جزائے خیر دے جواب دینے والوں کو، فقط -

الجواب

مسماۃ یا ولی صغیرہ کو نصف مہر پہلے وداع کے طلب کرنا پہنچتا ہے اور
ہے کہ تا وصول مہر معجلہ وقت عقد نکاح یا عرفی، اگر تعیین نہیں ہوا ہو، خانہ زید میں
اور باقی امورات میں مانع ہوں :-

و لہا منعہ الوطئ و دواعیہ رشرح مجمع
السفر بہا ولو بعد وطئ وخلوۃ رضیتہما لان کل وطئ
معقود علیہا فتسلیم البعض لا یوجب تسلیم الباقی
لاخذ ما بین تعجیلہ من المہر کلہ او بعضہ او اخذ
قدر ما یعجل لمثلہا عرفا بہ یفتی لان المعروف
کالمشروط (در مختار)[1]

قولہ اخذ قدر ما یعجل لمثلہا عرفا ای ان لم یبین
تعجیلہ او تعجیل بعضہ فلہا المنع لاخذ ما یعجل
لہا منہ عرفا (شامی)[2]

وکذا الولی الصغیرۃ المنع المذکور حتی یقبض
مہرہا وتسلیمہا نفسہا غیر صحیح فلہ استردادہا و
لیس لغیر الاب والجد تسلیمہا قبل قبض المہر من

---

[1] در مختار، کتاب النکاح، باب المہر، ج ا، ص ۲۰۲ -

[2] شامی، " " " ، ج ا، ص ۳۵۸ -

ولایۃ قبضہ فان سلمہا فہو فاسد واشار الی انہ لا یحل لہ وطئہا علی کرہ منہا ان کان امتناعہا لطلب المہر عندہ وعندہما یحل (کما فی المحیط) (بحر)

وینبغی تقیید الخلاف بما اذا کان وطئہا اولا برضاھا اما اذا لم یطأھا و لم یحل بہا فلا یحل اتفاقا (نہر) انتہی ما فی رد المحتار[1]

صورت مسئولہ میں بالاتفاق اختیار منع کار کھتے ہیں کہ اس میں خلوۃ اور وطی متحقق نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

المرقوم ۶ شعبان ۱۲۹۹ھ ہجری

سوال ۸۰

چہ فرمایند علمائے دین متین اندریں کہ مسماۃ کریمہ کا نکاح عرصہ ۴۶ سال سے زید کے ساتھ ہے اور عرصہ ۳۱ سال کا ہوا کہ مسماۃ مذکورہ بلا اجازت خاوند بخانہ والدین چلی گئی بلکہ اب ۔۔۔۔۔ نشوز دعوی بابت مہر معجل عدالت انگریزی میں کیا اور وہ سپرد منصفان شرعی ہوا۔ پس یہ رجوع دعوی بپیش قاضی حاکم شرعاً جائز ہے یا نہیں یعنی بوقت صحابہ یا تابعین یا تبع تابعین یا فقہاء حنفیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین یہ صورت وقوع میں آئی اور فقہاء نے قبول و جائز رکھا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

دعوی مہر معجل کا جس وقت چاہے عورت کرے گی، مستحق ہے اور حاکم شرع پر لازم ہے کہ بعد ثبوت دلا دیوے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے وآتوا النساء صدقتہن نحلۃ[2]

---

[1] شامی، کتاب النکاح، باب المہر، ج ۲، ص ۳۵۸۔

[2] سورۃ النساء، آیت ۴۔

(دوم عورتوں کو مہر ان کے خوش ہو کر)۔
اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خطاب ازواج کی طرف مطلق کیا ہے
قبل از طلاق ہو یا بعد از طلاق، اور جبکہ تعجیل کل مہر کی یا بعض کی کہی گئی تو لازم ہو
کما فی القرآن :-
واوفوا بالعہد ان العہد کان مسئولا[1]
اور صحابہ کے وقت رواج تھا کہ بعض مہر سے دے دیتے تھے جیسا کہ مرقاۃ میں ہے
وذلک لان العادۃ عندھم کان تعجیل بعض
المہر قبل الدخول[2] وھکذا فی الشامی۔
اور در مختار میں لکھا ہے کہ :-
وتطالب ایا شارت[3]
اور طلب کرے مہر کو جیسے چاہے خاوند سے یا ولی خاوند سے اگر ضامن ہو
اور خانہ والدین میں رہنا واسطے طلب مہر معجل کے نشوز نہیں ہے، عورت کو مجاز ہے
تمام و کامل مہر معجل نہ لیوے، وطی اور خلوت اور سفر وغیرہ میں سے مانع آوے
تک برضائے خود صحبت داری خاوند میں رہی ہو :-
ولہا منعہ من الوطیٔ ودواعیہ والسفر بہا
ولو بعد وطیٔ وخلوۃ رضیتہما[4] (در مختار)
اور اس صورت میں تا وقت ادائے مہر معجل خاوند کو نفقہ زوج دینا آوے گا اگر
خانہ والدین میں ہو اور خاوند کے گھر نہ جاوے :-
وکذا لو امتنعت من النقلۃ الی بیتہ فلہا
النفقۃ[5] (شامی) وھکذا فی الدر المختار۔

---

[1] سورۃ الاسراء، آیت ۳۴۔
[2] مرقاۃ، کتاب النکاح، باب الصداق، ج ۶، ص ۲۴۲۔
[3] در مختار، " ، " ، باب المہر، ج ۱، ص ۲۰۲۔
[4] ایضاً، " ، " ، " ، " ، "
[5] شامی، " ، " ، " ، ج ۲، ص ۳۵۹۔

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی
١٢ر رمضان ١٣٠٠ھ ہجری

سوال ٨١

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین درباب اس امر کے کہ مسماۃ ہندہ کا
ہمراہ خالد جس کی عمر تخمیناً ۴۰ برس کی ہے، ہوا اور ۳۶ روپیہ کا مہر معجل یعنی عند الطلب
ہوا، بعد نکاح کے مسماۃ تخمیناً ۳ مہینے تک شوہر کے ساتھ رہی، بعد ازاں بوجہ نااتفاقی
ہندہ اپنے رشتہ داران والدین کے گھر آگئی اور مہر مقررہ اپنا شوہر سے طلب کرتی ہے
جانب سے یہ عذر ہے کہ زر مہر نامرد کے ذمے واجب نہیں ہے کیونکہ شوہر مذکور
ہے، خلوت صحیح نہیں ہوئی، بغیر ہونے خلوت صحیح کے مہر واجب الادا نہیں ہوتا بحسب
ئے شرع شریف ایسے عذر شوہر سے مسماۃ کا زر مہر واجب ہے یا کیا؟

الجواب

شوہر اگرچہ نامرد ہے ولیکن اگر خلوت صحیحہ یعنی اجتماع عورت اور مرد کا تنہا مکان میں
نع طبعیہ و شرعیہ کے ہوا ہے تمام و کمال مہر شوہر پر واجب الادا ہے اور عدت عورت
ے، اور اگر خلوت صحیحہ نہیں ہوئی ہے اور بدوں خلوت صحیحہ کے طلاق یا فسخ نکاح ہوا
ورت میں نصف مہر دینا آئے گا اور عدت عورت پر نہ آئے گی:

ولها المهر كاملا و عليها العدة بالاجماع ان
كان الزوج قد خلا بها و ان لم يخل بها فلا عدة
عليها و لها نصف المهر ان كان سمى لها (عالمگیری)

واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی
١٤ر ربیع الاول ١٣٠٢ھ ہجری

ی عالمگیری

سوال ۸۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ مسما
ایام غدر میں لٹ گیا، گواہان مہر بھی مرگئے اور کوئی مسماۃ قبیلہ والدین سے بھی
اور زوج ہندہ کا فوت ہوگیا اور ورثہ کلام کرتے ہیں اس طور پر کہ احتمال ہے ک
مہر وصول کرلیا ہو اور مہر پچیس ہزار روپے کا قرار پایا تھا اور کہتے ہیں کہ شاید
ہو بلکہ کم ہو اور ورثہ کے پاس بھی ان احتمالات کی سند نہیں۔

پس بموجب شرع شریف مہر ہندہ کا قیاس دیگر مستورات شہر پر ہو سکتا
جب کہ فقہاء نے درباب مہر مثل کے بحسب اتفاق اوصاف مذکورہ فی الکتب
ہے۔ بہرکیف درصورت مذکورہ بالا کے مہر کامل یا کم مقررہ سے پہنچ سکتا ہے

بینوا توجروا

الجواب

واضح ہو کہ اس شہر دہلی میں عرف قدیم یہی رہا ہے خصوصاً قبل ایام غدر کہ مس
وصول نہیں کرتی تھیں بلکہ پیش ایام غدر وصول کرنا مہر کا معیوب جانتی تھیں اور عرف
کے ہوتا ہے کما فی الاشباہ والحموی:

والمعروف عرفا کالمشروط شرعا انتہیٰ [1]

پس حسب قاعدہ ہذا کے احتمال وصول مہر کا ساقط الاعتبار ہے اور یہ اختلاف
ہزار ہے یا کم، اس مقدار سے ہے۔ اس صورت میں قول ورثہ زوج کا ساقط ہیں
وان مات الزوج ووقع الاختلاف بین الورثۃ فی مقدار المہ
فالقول قول ورثۃ الزوج [2] (عالمگیری)

---

[1] اشباہ، القاعدۃ السادسۃ، المبحث الثالث، ص ۹۹ -

[2] عالمگیری، کتاب النکاح، باب المہر، فصل ۱۲، ج ۱، ص ۳۲۱ -

اور بحالت نہ ہونے قبیلہ والد کے مہر مثل دیگر قبیلہ اجانب پر کہ مثل قبیلہ باپ کے ہو،
ہے :-

فان لم یوجد فمن الاجانب من قبیلۃ ھی
مثل قبیلۃ ابیہا کذا فی التبیین (عالمگیری[1])
فان لم یوجد من قبیلۃ ابیہا فمن الاجانب ای
فمن قبیلۃ تماثل قبیلۃ ابیہا فان لم یوجد
فالقول للزوج فی ذٰلک بیمینہ[2] (در مختار)

پس بموجب عرف اور عادت اس دیار کے احتمال وصول مہر کا ساقط اور مہر مثل اوپر
ت اجانب کے کہ مثل قوم باپ کے ہوں، مقرر کر کے دلوایا جائے اور اگر مہر مثل
ت اجانب کے بھی متحقق نہ ہو، اس حالت میں درباب تعین مہر قول ورثہ زوج کا قسم کے
مقبول ہوگا، واللہ اعلم بالصواب، فقط -

حررہ واجابہ خاکپا رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۴ھ ہجری

سوال ۸۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ زید حالت مرض
میں اپنی زوجہ حاملہ سے درہم برہم ہوا، میاں بی بی میں لڑائی رہی، زید نے غصہ میں آکر
حمل تیرا مجھ سے نہیں بلکہ عمرو سے ہے" اور اسی یعنی زوجہ حاملہ نے کہا "نہیں یہ
سے ہے" بعد چند ایام کے زید نے اپنی زوجہ حاملہ کو تین طلاقیں دیں، ہر ایک شخص
ور چند آدمیوں کے زید سے کہا "یہ تم نے کیا ستم کیا کہ عمرو کی نسبت اتہام یعنی تہمت زنا
وہ شخص ایسا نہیں ہے" زید نے کہا "بھائی مجھ سے قصور ہوا، غصہ میں یہ کلمہ میری
سے نکل گیا، میں خوب جانتا ہوں کہ عمرو آدمی نیک ہے"

---

[1] عالمگیری،
[2] در مختار، کتاب النکاح، باب المہر، ج ۱، ص ۲۰۲ -

زید نے اول انکار حمل کیا اور نسبت زنا کی طرف اپنی زوجہ کے عمرو سے کی
نفس کیا۔ ازاں بعد ایام عدت میں زید مر گیا۔ پس بموجب شرع شریف کے نسب حمل کا
سے ثابت ہوا یا نہیں اور مال متروکہ زید میں سے حصہ حمل کا چاہیئے یا نہیں؟

بینوا توجروا۔ فقط

الجواب

واضح ہو کہ بصورت مسئولہ انکار کرنا زید کا حمل زوجہ سے عند الشرع معتبر نہیں
حمل مسئولہ کا زید سے ثابت ہے:-

لثبوت النسب ثلث مراتب احدها النکاح
الصحیح و ما هو فی معناه من النکاح الفاسد و
به انه یثبت النسب من غیر دعوة و لا ینتفی
بمجرد النفی و انما ینتفی باللعان فان کان
ممن لا یعان بینهما لا ینتفی نسب الولد کذا فی
المحیط۔[1]

پس جبکہ نسب حمل کا ثابت ہوا، بالضرور مال متروکہ زید میں سے حصہ حمل کا
اور جو زید ایام عدت میں مر گیا ہے لہذا عورت مطلقہ کو بھی حصہ وراثت سے ہے
کتب الفقہ۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ واجابہ خاک رہ محمد مسعود نقشبندی
۲۶ جمادی الاولی ۱۳۰۲ ھجری

سوال ۸۴

کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین اس صورت مسئولہ میں:

۱- عورت اگر والدین کے گھر میں ہوے اور خاوند اس کا اپنے گھر بلاوے

---

[1] محیط سرخسی

اس کے روکیں، آیا اب عورت کے اوپر خاوند کا کہنا ماننا چاہئے یا والدین کا ؟
اگر عورت خاوند کے گھر میں ہے اور والدین اس کے بلادیں تو بغیر اجازت خاوند کے جانا درست ہے یا نہیں ؟
اور اگر عورت خلاف شرع بہت سے کام کرتی ہے چنانچہ باریک کپڑا پہننا اور راگ سننا اور محلے میں ہمسایوں کے گھروں میں پھرنا، خاوند اس کی ممانعت کرتا ہے، وہ باز نہ آوے تو خاوند کے واسطے کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مسئولہ اگر روکنا والدین کا بالعوض مہر معجل یا بالعذر شرعی نہیں ہے تو کہنا او رام خاوند کا مقدم ہے ورنہ نافرمان خاوند کی ہوگی جس میں نفقہ پانے کی مستحق نہیں ہے اور موجب گناہ کے ہے۔
بغیر اجازت خاوند کے والدین کے گھر میں جانا درست نہیں ہے اور اگر بلا اذن خاوند کے جائے گی تو تا وقت واپسی فرشتے اس پر لعنت کرتے رہیں گے۔

ومن حقه ان لا تخرج من بيته الا باذنه فان فعلت لعنتها الملئكة حتى ترجع الى بيتها [1]

(جیسا کہ مجالس الابرار میں ہے گا)
اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں ایک عورت کو الٹے لٹکے ہوئے دیکھا [جو] عورت بلا اذن خاوند کے چلی جاتی تھی (یہ بھی مجالس میں لکھا ہے) ولیکن خاوند کو جائز ہے کہ ہفتہ [میں ایک] بار دن کو اجازت واسطے زیارت والدین کی، اگر نیک ہوں، دے دیا کرے یا ایک ماہ میں [اور] عورت کو اس میں زبردستی نہیں پہنچتی۔

يجوز للزوج ان ياذن لها بالخروج الى سبعة مواضع زيارة الوالدين وعيادتهما وتعزيتهما او احدهما [2] (مجالس)

اور جس عورت میں عادت خلاف شرع اور بدعت کی ہو اس کو اول آہستہ سے منع کرے

---

[1] مجالس الابرار، المجلس الثامن والتسعون، ص ۵٦۷۔
[2] ایضاً ، ، ص ۵٦۲۔

اور اعتقادات اہل سنت وجماعت کے سکھائے، اگر نہ مانے تو اس پر خفا ہو
کو سوتے وقت پیٹھ پھیر کے سوئے یا اس سے علیحدہ ہوئے تین شبیں ولیکن
بھی نہ مانے تو اس کو ہلکا ماریں کہ خون نہ نکلے اور زخم نہ آوے اور ہڈی شکستہ
اور منہ پر نہ مارے، اگر اس پر بھی نہ مانے تو چاہے طلاق دے دیوے
طلاق نہ دیوے، طلاق دینی واجب نہیں ہے کما فی الحدیث۔
رہے، خاوند گناہ سے بری رہے گا اور عورت پر دو گناہ رہیں گے، ایک
کا اور دوسرا گناہ نافرمانی خاوند کا ھذا کلہ فی مجالس الابرار[1]۔ و
بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی
۲۵ جمادی الثانیہ ۱۳۰۰ ہجری

سوال ۸۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ :۔

۱۔ زید کو اپنی عورت کا دودھ پینا درست ہے یا نہیں ؟

۲۔ لڑکوں کی جو دودھ پینے کی مدت مقرر ہے اس مدت سے اگر تجاوز کیا تو اب
میں پینا دودھ کا حرام ہے یا حلال ؟

۳۔ اکثر یہ قاعدہ ہے کہ جب بچہ فوت ہو جاتا ہے تو اس کی ماں کے دودھ کی
ہوتی ہے اور اس کثرت کے باعث سے اس کو نہایت تکلیف ہوتی ہے
حالت میں اس کو کیا کرنا چاہیے ؟ آیا اس دودھ کو نکال دے یا کسی غیر کے
یا اپنے شوہر کو پلا دے۔ الغرض اس کی رفع تکلیف کی صورت تحریر کی جاوے

۴۔ اگر کوئی شخص حالت شہوت میں اپنی زوجہ سمجھ کر بیٹی کے سر کے بالوں کو ہاتھ لگا
تو اس کا کیا حکم ہے بینوا و توجروا۔

الجواب

۱۔ زید کو اپنی عورت کا دودھ پینا درست نہیں ہے اور اگر اتفاقاً بعد مدت رضاعت

---

[1] مجالس الابرار، المجلس الثامن والثمنون، ص ۵۶۳۔

تو حرمت ثابت نہ ہو گی۔

بعد گزارنے میعاد رضاعت کے لڑکوں کو دودھ پلانا حرام لکھا ہے :-

ولم يبح الارضاع بعد مدته لانه جزء آدمی والانتفاع به لغير ضرورة حرام على الصحيح [1] (در مختار)

وقت کثرت شیر کے گرم پانی سے پستانوں کو دھارنا چاہئے یا شیشہ لگا کے شیر کو اتارنا چاہئے ماسوا اس کے اور تراکیب ہیں کہ مستعمل ہیں اور کسی کو پلانا نہ چاہیئے کہ منع ہے نہ خاوند کو اور کسی طفل زیادہ دو نیم سالہ کو اور کم از دو سالہ ہو تو مضائقہ نہیں مگر اذن خاوند کا شرط ہے۔

بصورت سوال بال اس لڑکی کے اس شخص پر ہمیشہ تک حرام ہو جائیں گے مگر چوٹی کے بال نہ چھوئے ہوں اور اگر چوٹی کو چھوا ہو گا تو حرمت ثابت نہ ہو گی :-

واصل ممسوسة بشهوة ولو بشعر على الرأس بحائل لا يمنع الحرارة [2] (در مختار)

لباس ڈھیلے پر قید حائل کے غیر معتبر ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

١٨ رمضان ٢٩٧ھ ہجری

سوال ٨٦

: ایک عورت روٹی پکا رہی ہے بچہ اس کا دودھ پی رہا ہے، دودھ کی بوند آٹے میں گر پڑی، خاوند اس کا وہ روٹی کھا دے یا نہیں ؟

: ایک وقت میں مرد گھر میں نہیں ہے گا، گائے یا بکری وغیرہ جانور مسلمان کا مرا جاتا ہے، عورت حیض والی و غیر حیض والی موجود عورت کا ذبیحہ جانور درست ہے یا نہیں ؟

: میاں بیوی ہم بستر ہوئے، خاوند بجوش شہوت کے چھاتی بیوی کا منہ میں لی اور دودھ منہ میں خوب چلا گیا، چوسنا دودھ کا حرام ہے یا حلال ؟

---

[1] در مختار، کتاب النکاح، باب الارضاع، ج ١، ص ٢١٢ -

[2] ایضاً ، ، باب فی المحرمات، ج ١، ص ١٨٨ -

چہارم: ایک شخص کے ہاں کام خراب کثرت سے ہوتا ہے اور سود بھی کھاتا ہے
بھی کرتا ہے، ایسے شخص کے گھر کی دعوت کھانا درست ہے یا نہیں؟ تحر

الجواب

جواب سوال اول: روٹی مسو کہ کھانا درست ہے:-

واذا اختلط اللبن بالطعام فان كانت النار
قد مست اللبن و انضجت الطعام حتى تغير
فلا يحرم له (عالمگیری)

جواب سوال دوم: ذبیحہ عورت حیض والی کا جائز ہے کما فی الحدیث۔

جواب سوال سوم: جو سنا دودھ کا حرام ہے:-

ولم يبح الارضاع بعد مدته لانه جزء آدمی
والانتفاع لغيره و ترة حرام له (در مختار)

جواب سوال چہارم: جو شخص سود کھاتا ہے اور سب حرام (کرتا ہے) اس کی دعوت
کرنی منع ہے کما فی الحدیث و الفقہ۔

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی
۲۰ رجب المرجب ۱۳۰۱ ہجری

سوال ۸۷

اس امر کا جواب مجھے ملنا چاہیے کہ جب عورت شوہر سے برخلاف بدچلن ہو جائے
فسق و فجور میں رہے اور طفل سے بے رحمی کے ساتھ پیش آوے بلکہ طفل کے خوف
ہو تو کیا طفل شوہر کو مل سکتا ہے، آیا فی الفور یا بعد ہفت سال کے بحوالہ حدیث شریف
کا جواب مجھ کو ملنا چاہیے۔

له فتاوے عالمگیری:

ٹ در مختار، کتاب النکاح، باب الارضاع، ج ۱، ص ۲۱۲۔

الجواب

بصورت مسئولہ حق ماں کا بہ سبب فسق و فجور کے درباب پرورش ولد صغیر ساقط ہوگیا کیونکہ حق مادر کا درباب پرورش بجہت شفقت مادری کے ہے اور جبکہ بے رحمی ظاہر ہوئی بلاشبہ حق جاتا رہا اور خوف ہے کہ اس صحبت میں ولد صغیر بھی ابتر ہو جاوے جیسا کہ در مختار میں ہے :-

الحضانة تثبت للام ولو بعد الفرقة الا ان تكون مرتدة او فاجرة فجورا يضيع الولد به كزنا وغناء وسرقة ونياحة كما في البحر والنهر بحثا قال المصنف والذي يظهر العمل باطلاقهم كما هو مذهب الشافعي ان الفاسقة بترك الصلوٰة لاحضانة لها او غير مامونة ذكره في المجتبى بان تخرج كل وقت وتترك الولد ضائعا انتهى [1]

اور ایسا ہی حدیث سے ثابت ہوتا ہے :-

عن عمرو بن شعيب ....

فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انت احق به مالم تنكحي [2] (رواه احمد وابوداؤد)

حدیث ہذا صریح سے ثابت ہے کہ مادر کا حق پرورش کا جب تک رکھتے ہیں کہ نکاح غیر محرم سے نہ کرے اور اگر بعد طلاق کے نکاح غیر محرم سے کرے گی تو حق ساقط ہو جاوے گا بعلت اس کے کہ شفقت مادری جاتی رہے گی، پس معلوم ہوا کہ علت حق پرورش شفقت ہے اور ظاہر ہے کہ بحالت فسق و فجور شفقت کہاں؟ پس حق پرورش بھی ساقط ہوگیا، فقط واللہ اعلم بالصواب

خاکِ رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۶ ربیع الاول ۱۳۰۳ھ ہجری

---

[1] در مختار کتاب الطلاق، باب الحضانۃ، ج ۱، ص ۲۶۴۔

[2] مشکوٰۃ : کتاب النکاح، باب بلوغ الصغیر الخ، فصل ثانی

سوال ۸۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں استفسار کہ مابین پسر زید اور دختر عمرو کے
۱۷ سال قرار یافتہ تھی اور اس عرصہ مزید میں زید کی جانب سے داد و دہش از نقد و لباس
زیور وغیرہ برابر جاری رہا اور کسی قدر جنس نقدی سے عمرو کی جانب سے لڑکے زید کو آئی۔
اب عمرو نے اپنی لڑکی کا نکاح بدوں اطلاع زید اور جاپر کر دیا ہے اور وہ مال
مذکور کہ جانب زید سے عمرو کو پہنچا تھا، واپس نہ کیا، اور قوم عمرو زید میں یہ عرف قرار
کہ جب لڑکے والا اپنے لڑکے کا نکاح اور جا بغیر منگنی کرنا چاہے تو ضرور وہ اسباب
والوں کی طرف سے لڑکی کے ورثا کو پہنچا تھا، واپس کرتا ہے، بعد کو نکاح اور جا
لئے کہ جو مال لڑکے والوں کی طرف سے ورثا لڑکی والوں کو جاتا ہے، وہ امانتاً
بالفرض اگر اس میں تلف ہو جاتا ہے تو عین النکاح اور وداع کے دینا پڑتا ہے اور
کی طرف سے جو لڑکے کے پاس آتا ہے اس کا ذکر نہ وقت نکاح نہ وقت وداع
وہ محض تبرع اور زیادتی رغبت و رضا اور خوش کرنے لڑکے کو دیا جاتا ہے، امانت سمجھ
اب زید اگر دعوے کرے کہ میرا مال جو عمرو کے پاس پہنچا ہے اور منگنی جاتی رہی، اب
ملے سو عند الشرع مطابق عرف قوم زید و عمرو مل سکتا ہے یا نہ؟ بینوا توجروا

الجواب

بصورت مسئولہ واضح ہو کہ سوال میں مستفتی مال مرسولہ از جانب دولہا بطرف
لکھتا ہے حالانکہ امانت ثابت نہیں ہوتا کیونکہ مال امانت کا بحالت تلف واپس نہیں
اور خود لکھتا ہے کہ اگر کچھ اس میں سے تلف ہو جاتا ہے تو عین النکاح اور وداع کے
ہے کہ خلاف حکم امانت کے ہے پس اگر واقعی عرف اس قوم میں امانت شمار کیا جاتا
موجودگی مال واپس کرنا ہر دو فریق کو اپنا اپنا دیا ہوا آوے گا کیونکہ امر نہیں ہو سکتا کہ
امانت متصور ہو اور دوسرے فریق کا امانت نہ ہو، اور اگر یہ لین دین بطور عادیت کے
صورت میں اگر لڑکے والا پھیرے گا تو لڑکی والا بھی مستحق واپس لینے عوض کا ہے۔

ولو عوضت ثم ادعاه عارية فلها ان تسترد

العوض من جنسہ ^١ (زیلعی)

پس دراصل صورت مسئولہ میں لین دین ہدیہ ہے کہ جس میں رجوع کرنا ہر ایک فریق کو
ہے:۔

خطب بنت رجل وبعث الیہا اشیاء ولم یزوجہا ابوہا فما بعث للمہر یسترد عینہ قائما فقط و ان تغیر بالاستعمال او قیمتہ ہالکا لانہ معاوضۃ ولم تتم فجاز الاسترداد وکذا یسترد ما بعث ہدیۃ وہو دون الہالک والمستہلک (درمختار) ^٢

اور ایسا ہی پھیرنا آتا ہے لڑکی والے کو کہ اپنی شے دی ہوئی واپس کرلے کیونکہ عوض ہے:۔

لو بعث ابوہا من مالہ فلہ الرجوع لو قائما او الا فلا (شامی) ^٣

پس ثابت ہوا کہ لڑکے والے اپنی اشیاء دی ہوئی واپس کرلیں اور لڑکی والے اپنی [دی] ہوئی واپس کرلیں خواہ نقد ہو یا مال اسباب ہو ہٰکذا حکم الشرع۔

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۲۹ رشوال ۱۳۰۳ ہجری

سوال ۸۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین:

کہ مسماۃ ہندہ بحیات اپنے شوہر اور اس کے والدین کے اور اپنی ماں اور تین بھائیوں اور دو بہن کے دو دختر اپنی صغیر سن شیرخوار چھوڑ کر وفات پاگئی تو اس صورت میں دختران کس کی ولایت میں رہنی چاہییں؟

دوسرے جو زیور کہ ہندہ کے شوہر نے ہندہ کو پہننے کو دے رکھا تھا، اب وہ کس

---

١ [در]مختار، کتاب النکاح، باب المہر، ج ١، ص ۲۰۳ -

٢ ایضاً ، ، ، ، ، ، ، -

٣ شامی ، ، ، ، ج ٢، ص ۳۶۴ -

کی ملک سمجھا جاوے اور جو زیور وغیرہ اور کپڑے مسماۃ ہندہ کے جہیز کے
کا مالک اب کون ہے ؟

۳- تیسرے ہندہ کے ترکہ ورثہ میں جو روپیہ اور مکان اس کے باپ کے رشتہ
داران سے ہندہ کو پہنچا تھا اس کا اب کون مالک ہو سکتا ہے ؟

الجواب

بصورت مسئولہ

۱- ولایت پرورش صغیرہ نابالغہ کی نانی صغیرہ کو ہے اور ولایت حفاظت مال
صغیرہ کے باپ صغیرہ کو ہے اور صرف نان و پوشیدنی صغیرہ کا اس کے مال
سے ہے ورنہ باپ کے ذمہ ہے۔

۲- اور جو زیور کہ ہندہ کو اس کے شوہر نے واسطے پہننے کے بعد از شب زفاف
رکھا تھا وہ ملک شوہر کی ہے بشرطیکہ ہبہ نہ کردیا ہو اور جو زیور وغیرہ کہ جہیز
کے آیا ہے اور جو جیز تھا وہ از جانب شوہر قبل از شب زفاف آیا ہے یہ سب
سب ملک ہندہ متوفیہ کا تھا بعد وفات کے مالک اس کے وارث ہیں

۳- اور جو روپیہ یا مکان کہ ہندہ کو باپ کے رشتہ داران سے پہنچا تھا وہ ملک
تھا بعد وفات کے ملک اس کے ورثا اور حصص وارثین کے ہیں۔

باب ۴

معاملات

(بین المسلمین)

مسئلہ

زوج	ام	بنت	بنت	اخ	اخ	اخ	اخت
۳	۲	۴	۴	ــــ	ــــ	ــــ	ــــ

بعد تقدیم ما تقدم کے کل مال ہندہ متوفیہ کا ۱۳ سہام پر تقسیم کر کے اس میں
کو اور ۲ سہام مادر کو اور ۴،۴ سہام ہر ایک دختر کو دینے چاہئیں۔ فقط واللہ علم
حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود
۹ ار رمضان المبارک

سوال ۹۰

خیراتی خاں مورث اعلیٰ دو گاؤں سالم یعنی چالیس بسوہ کا بذات خود مالک
اس نے ایک زوجہ اور دو پسر وارث چھوڑے :۔
۱۔ بجو خاں بڑا بیٹا لاولد فوت ہوا۔
۲۔ مسمی خالق داد خاں (برادر خورد)
۳۔ مسماۃ عنایت خاتون (والدہ)
وارث ہوئے۔ بعد اس کے خالق داد خاں بھی مرگیا۔ خالق داد خاں نے دو پسر
۱۔ ایک مسمی اللہ داد خاں
۲۔ اور دوسرا رازق داد خاں
۳۔ ومساۃ عنایت خاتون (والدہ)
وارث چھوڑیں۔ ۴۔ نیز ایک زوجہ اپنی
بعدہ رازق داد خاں بعمر ۴ سال کے فوت ہوا، اس نے ایک بھائی
خاں کی پہلی منکوحہ سے ہے اور یہ مساۃ اپنے شوہر یعنی خالق داد خاں کے روبرو فوت
اور ایک والدہ اپنی حفیظ بیگم ومساۃ عنایت خاتون (جدہ) وارث چھوڑی۔ اب
(زوجہ خالق داد خاں) اپنے حصہ شوہری وپسری کی خواستگار ہے۔
بروئے فرائض شرعی مساۃ حفیظ بیگم کو کس قدر حصہ ترکہ شوہری اور
ترکہ پسری سے پہنچے گا اور زوجہ بجو خاں (پسر کلاں) بعد وفات اپنے شوہر

کے حصہ شرعی پاچکی، بعد منہائے اس کے حصے کے خاص جائداد مذکورہ بالا سے کس قدر حصہ شوہر اور پسر اس کے سے مسماۃ حفیظ بیگم کو پہنچے گا، اس کا ارشاد ہو۔ فقط

الجواب

۲۷۶۴۸

مسئلہ ۱۲ خیراتی

زوجہ	ابن	ابن
عنایت خاتون	ک	خالد داد خاں
۱/۲		۷
۲۲		۸۴
۱۱۵		
۳۳		

مسئلہ ۱۲ بجوخاں

زوجہ	ام	اخ
ہدایۃ النسار	عنایت خاتون	خالق داد خاں
۳	۴	۵
۲۱	۲۸	۳۵
۰۸		
۳۰۲۴	۴۰۳۲	

۱۱۹ بیدہ

مسئلہ ۳ خالق داد خاں

ام	ابن	ابن	ام	اخ علاتی
عنایت خاتون	اللہ داد خاں	رازق داد خاں	حفیظ بیگم	اللہ داد خاں
۴	۱۷	۱۷	۱	۲
۸	۲۰۲۳	۲۰۲۳	۲۰۲۳	۴۰۴۶
۹۵۲	۶۰۶۹			
۲۸۵۶				

۲۷۶۴۸ — ۲۰ بسوہ

عنایت خاتون	ہدایۃ النسار	حفیظ بیگم	اللہ داد خاں
۱۰۰۰	۳۰۲۴	۴۱۶۵	۱۰۱۱۵
۱۴ بسوا سے	۴ بسوہ ۷ بسوا سے ۱۰ کچوا سے	۶ بسوہ ۱/۴ ۱۰ کچوا سے	۱۲ بسوہ ۱۲ بسوا سے ۳/۴ ۱۳ کچوا سے

بسوہ : ۲۰ بسواسیاں - یک بسواسی : ۲۰ کچواسیاں

بعد تقدیم ما تقدم کے حفیظ النساء کو ۲۰۲۳ سہام اپنے پسر کے حصے سے
سہام اپنے زوج کے حصے سے، کل ۴/۱۶۵ سہام (۶ بسوہ ۱۰ ۱/۴ کچواسیاں) ملیں گے
کو ۴۴۲۳۰۲ سہام، (۴ بسوہ، ۷ بسوانسے ۱۰٫۰ کچوانسے) اور عنایت خاتون کو ۴۴
(۴ بسوہ، ۱۹ بسوانسے، ۲ کچوانسے) اور اللہ داد خاں کو ۱۰۱۱۵ سہام ۱۴ بسوہ
۱۳ ۳/۴ کچوانسے) اور عنایت خاتون کا حصہ ۱۰۳۴۴ سہام متہا ہوں گے جو کہ یا
فی کتب الفرائض۔

حررہ واجابہ خاکپارہ محمد مسعود نقشبندی
۲۳ رجب سنہ ۱۳۰۰ ہجری

سوال ۹۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ ہندہ
اور عقب میں تین بیٹے اور ایک دختر شوہر سابقہ کے نطفے سے دوسری زوجہ کے
چھوڑے اور تین بھائی حقیقی اور ایک بہن حقیقی شوہر ثانی کی چھوڑی اور ترکہ ہندہ متو
شوہر سابق کی ملک سے ہے۔ اب یہ ترکہ ہندہ متوفیہ کا وارثان شوہر سابق کو ملنا چاہیے
شوہر ثانی کو اور اگر دونوں کو ملنا چاہیے تو کس حصص کے موجب تقسیم ہوگا؟

الجواب

واضح ہو کہ بصورت مسئولہ ترکہ ہندہ متوفیہ کا شوہر سابق کی کمائی کا ہبہ
ہو چکا ہے یعنی متوفیہ کے خاوند سابق نے ہبہ کردیا تھا، اس حالت میں
کا ہے، اس میں سے نہ اولاد اور اقربا شوہر سابق کو پہنچتا ہے اور نہ برادران
شوہر ثانی کو پہنچتا ہے بلکہ متوفیہ کے ورثہ کو پہنچتا ہے اور بحالت نہ ہونے کسی
کے مساکینوں کا حق ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ترکہ متوفیہ کو دے دلویں۔

اور اگر ترکہ متوفیہ کا عاریتہً ہے یعنی شوہر سابق نے عاریتہً واسطے استعمال
کو دیا تھا، اس صورت میں یہ ترکہ حق اولاد شوہر سابق کا ہے۔ ۸ حصے کرکے
ہر ایک بیٹے کو اور ایک حصہ دختر کو دینا چاہئے اور ایک حصہ زوجہ شوہر سابق

...چاہیئے ھٰکذا حکم الشرع۔ فقط

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی
المرقوم ۱۷ جمادی الاولی ۱۳۰۱ھ ہجری

سوال ۹۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلے کے مسماۃ پیا فوت ...ہوگئی اور مسمیان عبداللہ اور قادر علی اور نثار علی، مسمات قادری و عبادی اور پانچ برادر زادہ ...اور برادر زادیاں حقیقی اپنی چھوڑی ہیں۔ ترکہ مسماۃ متوفیہ کا مذکورہ بروئے شرع شریف پانچوں ...در باہم کیونکر تقسیم کریں بینوا توجروا۔

الجواب

...مسئلہ

بنت الاخ	بنت الاخ	ابن الاخ	ابن الاخ	ابن الاخ
عبادی	قادری	نثار علی	قادر علی	عبداللہ
م	م	۱	۱	۱

بعد تقسیم ما تقدم کے مال مابقی کو تین سہام پر تقسیم کر کے ایک ایک سہم برادر زادہ کو دینا ...ئے اور برادر زادیاں محروم الارث ہیں ھٰکذا حکم الشرع۔

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی
المرقوم ۲۰ جمادی الاولی ۱۳۰۱ھ ہجری
بقلم نور محمد

سوال ۹۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ زید کی دو بیوی اور ایک ...تھا اور ہر دو بیوی و لڑکا زید کی زندگی میں مرگئے اور اب عرصہ ۲۵ روز کا ہوا کہ زید بھی

بقضائے الٰہی مرگیا اور چھوڑ گیا وارثین میں سے ایک حقیقی بھائی اور دوسرے بھائی سوتیلے
بیویوں کا زر مہر اس کے ذمہ تھا، ادا نہیں کیا، آیا زر مہر وارثان عورت کو از روئے شرع
ترکہ زید سے پہنچتا ہے یا کہ نہیں؟ اور اگر شرع محمدی سے ترکہ زید کا پہنچتا ہے تو کس
پر تقسیم ہونا چاہیے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت راستی سائل اول بعد تقدیم ما تقدم کے مہر ہر دو زوجہ کا ہر دو زوجہ
ورثاء کو دینا چاہیے اور بعد ادائے مہر ہر دو زوجہ کے جو باقی رہے اس کو برادر حقیقی
کو دینا چاہیے ھٰکذا حکم الشرع۔

حررہ واجابہ خاکپا رہ محمد مسعود نقشبندی
۲۰ رجمادی الاولیٰ ۱۳۰۱ھ ہجری

سوال ۹۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلے کے جو کہ ہندہ
میں چند قطعہ مکانات زر خریدہ ہندہ کے ہیں، بعد مرجانے ہندہ کے زید شوہر ہندہ
مکانات خاص اپنے اقرار سے قبالہ جائداد متوفیہ بنام اولاد خود بحصہ مساوی
تقسیم کردی۔ ایک لڑکا زید و ہندہ کے روبرو مرگیا تھا، اس کی اولاد کے نام قبالہ
اور دو لڑکی کہ زوجہ زید باپ اپنی کے فوت ہوئی تھیں، اول کی اولاد کے نام
خفیہ دو فرزندان کے، اور جس قدر حصہ فرزندان کو جائداد مادری سے زید نے تقسیم
قدر پوتوں کو دیا۔ از روئے شرع شریف زید نے جو قبالے ملکیت ہندہ زوجہ اپنی
وہ جائز ہے یا نہیں؟

دوسرے حصہ بیٹوں اور پوتوں کو اور ایک حصہ دختر اپنی کو حصہ مساوی دیا
میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

در اصل بعد انتقال ہندہ کے جو ملکیت ہندہ کی تھی، وہ حق اولاد زندگان کا ہے

ولاد کہ قبل از مسماۃ ہندہ کے مرگئی۔ اس کی اولاد محروم رہی اور بیٹوں کی حیات میں پوتے
حروم الارث، پس تقسیم مذکور السوال اگر حسب رضامندی اولاد ہر دو فرزنداں جو کہ وقت
نتقال ہندہ کے زندہ تھے، ہوئی ہے۔ اس حالت میں یہ تقسیم جائز اور صحیح ہے ورنہ
لا رضامندی اولاد ہر دو فرزندگان کے یہ تقسیم مساوی حصص بہ نسبت نبیرگان، غیر جائز ہے،
یپ اس قسم کی تقسیم کا مجاز نہ تھا اور نہ صبیہ کو مساوی حصہ دینے کا مجاز تھا، پس یہ تقسیم باطل
ہے۔ فقط ھٰکذا حکم الشرع۔

حررہ واجابہ خاکِ رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی
المرقوم ۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۱ھ ہجری

سوال ۹۵

مورث اعلیٰ
نظام الدین

کریم الدین — مدد علی

...حسین — غلام حسن — عزت علی — خیرات علی — حمزہ علی (بحالت داشتن زوجہ لاولد فوت)

...حسین (روبرو حمزہ علی مرگیا) — بیگم — کرامت علی

...حسین (موجود) — صادق حسین (موجود) — دختر — دختر

...علی (روبرو حمزہ علی مرگیا) — علی حسن — لیسین علی (روبرو حمزہ علی مرگیا) — فیض الحسن (موجود)

عاشق حسین

...علی (موجود) — محمد اسحق (موجود) — شریف الحسن (موجود)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ مظفر حسین و محفوظ علی و علی حسن
کرامت علی روبرو حمزہ علی فوت ہوئے اور حمزہ علی روبروئے فیض الحسن و خیرات علی کے
پھر خیرات علی بلا گزاشتن اولاد ذکور، دو پوتیاں چھوڑ کر مر گیا اور حمزہ علی مرد مفلس
برس تک فیض الحسن نے حمزہ علی مع زوجہ خبر گیری نان نفقہ کی رکھی۔ مرور تخمیناً عرصہ
حمزہ علی نے اپنے مرنے سے پہلے روبروئے اہل محلہ فیض الحسن کو وصیت کردی کہ
ترکہ جدی مشترکہ اولاد جدی کا ہر طرح تو ہی مالک ہے۔ میں نے اپنا حصہ ترکہ جدی
تو مالک ہے اور از روئے پیمائش زمین میرے حصے کی بعد حاصل کرنے کاغذ
وقت مجھ کو خرچ کی تکلیف ہے، کچھ خرچ کی مدد کر دے اور بر تقدیر میں مر جاؤں تو
خراب نہ ہونے دینا، میرا تجہیز و تکفین اور فاتحہ و ختم مروجہ کر دینا چنانچہ فیض الحسن
اور روبروئے اہل محلہ دس روپے حمزہ علی کو مدد خرچ کے دئے اور کہا کہ اگر ضرورت
ہنوز نوبت پیمائش مکانات متروکہ حمزہ علی کی نہیں پہنچی تھی کہ قضا کار حمزہ علی بیمار ہوا اور
گیا، پانچ روپے بیماری میں بھی لئے اور مرنے سے چار پانچ روز پہلے حمزہ علی نے
کو اپنے پاس بلا کر مکرر یہ وصیت کی ہے کہ میں نے اپنا ترکہ مشترکہ تجھ کو دیا ہے اور
جانبری کی امید نہیں۔ دیکھو برائے خدا میری موت خراب نہ ہونے دینا، میرا تجہیز
فاتحہ و ختم، سب ادا کرا دینا۔ فیض الحسن نے مکرر تسلیم کر لیا کہ جس طرح تو کہتا ہے
چوتھے روز حمزہ علی جاں بحق ہو گیا۔ فیض الحسن نے روبروئے جملہ مردماں قوم اس کا تجہیز
فاتحہ و ختم و خرچ مستورات برادری تا چہلم معرفت اس کی زوجہ کے، کرا دیا اور اس
مشترکہ اولاد جدی پر قابض ہوا اور ترکہ خرچ سے کچھ زائد نہیں، قریب قریب سے
چار پانچ برس کے بعض ذوی العصبات اور اس کی زوجہ باغوائے مردم مفسدین
کے بابت ترکہ حمزہ علی دعوے کرتے ہیں، پس جبکہ متوفی اپنی حیات میں اپنا ترکہ دے گیا
میں شرع شریف کا کیا حکم ہے ذوی العصبات یا اس کی زوجہ مندرجہ شجرہ نسب پیشانی
ہیں یا نہیں؛ خصوصاً اولاد مظفر حسین و محفوظ علی و حسن علی و یٰسین علی، دختر عنایت علی،
کرامت علی جو روبروئے حمزہ علی مر گئی ہیں، حقدار ہو سکتی ہیں یا نہیں؟

الجواب

واضح ہو کہ بصورت مسئولہ وصیت حمزہ علی کی فیض الحسن کو تہائی مال میں بعد تجہیز و تکفین و ادائے دیون اور مہر زوجہ کے جاری ہوں گے۔ جو حصہ کہ حمزہ علی کا ہے اس میں سے اول تجہیز و تکفین بلازیادتی اور کمی کے خرچ کیا جاوے اور بعدہ اگر قرض ہے اور مہر زوجہ کا جس قدر ہے ادا کیا جاوے گا، بعد ادائے دین مہر کے جو باقی رہے اس کو تین حصے کر کے ایک حصہ فیض الحسن کو بابت وصیت کے دیا جاوے، بعدہ دو تہائی میں سے چوتھا حصہ اس کی زوجہ کا ہوگا اور باقی تین چوتھائی کو عصبات میں مساوی تقسیم کر لیں مگر جو عصبہ پہلے حمزہ علی کے مرگئی ہے جیسے مظفر حسین اور محفوظ علی وغیرہما ان کی اولاد کو کچھ نہیں ملے گا، جو کہ ایک درجہ میں ہیں ان کو ملیگا ہکذا فی کتب الفقہ۔

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۲۸ رجب المرجب ۱۳۰۱ ہجری المقدس

سوال ۹۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ دو بھائی مثلاً زید و عمرو نے باہم دو مکانوں کا کہ ایک کہنہ تھا اور ایک جدید، اس طرح یہ فیصلہ کیا بطور ثالثان کر۔۔۔ نے کہا کہ مجھ کو یہ مکان کہنہ منظور ہے، مجھ کو دوسرے مکان جدید سے کوئی دعویٰ نہیں ہے اور میری اولاد و دیگر وارث دعویٰ مکان جدید پر نہ کریں اور اس پر اس نے تمسک تحریر کیا۔ اب دونوں بھائی جنہوں نے یہ فیصلہ کرا تھا، مرگئے، جس کے حصے میں جدید آیا تھا اسکی یعنی فرزند اس کے دعویٰ مکان کہنہ کا کرتے ہیں۔ آیا یہ دعوے شرعاً منظور ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

واضح ہو کہ بصورت مرقومہ اولاد متوفی مالک مکان جدید کو مکان کہنہ کا دعویٰ نہیں پہنچتا کیونکہ جب فیصلہ ثالثان کا طرفین نے برضا خود قبول کر لیا اور اقرار نامہ رضامندی کا

لکھ دیا، اب حکم ثالثان کا بلاخلاف وردزی قواعد شریعت اور بعد موت احد الفریقین منس
ہو سکتا، یہ حکم لازم ہے کیونکہ ثالثان حکم حکم میں ہیں اور حکم حکم کا لازم ہوتا ہے:-

فان حکم لزمهما ولا یبطل حکمه بعزلهما

لصدوره عن ولایة شرعیة [1] (در مختار)

حکما رجلا فحکم بینهما ببینة او اقرار

او نکول و رضیا بحکمه صح [2] (در مختار)

اور ماسوا اس کے حکم حکم کا بمنزلہ صلح کے ہوتا ہے :-

الاصل ان حکم المحکم بمنزلة الصلح [3] (در مختار)

اور حکم صلح کا برارۃ دعوے سے ہے اور وہ شئے جس پر صلح ہو ملک میں ہو جا
بیع کے جیسے بیع میں ملک مشتری میں مبیع ہو جاتی ہے جیسا کہ لا دعویٰ اپنے اقرار نامے
زید و عمرو نے لکھا ہے :-

وحکمه وقوع البرارة عن الدعوی و وقوع

الملك فی مصالح عنه و علیه لو مقرا و هو صحیح

مع اقرار او سکوت او انکار فالاول حکمه کبیع

انتهی ما فی الدر المختار۔ [4]

جیسا کہ مکان کہنہ ملک میں کسی کے آگیا بس سوائے وارثان اس کے
اس مکان پر دعویٰ نہیں پہنچتا طرف ثانی کے اولاد کو مکان کہنہ میں کچھ دعویٰ نہیں
واللہ اعلم بالصواب و الیه المرجع والمآب۔

حررہ واجابہ خاکپا رہ محمد مسعود نقشبندی
المرقوم ۲۲ شوال ۱۳۰۱ھ ہجری

---

[1] در مختار، کتاب القضاء، باب التحکیم، ج ۲، ص ۸۲ -

[2] ایضاً ، ، ، ، -

[3] ایضاً ، ، ، ، -

[4] ایضاً ، کتاب الصلح ، ج ۲ ، ص ۱۴۱ -

سوال ۹۷

حامداً و مصلیاً

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ حاجی بیگم نام ایک ضعیفہ جاگیر وارث موروثی سے صاحب جائداد صاحب عصار بہنیں ان کے دو فرزند تھے۔ میر محمد احسن اور میر محمد محسن، میر محمد محسن نے اپنی والدہ کے روبرو انتقال کیا اور ایک لڑکا چھوٹا میر محمد احسان، اور میر محمد احسن زندہ ہے اور حاجی بیگم نے اپنی زندگی میں اپنے پوتے محمد احسان کی منگنی کر دی ساتھ فخر النساء عرف آبادی بیگم کے۔ والدہ فخر النساء نے کہا کہ پیاری جان محروم وراثت ہیں۔ پس آپ فخر النساء کے واسطے اپنی جاگیر سے کچھ لکھ دو تو نسبت ہو جاوے گی۔ حاجی بیگم نے اس بات کو قبول کیا اور جاگیر موروثی سے پچیس روپے ماہوار کی فخر النساء کے نام وصیت کی اور لکھا کہ:

"بعد تحقیق نکاح پچیس ۲۵ روپے ماہوار آمدنی جاگیر سے ماہ بہ ماہ آبادی بیگم کو نسلاً بعد نسل و بطناً بعد بطن ملا کریں۔"

چنانچہ بعد وقوع وصیت منگنی ہوئی، منگنی ہونے کے چند روز حاجی بیگم صاحب انتقال کر گئیں۔ حسو میاں مالک جائداد تو ہوئے۔ جب شادی کی نوبت آئی اور تیاری ہوئی والدہ فخر النساء نے حسو میاں سے کہا کہ جو حاجی بیگم نے دستاویز کرایا تھا وہ آنتشردگی میں گیا۔ اب آپ اگر حاجی بیگم مرحومہ کی وصیت پر عمل پذیرا ہوں گے اور اجرائے وصیت کریں گے تو نکاح کے لئے مہیا ہوں۔ حسو میاں اجرائے وصیت پر آمادہ ہوئے اور اپنی والدہ کے وصیت پر عمل پذیرا ہوئے، اور مجبوراً اپنی طرف سے ایک دستاویز جو اس استفتاء کے ضمیمہ میں ہے، لکھ دیا اور پیاری جان کا نکاح ہوا۔ صورت دستاویز یہ ہے:-

منکہ حسو میاں ------------

تحریر ۱۲۷۵ھ ہجری روز شنبہ

نوشتہ بالا صحیح و منظور است

(دستخط)

سید محمد احسن رضوی ولد سید محمد حسین

۱۔ گواہ شد سید کمال الدین از دستخط برہان الدین چشتی

۲۔ گواہ سید سید نورالدین حسین ۳۔ گواہ شد محمد حسین ۴۔ گواہ شد فضل علی

القصہ حسو میاں کے اس نوشتہ پر بنابر بزرگی ان کی قناعت ظہور پذیر ہوئی
طوالت نہ دیا گیا اور ماہوار مرقوم آبادی بیگم کی پہنچتا رہا تا آنکہ حسو میاں نے قضا کی اور
عرف محمد میاں فرزند حسو میاں وارث ہوئے محمد میاں نے بھی ماہوار مذکور بدستور
رکھی تا آنکہ کچھ منہ چڑھ گئے تھے اور محمد میاں اس کی ادا سے گریز کیا چاہتے تھے
چلا اور آبادی بیگم نے ان کی بار تجدید العہد السابق ان سے صاف نوشتہ کرایا کہ "
بنابر وصیت حاجی بیگم مرحومہ جاری ہے " اور حسو میاں ادائے مبلغ مذکور بنابر تنفیذ
حاجی بیگم کیا کرتے تھے۔ یہ کوئی حسو میاں کی بخشش نہیں ہے چنانچہ میر محمد حسین
نے یہ نوشتہ لکھ دیا بصورت دستاویز:۔

مسکہ فلاں الخ

(صحیح دستخط خود نہ کردہ شد)

(۱) محمد حسین ولد حسو میاں (۲) میر باقر علی ولد سرفراز

(۳) گواہ شد رشید بیگ (۴) راقم الحروف محمد ضیاء الحق عباسی ، انتہی

الحاصل آبادی بیگم نے اس نوشتہ میں صراحتًا ان سے اقرار کرایا اور
کہلوایا کہ ماہوار عطیہ حاجی بیگم مرحومہ اور ان کی وصیت و نوشتہ کے موجب حسو میاں
تھے اور حاجی بیگم کی تنفیذ وصیت کیا کرتے تھے ، چنانچہ عبارت دستاویز بآواز بلند
دیتی تھی۔

نہایت کار آنکہ محمد میاں بھی بدستور ماہوار مذکور بموجب وصیت حاجی بیگم
کو پہنچاتے رہے اور مدام دیا کئے۔ قضا کار محمد میاں قضا کر گئے اور محمد میاں کے
وارث ہیں۔ ماہوار مذکورہ کا بقایا کچھ محمد میاں مرحوم کے ذمہ کا اور کچھ ان کے ذمہ کا
صاحب اس کے ادا میں پس و پیش کرتے تھے اور گویا ان کے ذہن میں ہے کہ یہ
نہیں اور ادا کرنا ان کا ان کے ذمہ لازم نہیں ہے باوجودیکہ حسو میاں مرحوم حاجی
کے منفذ ہیں چنانچہ اسی جاگیر سے دینا جو حاجی بیگم کی ملک موروثی ہے اور بھی اس
کا دینا جو حاجی بیگم نے وصیت کی تھی اور قرینہ صاف دلالت کرتا ہے کہ اگر حاجی بیگم

ہوتی تو حسو میاں کیوں تخصیص ماخذ کرتے بلکہ اجمالاً مبلغ معین دیتے اور بالائے بر ہمہ محمد میاں کا
بے نوشتہ سے صاف اقرار کرنا کہ بموجب نوشتہ حاجی بیگم کے حسو میاں دیا کرتے تھے اور دیگر اقرار
کریں بھی بنا بر بیان وصیت دیا کرتا تھا اور اس کے ادا کا اقرار کرنا ، علانیہ باواز بلند کہہ رہا
ہے کہ یہ وصیت حاجی بیگم ہے اور حسو میاں اور محمد میاں اس وصیت کے تنفیذ کرنے والے
تھے اور بس ۔ پس دریں صورت غرض اس استفتاء سے یہ ہے کہ :-

صورت حاجی بیگم مرحومہ کی وصیت کی ہے یا نہیں ؟ اور ثانیاً

بالفرض والتقدیر محاسات بلیغ تسلیم کیا جائے کہ حاجی بیگم صاحبہ سے اس نزع کو کوئی
وصیت نہیں ہے بلکہ ابتداءً اس نزع کی حسو میاں مرحوم سے ہے تو بھی نوشتہ حسو میاں
باعتبار اندراج غرض مدام و استمرار بعد موتی نسلاً بعد نسل و بطناً بعد بطن و علی ہذا القیاس :

" ولبعد من وارثان من نیز بہ سماۃ مذکورہ و ورثاش ہمیشہ رسانیدہ

خواند ماند "

سے مفہوم ہوتا ہے کہ حسو میاں کی طرف سے وصیت ہے یا نہ اور وصیت کے واسطے وجود
لفظ وصیت کا شرط ہے یا مجرد افادہ مفہوم عقد وصیت کا عقد کے موجود بہ وجود شرعی ہونے کے
لیے کافی ہے اور ثالثاً :

وصیت شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟

جواب ان امور کا حسب شرع شریف عنایت ہو و اجرهم علی اللّٰہ تعالیٰ ۔

الجواب

واضح ہو کہ وصیت میں وہ الفاظ ہونے چاہئیں جو کہ تملیک مضاف لبعد موت موصی
پر دلالت کریں :-

الایصاء فی الشرع تملیك مضاف الی بعد
الموت یعنی بطریق التبرع سواء کان عینا او منفعة
کذا فی التبیین [1]

---

[1] عالمگیری ، کتاب الوصایا ، باب ۱ ، ج ۲ ، ص ۹۰ ۔

اور یہ امر حاجی بیگم کی تحریر سے واضح نہیں ہوتا کیونکہ وہ لکھتی ہیں :-

" بعد تحقیق نکاح مبلغ صعہ روپیہ ماہوار آمدنی جاگیر سے آبا

کو نسلاً بعد نسلٍ ملا کریں "

اس تحریر سے تملیک بعد تحقیق نکاح صاف ظاہر ہے اور تملیک بعد مو
ہے پس یہ تحریر وصیت نہیں ہوئی چنانچہ حسو میاں پسر حاجی بیگم بھی اس کو وصیت
نہیں دیتے کیونکہ وہ اپنی دستاویز میں لکھتے ہیں :-

" یہ من مقر ترکہ والدہ صاحبہ مرحومہ اعنی جناب حاجی بیگم صاحبہ مغفو
دیہات یونہ وغیرہ میراث رسیدہ است ازاں جملہ الخ "

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حسو میاں نے تمام جاگیر کو میراث اپنی قر
کوئی کسی قسم کا حوالہ وصیت حاجی بیگم کا نہیں دیا۔ پس اعتبار اس عطیہ کا حسو میا
ہوگا اور ان کی تحریر میں بھی تملیک بعد موت موصی پر کوئی لفظ دلالت نہیں کر
برخلاف اس کے لکھتے ہیں کہ :-

" من مقر تا حیات بہ مسماۃ مذکورہ دادہ خواہم ماند "

کہ یہ تحریر خلاف وصیت ہے کیونکہ اجرائے وصیت کا بعد موت موصی ہوتا ہے
بھی از جناب وصی بعد موت موصی معتبر ہے قبل از موت موصی معتبر نہیں ہے۔ غا
وصیت ہوتی عمل درآمد اور اجرائے وصیت بعد از موت حسو میاں ہوتا جس صو
عمل درآمد حیات موصی ہوا، وصیت نہ ہوئی :-

قبول الوصیۃ انما یکون بعد الموت فا
قبلہا فی حال حیوۃ الموصی او ردہا فذلک باط
ولہ القبول بعد الموت [1] کذا فی السراجیہ۔

بہر حال دستاویز حسو میاں میں کسی قسم کے الفاظ ایسے نہیں کہ وصیت
کریں کیونکہ دستاویز حسو میاں میں نہ لفظ وصیت کا ہے نہ وہ لفظ جو دلالت کر
موصی پر :-

---

[1] عالمگیری، کتاب الوصایا، باب ۱، ج ۶، ص ۹۰ ۔

عبدی هٰذا لفلان ولم یقل وصیة ولا

فی ذکرها ولم یقل بعد موتی کانت هبة قیاسا و

استحسانا [1] (عالمگیری)

...ہو نہیں سکتا لفقد تعریفها و شرائطها ونسلاً بعد نسل اور بطناً بعد بطن سے

...یک بعد موت موصی ثابت نہیں ہوتی بلکہ حق ورثار موصی لہ بعد از موت موصی لہ مفہوم

...ہے اور یہ وصیت اور ہبہ میں لغو ہے، اس کا اعتبار نہیں :-

ولو قال هٰذه هبة لك و لعقبك من

بعدك فهو هبة و ذکر العقب لغو و کذالك اذا قال

هی لك و تعقبك بعدك [2] کذا فی المحیط۔

البتہ اس عبارت عمومیاں سے " مقرر و جاری نمودم " تملیک پائی جاتی ہے

...یفهم من العالمگیریة :-

رجل قال لابنه الصغیر ایں مال ترا کردم او بنام

تو کردم او آں تو کردم یکون تملیکا [3] انتهی

...ہری جائے کتاب الہبہ میں لکھا ہے (عالمگیری میں) :-

رجل قال جعلت هٰذا لولدی فلان

کانت هبة ... وقال لابنه ایں مال ترا کردم او قال بنام تو

کردم او آں تو کردم او تکلم بکلام یجری مجراه فانه

تملیك من الاب انتهی ما فیه [4]

...ہے کہ جعلت سے ہبہ ثابت ہوتا ہے، وصیت پر لفظ جعلت دلالت نہیں کرتا

...کوئی دوسرا کلمہ دال بر وصیت مقترن نہ ہو کقوله :-

---

[1] عالمگیری، کتاب الوصایا، باب ۲، ج ۶، ص ۹۳ -

[2] عالمگیری، کتاب الہبہ، باب ۱، ج ۴، ص ۳۷۵ -

[3] ایضاً ، ، ، ، ، ، ص ۳۷۶ -

[4] ایضاً ، ، ، ، ، ، ، ، ، -

وهبت هذا الشیئ لك او ملكت منك
جعلت لك او هذا لك او اعطیتك او نحلتك
هذا فهذا كله هبة ؕ (عالمگیری)

اور جو کہ تملیک میں بصورت ہذا ثابت نہیں ہو سکتی لہٰذا صدقہ اور تبرع حسو میاں کا
ہوگا اور اس تحریر حسو میاں سے کہ " بعد من وارثان بہ سماۃ مذکورہ و ورثاش بہیہ
خواہد ماند" استمرار صدقہ ہوگا نہ کہ وصیت وان یرد الهبة یصدق کـ
الملتقط ۔ اور جس حالت میں حسو میاں نے اس صدقے کو اپنی حیات میں
بعدان کے پسران کے سنے بھی اس لئے رجوع اس صدقہ کا کسی اولاد کو ما بعد حسو میں
نہیں ہے :-

ویستوی ان تصدق علی غنی او فقیر فی
لا رجوع فیها (عالمگیری) اذا قال جعلت غلة داری
هذه صدقة فی المساكین او قال داری هذه صد
فی المساكین فمادام یؤمر بالتصدق واذا مات فی
تنفیذ الصدقة والدار والغلة میراث عن
كذا فی الذخیرة وان كان حیا وتصدق بقیمت
اجزاه كذا فی المبسوط ؎

خلاصہ مرام آنکہ مسماۃ آبادی بیگم سے یہ تبرع اور صدقہ رجوع نہیں ہو سکتا
اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب ۔

حررہ واجابہ خاکپاے رہ محمد مسعود نقشبندی

سوال ۹۸

کیا فرماتے ہیں اہل علمائے دین اس مسئلے میں کہ شیخ احمد صوبہ دار نے دو کو

؎ عالمگیری، کتاب الہبہ، باب ۱۰، ج ۴، ص ۴۷۵ -

؎

ے گئے، زوجہ اول سے ایک لڑکا جس کا نام شیخ وزیر ہے، پیدا ہوا اور وہ لڑکا جوان ہوگیا
ب زوجہ اول نے بقضائے الٰہی وفات کی، تب شیخ احمد مرحوم نے دوسرا نکاح کیا جس سے
ز حیات کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی، صرف زوجہ اول کا لڑکا مسبوق الذکر تھا اس کو بسبب نا اتفاقی
ثانی کے ایک مکان علیحدہ میں رکھ دیا۔ بعد چند روز کے شیخ وزیر بذریعہ روزگار دوسری
سی دوسرے شہر میں چلا گیا۔ اس اثناء میں شیخ احمد عدم ثبات حیات ناپائدار
ے کل جائداد خود پیدا کردہ آبائی اپنی بحالت عدم موجودگی مسمی شیخ وزیر، فرزند زوجہ اول
ے زوجہ ثانی کو بعوض مہر ہبہ کردی اور کاغذی سند رائج الوقت پر ہبہ نامہ لکھا کر رجسٹری
ی اور بعد چند روز کے شیخ احمد نے انتقال کیا۔

شیخ وزیر، شیخ احمد مرحوم بحالت حیات اپنے باپ کے سفر سے واپس آیا تو اکثر
احمد مرحوم اپنے لڑکے شیخ وزیر سے کہا کرتے تھے کہ اگرچہ میں نے کل مملوکہ اپنا تمہاری
وجودگی میں تمہاری والدہ غیر حقیقی کو لکھ دیا ہے مگر بعد مرے سوا تمہارے کون مالک ہوگا؟
ی قسم کی تحریر اس شخص کے پاس نہیں ہے۔

اب مسمی شیخ وزیر پسر شیخ احمد ترکہ اپنے باپ کا چاہتا ہے پس ترکہ مابین مسمی شیخ وزیر
شیخ احمد مرحوم و والدہ غیر حقیقی زوجہ ثانی مرحوم کے از روئے شرع تقسیم ہوسکتا ہے یا نہیں؟
تقسیم ہوسکتا ہے تو کیونکر چاہئے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مذکورہ بحالت عدم مرض موت اگر ہبہ بالعوض مہر بصحت و تندرستی کیا گیا ہے
قبضہ کامل بھی موہوب لہا کا ہوگیا ہو، اس حالت میں یہ ہبہ صحیح اور درست ہے اور ملک میں
موہوب لہا کے جائداد موہوبہ آگئی اور تقسیم ترکہ سے خارج ولیکن تحریر کاغذ و سند ہبہ نامہ و رجسٹری
ب قبضہ کو نہیں ہوسکتی اور اگر قبضہ شرعیہ نہیں ہوا ہے اس حالت میں ہبہ باطل ہے اور تقسیم
ی ورثا پر بعد ادا مہر ہر دو زوجہ کے ہوگی۔

فان کانت الهبة بشرط العوض شرط لها
شرائط الهبة فى الابتداء حتى لا يصح فى
المشاع الذى يحتمل القسمة ولا يثبت بها

الملك قبل القبض[1] (عالمگیری)

اور اگر ہبہ مذکورۃ السوال حالت مرض الموت میں وارد ہوا ہے جیسا کہ سوال سے
اور قبضہ واہبہ شیخ احمد ماستہ کو نہیں دیا ہو چنانچہ ظاہر سوال عدم قبض پر دال ہے پس
میں ہبہ باطل ہوگا اور تقسیم جاری ہوگی اور اگر شیخ احمد نے بحالت مرض الموت ہبہ
بھی کامل دے دیا ہو، اس صورت میں بحکم وصیت تہائی مال میں جاری ہوگا بشرطیکہ
اجازت ہو اور اگر ورثار کی اجازت نہ ہوگی تو حکم وصیت بھی نہ ہوگا اور تمام مال میں تقسیم

ولا یجوز ھبۃ المریض ولا صدقتہ الا مقبوضۃ

فاذا قبضت فجازت من الثلث واذا مات الواھب

قبل التسلیم بطلت[2] (عالمگیری)

ولا تجوز الوصیۃ للوارث عندنا الا ان

یجیزھا الورثۃ[3] (عالمگیری)

پس بادی الرائی میں بصورت ظاہر سوال ہبہ مندرجہ سوال باطل ہے اور تقسیم
اور بصورت حصر ورثہ بعد ادائے مہر ہر دو زوجہ مابقی مال میں سے ایک حصہ آٹھویں حصہ
زوجہ کو ملے گا اور باقی ۷ سہام شیخ وزیر پسر شیخ احمد کو ملیں گے ھکذا الحکم الشرع
حررہ واجابہ خاک رہ محمد مسعود نقشبندی

سوال ۹۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ :-

۱- زید مورث عالی نے انتقال کیا اور اس نے وارث چھوڑے یہ کہ ایک زوجہ
اور ایک دختر، ازاں جملہ کچھ چیز ساتھ نام زوجہ کے لکھ دی اور قبضہ نہ دیا
مرقومہ تقسیم کی جاوے گی یا نہیں؟ اور اسی وجہ سے ساتھ نام بیٹے نابالغ کے کچھ

---

[1] عالمگیری، کتاب الہبہ، باب ۷، ج ۴، ص ۳۹۲۔
[2] ایضاً ، ، باب ۱۰، ، ص ۴۰۰۔
[3] ایضاً ، ، باب ۱، ، ص ۹۰۔

...کا ہنوز بباعث نابالغگی متصرف قابض نہ تھا اور جو چیز کہ لڑکے کے نام تھی اس میں سے کچھ فروخت ...ہوگئی ساتھ رضامندی لڑکے کے، عمر اس کی تخمیناً ۱۶ برس کے ہے۔ آیا یہ چیز تقسیم ہونی چاہیے ...؟ اور خلاصہ کل تقسیم کس صورت سے ہونی چاہیے؟

اور اب وہ لڑکا مذکور حج کا ارادہ رکھتا ہے اور اپنی والدہ اور اپنی زوجہ کو چھوڑ کر اور جائداد ...کو فروخت کر کے جاتا ہے سو خرچ راستہ کا اپنے حصے سے لیوے یا کل جائداد میں سے ... جو کچھ حکم ہووے ارقام فرماویں۔

الجواب

جو اشیاء کہ زوجہ کو زید نے اپنی حیات میں دے دی تھی اور قبضہ نہ دیا تھا وہ ملکیت ...ہے۔ اس میں تقسیم ترکہ ہوگی اور جو اشیاء کہ لڑکے نابالغ کو ہبہ کر دی تھی وہ ملکیت لڑکے ...اگرچہ لڑکا نابالغ قابض نہ ہوا تھا کیونکہ قبضہ باپ کا بعینہٖ قبضہ نابالغ کا ہے پس تقسیم ... سے ہونی چاہیے:۔

کہ کل مال باقی کو بعد تقدیم ما تقدم کے اور ادا مہر زوجہ کے ۲۴ سہام پر تقسیم کر کے اس میں سے ۳ سہام زوجہ کو اور ۱۴ سہام فرزند کو اور ۷ سہام دختر کو دینے چاہئیں۔

اور خرچ راستہ حج کا اپنے حصے میں سے لیوے، کل جائداد میں سے نہ لیوے۔ ... حکم الشرع۔ فقط

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی
سنہ ۱۳۰۴ ہجری

سوال ۱۰۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس سوال میں مسماۃ صاحب جان معروف شبو بنت محمد بخش ... قوم شیخ نے بحین حیات خود ایک حویلی (پختہ مملوکہ مقبوضہ موروثی خود بلا شرکت دیگرے) بنام ... دختر شکم خود زوجہ عبدالعزیز پسر قصاب ساکن پہاڑی دھیرج گذر پہاڑ گنج کے ہبہ کر دی ... اور قبضہ موہوب الیہا میں دے دی اور ملک اس کی کر دی تا کہ تا فی الحال کسی وابستگان

دوری یا نزدیکی میری کو کسی طرح کی حقیت و شراکت و مداخلت باقی نہیں رہے، اور دو ...
عرصہ چند ماہ کے بعد ایک لڑکی چھوڑ کر فوت ہوگئی اور اس کے بعد والدہ اس دختر موہوب ...
بقضائے الٰہی فوت ہوگئی، آیا وہ حویلی مذکورہ موہوب الیہا کی اولاد کو از روئے شرع شریف ...
نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

بصورت مرقومہ جب کہ ایک شخص عاقل بالغ نے بصحت خود اپنی ملکیت کو ہبہ کی ...
کے کر دی اور قبضہ بھی کہ شرط صحت ہبہ کو ہے ادے دیا۔ پس بحیثیت شرائط شرع وہ ...
اور بعد مرنے واہبہ اور موہوب الیہا کے رجوع ہبہ میں منع ہوگیا۔ اب وہ حویلی اولاد موہوب ...
حق ہے بشرطہ نہ ہونے دیگر ورثاء کے۔ واللہ اعلم بالصواب فقط

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی

۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۱ ہجری

(بقلم نور محمد)

سوال ۱۰۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت ...
اور اگر وہ قسم کھائی ہے کہ میرا خاوند فوت ہوگیا ہے اور دو لڑکے اس کی بیٹی اس کے ساتھ ...
کہتے ہیں کہ ہمارا باپ فوت ہوگیا ہے تو اس کا نکاح کسی شخص سے ہوگیا، اس شخص کو ...
ہوا، بعد اس کے معلوم ہوا کہ اس کا خاوند ہے، آیا وہ لڑکا ورثہ پکڑتا ہے شوہر اول ...
بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مرقومہ نسب لڑکے کا شوہر اول سے ثابت ہوگا کیونکہ شوہر اول صاحب ...
صحیح کا ہے اور شوہر ثانی صاحب فراش فاسد کا ہے، پس بحالت تقابل فراش صحیح فراش ...
فراش صحیح کو ترجیح ہوگا اور عمل ہوگا اس حدیث پہ :-

الولد للفراش ای صحیح الفراش [1]

کال بدلہ مضاف محذوف کے ہے کما قال ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ :۔

فی المرأۃ التی نعی الیہا زوجہا ای اخبرت
بموت فاعتدت و تزوجت بزوج اخر فجاءت
بولد ثم جاء الزوج الاول حیا ان الولد للزوج
الاول لانہ صاحب فراش صحیح لقیام النکاح
بینہما [2]

جبکہ نسب ولد کا شوہر اول سے ثابت ہوا تو وارث بھی شوہر اول کا ہوگا شوہر ثانی
کا نہ ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ واجابہ خاک رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۱۵؍ ذیقعدہ ۱۳۰۳ھ ہجری

سوال ۱۰۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ہذا میں مثلاً مسماۃ ہندہ لاولد
صاحب جائداد مرض موت میں مبتلا تھی بہ ترغیب شوہر خود تمام جائداد بلا ضرورت ادائے قرض
و اخراجات یومیہ شوہر کے بنام اولاد ہمشیرہ حقیقی کلاں اپنی کے جو اس شوہر سے تھی بحیلہ بیع کردی
و بیع نامہ لکھ دیا بعد ازاں اسی مرض میں انتقال ہوگیا اور وارث خاوند اور دو فرزند برادر حقیقی
چھوڑے۔ آیا بیع مسماۃ مذکورہ کی جائز ہے یا نہیں ؟ بتقدیر عدم جواز وارثان مذکور مذکورین
کو ترکہ کس قدر پہنچے گا ؟ اور اولاد ہمشیرہ زید مذکور کو بھی شرعاً کچھ مل سکتا ہے یا نہیں ؟
بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مسئولہ بیع کرنا مسماۃ کا حالت مرض الموت میں اندر ثلث مال کے بعد اخراجات

---

[1] ابو داؤد : باب الولد للفراش ، ص ۳۱۷ (ب) الجامع الصغیر : جزء ثانی ، ص ۱۹۷
[2] نور الانوار فی شرح المنار : ص ۲۱۷

تجہیز وتکفین اور ادائے دیون کے جائز ہوگا کیونکہ نفاذ تصرفات انشائیہ کا حالت مرض میں حکم وصیت کا رکھتا ہے :-

وما نفذہ من التصرفات فالمعتبر فیہ حالۃ العقد فان کان صحیحا فھو من جمیع المال وان کان مریضا فمن الثلث [1] (ھدایہ وھکذا فی الدر المختار)

اور بیع بھی انشاء تصرف ہے لان البیع انشاء التصرف (ھدایہ) بیع کا ثلث مال میں جاری ہوگا جیسا کہ تصریح کی ہے ساتھ اس کے عالمگیری میں اور ہدایہ میں :-

ومن اعتق فی مرضہ او باع او حابی او وھب فذلک کلہ جائز وھو معتبر من الثلث ویضرب مع اصحاب الوصایا [2] (عالمگیریہ وھدایہ وھکذا فی الدر المختار)

اور اجازت مفہومہ ترغیب شوہر سے قبل از مرگ مسماۃ معتبر نہیں ہے بلکہ اجازت بعد موت کے معتبر ہوتی ہے :

لا یعتبر اجازتھم فی حیوۃ الموصی حتی کان لھم الرجوع بعد ذلک [3] (کذا فی فتاوی قاضیخان [4])

پس بقدر تہائی مال کے بیع میں جن مشتریان کا ہے اور دو تہائی میں سے حق خاوند پسران برادر کا یعنی دو تہائی میں سے دو سہام من جملہ ۳ سہاموں کے زوج کو ملیں گے

---

[1] ہدایہ شرح بدایہ

[2] عالمگیری، کتاب الوصایا، باب ۵، ج ۶، ص ۱۰۹ -

[3] اور محمد امین شامی نے کتاب انوار میں لکھا ہے :-

وفی الخلاصۃ نفس البیع من الوارث لا یصح الا باجازۃ الورثۃ یعنی فی مرض الموت وھو الصحیح - محمد مسعود نقشبندی دہلوی

[4] عالمگیری، کتاب الوصایا، باب ۱، ج ۶، ص ۹۰ -

یک سہم من جملہ ۴ سہام کے ہر ایک ابن الاخ کو ملے گا اور اولاد ہمشیرہ کو وراثت نہیں ملے گی کیوں کہ
وم الارث ہیں مگر ثلث مال میں سے وصیۃ مع جمیع مشتریان کو ملے گا جیسا کہ گزرا واللہ اعلم
الصواب والیہ المرجع والمآب۔

حررہ واجابہ خاکپارہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۱۳ رجب المرجب سنہ ۱۳۳۰ ہجری

سوال ۱۰۳

علمائے دین ومفتیان شرع متین اس صورت میں کیا فرماتے ہیں:
مثلاً متولی محمد زمان مرحوم کا ایک مکان جس میں متولی جلال الدین کرم احمد ومتولی رؤف احمد
تولی محمد زمان مرحوم کے ہر سہ پسر از روئے ارث پدری ایک ثلث کے شریک تھے متولی جلال الدین
ے اس مکان مشترکہ کے آثار بوجہ اتحاد واتفاق باہم بے تفریق وتقسیم منہدم کر کے اپنی ذاتی کمائی
خاص اپنے غیر مشترک روپے سے ایک عمارت پختہ اسی بنیاد وزمین وحدود مشترکہ پر بنوائی
متولی کرم احمد ومتولی رؤف احمد ومتولی جلال الدین کے متعلقات متولی جلال الدین کی حیات
کی حیثیت سے اس مکان میں رہا سہا کئے اور ہر سہ برادران حقیقی کے انتقال کے بعد اب تک
طرح اس مکان میں ان کی اولاد رہتی تھی۔
متولی جلال الدین نے اپنی ذاتی کمائی اور بلا شرکت اپنی خاص روپے سے اس
مشترکہ کے آثار بھی تفریق وتقسیم کر کے اسی بنیاد وزمین وحدود مشترکہ پر جو عمارت بنوائی،
شرع وہ عمارت بلا شرکت متولی جلال الدین کے ہوگی یا متولی کرم احمد ومتولی رؤف احمد
اس عمارت میں شریک ہو کر حصہ پاویں گے اور حصہ پاویں گے تو وہ بھی ایک ایک یا کم وبیش
اپنے باپ کے ثلث سے یا جس جس قدر شرعاً حصہ ہو، متولی کرم احمد ومتولی رؤف احمد کی
بھی اس مکان میں حصہ پاوے گی یا متولی امین الدین خلف متولی جلال الدین سے اس کل مکان
ت واحد مالک ہوں گے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مرقومہ اگر جلال الدین نے اپنے ذاتی روپے سے کروہ روپیہ مشترکہ آمدہ دیہات

کا نہ ہو وہ مکان بنوایا ہے۔ اس صورت میں زمین مکان کی مشترکہ ہوگی اور عملہ خاص ا
اور اگر یہ گواہی گواہان ثابت ہو کہ متولی جلال الدین نے آمدنی مشترکہ سے مکان بنوایا
حالت میں عملہ بھی مشترک ہوگا اور ایک ایک ثمث کے مالک ہوں گے۔ متولی امین
حصہ کا ضمان دے دیے کما فی الفتاوی الحانوتی :-

اذا کان سعیہم واحدا ولم یتمیز ما حصلہ
کل واحد منہم بعملہ یکون ما جمعوہ مشترکا
بینہم بالسویۃ وان اختلفوا فی العمل والرأی
کثرۃ وصوابا کما افتی بہ فی الخیریۃ وما اشتراہ
احدہم لنفسہ یکون لہ ویضمن حصۃ شرکائہ
من ثمنہ اذا دفعہ من المال المشترک وکل
ما استدانہ احدہم یطالب بہ وحدہ
وقد سئل فی الخیریۃ من کتاب الدعوی من
اخوۃ اشقاء عائلتہم وکسبہم واحد وکل مفوض
لاخیہ جمیع التصرفات ادعی احدہم انہ اشتری
بستانا لنفسہ فأجاب اذا قامت البینۃ علی انہ
من شرکۃ المفاوضۃ تقبل وان کتب فی صک التبایع
انہ اشتری بستانا لنفسہ۔ لہ (شامی) فقط

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی
یکم ذی الحجہ سنہ ۱۳۰۱ ہجری

سوال ۱۰۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ :-

۱۔ جو شخص واسطے ثواب پہنچانے روح کسی موتی کے خواہ اس موتی کی وصیت

لہ شامی، کتاب الشرکۃ، شرکۃ المفاوضۃ، ج ۳، ص ۳۳۸۔

…ے قربانی کرے، آیا گوشت اس قربانی کا اس کو اور اس کے اہل بیت کو کھانا جائز ہے یا کل تقسیم …دے۔

…اور دوسرے اگر کئی برادر زراعت یا تجارت میں شامل ہوں اور ایک شخص ان میں کا پدر …ادر مختار کل ہے، اس کا ساختہ پرداختہ سب کو منظور ہے۔ اس مال شراکت سے ایک حصہ …گاؤ یا بچھڑے کر قربانی کرے اور ثواب اس کا کسی ایک روح کو پہنچانا چاہیں یا خود …ران و مساکین میں صرف کریں، جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مرقومہ اگر کسی شخص نے قربانی موتٰی کی طرف سے حسب وصیت کی ہے، گوشت …کو بتمامہ صدقہ مساکین کو کردے اور آپ نہ کھاوے اور اگر بلا وصیت اور بلا امر موتٰی کے اپنی …سے مروۃً واحساناً قربانی کی ہے، گوشت اس کا کھانا اس کو اور اہل بیت اس …کو درست ہے کیونکہ قربانی اس کی ملک میں واقع ہوئی اور ثواب میت کو ہے:۔

لو ضحی عن میت وارثہ بامرہ الزمہ بالتصدق بھا وعدم الاکل منھا وان تبرع بھا عنہ لہ الاکل لانہ یقع علی ملک الذابح والثواب للمیت[1]

(شامی و در مختار)

…اور یہی مختار ہے۔

…اور جواب دوسرے سوال کا یہ ہے کہ اگر مختار نے وقت خرید نے بقر نے نیت شراکت …رادران کی کرلی ہے، پس اس صورت میں سب کی طرف سے بلا کراہت قربانی جائز ہوگی اگر …سے زیادہ کی نیت نہ ہو اور ثواب بھی سب کو پہنچے گا اور اگر وقت خریدنے کے نیت …واسطے کی ہے اور پھر برادران کو شریک کیا اور اطلاع بھی کردی اور وہ راضی بھی ہوگئے …صورت میں جائز نہ ہوگی مگر ساتھ کراہت کے:۔

---

[1] شامی، در مختار، کتاب الاضحیۃ، ج ۵، ص ۲۱۳۔

ولو اشترى بقرة يريد ان يضحي بها
ثم اشرك فيها ستة يكره و يجزيهم لانه
بمنزلة سبع شياه حكما الا ان يريد حين
اشتراها ان يشركهم فيها فلا يكره و ان فعل
ذلك كان احسن له (عالمگیری)[1]

اور بکری میں شراکت درست نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکپا رہ محمد مسعود نقشبندی
یکم ماہ محرم الحرام ۱۳۰۴ھ ہجری

سوال ۱۰۵

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے میں کہ زید، عمرو بکر اراضیات خراجی کہ ج
حاکم وقت جزیہ سالانہ مقرر ہے اور ان کسان مندرجہ صدر میں سے زید اس تحصیل جزیہ کے
لئے سب پر حاکم نے منصب نمبردار مقرر ہے، خواہ اس نمبردار کو دیگر رعایا جزیہ داران سے
یا نہ ہو مگر حاکم وقت نمبردار مذکور سے فصل وار وصول کرتا ہے چنانچہ عمرو بکر نے اپنی ار
کا جزیہ ادا نہ کیا۔ زید نمبردار عرصہ دراز تک اپنا اور عمرو بکر کا ادا کرتا رہا یہاں تک کہ
جس میں سرکار کم و بیش جزیہ اور دین اور تعین زمین کا کرتی ہے، پیش آگیا۔ اس
پر عمرو بکر کو جو جزیہ سرکار ادا نہ کرتے تھے، طلب کیا۔ بعض چند سے عرصے کے
کے نام اس اراضیات کو جس کا جزیہ بموجب اپنے منصب کے زید ادا کرتا رہا، بطور
اور قابض قرار دے دیا۔ بعد اس کے عمرو بکر خود یا ان کی اولاد یا نائب اسی اراضیات
جس پر زید نمبردار بوجہ ادا کرنے جزیہ سرکاری کے، من جانب سرکار مالک و قابض
قابض قرار دیا گیا ہے۔ زید نمبردار یا ان کے ورثا یا قائمقام سے شرعاً دعویدار ہوں کہ
کر کے جس قدر جزیہ ہمارے عوض دیا گیا ہے ہم سے لے لو اور اراضیات کو اپنے
چھوڑ دو تو عند الشرع اراضیات مذکورہ کا چھوڑنا زید پر واجب ہے یا نہیں؟ اور اگر

---

[1] عالمگیری، کتاب الضحایا، باب ۸، ج ۵، ص ۳۰۴۔

...ہے کہ سرکار نے بالعوض اس جزیرہ کے جو میں نے ادا کیا ہے مجھ کو مالک کرکے قابض اور
...قرار دیا ہے" نہ چھوڑے تو زید یا قائمقام اس کے روز قیامت ماخوذ و معتوب ہونگے
...ہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مسئولہ زید نمبردار کو عندالشرع زمین عمرو بکر کی چھوڑ دینا واجب ہے اور عمرو
...کو واپس دے دیوے اور اگر نہ دے گا تو عنداللہ مواخذہ دار ہوگا اور حیلہ نمبردار کا حاکم
...نے اس کو قابض اور دخیل کر دیا ہے، مقبول نہیں ہے کیونکہ عندالشرع مجاز اس امر
...ہیں کہ بجہت عدم وصول خراج کے زمین ملکیت مالک سے نکال کے دوسرے
...کو دے دیویں۔ البتہ اس امر کے مجاز ہیں کہ وہ زمین کسی غیر کو اجارة دے دیویں یا
...کے واسطے دیویں، اس میں سے اپنا خراج وصول کرلیں اور مابقی خراج کو مالک کے
...رکھیں اور جب کہ مالک قادر زراعت زمین پر ہوں۔ اس مابقی کو مع زمین کے واپس
...کر دیں جیسا کہ عالمگیری میں لکھا ہے:۔

لو ان قوما من اهل الخراج عجزوا عن عمارة الاراضی واستغلالها ولم یکن عندهم ما یؤدون به الخراج لم یکن للامام ان یاخذ الاراضی منهم و یدفعها الی غیرهم علی سبیل التملیک (کذا فی الذخیرة) والصحیح من الجواب فی هذه المسئلة ان یواجر الامام الاراضی اولا و یاخذ الاجر و یرفع منه قدر الخراج و یمسک الباقی لرب الارض (وهکذا ذکر محمد فی الزیادات) فان کان لا یجد من یستاجرها یدفعها مزارعة بالثلث او الربع علی قدر ما یوخذ مثل تلک الارض مزارعة فیاخذ الخراج من نصیب صاحب الارض و یمسک الباقی علی رب الارض الخ[1] (عالمگیری

---

[1] عالمگیری، کتاب السیر، باب ۷، ج ۲، ص ۲۴۰۔

پس اگر مالک زمین یعنی عمرو بکر یا وارث، اس عرصے تک اس میں زراعت کرتے
ہیں تو بعد ادا خراج چند سال گزشتہ کے اپنی زمین واپس لے لیویں اور اگر اس عرصے
اس زمین میں زراعت کرتا رہا ہے یا کرواتا رہا ہے تو بعد منہائی کرنے خراج سرکاری کے
مالک زمین یعنی عمرو بکر کو واپس دیوے اور زمین بھی واپس دیوے (ہکذا الحکم الشرع)
اور جو کہ سرکار نے بعد نہ آنے عمرو بکر کے بوقت طلب نزد بندوبست
کا درج کیا ہے وہ بطریق اجیر یا بطریق مزارع کے عند الشرع سمجھا جائے گا، نمبردار مالک
کا متصور نہ ہوگا اور بصورت نہ دینے کے مالک زمین۔ بروز قیامت نمبردار یا وارث
ماخوذ ہوں گے۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

حررہ واجابہ خاکپا محمد مسعود نقشبندی
۲۸ رجب المرجب ۱۳۰۰ھ

سوال ۱۰۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ حنا سائیدہ ریت ملی
سال سے بہت شہروں میں، خاص کر شہر دہلی میں، کثرت سے ہزاروں من فروخت
اور مشتری بھی جانتے ہیں کہ اس میں ریت ملی ہوئی ہے اور بائع بھی کہہ کر فروخت
اس میں ریت ملی ہوئی ہے تم دیکھ لو، خریدار بھی نہیں دریافت کرتے کہ اس میں
ریت اور کس قدر حنا ہے بلکہ خریدار خوش ہو کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس
یعنی زیادہ ریت ملوا ل حنا لاؤ، اس باعث کہ جس قدر ریت زیادہ ملی ہوئی حنا ہوگی
میں کم ہوگی اور خالص حنا کو بہت کم خریدتے ہیں روبروئے مخالص کے خالص کی
کرتے ہیں بہ سبب زیادہ قیمت ہونے اس کی کے، اگر خالص حنا پانچ من فروخت
پانسو من بلکہ ہزار من فروخت ہوتی ہے۔ یہ عرف و رواج بازار روزمرہ ہر فصل
ہرگز اس میں دھوکہ اور فریب نہیں ہے۔ اگر اس صورت میں کوئی شخص حنا ریت
کرے موافق عرف و رواج اہل تجار، جائز ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

واضح اور لائح ہو کہ بصورت مرقومہ بیع حنا کی بشرائط مندرجہ سوال عند الشرع جائز ہے کیونکہ ریت کا ملانا حنا میں عیب ہے اور خریدنا مشتری کا بعد علم اس امر کے کہ مبیع میں یہ عیب ہے، رضا بالعیب ہے۔ پس بعد قبضہ عیب دار کے مبیع پھیر نہیں سکتا اور رد وہ بیع منقطع ہو جاتی ہے:

واللبس والركوب والمداواة له و به رضا بالعيب الذي يداربه فقط ما لم ينقصه (برجندی) وكذا كل مفيد رضا بعد العلم بالعيب يمنع الرد والارش ومنه العرض على البيع[1] (درمختار) وفي الشامي ان قبض المبيع بعد العلم بالعيب رضا بالعيب وفي جامع الفصولين قبض بعضه رضا انتهى.[2]

اور حدیث شریف سے یہ ثابت ہے کہ عیب ظاہر ہوا اور اس عیب کو مشتری کے باوجود علم عیب کے خریدے، وہ بیع جائز ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیا ہے اس نے جواب دیا بارش سے ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا تر غلہ کو اوپر تو دے کے کیوں نہ رکھا کہ مشتری دیکھتا؟ پس معلوم ہوا اس حدیث سے کہ اگر باوجود علم عیب کے کہ شے خریدی جاوے اس کی جائز ہے:-

عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم مر على صبرة طعام فادخل يده فيها فنالت اصابعه بللا فقال ما هذا يا صاحب الطعام؟ قال اصابته السماء يا رسول الله قال افلا جعلته

---

[1] درمختار، کتاب البیوع، باب خیار العیب، ج ۲، ص ۱۹۔

[2] شامی، ،،،، ج ۴، ص ۹۰۔

فوق الطعام حتی یراہ الناس من غش فلیس
منی (رواہ مسلم) ۱؎

واللہ اعلم بالصواب
حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی
۱۰ رجمادی الاولی ۱۳۰۲ھ ہجری

سوال ۱۰۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ زید اپنے مال
ایک قسم کے دو نرخ سے یعنی نقد ارزاں اور قرض گراں، مثلاً نقد فی روپیہ دو تار
ایک تار بیچتا ہے، عمرو کہتا ہے کہ یہ نرخ گراں نامشروع ہے، اور بکر کہتا ہے کہ اگر خرید
کے ساتھ دونوں بیع واقع ہو تو بیع مقروضہ ناجائز ہے اور اگر خرید از نقد غیر او خر
غیر ہے تو جائز ہے۔ حکم شرع کا اس میں کیا ہے؟

الجواب

اپنے مال کو نقد ارزاں اور قرض گراں بیع کرنا عند الشرع جائز ہے بکراہت
وفیہا شراء الشیء الیسیر بثمن غال
لحاجة القرض یجوز ویکرہ ۲؎ (در مختار) وهكذا
فی الشامی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب
حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی
۳۰ رجمادی الاولی ۱۳۰۲ھ ہجری

۱؎ مشکاۃ، کتاب البیوع، باب المنہی عنہا من البیوع، حدیث ۲۷، فصل
۲؎ در مختار، کتاب البیوع، باب المراجحۃ والتولیہ، فصل فی القرض، ج ۲، ص

سوال ۱۰۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ :-

ملک ہندوستان دار الحرب ہے یا دار الاسلام ؟

اگر اس ملک کا کوئی مشرک اپنی لڑکی بیع یا ہبہ کر دے تو وہ لونڈی کے حکم میں ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بر ماہران فقہ مخفی نہ رہے کہ یہ ملک دار الحرب نہیں ہے کیونکہ جو ملک کہ اہل اسلام [illegible] اس پر کفار غلبہ کر کے اپنے تحت میں کر لیں وہ دار الاسلام [illegible] دار الحرب [illegible] ہے یعنی جبکہ تینوں شرطیں پائی جائیں تو دار الحرب ہوگا اور اگر ایک بھی معدوم ہوگی اس [illegible] دار الحرب نہیں ہوگا :

انما تصیر دار الاسلام دار الحرب عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی بشروط ثلاثۃ احدھا اجراء احکام الکفار علی سبیل الاشتہار و ان لا یحکم فیھا بحکم الاسلام و الثانی ان تکون متصلۃ بدار الحرب لا یتخلل بینھما بلدۃ من بلاد الاسلام و الثالث ان لا یبقی فیھا مؤمن و لا ذمی آمنا بامانہ الاول الذی کان ثابتا قبل استیلاء الکفار للمسلم باسلامہ وللذمی بعقد لہ (فتاوی عالمگیری)

ایک شرط یہ ہے کہ جاری ہونا قانون کفار کا بطریق شہرت اور کوئی حکم شریعت کا جاری نہ ہو اور اگر کوئی بھی حکم شریعت کا جاری رہے گا، دار الحرب نہ ہوگا حالانکہ اس دیار میں حکم

[illegible] فتاوی عالمگیری : کتاب السیر و باب ۵، ج ۲، ص ۲۳۲ -

شریعت کے جاری ہیں :۔

وظاهره انه لو اجريت احكام المسلمين

و احكام اهل الشرك لاتكون دار الحرب۔ طحطاوی

وعليه الشامی[1]

۲۔ اور دوسری شرط یہ ہے کہ اتصال اس کا کسی دار الحرب دوسرے سے ...
اس ملک میں بہت فاصلہ ہونے ملک کابل کے مفقود ہے۔

۳۔ اور تیسری شرط یہ ہے کہ کوئی مومن یا ذمی بامان سابق نہ رہے۔ یہ بھی شرط ...
پس یہ ملک دار الحرب نہ ہوا۔

اگر کوئی ہنود بجالت دار الحرب ہونے کے بھی اپنی لڑکی بطور بیع ...
وہ بیع ناجائز ہے اور بحکم لونڈی میں نہیں ہوتی، اگر اس سے بغیر نکاح کے اولاد ہو ...
اس شخص واطی کی نہ ہوگی اور نہ وہ لڑکی لونڈی شرعیۃً ہوگی :۔

اذا باع الحربي هناك ولده من مسلم

عن الامام انه لايجوز ولا يجبر على الرد و عن

ابي يوسف انه يجبر اذا خاصم الحربي[2] ان ...

ما في الشامی)۔

واللّٰه اعلم بالصواب

۲۰ رجمادی الثانیہ ۱۳۰۳ھ

سوال ۱۰۹۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس میں کہ مساۃ ہندہ ایک منزل مکان پدری ...
کی حصہ دار تھی، بعد فوت مساۃ زید اس کا شوہر اور محمود اس کا پسر وارث ہوئے ...
نے کل آٹھویں حصہ مکان مذکور متروکہ متوفیہ کو اپنی طرف سے اصالۃً اور پسر کی طرف ...

---

[1] شامی، کتاب الجہاد، باب المستامن، فصل فی استئمان الکافر، ج ۳، ص ...

[2] ایضاً، " ، باب استیلاء الکفار، ج ۳، ص ۲۴۳۔

پسر کے بیع کر دیا اور زر قیمت تمام وکمال زید ومحمود دونوں نے وصول پائی اور یہ روپیہ
توفیہ کے قرض میں ادا کیا گیا اور کچھ محمود کی شادی میں صرف ہوا۔

وقت بیع حصہ مکان مذکور کے کہ بیع میں اپنے پدر کے ہمراہ تمام معاملات بیع میں شامل
محمود کی رضامندی سے اس کا حصہ اس کے پدر نے بیع کیا تھا اور اس وقت محمود کی عمر
برس گیارہ مہینہ کی تھی۔ پس بموجب شرع شریف کے باب بیع محمود کے حصہ کی بابت محمود
میں صحیح اور نافذ ہوگی یا نہیں اور محمود کو اپنے حصے کی بابت کی بیع منسوخ کرانے کا
حق ہے یا نہیں؟ فقط بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مرقومہ بیع ہر دو کی صحیح اور نافذ ہے کیونکہ ۱۶ برس کی عمر میں سمجھ اور عقل بیع
جاتی ہے اور لڑکے بالغ عاقل کی بیع صحیح ہے:-

فيصح بيع الصبي والمعتوه اللذين يعقلان البيع واثره[1] كذا في فتح القدير۔

یہ اس تقدیر پر ہے کہ بالفرض محمود نابالغ ہو ورنہ ۱۶ برس کی عمر میں لڑکا بالغ
ہے۔ پس جب کہ معاملات بیع میں محمود شامل تھا اور رضا بھی محمود کی پائی گئی بلاشبہ
ہوئی اور بالفرض والتقدیر بیع موقوف بھی محمود قرار دیا جاوے جب بھی بیع باپ کی
ہے:-

باع الاب ضيعة او عقار الابن الصغير بمثل قيمته فان كان الاب محمودا او مستورا عند الناس يجوز وان كان مفسدا لا يجوز وهو الصحيح[2] (عالمگیری)

باع عقارا وبعض اقارب حاضر يعلم

---

[1] عالمگیری، کتاب البیوع، ج ۳، ص ۲۔

[2] ایضاً ، ، باب ۱۷، ج ۳، ص ۱۷۴۔

البیع ثم ادعی لا یسمع [1]

پس محمود فسخ بیع کا احتمال نہیں رکھتا ہے اب جو کہ قرضہ میت میں زید
سے وہ بجا ہے۔ اس میں کچھ دعویٰ محمود کا نہیں ہے کیونکہ ادا قرض میت تقسیم ترکہ
پس مابعد ادا قرضہ کے جو مال باقی رہا ہے اگر بلا رضامندی محمود کے زید نے شادی میں
اس صورت میں بقدر اپنے حصے کے محمود استحقاق لینے کا باپ سے رکھتا ہے
بہ رضامندی محمود کے باپ نے شادی میں صرف کیا ہے اس حالت میں محمود اپنا حصہ
اور چونکہ محمود ۱۷ سال کا تھا پس باوجود علم اس امر کے کہ قیمت مکان سے صرف
ہے اور چپ رہا، صرف شادی سے مانع نہ آیا، پس یہ سکوت عدم مانع رہونا موجب
ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ واجابہ خاک رہ محمد مسعود نقشبندی

۲۷ محرم الحرام ۱۳۰۴ھ ہجری

سوال ۱۱۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ
اراضی ہے اور اس اراضی مذکورہ میں دو شخص حقدار ہیں، ایک زید اور دوسرا
مذکورہ بالا کا معافی دار ہے اور بکر اس اراضی کا مالک اور بسوہ دار ہے۔ وقت
حکام بندوبست نے مبلغ صہ روپیہ جمع سالانہ واسطے تیس سال کے مقرر
ہے کہ مبلغ صہ سالانہ ہر سال بکر مالک و بسوہ دار مسمی زید معافی دار کو ادا کرے
کے ذمہ حکام بندوبست نے حق ذیلداری اور حق اعلیٰ نمبرداری مبلغ ۴ ادا کرے
زید کو اس اراضی سے بابت حق معافی داری کے مبلغ بیسہ وصول ہوتے ہیں۔
اس آمدنی حق معافی بیسہ کو ایک شخص ثالث کے پاس یعنی مسمی عمرو
بیع بالوفا۔ بالعوض مبلغ چار سو روپے کے رکھنا چاہتا ہے اور کسی وعدے کے
عمرو کے قرار دیا جاوے اور جب تک میعاد مقررہ کے اندر روپے ادا نہ ہو

---

[1] عالمگیری، کتاب الدعوی، باب ۱، فصل ۳، ج ۴، ص ۱۲ -

ہے حق معافی کے مشتری مسمی عمرو کو شرعاً مباح ہے اور ایسا معاہدہ فریقین کو شرعاً درست اور
ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔
اور تعریف معافی دار اور مالک کی ذیل میں درج ہے :-

معافی دار : معافی دار وہ شخص ہے جس کو جمع مستحقہ حق سرکار معاف ہے۔
مالک : اور مالک بسوہ دار وہ شخص ہے جس کی اراضی پر حق سرکار مشخص کیا گیا
ہے اور معافی دار کو دلایا گیا ہے۔

الجواب

واضح ہو کہ بصورت مسئولہ معاہدہ عند الشرع ناجائز ہے۔ اگر بیع تصور کی
جاوے وہ بھی ناجائز ہے کیونکہ شرط مبیع کی یہ ہے کہ وقت بیع کے مبیع موجود ہو اور حق معافی
معرض زوال میں ہے :-

ومنها فی المبیع وهو ان یکون موجودا
فلا ینعقد بیع المعدوم وما له خطر العدم
کبیع نتاج النتاج والحمل له کذا فی البدائع

دوسرے یہ امر ہے کہ یہ بیع نقدین کی ہے اور نقدین میں میعاد ممنوع ہے اور تیسرے
یہ ہے کہ منفعت مبیعہ کی بعد واپسی کرنے اصل قیمت چار روپیہ کے مشتری کو بلا عوض کسی
کے حاصل رہتے ہیں اور عین ربوا ہے اور اگر اس معاہدہ کو رہن تصور کیا جاوے وہ بھی ناجائز ہے
کیونکہ تمامیت رہن کی ساتھ قبضے کے ہوتی ہے کہ شرط صحت رہن کی ہے کما فی
قوله تعالیٰ :

فرهان مقبوضة[2]

قال فی الهدایة :-

الرهن ینعقد بالایجاب والقبول ویتم بالقبض[3]

---

[1] عالمگیری، کتاب البیوع، ج ۳، ص ۲۔
[2] سورۃ البقرہ، آیت ۲۸۳۔
[3] ہدایہ، کتاب الرہن، ج ۴، ص ۵۱۶۔

اور اس سوال میں قبضہ مرہون کا معدوم کیونکہ منافع معدوم ہوتے ہیں۔
ماسوا اس کے شرط صحت رہن کی مرہون کا موجود ہونا وقت عقد کے ہے جیسے کہ بیع میں
میں معدوم ہے پس ناجائز ہوا :۔

منہا ان یکون محلا قابلا للبیع وھو ان
یکون موجودا وقت العقد مالا مطلقا متقوما
مملوکا معلوما مقدور التسلیم فلا یجوز رھن
ما لیس بموجود عند العقد ولا رھن ما یحتمل
الوجود والعدم کما اذا رھن ما یثمر نخیله
ما ملأ اغنامه السنة او ما فی بطن ھذه الجاریة ونحو ذلک
انتھی ما فی العالمگیریة [1]

اس صورت میں کوئی بھی شرائط مرقوم بالا سے نہیں پائی جاتی۔ اگر اس
عملدرآمد ہوا وہ ربوا میں داخل ہوگا اور حرام اور درحقیقت منافع کی بیع اور رہن
واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ واجابہ خاکپا رہ محمد مسعود نقشبندی
المرقوم ۲۶ جمادی الثانیہ سنہ ۱۳۰۱ ہجری

سوال ۱۱۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ زید نے
کو بلاشرکت احدے عمرو کے پاس رہن کر کے بعدہ بیع کر دیا اور وہ بائع
آیا کہ زید کے ورثا کو بموجب شرع شریف اختیار ہے کہ بیع کو فسخ کر سکتے ہیں
بیع کے واسطے کیا شرائط مقرر ہیں؟ بینوا توجروا من عند اللہ۔

الجواب

رکن بیع کے ایجاب اور قبول ہیں اور شرائط بیع کی اہلیت بائع اور مشتری

---

[1] عالمگیری، کتاب الرہن، ج ۵، ص ۴۳۲۔

مال ہے اور حکم اس کا ثبوت ملک کا ہے :۔

اما القول فالایجاب و القبول و هما رکنه و شرطه اهلیة المتعاقدین و محله المال وحکمه ثبوت الملك له (در مختار)

جب کہ رکن بیع اور شرائط بیع کے صورت مندرجہ سوال میں پائے جاتے ہیں پس بیع کی ہو گئی اور ملک مشتری میں آگئی، بعد تسلیم بیع کے فسخ بیع کی نہیں ہو سکتی اور نہ قبل از برضا طرفین۔ فقط۔

حررہ و اجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی

سوال ۱۱۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں :۔

جو اشیاء ولایت سے پکی ہوئی آتی ہیں بسکٹ مچھلی پنیر وغیرہ کا کھانا مکروہ ہے یا حرام یا کیسا ہے ؟

جو ولایتی پانی گورے بناتے ہیں اور مہتر ان کے کارگزار ہیں اور وہ بوتل وغیرہ دھوتے ہیں اور وہی پانی بھرتے ہیں اور گورہ جو کہ پانی بناتا ہے وہ جھاگ کو منہ میں لے کر بوتل میں نکالتا ہے، اس پانی کا پینا کیسا ہے ؟ اور وہ برتن جس میں پانی رہتا ہے اس میں کتے بھی پانی پیتے ہیں تو اس صورت میں اس کا پینا کیسا ہے ؟

ایک ذبیحہ کا ذابح مسلمان اور ہے اور اس کا دبانے والا معاون ہندو یا کھٹیک ہے تو اس صورت میں وہ ذبیحہ حلال ہے یا حرام ؟ اور اگر ذابح ذبح کر کے کھٹیک کے سپرد کر کے کہیں چلا گیا اور اس کھٹیک نے اس کو تنہائی میں صاف کیا پھر ذابح آیا اور اس کو پہچان لیا کہ یہ وہی گوشت ہے تو اس گوشت کو اس ذابح کا پہچاننا درست ہے یا نہیں اور اس کو کھانا جائز ہے یا غیر جائز ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بسکٹ وغیرہ پنیر مچھلی شلغم جو کہ ولایت سے آتے ہیں ان کا کھانا درست ہے کیوں کہ

له در مختار، کتاب البیوع، ج ۲، ص ۲ -

اصل پاک ہے تاوقتیکہ یقین کامل نجاست کا اس میں نہ ہو، ناپاک نہیں ہوتے جیسے
میں مندرج ہے :-

الاصل بقاء ما کان علیٰ ما کان شک فی
النجس فالاصل بقاء الطہارۃ[1] حموی واشباہ

پس شک سے یہ اشیاء ناپاک نہیں ہوتیں مثل گندم اور گھی کے اور
ہے تاوقتیکہ یقین نجاست کا اس میں نہ ہو ---------- اور
ہے اور کتے کو تاوقتیکہ اپنی آنکھ سے پیتا نہ دیکھے، پاک ہے، احتمال سے

۳۔ ذبح مسلم کا حلال ہے اگرچہ پکڑنے والا کھٹیک یا ہندو ہو کیونکہ اسم اللہ
واسطے شرط ہے اور معاون کے واسطے شرط نہیں ہے اور ذبیحہ مسلم کا کھٹیک
صاف کیا ہو اور پھر ذابح نے اس کو شناخت کیا ہے، حلال اور درست ہے۔

سوال ۱۱۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسئلوں میں کہ :-

۱۔ اہل تشیع کے ساتھ اہل سنت وجماعت کو مواکلت ومشاربت ومناکحت
چاہیے یا نہیں ؟ اور

۲۔ اہل سنت وجماعت کی مسجدوں میں ان لوگوں کو نماز پڑھنے کے لئے
یا نہیں ؟ اور

۳۔ اہل سنت وجماعت کی مسجدوں میں ان لوگوں کا مجتمع ہونا واسطے سوئم
مذہب اپنے کے اور وعظ کہنا حسب مذہب اپنے کے چاہیے یا نہیں ؟
بینوا توجروا۔

الجواب

اگرچہ بوجہ اہل کتاب ہونے کے مواکلت ومشاربت ومناکحت، سوا دختر دینے

---

[1] شرح الاشباہ والنظائر :

…شیع جائز ہو سکتے ہیں ولیکن چونکہ اہل تشیع قاذف حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا اور سا :
…ہیں کہ موجب طعن اور انحراف آیات قرآنی کا ہے اور بہ نسبت قرآن الٰہی کے قرآن عثمانی
…میں اور اس میں حشو اور عدم ارتباط اور تکرار اور تناقض پیدا کرتے ہیں پس بنظر عمومیت آیت
…کے :-

واذا رأيت ايها المومنون الذين يخوضون
بالطعن والاستهزاء في آياتنا المنسوبة الى مقام
عظمتنا فحقها ان تعظم بما يناسب عظمتنا فاعرض
عنهم بترك مصاحبتهم ومجالستهم لئلا يقع شيئ
من مطاعنهم بقلبك ولا يحضره الرد لاحتجابه
ببعض الاهوية او لقصوره على حضور المنكر اذا
لم يقدر على دفعه مشاركة لصاحبه حتى يخوضوا
في حديث غيره اى غير الخوض في آياتنا واما
ينسينك الشيطان اى وان ينسينك الشيطان
الامر بالاعراض بان ينتهز وقت الفترة التى
لا بد من وقوعها فجلست معهم فلا تواخذ
به لكن اذا ذكرت فلا تقعد اى فلا تدم قعودك
بعد الذكرى المخرجة لقعودك عن حكم النسيان
معهم بظلمهم بالطعن في الكلام المعجز بما
يتوهمون فيه من التناقض او اللحن وعدم
الارتباط والحشو والتكرار مع ان الواجب
عندرؤيته عجزهم عن مثله لفظا ومعنا
فمن قدر على مثل لفظه الخ فالقعود معهم
قعود مع القوم الظلمين انتهى ما في تبصير الرحمٰن [1]

---

[1] تفسیر تبصیر الرحمٰن ، سورۃ الانعام ، زیر آیت ، ج ، ص

اہل تشیع سے مجالست اور مواکلت اور مشاربت اور مناکحت نہ چاہیے کیونکہ
تاثر شکوک دل میں پیدا ہوں گے خصوصاً اس وقت کہ سبب شرم یا بجہت عدم علم جواب
سے عاری ہو اور یہ امر مناکحت میں ضروری ہے۔ اصل علت عدم مجالست و مناکحت
استہزا فی الدین اور طعن اور تشنیع صحابہ ہے کما فی الکبیر:۔

ثم بین فی ھٰذہ الاٰیۃ ان اولٰئک المکذبین
ان ضموا الی کفرھم وتکذیبھم الاستھزاء بالدین
والطعن فی الرسول فانہ یجب الاحتراز عن
مقارنتھم وترک مجالستھم[1] انتھٰی ما فی
التفسیر الکبیر۔

پس بالضرور اہل تشیع سے مجالست اور مناکحت وغیرہما نہ چاہیے اور
بدعیہ اور وعظ مسجد میں کہنے کی اجازت دینی چاہیے کہ حدیث شریف میں آیا ہے:۔
الوحدۃ خیر من الجلیس السوء[2]

خذ ھٰذا مع دفع الاعتراضات۔ فقط
حررہ واجابہ خاکپاے رہ محمد مسعود نقشبندی
یکم ذیقعدہ ۱۳۰۲ھ ہجری

سوال ۱۱۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ رفضہ خفضہ شیعہ تبرائی سے
مشاربت کرنی اور ان سے خلط ملط رکھنا اہل سنت کو اور ان کا ممد و معاون ہونا کسی کا ان
سے رشتہ کرنا اور جو خلق شدہ ان پر نیاز وغیرہ کر کے شیرینی وغیرہ تقسیم کرتے ہیں، اس کا کھانا درست
یا نہیں؟ اور اہل سنت کو ان لوگوں سے معاملہ کرنا چاہیئے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اہل شیعہ تبرائی سے باہم مشاربت و مواکلت کرنی اور خلط ملط ان سے کرنا اہل سنت

---

[1] تفسیر کبیر، سورۃ الانعام، زیر آیت ۶۸، ج ۴، ص ۶۵۔
[2] الجامع الصغیر، للسیوطی، ج ۲، ص ۱۹۶۔

...یاز نہیں ہے کیونکہ شیعہ بسبب قذف حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے مکذب آیات ...ن ہیں جو کہ حضرت رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی شان برات میں نازل ہوئی ہیں اور یہ امر موجب تکفیر ...استہزا فی الدین اور طعن فی الرسول ہے۔ ایسے شخصوں کی نسبت اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ان ...کے ساتھ مل کے مجلس نہ کرو اور جس مجلس میں یہ اقوال ہوں اس مجلس سے اٹھ جانا لازم ہے :-

واذا رأیت الذین یخوضون فی آیتنا فاعرض عنہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ واما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین[1] ان اولئک المکذبین ان ضموا الی کفرہم وتکذیبہم الاستہزاء بالدین والطعن فی الرسول فانہ یجب الاحتراز عن مقارنتہم وترک مجالستہم۔

ونقل الواحدی ان المشرکین کانوا اذا جالسوا المؤمنین وقعوا فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والقرآن فشتموا واستہزؤا فامرہم ان لا یقعدوا معہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ ولفظ الخوض فی اللغۃ عبارۃ عن المفاوضۃ علی وجہ العبث واللعب[2] انتہی ما فی التفسیر الکبیر۔

...دوسری آیت میں بھی یہی حکم ہے :-

وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم آیات اللہ یکفر بہا ویستہزأ بہا فلا تقعدوا معہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلہم[3]

---

[1] سورۃ الانعام ، آیت ۶۸ -

[2] تفسیر کبیر، سورۃ الانعام ، زیر آیت ۶۸ ، ج ۴ ، ص ۶۵ -

[3] سورۃ النساء ، آیت ۱۴۰ -

پس ثابت ہوا کہ شیعہ کی محافل محرم میں اہل سنت وجماعت کو شامل ہونا منع ہے کیونکہ ان کی مجالس میں سب شیخین اور قذف حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرقہ ظالمین میں بدعتی اور فاسق اور کافر بھی داخل ہیں۔ ان سب کے ساتھ مواکلت اور جلوس منع ہے۔

اہل شیعہ بدعتی تو ظاہر ہیں اور فاسق اور کافر بسبب سب شیخین اور قذف واجب ہوا اہل سنت وجماعت کو کہ ان کی مجالس اور ہم صحبت سے پرہیز کریں۔

ان القوم الظلمین یعم المبتدع والفاسق والکافر

والقعود مع کلھم ممتنع [1] (تفسیر احمدی)

چنانچہ فقہاء نے جس دعوت میں کہ لہو ولعب ہو اس میں شامل ہونے سے منع کیا ہے اہل شیعہ تبرائی فاسق اور کافر ثابت ہوتے اس لئے عورت سنیہ کا نکاح مرد شیعہ کما حرمت مرارًا :

فلیس فاسق کفو الصالحۃ او فاسقۃ [2]

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ شیعہ بسبب انکار صحابیت اور سب حضرت ابوبکر اور قذف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کافر ہیں :-

الرافضی ان کان ممن یعتقد الوھیۃ علی او ان جبریل غلط فی الوحی او کان منکر اصحبۃ الصدیق او یقذف السیدۃ الصدیقۃ فھو کافر لمخالفۃ القواطع المعلومۃ من الدین بالضرورۃ [3]

(ترجمہ) یعنی جو رافضی کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خدا جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام وعلیٰ نبینا وحی غلطی سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے تھے (ورنہ مستحق علی رضی اللہ عنہ تھے) اور انکار صحابی ہونے حضرت ابوبکر صدیق

---

[1] تفسیر احمدی، سورۃ الانعام، ص ۳۸۸۔

[2] درمختار، کتاب النکاح، باب الکفاءۃ، ج ۱، ص ۱۹۵۔

[3] شامی ، ، ، ج ۲، ص

رضی اللہ عنہ کا کرتے ہیں اور تہمت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا کو لگاتے ہیں، یہ سب کافر ہیں۔

جب کہ کافر ہوئے پس عورت سنیہ مومنہ کا نکاح مرد شیعہ کے ساتھ ناجائز ہوا کما فی کتب الفقہ۔ اور جو علم شیدوں پر شیرینی چڑھاتے ہیں اس کا کھانا جائز ہے۔ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالے عنہ نے اس قسم کے مبتدعین کے سلام کا جواب نہ دیا :۔

عن نافع ان رجلا اتی ابن عمر فقال ان فلانا یقرأ علیک السلام فقال انہ بلغنی انہ قد احدث فان کان قد احدث فلا تقرئہ منی السلام۔

رواہ الترمذی ؎

یعنی جو شخص کہ تکذیب کرے اور نئی چیز پیدا کرے اس کو جواب سلام بھی دینا نہ چاہیئے کجا کہ شرکت کسی امر میں :۔

فانہ مبتدع لا یستحق جواب السلام ولو کان من اہل الاسلام ؎ (مرقات)

۔ اور شیعہ تبرائی اور قاذف مثل قدریہ کے ہیں کیونکہ قدریہ منکر قدر ہیں اور مکذب نصوص قدر ہیں اور شیعہ مکذب نصوص برأۃ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالے عنہا و منکر صحبت صدیق رضی اللہ تعالے عنہ۔ پس تکذیب نصوص مساوی ہیں اور قدریہ کی شان میں احادیث وارد ہیں کہ ان سے نہ ملو اور بیمار پرسی ان کی نہ کرو اور ان کے جنازہ پر نہ جاؤ۔ اسی طرح اہل شیعہ سے چاہیئے کہ ان کے جنازہ پر نہ جانا چاہیئے اور ان سے خلط ملط نہ رکھنا چاہیئے اور شادی غمی میں ان کی مجالس میں شریک ہونا چاہیئے :۔

عن ابن عمر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القدریۃ مجوس ہذہ الامۃ ان مرضوا فلا تعودوھم وان ماتوا فلا تشھدوھم

؎ مشکاۃ، کتاب الایمان، باب الایمان بالقدر، حدیث ۳۸، فصل ۳۔

؎ مرقاۃ، 〃 〃 〃 ج ۱، ص ۱۸۶۔

رواہ احمد و ابوداؤد[1]

وعن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم لا تجالسوا اھل القدر ولا تفاتحوہم

رواہ ابوداؤد[2]

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

حررہ واجابہ خاکپائے محمد مسعود نقشبندی

۵ صفر المظفر ۱۳۰۴ ہجری

سوال ۱۱۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین رحمہم اللہ تعالیٰ اندریں مسئلہ

کو عارضہ برص ہوگیا ہے، اس کی برادری کے لوگ اس کے ساتھ کھانا کھلانے اور

پرہیز اور اجتناب کرتے ہیں۔ آیا یہ اجتناب شرعاً ضروری ہے یا بلا کراہت جائز

مسئلے کی مفصل ارشاد فرمائی جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

ماہران احادیث پر مخفی نہ رہے کہ در باب پرہیز کرنے اس قسم کی بیماریوں

آئی ہیں:۔

۱۔ فر من المجذوم کما تفر من الاسد[3] رواہ البخاری

یعنی جذام والے سے بھاگ جیسا کہ شیر سے بھاگتا ہے۔

اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص جذام والا واسطے بیعت اسلام کے آیا

کہلا بھیجا کہ ہم نے بیعت کر لی تو اپنے مکان کو چلا جا:۔

---

[1] مشکوٰۃ، کتاب الایمان، باب الایمان بالقدر، حدیث ۲۹، فصل ۲۔

[2] ایضاً، " " " حدیث ۳۰، "

[3] ایضاً، کتاب الطب، باب الفال والطیرۃ، حدیث ۲، فصل ۱

ب۔ عن عمرو بن الشرید عن ابیہ قال کان وفد ثقیف رجل مجذوم فارسل الیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا قد بایعناک فارجع رواہ مسلم[1]

ان ہر دو احادیث سے معلوم ہوا کہ عارضہ برص والے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

اور اس امر میں بھی احادیث آئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امراض کچھ تاثیر تجاوز میں نہیں رکھتے ان سے پرہیز کرنا نہ چاہیے :۔

ج۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاعدوی ولا طیرۃ ولا ھامۃ ولا صفر[2] رواہ البخاری۔

د۔ وعن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذ بید مجذوم فوضعہا معہ فی القصعۃ وقال کل ثقۃ باللہ وتوکلا علیہ رواہ ابن ماجۃ[3]

ان ہر دو احادیث سے معلوم ہوا کہ اس قسم کی بیماری والوں سے پرہیز کرنا نہ چاہیے کہ یہ بیماری کچھ تاثیر نہیں رکھتی کہ دوسرے کو چمٹ جاوے۔ پس خلاصہ اور تطابق ان احادیث کا یہ ہے کہ حقیقت میں ان بیماروں کی طبیعت میں یہ تاثیر نہیں ہے کہ دوسرے کو لگ جاوے مگر اللہ تعالیٰ نے ایک سبب واسطے تجاوز کے بنا دیا ہے کہ ملنے جلنے سے دوسرے کو اثر ہو جاتا ہے۔

یعنی ہر چہار احادیث کا مطلب یہ ہے کہ جو جاہل اعتقاد کرتے ہیں کہ یہ بیماریاں بذاتہ لگ جاتی ہیں اس کا اعتقاد کرنا نہ چاہیے مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے بیماری والوں سے ملنے جلنے سے لگ جاتی ہے دوسرے کو بیماری ہو جاتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی۔ یہ تاثیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے گی جیسا کہ کہا ہے ابن صلاح نے۔

---

[1] مشکاۃ، کتاب الطب، باب الفال والطیرۃ، حدیث ۶، فصل ۱۔
[2] ایضاً ، ، ، حدیث ۲ ، ، ۔
[3] ایضاً ، ، ، حدیث ۱۰، فصل ۲۔

اور دوسری وجہ تطبیق کی یہ ہے کہ دراصل ان بیماریوں میں طاقت تاثیر
نہیں ہے ولیکن جو شخص کہ اعتقاد رکھتا ہے کہ ان بیماریوں سے بچنا چاہئے اور ان کے
سے یہ بیماریاں ہو جاتی ہیں ان کو شارع نے جائز رکھا ہے کہ ان سے نہ ملیں تا کہ گناہ اور
میں مبتلا نہ ہوں کیونکہ ملنے سے اگر یہ بیماری ہو گی تو اللہ تعالے کے حکم سے ہو گی اور یہ شخص
کہ بسبب ملنے برص والے کے ہوئی اور مؤثر حقیقی یہ ہے تو شرک عائد ہو گا اسی واسطے شارع
حکم کیا کہ ایسی بیماری والوں سے نہ ملیں تا کہ سوء اعتقاد نہ واقع ہو هـذا كله فی شرح
نخبۃ الفکر۔

پس خلاصہ مطلب یہ ہے کہ عوام کو برص والوں سے کراہت آتی ہے اور وہم
تجاوز کار رکھتے ہیں، پرہیز کرنا چاہئے اور برص والے کے ساتھ کھانا پینا نہ چاہئے اور خاص
کو کہ اعتماد اور توکل ان کا اللہ تعالے پر کامل ہے، جائز ہے کہ برص والے سے مخالطت
ملنا اور کھانا پینا کریں کہ جو ہے سب اللہ تعالے کی طرف سے ہے، دوسری کے
دخل نہیں، فقط۔

حررہ واجابہ خاک رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

سوال ۱۱۶

کیا فرماتے ہیں علمار دین بیچ ان مسئلوں کے :۔

۱۔ نذر غیر اللہ جائز ہے یا نہیں مثل بکرا شیخ سدو وغیرہ کے، اگر کسی شخص نے نذر
کی کی رمضان کے ماہ میں یا اور کسی ماہ میں، پھر ایک دو ماہ یا دس بیس دن کے بعد
تسمیہ سے ذبح کیا بغیر عود نیت سابقہ، اب وہ ذبیحہ تسمیہ سے ذبح ہوا یا نہیں
اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ قبر پر اذان دینا بعد دفن میت کے درست ہے یا نہیں؟ مردے کے کان میں
دینا درست ہے یا نہیں؟

۳۔ ایک عورت کو ایک راجہ نے ایام طفولیت میں خریدا پھر اس کو رقص وغیرہ سکھایا
وہ مر گیا، اس نے توبہ کی، انگریزوں نے اس کی تنخواہ بطور پنشن کے کر دی، اس کے
ہاں کا کھانا درست ہے یا نہیں؟ اس کا مال طیب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

برہان فقہ حنفی مخفی نہ رہے کہ نذر غیر اللہ عند الشرع محمدیہ باطل اور حرام ہے مثل بکرے شیخ سدو وغیرہ کیونکہ نذر خالص اللہ تعالےٰ کے واسطے ہے :-

والنذر للہ عز وجل[1]

اور یہ نذر مذکور السوال واسطے مخلوق کے ہے اور نذر مخلوق کے واسطے جائز نہیں کیونکہ نذر عبادت ہے اور عبادت کسی مخلوق کی کرنی درست نہیں :-

انہ نذر للمخلوق والنذر للمخلوق لایجوز لانہ عبادۃ والعبادۃ لاتکون لمخلوق[2]

دوسرے یہ کہ جس کے واسطے مانی ہے وہ مردہ ہے اور مردہ لائق قبول و ملک کے نہیں ہوتا۔

ان المنذور لہ میت والمیت لایملک لہ کما فی الشامی[3]

اور یہی شامی میں لکھا ہے کہ بالاجماع نذر غیر اللہ حرام ہے۔ اور در مختار میں لکھا ہے کہ بالاجماع باطل اور حرام ہے :-

واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدراھم والشمع والزیت ونحوھا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیھم فھو بالاجماع باطل وحرام ما لم یقصدوا صرفھا لفقراء الانام وقد ابتلی الناس بذلک ولاسیما فی ھذہ الاعصار[4]

اور علامہ قاسم نے درر البحار میں امام محمد سے نقل کیا ہے کہ فرمایا امام محمد نے :-

" اگر عوام الناس میرے غلام ہوتے ان کو آزاد کر دیتا اور ولاء کو

---

[1] حاشیہ شامی، کتاب الصیام، مطلب فی الکلام علی النذر، ج ۲، ص ۱۲۸ -

[2] در مختار، " ، باب ما یفسد الصوم، ج ۱، ص ۱۵۵ -

ساقط کر دیتا کیونکہ اس امر نذر غیر اللہ میں عیب اور عار دلانے والے ہیں

(ھٰذا کلہ فی الدر المختار)

مگر اگر کوئی نذر ماننے والا نذر کو واسطے اللہ کے خالصاً مانے اور کہے کہ

یہ نذر واسطے تیرے ہے اگر فلاں حاجت پوری ہو جاوے گی تو اس کو فلاں درگاہ کے

تو جائز ہے کما فی الشامی اور یہی عالمگیری میں :-

والنذر الذی یقع من اکثر العوام بان یاتی

الی قبر بعض الصلحاء ویرفع سترہ قائلا یا سیدی

فلان ان قضیت حاجتی فلک منی من الذھب

مثلا کذا باطل اجماعا نعم لو قال یا اللہ انی

نذرت لک ان شفیت مریضی او نحوہ ان اطعم

فقراء الذی بباب السیدۃ نفیسۃ اونحوھا او

اشتری حصیر المسجدھا او زیتا لوقودھا

دراھم لمن یقوم بشعائرھا بما یکون نفعہ نفعہ

والنذر للہ [2]

پس تا وقتیکہ نذر خالصاً للہ نہ ہو اور صرف اس کا واسطے فقراء نذر ولی کے

نہیں اور حرام ہے بالاجماع :-

وذکر الشیخ انما ھو محل صرف النذر لمستحق

یجوز لکن لا یحل صرفہ الا الی الفقراء ولا الی

ذی علم لعلمہ ولا لحاضری الشیخ الا ان یکون

واحدا من الفقراء واذ عرفت ھذا فما یؤخذ من

الدراھم ونحوھا وینتقل الی ضرائح الاولیاء تقربا الیھم

---

[1] درمختار، کتاب الصیام، باب ما یفسد الصوم، ج ۱، ص ۱۵۵۔

[2] بحر الرائق، کتاب الصوم، فصل ومن نذر صوم الخ، ج ۲، ص ۳۲۰۔

فحرام بالاجماع مالم یقصد بصرفها الفقراء الاحیاء قولا واحدا وقد ابتلی الناس بذلک [1]

هکذا فی النهر الفائق والبحر الرائق. عالمگیری،

پس یہ بجز اغیر اللہ بلا عود نیت سابقہ کے اگرچہ تسمیہ کا وقت ذبح کے ذکر کیا ہو حرام ہے جیسا کہ در مختار میں مذکور ہے :-

ولو سمی و لم تحضرہ النیۃ صح بخلاف ما لو قصد بہا التبرک فی ابتداء الفعل او نوی بہا امرا اخر فان لا یصح فلا تحل [2]

کیونکہ نیت سابقہ کہ فی الحال موجود ہے وہ بھی موجب حرمت کی ہے کما یفہم

اور قبر پر اذان دینا بعد دفن میت یا مردے کے کان میں اذان دینا نزدیک حنفیہ کے نادرست ہے کما یفہم من العالمگیریۃ والدر المختار :-

ولیس لغیر الصلوات الخمس والجمعۃ والمنذورۃ وصلاۃ الجنازۃ والاستسقاء والضحی والافزاع [3] (ھکذا فی التبیین) ولا یسن لغیرہا [4] (در مختار)

لیکن کتب شافعیہ میں درست لکھا ہے اور ابن حجر نے شرح عباب میں اس کو رد کیا ہے :-

و قیل عند انزال المیت القبر قیاسا علی اول خروجہ للدنیا لکن ردہ ابن حجر فی شرح العباب

---

[1] بحر الرائق، کتاب الصوم، فصل ومن نذر صوم الخ، ج ۲، ص ۳۲۱ -
[1] فتاوی خیریہ، ، فصل فی النذر، ج ۱، ص ۱۷، ۱۸-
[2] در مختار، کتاب الذبائح، ج ۲، ص ۲۲۸ -
[3] عالمگیری، کتاب الصلاۃ، باب ۲، ج ۱، ص ۵۳ -
[4] در مختار، ، باب الاذان، ج ۱، ص ۲۵۸
[4] شامی، کتاب الصلاۃ، باب الاذان، ج ۱، ص ۲۵۸ -

اور جو کہ حدیث شریف صحیح مسلم کی درباب اذان دینے کے وقت دیکھنے غول
آئی ہے اور اس کو شامی میں بھی تمسک بہ نسبت غول بیانی پکڑا ہے، اس پر قیاس کر
میت پر اذان دینا غیر صحیح ہے کیونکہ علت اس کی دور کرنا شیطان اور خبیثات
ان قال ان الشیطان اذا نودی بالصلوٰۃ
ولی ولہ حصاص[1]
اور وقت داخل ہونے میت کے قبر میں شیطان یا خبیثات نہیں آتے بلکہ وہ وقت
آتے ہیں اگرچہ عذاب کے ہوں وہ اذان سے بھاگ نہیں سکتے اور جو کہ کتب
جواز لکھا ہے وہ بلفظ 'قیل' ہے کہ ضعیف پر دلالت کرتا ہے[2]

۳- عورت مذکور السوال کہ بجہت رقص و سرود کے نوکر تھی، اس وقت کی کمائی
راجہ کی حرام ہے اور کھانا بھی اس کا حرام ہے کیونکہ احادیث میں منع آیا ہے:-
عن ابی ھریرۃ قال نہی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ
علیہ وسلم عن ثمن الکلب وکسب الزمارۃ رواہ
فی شرح السنۃ[3]
وعن ابی امامۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ
وسلم لا تبیعوا القینات ولا تشتروھن ولا تعلموھن
وثمنھن حرام (رواہ الترمذی)[4]
اور اسی طرح عالمگیری میں لکھا ہے:-
"مقابل رقص و سرود کے اجرت یعنی حرام ہے۔"
اور بصورت مسئولہ نوکری راجہ کی بالعوض رقص و سرود کے تھی، پس حرام ہوئی البتہ

---

[1]
[2] مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ نے "ایذان الاجر فی الاذان علی القبر" میں قبر
کے جواز پر دلائل قائم کئے ہیں۔ شرف قادری
[3] مشکوٰۃ، کتاب البیوع، باب الکسب، حدیث ۲۱، فصل ۲۔
[4] ایضاً ، ، ، حدیث ۲۲، ،

...واہ ہے وہ ایک گونہ جائز ہے ۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ واجابہ خاکپارہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

یکم جمادی الاولیٰ ۱۲۹۹ھ ہجری

سوال ۱۱۷

زید نے اپنے خادم بت پرست کو بازار سے گوشت مول لانے بھیجا اور بازار کا ...ل یہ ہے کہ گوشت کی دوکانیں شہر میں ہیں اور مسلخ شہر سے دور، مسلخ میں مسلمان ذابح جانور ...ذبح کر کے گوشت بت پرست قصابوں کے حوالے کرتا ہے اور اپنے گھر چلا جاتا ...ہے، پس قصابان مذکور وہ گوشت اپنے گھر لاتے ہیں، رات دن خود اس کی حفاظت ...رتے ہیں اور خود بازار میں لاکر اس کو نکالتے ہیں، وہ خادم مذکور گوشت لینے کے ...ت مسلمان ذابح حاضر نہیں رہتا ہے، فقط بت پرست قصاب سے مول لے کر ...تا ہے تو یہ گوشت کھانا زید کو حلال ہے یا حرام ہے؟

الجواب

جواب ہدایہ کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ زید کو وہ گوشت کھانا حرام ہے۔[۱]

ومن ارسل اجیراً له مجوسیا اوخادما فاشتری لحما فقال اشتریته من یہودی او نصرانی او مسلم وسعه ان یاکله وان کان غیر ذلك لم یسعه ان یاکل منه معناه اذا کان ذبیحة غیر الکتابی والمسلم[۲]

پس اس کا مفہوم مخالف یعنی جب ذابح کتابی یا مسلم ہے تو وہ گوشت کھانا جائز ...ہے۔ فقط۔

---

[۱] ہدایہ، کتاب الکراہیۃ، ج ۴، ص ۴۵۳۔

[۲] عالمگیری، ، باب ۱، ج ۵، ص ۳۰۸۔

جواب الجواب

وہ گوشت اس وقت کھانا جائز ہوگا کہ خادم مذکور مسلمان ذابح کی حضوری میں
قصاب سے مسلمان ذابح کے ذبیحہ کا گوشت مول لے گا۔ اگر مسلمان ذابح کی غیر حاضری
بت پرست کے قول کے بھروسے پر گوشت مول لے گا تو وہ گوشت کھانا جائز نہیں

لا یعتبر قول الکافر فی الدیانات کذا فی العینی

کیونکہ سائل کے بازار کا دستور العمل ظاہر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بت پرست
سے خادم گوشت مول لیتے وقت سوائے کافر کے قول کے کہ "مسلمان ذبح کر
کچھ دلیل نہیں ہے، اس واسطے جواب اس سوال کا بے محل اور بے جا ہے بلکہ جواب
سوال کو لائق ہے:-

قال ابن الحسن الشیبانی فان اتی بلحم
مجوسی و ذکر ان مسلما ذبحہ لم یصدق ولم
یوکل [2]

تفصیل اس اجمال کی "فتاویٰ علماء دہلی اور سہارنپور" میں ہے جس کو
نے کتاب "مالابد منہ" کا ضمیمہ بنا کے مشتہر کیا ہے، چاہیے کہ ملاحظہ فرمادیں۔

جواب بر صحتِ جواب الجواب

واضح ہو کہ بصورت ہذا کے خادم بت پرست قصاب بت پرست سے
لایا، بلاشبہ اس گوشت کا کھانا حرام ہے کیونکہ خبر کافر کی معاملات میں مقبول ہوتی ہے
میں غیر مقبول ہے:-

ان خبر الکافر مقبول بالاجماع فی المعاملات

---

[1] عالمگیری، کتاب الکراہیۃ، باب ۱، ج ۵، ص ۳۰۸۔

[2] مؤطا امام محمد، کتاب الضحایا، باب الرجل یشتری اللحم الخ، ص ۲۲۴۔

لا فی الدیانات [1] (درمختار)

اور بصورت ہذا خادم نے خبر خریداری کی دی ہے کہ معاملات سے ہے اور ضمناً حرمت ثابت ہوتی ہے کما قال فی الدر المختار:

ویقبل قول الکافر فی الحل والحرمۃ یعنی الحاصلین فی ضمن المعاملات لا بمطلق الحل والحرمۃ انتہی [2]

چنانچہ تصریح کی ہے اس صورت کی درمختار میں :-

ویقبل قول کافر ولو مجوسیا قال اشتریت اللحم من الکتابی فیحل او قال اشتریتہ من مجوسی فیحرم انتہی [3]

پس قول خادم کا کہ قصاب بت پرست سے خریدا ہے موجب حرمت کو ہے و ھکذا فی العالمگیریۃ [4] والھدایۃ [5] اور معنی عبارت ہدایہ کا :-

وان کان غیر ذٰلک لم یسعہ ان یاکل منہ (ای غیر ما قال اشتریتہ من یہودی او نصرانی بان قال اشتریتہ من مجوسی فلم یسعہ الاکل حینئذٍ اشار الی ھٰذا المعنی بقولہ معناہ (عینی) [6]

پس اصل مطلب عبارت ہدایہ کا جس کو مجیب اول نے اپنے مدعے کی سند پکڑی ہے یہ ہے

---

[1] درمختار، کتاب الحظر والاباحۃ، ج ۲، ص ۲۳۷۔

[2] ایضاً ، ، ، ،

[3] ایضاً ، ، ، ،

[4] عالمگیری، کتاب الکراہیۃ، باب ۱، ج ۵، ص ۳۰۸۔

[5] ہدایہ ، ، ج ۴، ص ۴۵۳۔

[6] شرح ہدایہ، عینی

کہ اگر خادم مجوسی خبر دے کہ میں نے بت پرست سے خریدا ہے تو حرام ہے جیسا کہ صو
ظاہر ہے مگر عبارت صاحب ہدایہ کی شبہ میں ڈالتی ہے کہ جس کے شبہ میں عجیب
ہیں کما قال فی فتح القدیر :-

اقول کان الاظہر ان یقال معناہ اذا کان قو
غیر ذلک بان قال اشتریتہ من غیر الکتابی
المسلم لان المقصود بالبیان ھٰھنا کون قول
مقبولا فیما ھو من جنس المعاملات سواء
الحل او الحرمۃ لا کون ذبیحۃ المسلم والکتا
مما یوکل دون ذبیحۃ غیرھما فانہ من مسا
کتاب الذبائح وقد مر ھناک مشرحا وعبا
المصنف توھم اصالۃ الثانی کما تری انتھی ۔

خلاصہ مرام کا یہ ہے کہ بصورت سوال اکل گوشت کا حرام ہے ۔ فقط
واللہ اعلم بالصو

دیگر تحقیق تقریر یہ ہے کہ مصنف ہدایہ نے :-

معناہ اذا کان ذبیحۃ غیر الکتابی والمسلم
سے معنی ضمنی بیان کئے ہیں ای معناہ الضمنی ۔ تقریر قول محمد رحمۃ اللہ
جامع الصغیر میں ہے جس کو صاحب ہدایہ نے نقل کیا ہے ، یہ ہے :-

ومن ارسل اجیرالہ مجوسیا او خادما
فاشتری لحما فقال اشتریتہ من یہودی او
نصرانی او مسلم وسعہ اکلہ (ای معناہ الضمنی
اذا کان ذبیحۃ الکتابی والمسلم) وان کان غیر ذلک

---

۱ فتح القدیر ، کتاب الکراہیۃ ، ج ۸ ، ص ۴۴۴ ۔

۲ ہدایہ ، " " ، ج ۴ ، ص ۴۳۷ ۔

لم يسع ان ياكل من معناه الضمنى اذا كان
ذبيحة غير الكتابى و المسلم ؎

پس ذٰلک سے اشارہ وان کان غیر ذٰلک میں طرف معنی ضمنی کے ہے اور
...شتریتہ من یہودی الخ کی طرف نہیں ہے ورنہ مصنف وان کان غیر ذٰلک
...یعنی کان کی جگہ قال کہتا جیسا کہ بلحاظ معنی ضمن کے عبداللہ ملقب حافظ الدین نے کنز میں
...ہے :-

ویقبل قول الکافر فی الحل والحرمۃ ؎

ورنہ قول کافر کا درباب دیانات بالاجماع غیر مقبول ہے ماسوا اس کے خادم بت پرست نے
...یں کہا کہ " اس کو ذبح کتابی نے کیا ہے " جس کا یہ گوشت ہے کہ مجیب اول کا یہ جواب درست
...اور اگر خادم بت پرست یہ بھی کہتا ہے کہ " یہ گوشت ذبیحہ کتابی کا ہے " تو بھی خبر کافر کی دیانات
...مقبول نہیں ہوتی ۔ فقط منہ ۔

محمد مسعود نقشبندی دہلوی

المرقوم ۱۹ ر ذوالحجہ سنہ ۱۳ھ ہجری

سوال ۱۱۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ :-

اجرت شہادت جیسے آجکل عدالت انگریزی بقدر حیثیت معتبر ہے جائز ہے
...نہیں ؟

اور جائداد کا رہن رکھنا اور شے مرہونہ سے نفع اٹھانا سود ہے یا نہیں ؟ اور جو شخص
...۔۔۔۔ سود کا ہے یعنی سود دے اور رہن کا نفع کردہ بھی سود ہے لے ۔ وہ قابل اس کے ہے
...امام اور مقتدا اہل اسلام مقرر کیا جائے یا نہیں ؟

؎ ہدایہ ، کتاب الکراہیۃ ، ج ۴ ، ص ۴۳۷ ۔ (قوسین کے اندر صاحب فتاویٰ کی عبارت ہے ۔)
؎ کنز ، ، فصل فی الاکل والشرب ، ص ۳۷۵ ۔

الجواب

واضح ہو کہ اجرت شہادت کی نزدیک امام ابو یوسف کے مطلقاً جائز ہے
امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مطلقاً ناجائز ہے۔ اور بعض نے تفصیل کی ہے کہ اگر عذر ہو تو
ہے اور اگر عذر نہ ہو تو غیر جائز ہے :

وکذا الکاتب اذا تعین لکن لہ اخذ الاجرۃ
لا للشاھد حتی لو اکب بلا عذر لم تقبل و
تقبل لحدیث اکرموا الشھود وجوز الثانی الاکل
مطلقا وبہ یفتی (مجمع) واقرہ المصنف[1] (در مختار)
وھکذا فی الشامی الا انہ یجوز لہ اخذ الاجرۃ علی
الکتابۃ دون الشھادۃ فیمن تعینت علیہ باجماع
الفقہاء وکذا من لم یتعین علیہ عندنا وھو
قول الشافعی وفی قول یجوز لعدم تعینہ علیہ
انتہی۔

پس ان روایات سے اختلاف معلوم ہوتا ہے کہ :

(ا) بعض کے نزدیک اجرت جائز ہے۔ اور

(ب) بعض کے نزدیک غیر جائز ،

ولیکن اصل تحقیق یہ ہے کہ عذر کی حالت میں اگر کچھ بقدر ضرورت شاہد کو دیا جاوے
مثلاً کوئی بغیر سواری کے کچہری میں نہیں جاسکتا اور اس کے پاس خرچ سواری کا
ہے ، اس صورت میں شاہد کو سواری دینی چاہئے اور اگر بغیر سواری کے کچہری میں
ہے ، ایسی حالت میں اجرت دینی یا سواری دینی ناجائز ہے اور اس کی گواہی قبول
شرح کنز میں تحریر کیا ہے :۔

---

[1] در مختار ، کتاب الشہادات ، ج ۲ ، ص ۹۰ ۔

[2] شامی ، ، ، ج ۴ ، ص ۳۷۱ ۔

ثم ان كان شيخا كبيرا لا يقدر على المشى الى مجلس القاضى وليس له شيئ للركوب فاركبه المدعى من عنده لا بأس به وتقبل شهادته لانه من باب الاكرام وان كان يقدر واركبه من عنده لا تقبل[1] انتهى ما فى الشرح للعينى. فقط

اور جائداد کا رہن رکھنا بلا انتفاع جائز ہے لیکن شے مرہونہ سے نفع اٹھانا کسی قسم کا [...]ہے اور سود میں داخل ہے :-

ولا ينتفع المرتهن بالرهن استخداما وسكنىٰ ولبسا واجارة واعارة[2]

کنز و درمختار میں لکھا ہے کہ اگرچہ اذن مالک نے دیا ہو جب بھی نفع مرہون سے [...]حرام ہے کیونکہ ربوا ہے :-

عن محمد بن الاسلم من انه لا يحل للمرتهن ذلك ولو بالاذن لانه ربوا قلت وتعليله يفيد انها تحريمية فتامله[3] (درمختار مختصرا)

اگر یہ تفصیل تمام دیکھنا منظور ہو تو "رسالہ رہن" میں دیکھی جاوے جو کہ اس میں [...] مفصل فقیر نے لکھا ہے، پس ایسے شخص کو کہ جو سود کھاتا ہو، امام اور مقتدا گرداننا نہ [...]ے کہ بیشک اسلام ہے کما فی الاحادیث. فقط

واللّٰہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاک رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی
المرقوم ۲۷ شعبان المبارک سنہ ۱۳۰۱ ہجری

---

[1] شرح ہدایہ، عینی،

[2] درمختار، کتاب الرہن، ج ۲، ص ۲۶۶ -

[3] درمختار و شامی، " " " "

سوال ۱۱۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین بیچ اس مسئلے کے :-

۱- ایک مسجد ہے کہ اس کا کوئی محلہ نہیں ہے اور نمازی بھی قلیل ہیں اور اب اس کی کچھ
ملکر اب امداد الٰہی سے اس کی ایسی ترقی ہوگئی کہ اس مسجد کے علاقے سے سو روپے
کی آمد ہوگئی اور وہاں کے نمازیوں میں کچھ استعداد نہیں تو ایسی صورت میں
شریف ماہ رمضان المبارک کو اس آمدنی سے اگر مہتمم ومنصرم کچھ دینا چاہے
درست ہے یا نہیں؟ کیونکہ خود اللہ کریم نے اس مسجد پر فضل کیا ہے اور قرآن
ختم ہونا موجب برکت ونزول رحمت ہے۔ بموجب حکم شرع شریف بحوالہ کتب
تحریر فرماویں۔ بینوا توجروا۔

۲- نیز اس امر میں کیا حکم ہے کہ ایک تو اجرت مقرر کرکے قرآن شریف کا پڑھنا کہ پہلے
ٹھہرا لیتے ہیں اور ایک یہ کہ حسبۃً للہ جو کچھ نمازیوں سے ہو سکے اس کو قبول کر
کیونکہ ہے اور اس کی کیا صورت ہے؟ مبین ومشرح وعند الشرع بحوالہ کتب
اس کا اجر اللہ کریم سے پاویں۔ فقط

۳- اور نیز ایسی مسجد میں کہ جس کا بیان اوپر ہے، اگر کوئی مسافر آجاوے اور وہاں کے
سے کوئی صورت اس کے کھانے کی نہ ہو اور کم مقدور ہوں تو اس مسجد کی آمد
خوراک اگر کچھ دیا جاوے تو عند الشرع درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اول معلوم کرنا چاہیے کہ اجرت مقرر کرکے قرآن شریف کا پڑھنا عند الشرع

کما فی الحدیث والفقہ :-

(ا) الاصل ان کل طاعۃ یختص بہا المسلم لا یجوز
الاستیجار علیہا عندنا لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام
اقرأوا القرآن ولا تاکلوا بہ۔ وفی اٰخر ما عہد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم الی عمرو بن العاص وان اتخذت

مؤذنا فلا تأخذ على الاذان اجرا لان القربة متى حصلت وقعت عن العامل ولهذا يتعين اهليته فلا يجوز له اخذ الاجر من غيره كما فى الصوم والصلوٰة (شامی) [1]

وفى شرح الهداية ان القرأن بالاجرة لا يستحق الثواب لا للميت ولا للقارى [2]

وقال العينى فى شرح الهداية ويمنع القارى للدنيا والأخذ والمعطى اثمان فالحاصل ان ما شاع فى زماننا من قراءة الاجزاء بالاجرة لا يجوز لان فيه الامر بالقراءة واعطاء الثواب للأمر والقراءة لاجل المال فاذا لم يكن للقارى ثواب لعدم النية الصحيحة فاين يصل الثواب الى المستاجر ولولا الاجرة ما قرأ احد لاحد فى هذا الزمان بل جعلوا القرأن العظيم مكسبا ووسيلة الى جمع الدنيا انا لله وانا اليه راجعون [3]

اور اس امر میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اگر ہے تو تعلیم قرآن میں ہے وہ بھی واسطے ضرورت استحساناً جائز رکھا گیا ہے :-

جواز الاخذ استحسانا على تعليم القرأن لا على القراءة المجردة كما فى حاشية البحر فى كتاب الوقف وعن شيخ الاسلام تقى الدين ان الاستيجار على مجرد التلاوة لم يقل به احد.

---

[1] شامی، باب الاجارة الفاسدة، ج ۵، ص ۳۴ -

[2] ایضاً ، ، ، ، ص ۳۵ -

[3] ایضاً ، ، ، ، ، -

من الائمة وانما تنازعوا فی الاستیجار عل

التعلیم ۱

پس اجرت پڑھنے قرآن کی باطل ہے اور بدعت ہے، خلفاء اور ک

کسی سے منقول نہیں ہے :-

لان هذا بمنزلة الاجرة والاجارة فی

ذلك باطلة وهو بدعة ولم يفعلها احد من

الخلفاء وقد ذكرنا مسئلة تعليم القرآن على

استحسان ۲ (شامی)

پس ثابت اور متحقق ہوا کہ اجرت پڑھنے قرآن کی منع ہے۔ رہا یہ امر کہ

پڑھنا اور بعدہ حسبۃً نمازیوں کا سلوک کرنا۔ خیر اگرچہ جواز کی صورت بظاہر ہو سکتی

حقیقت میں نیت دینے والے کی یہی ہوتی ہے کہ حافظ نے پڑھا ہے اور اگر کچھ

سال میں نہ پڑھے گا اور حافظ جی کی بھی نیت ہوتی ہے کہ میں پڑھوں گا تو بعد ختم قرآن کے کچھ

اور یہ تحریر فقیر کی اسی وقت صداقت کو پہنچے (گی) کہ ایک سال نمازیوں سے کچھ وصول

کہ دوسرے سال بھی حافظ صاحب اس مسجد کی شکل رمضان میں دیکھتے ہیں یا یہ کہ بدوں

نمازی حافظ صاحب کو دیتے ہیں چنانچہ حدیث شریف ہے :-

عن ابی حمید الساعدی قال استعمل النبی

صلی اللہ علیہ وسلم رجلا من الازد یقال له ابن

الاتبیة على الصدقة فلما قدم قال هذا لكم

وهذا اهدی لی فخطب النبی صلی اللہ علیہ

فحمد الله واثنى عليه ثم قال اما بعد فا

استعمل رجلا منكم على امور مما ولانی الله فيا

احدهم فيقول هذا لكم وهذه هدية اهديت لی

---

۱ شامی، باب الاجارۃ الفاسدہ، ج ۵، ص ۳۵۔ (ملخصاً)

۲ ایضاً ، ، ، ، ۔

فہلا جلس فی بیت ابیہ او بیت امہ فینظر ایہدی لہ ام لا والذی نفسی بیدہ لا یاخذ احد منہ شیئا الا جاء بہ یوم القیمۃ یحملہ علی رقبتہ ان کان بعیرا لہ رغاء او بقرا لہ خوار او شاۃ تیعر ثم رفع یدیہ حتی رأینا عفرۃ ابطیہ ثم قال اللّٰہم ہل بلغت اللّٰہم ہل بلغت متفق علیہ

قال الخطابی و فی قولہ فہلا جلس فی بیت امہ او ابیہ فینظر ایہدی لہ ام لا دلیل علی ان کل امر یتذرع بہ الی محذور فہو محذور وکل دال فی العقود ینظر ہل یکون حکمہ عند الانفراد کحکمہ عند الاقتران ام لا، ھکذا فی شرح السنۃ [1]

اور بالفرض حافظ قرآن کو دینا جائز بھی ہو پھر بھی آمدنی مسجد سے مہتمم کو دینا ممنوع ہے جب کہ سائل کو بفحوائے آیۂ کریمہ و اما السائل فلا تنہر [2] دینا واجب ہے، آمدنی مسجد سے دینا درست نہ ہوا :-

ولو اشتری القیم بغلۃ المسجد ثوبا ودفع الی المساکین لا یجوز وعلیہ ضمان ما نقد من مال الوقف کذا فی فتاوی قاضیخان [3]

پس اجرت قرآن کی بالاولیٰ ناجائز ہوئی۔ علی ہذا القیاس مسافر کو بھی کھانے کیواسطے دینا مسجد سے ناجائز ہوا کیونکہ آمدنی مسجد واسطے ضروریات متعلقات مسجد سے ہے اور یا اجرت

---

[1] مشکاۃ، کتاب الزکاۃ، حدیث ۸، فصل ۱ ۔

[2] سورۃ الضحیٰ، آیت ۱۰

[3] عالمگیری، کتاب الوقف، باب ۱۱، فصل ۲، ج ۲، ص ۴۶۲ ۔

قرآن اور خرچ مسافر مسجد سے متعلق نہیں ہے ھکذا فی کتب الفقہ۔

واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی

۱۲ ذی قعدہ ۱۳۰۳ھ ہجری

سوال ۱۲۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ :-

۱- ایک شخص نے کسو کو علم حدیث یا فقہ یا اصول وغیرہ میں سے کسی عالم یا حکیم کو ...
وطبیب یا تاثیر ادویہ مفرد و مرکب میں سے کسو علم کا عالم جان کر نوکر رکھا اور ...
پاس اس علم کے طالب اس کو کامل جان کر مریض واسطے علاج وغیرہ آویں اور وہ ...
موافق جاننے آقا و طالب کے نہ ہوں تو یہ نوکری اور تحصیل اس نوکر عالم و حکیم کو ...
ہے یا نہیں ؟

۲- کفار کی حکومت میں حاکم سے درخواست دے کر یا آپس کے اتفاق سے ...
وغیرہ کسو عالم نیک بخت کو بنانا لوگوں پر واسطے جمعہ اور احکام دین وغیرہ ...
کو ضروری ہے یا نہیں ؟

۳- پھر ایسے قاضی وغیرہ کو کہ جس کو حاکم یا لوگوں نے مقرر کیا ہے اس کا حکم ...
پر شرعاً ضروری ہے یا نہیں ؟

۴- قاضی وغیرہ کے ذمہ نکاح پڑھانا اور جانور ذبح کرنا شرعاً ضروری ہے یا نہ ؟

۵- نکاح اور ذبیحہ کی اجرت لینی بہ سبب ہرج کے درست ہے یا نہ ؟

کتب معتبرہ سے جواب مرحمت ہو۔ فقط

الجواب

۱- نوکری اور تحصیل عالم اور طبیب موصوف السوال کے عند الشرع جائز ہے گو ...
التسب آقا کے نہ ہوں ولیکن علم فقہ و احادیث و تفاسیر جو شخص کہ اپنے مکان میں ...
اس کو اجرت لینی درست نہیں ہے اور اگر کوئی ذی مقدور اپنے مکان پر بلا کر ...

کی اجرت درست ہے کیونکہ یہ نوکری اور تسلیم نفس کے ہے ۔

لا یجوز الاستیجار علی الطاعات کتعلیم القرآن و الفقہ والاذان و التذکیر و التدریس و الحج و العمرۃ ولا یجب الاجر کذا فی خلاصۃ [1]

ویجوز الاستیجار علی تعلیم اللغۃ و الادب بالاجماع کذا فی السراج الوہاج [2]

ولو استاجر لتعلیم ولدہ الکتابۃ او النجوم او الطب او التعبیر جاز بالاتفاق ... فان بین المدۃ بان استاجر شہرا مثلا لیعلمہ ہذا العمل یصح العقد و ینعقد علی المدۃ حتی یستحق المعلم الاجر بتسلیم النفس علم او لم یعلم و ان لم یتبین المدۃ ینعقد العقد الفاسد فلو علم یستحق اجر المثل و الافلا [3] ہذا فی العالمگیریۃ ۔

۲۔ عملداری کفار میں یا بوساطت حکام یا باتفاق باہمی کسی کو مفتی یا قاضی بنانا ضروری ہے ۔

ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل و الجائر و لو کافرا ذکرہ مسکین وغیرہ الا اذا کان یمنعہ عن القضاء بالحق فیحرم و لو فقد وال لغلبۃ کفار وجب علی المسلمین تعیین وال و امام الجمعۃ [4] (درمختار)

واما بلاد علیہا ولاۃ کفار فیجوز للمسلمین

---

۱ عالمگیری، کتاب الاجارۃ، باب ۱۶، ج ۴، ص ۴۴۸ ۔

۲ ایضاً ، ، ، ، ، ، ، ،

۳ ایضاً ، ، ، ، ، ، ، ،

۴ درمختار مع کتاب القضاء، ج ۲، ص ۷۳ ۔

اقامۃ الجمع والاعیاد ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین فیجب علیہم ان یلتمسوا والیا مسلما[1] (شامی)

۳۔ ایسے قاضی کا حکم کو مخالف شریعت نہ ہو، بجالانا ضروری ہے کیونکہ جو قاضی بنا ہو اس کو منصب حکم کرنے کا ہوتا ہے :۔

واذا لم یکن سلطان ولا من یجوز التقلد منہ کما ھو فی بعض بلاد المسلمین غلب علیہم الکفار کقرطبۃ الآن یجب علی المسلمین ان یتفقوا علی واحد منہم یجعلونہ والیا فیولی قاضیا ویکون ھو الذی یقضی بینہم[2] (شامی)

۴۔ قاضی کے ذمہ ذبح جانور کا ضروری نہیں ہے اور نکاح پڑھانا چاہیے :۔

وکل مصر فیہ وال من جہتہم یجوز فیہ اقامۃ الجمع والاعیاد واخذ الخراج و تقلید القضاۃ و تزویج الایامی لاستیلاء المسلم علیہ[3]

۵۔ نکاح اور ذبیحہ کا اجر بہ سبب حرج کے جائز ہے کیونکہ حق قاضی کا بیت المال سے والی کی طرف سے ہوتا ہے جبکہ بیت المال نہ ہو پس اہل اسلام مقرر کرتے ہیں پر صرف قاضی کا لازم ہے خاص کر اس صورت میں کہ مہر نامہ لکھیں :۔

قالوا لہ اخذ اجرۃ کتابۃ الصک بقدر اجر المثل[4] (شامی)

---

[1] شامی، کتاب القضاء، ج ۴، ص ۳۰۸۔

[2] ایضاً ، ، ، ، ،

[3] ایضاً ، ، ، ، ،

[4] ایضاً ، ، ، ، ص ۳۱۰۔

اذا استاجر رجلا یحمل الجیفة او یقتل مرتدا او یذبح شاة او ظبیا یجوز له (عالمگیری)

فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکپائے محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۱۳۰۴ھ ہجری

سوال ۱۲۱

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے میں کہ عرصہ چند سال کا ہوا کہ دہلی میں مدرسہ اسلامیہ [خ]واجہ ضیاء الدین صاحب ودیگر مسلمانان قائم کیا گیا اور علوم دینیہ کا مدرس مولوی قاری محمد یوسف [مق]رر کیا مگر ہنوز تقرر تنخواہ میں کلام تھا وہ یہ کہ مولوی صاحب یہ کہتے تھے کہ تئیس روپے ماہواری [ب]سر اوقات میسر نہ ہوگا اور مہتمم نے بیس ماہواری کا تذکرہ چند اشخاص معتبرہ کے روبرو کئے [ہو]ئے تھا۔ الغرض بموجب کہنے مہتمم کے بغیر طے کرکے اس امر کے مولوی صاحب سہ ماہ تک [مدرسہ] مذکور میں تعلیم کری جب دیکھا کہ مہتمم کی مرضی بیس روپے سے زیادہ دینے کی نہیں ہے [مو]لوی صاحب نے ترک تعلق کیا اور تین مہینے تک بہ امید تنخواہ قرض دام کرکے اپنا کام چلاتے [رہ]ے اور ایک دفعہ اسی عرصے میں بیس روپیہ مہتمم سے قرض لاعلی الحساب لئے کہ وقت تصفیہ [تنخواہ] کے وضع کر دئے جائیں گے۔ چند مدت کے بعد مہتمم موصوف کا انتقال ہوا اور اپنی جگہ [ا]نہوں نے مولوی منصور علی خاں صاحب کو مہتمم ومتولی مقرر کیا۔ اب مولوی صاحب موصوف وہ [روپیہ ق]رض مولوی صاحب سے طلب کرتے ہیں اور جو مولوی محمد یوسف صاحب یہ کہتے ہیں کہ [ت]ین مہینے کی تنخواہ چاہئے اس میں وضع کرو تو مولوی صاحب (منصور علی) فرماتے ہیں کہ تمہاری [تنخواہ لا]زم نہیں کرتی کیونکہ تم نے یہ کہا تھا کہ "میں للہ پڑھاتا ہوں" تو مولوی محمد یوسف ان کے [جواب] میں یہ کہتے ہیں کہ یہ لفظ بپاس ادب تعلیم دینے کہا تھا کہ ائمہ ومؤذنین للہ کار کرتے ہیں اور در حقیقت [تن]خواہیں مقرر ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ تنخواہ میں کلام ہوا کہ بیس روپیہ ہوں یا تئیس روپے صریح [م]ولوی صاحب کے قول کی ہے۔ آیا اب عند الشرع مولوی صاحب کی تنخواہ لازم آتی ہے یا دیا

عالمگیری، کتاب الاجارۃ، باب ۱۶، ج ۴، ص ۵۰۴ (ملخص)

اس لفظ کے کہنے سے ساقط ہوجاتی ہے یا کہ تقرر تعین نہ ہونے سے ساقط ہوجاتی ہے

الجواب

دراصل اجرت عبادات پر لینا نزد متقدمین منع ہے کما فی الحدیث

متاخرین کے بدو وجہ جائز ہے :

۱- اول بسبب ضرورت ، اور

۲- دوم بجہت حبس اوقات از کسب

پس واسطے جائز رکھنے اجرت کے ضرور ہو کہ نفس تدریس، علم فقہ اور حدیث
مقرر کرنی نہ چاہیے اور نہ مدرس کو نیت اس امر کی کرنی چاہیے کہ میں نفس تدریس پر
اجرت بمقابلہ آمدورفت اور حرج اوقات اور تعطل از کسب شمار کرنی چاہیے
تدریس پر نیت خلوص للہیت کرنی چاہیے تاکہ اتفاق مابین متقدمین اور متاخرین ہو
پس بصورت ہذا قول مدرس کا کہ "میں للہ پڑھاتا ہوں" بمنزلہ نفس تدریس
حدیث ہے کہ مانع وجوب اجرت بمقابلہ حرج اوقات وغیرہ نہیں ہے اور گفتگو
مدرس کے درباب تنخواہ کہ رضا مہتمم کے بیس روپے پر اور رضا مدرس کی تیس
سوال سے ظاہر ہے کہ یہ اجرت ہے بمقابلہ حرج اوقات اور حبس اوقات از کسب
تکلیف آمدورفت کے، پس جبکہ مدرس سے عوض اجرت کا کہ حبس نفس اور حاضری
پایا گیا تو بمقابلہ اس کے اجرت بھی واجب ہوئی اگرچہ تعین اجرت میں کلام ہے لیکن تو
ماہواری میں کسی طرح کا کلام نہیں۔

پس حسب تحریر سوال مہتمم کو ساٹھ روپے بابت تنخواہ سہ ماہ مدرس کو دینا
ہے کیونکہ مقصود مدرس سے فقط حاضری مدرسہ ہے خواہ طلبہ ہوں یا نہ ہوں
اور اسی حاضری کے مقابلے میں اجرت ہے کما فی الشامی :-

وفی الحموی سئل المصنف عمن لم یدرس
لعدم وجود الطلبة فهل يستحق المعلوم اجاب
ان فرغ نفسه للتدريس بان حضر المدرسة المعينة
لتدريسه استحق المعلوم لامكان التدريس لغ

الطلبة المشروطين قال فى شرح المنظومة المقصود من المدرس يقوم بغير الطلبة بخلاف الطالب فان المقصود لا يقوم بغيره انتهى مافيه [۱]

جبکہ حاضری مدرسہ کی ۳ ماہ تک مدرسہ میں پائی گئی کہ موجب وجوب اجرت کو ہے تو قول مدرس کا کہ "میں للہ پڑھاتا ہوں" مانع وجوب اجرت کو نہیں کیونکہ اجرت مقابلہ نفس تدریس کے نہیں ہے کہ مانع ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سوال ۱۲۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ اس زمانے کے وکلاء اجرت کر موافق قانون انگریزی کے مقدمات کرتے ہیں، شرعاً حلال ہے یا حرام ہے یا مشتبہ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگرچہ افعال وکلاء فی زماننا کے حرام ہیں ولیکن اجرت ان کی حلال ہے :۔

والاجر طيب وان كان السبب حراما، كما فى المنية قهستانى، شامى [۲]

اگرچہ سبب اُجرت کا حرام ہو ولیکن اجرت حلال ہے۔ ایسا ہی روایت عالمگیری سے پایا جاتا ہے :۔

اذا استاجر رجلا ليحمل له خمرا فله الاجر فى قول ابى حنيفة خلافا لهما و اذا استاجر الذمى من المسلم بيتا ليبيع فيه الخمر جاز عند ابى حنيفة خلافا لهما۔ كذا فى المضمرات (عالمگیری [۳])

---

[۱] شامی، کتاب الوقف، ج ۳، ص ۳۷۹، ۳۸۰۔

[۲] ایضاً، کتاب الاجارۃ، باب الاجارۃ الفاسدۃ، ج ۵، ص ۲۸۔

[۳] عالمگیری ″، باب ۱۶، ج ۴، ص ۴۴۹۔

ولیکن احتیاط اس میں ہے کہ اس قسم کے مال میں سے نہ کھائے نہ پہنے:

واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاک رہ محمد مسعود نقشبندی

۱۷ شعبان ۱۳۰۰ھ ہجری

سوال ۱۲۳

تجارت کپڑے میں تھوک فروش دہلی کا یہ حال ہے کہ بدون آڑھتی و دلال کے باشندوں کو کپڑا نہیں بیچتے۔ آڑھتی کا یہ کام ہے کہ ایک دلال کو ہمراہ کر دیتا ہے اور جو کپڑا کسی دوکان پر پسند کیا، دلال اس کا دام اور قیمت طے کراتا ہے اور کپڑا بائع پر چھوڑ جاتا ہے، بائع شام کو کپڑا آڑھتی کی دوکان پر بھیج دیتا ہے روانہ کرا دیتا ہے، ۸ فی صد حق آڑھت لیتا ہے اور ۴ دلال کی فی صدی مقرر کی نسبت دلال کو ۴ دیا جاتا ہے۔ آیا یہ پیسہ آڑھت اور دلالی جو ایک حق الخدمت جائز ہے یا نہیں؟

دوم خریدار مال جو نقد روپیہ دے دے تو کچھ اپنی طرف سے کمی کرے یا کچھ واپس مانگے، حسب دستور مقررہ ۸ فی صد واپس خریدار کو بائع دیتا ہے۔ آیا یہ واپس لینا احسان بائع میں ہے یا نہیں اور جائز ہے یا کیا؟ اور یہ امر مجبول معمولاً ظاہر ہے کہ واپسی ہوتی ہے۔

الجواب

دلال و آڑھتی کو اجر مثل دینا درست ہے اور مقرر کر کے لینا کہ فی صد حرام ہے قال فی التاتارخانیۃ:

وفی الدلال والسمسار یجب اجر المثل وما تواضعوا علیہ ان فی کل عشرۃ دنانیر کذا فذاک حرام علیھم (شامی)[1]

---

[1] شامی، کتاب الاجارۃ، باب الاجارۃ الفاسدۃ، ج ۵، ص ۳۶۔

ت میں یا واپسی ثمن میں جائز ہے:۔

حط بعض الثمن صحیح ویلحق باصل العقد عندنا اذا وھب بعض الثمن عند المشتری قبل القبض او ابرء عن بعض الثمن فھو حط۔ (عالمگیری) [1]

واللہ اعلم بالصواب فقط

حررہ واجابہ خاک رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۲۶ محرم الحرام ۱۳۰۴ھ ہجری

سوال ۱۲۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ زید نے ایک جائداد ے پاس رہن کر کے مفقود الخبر ہوگیا۔ اب عمرو جو وارث زید کا ہے واگزاری شے مرہونہ تا ہے یا نہیں؛ مفقود الخبر کی جائداد کی واگزاری کے لئے کس قدر مدت شرعی عارض ہے؟ وا توجروا۔

الجواب

درصورت مسئولہ واسطے واگزاری جائداد کے میعاد نوے برس کی مفقود کی ہے، اندر کور کے واگزار نہیں ہوسکتی ولیکن اگر حاکم بہ اثبات گواہان حکم واگزاری کا دے دیگا، حکم اس کا جائے گا اور واگزار ہوجاوے گی:۔

وان ادعی رجل علی المفقود حقا من دین او ودیعۃ او شرکۃ فی عقار او طلاق او عتاق او نکاح او رد بعیب او مطالبۃ باستحقاق لم یلتفت الی دعواہ ولم یقبل منہ البینۃ

---

[1] عالمگیری، کتاب البیوع، باب ۱۶، ج ۳، ص ۱۷۳۔ (المضاف)

ولم یکن هذا الوکیل لاحد من الورثة خصما وان رأی القاضی سماع البینة وحکم نفذ حکمہ بالاجماع [1] (عالمگیری)

مگر حاکم کو چاہیے کہ ایک وکیل مفقود الخبر کی طرف سے مقرر کرے تاکہ اس کی طرف سے مخاصمہ کرے۔ ھٰکذا حکم الشرع واللّٰہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی

المرقوم ۲۲ رجب ۱۳۷۳ھ ہجری

سوال ۱۲۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس امر میں:

ایک قوم میں سے بعض اشخاص یا کل اپنی اولاد کی شادی میں روپیہ سود لیکر کا کھانا کرتے ہیں باوجود اس کے کہ یہ امر ضروری نہیں ہے لیکن بسبب رواج کے یہ امر ہے اور ہم چند اشخاص تبدیلی اس صورت کی اس طرح چاہتے ہیں کہ ہم رسم نیوتہ کی جاری کر کے اس میں برادری کا کھانا کریں اور سود دینے سے بچ جاویں اور بعض اشخاص اس صورت رکھنا چاہتے ہیں یعنی تبدیلی نہیں چاہتے بینوا توجروا۔

الجواب

اوّل معلوم کرنا چاہیے کہ سود دینے والے اور لینے والے پر اللہ تعالے کی لعنت آئی ہے:۔

عن جابر قال لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اٰکل الربٰوا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء رواہ مسلم [2]

---

[1] فتاوی عالمگیری، کتاب المفقود، ج ۲، ص ۳۰۱ -

[2] مشکوٰۃ: کتاب البیوع، باب الربٰوا، فصل اول

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دینے والا سود کا اور لینے والا دونوں نفس جرم میں
[illegible]یں، کچھ فرق نہیں ہے اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ چھتیس بار زنا کرنے سے زیادہ گناہ
[illegible]ے اور مال ربوا میں برکت نہیں ہوتی ہے کما قال اللہ تعالیٰ :-

یمحق اللہ الربٰوا و یربی الصدقات [2]

پس لازم ہے ہر انسان پر کہ سودی روپیہ لینے سے بچے ورنہ آخر کو اس کی نحوست
[illegible]ے بموجب فرمودہ خدا تعالےٰ مفلس ہو جائیں گے اور برکت جاتی رہے گی۔ پس یہ ترکیب کہ
[illegible]ت شادی کے نیوتہ ہو جایا کرے، بہت بہتر ہے کہ گناہ سود سے بھی بچیں گے اور نقصان مال
[illegible]ے کہ سود دینے میں ہوتا ہے یہاں تک کہ اصل سے زیادہ ہو جاتا ہے چھوٹیں گے اور خرچ شادی
[illegible]ی آسان ہو جائے گا اور یہ امر عندالشرع جائز ہے کیونکہ وقت حاجت شادی کے حاجت روائی
[illegible]ی طریقہ حلال سے موجب حاجت روائی اپنی کا ہے کہ اللہ تعالیٰ وقت مصیبت کے اسکی
[illegible]صیبت کو دور کرے گا خصوصاً دن قیامت کے اور بصورت ہذا دنیا میں تو ظاہر ہے کہ
[illegible]ت شادی کے اس کو آسانی ہو گی اور سودی روپے سے بچے گا :-

عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قال من کان فی حاجۃ اخیہ کان اللہ فی حاجتہ
ومن فرج عن مسلم کربۃ فرج اللہ عنہ کربۃ من
کربات یوم القیٰمۃ، متفق علیہ [3]

[illegible]ور ظاہر ہے کہ ہر برادری میں آسودہ بھی ہوتے ہیں اور غریب بھی پس غریبوں کی وقت حاجت مدد
[illegible]ر بشر مسلمان پر واجب ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

کان حقا علینا نصر المؤمنین [4]

یعنی جو شخص کہ آبرو کسی بھائی مومن کی بچائے گا، دور رکھے گا اللہ تعالےٰ اس کو نار جہنم سے

---

[1] مشکاۃ، کتاب البیوع، باب الربٰو، حدیث ۱۹، فصل ۳۔

[2] سورۃ البقرہ، آیت ۲۷۶۔

[3] مشکاۃ، کتاب الآداب، باب الشفقۃ والرحمۃ الخ، حدیث ۲، فصل ۱۔

[4] سورۃ الروم، آیت ۴۷۔

دن قیامت کے جیسا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :-

ما من مسلم یرد عن عرض اخیہ الا کان
حقا علی اللہ ان یرد عنہ نار جہنم یوم القیٰمۃ
ثم تلا ہذہ الاٰیۃ وکان حقا علینا نصر
المؤمنین (مشکوٰۃ) [1]

اور وقتے کہ بایام شادی ایک مسلمان کی عزت جاتی ہو اس وقت یہ
مدد کرنی دوزخ سے نجات پانا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے :-

ما من امرئ مسلم ینصر مسلما فی
موضع ینتقص من عرضہ وینتہک فیہ من
حرمتہ الا نصرہ اللہ فی موطن یحب فیہ
نصرتہ رواہ ابوداؤد [2]

اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

"جس شخص نے مسلمان بھائی کی حاجت پوری کی اس نے مجھ کو خوش
کیا اور جس شخص نے مجھ کو خوش کیا اللہ تعالے اس سے راضی ہوا اور اس
کو جنت میں داخل کیا" [3]

اور یہ امر جائز ہے کہ ایک شخص نیوتہ دیوے اس کے وقت میں، نیوتہ دینے و
دیوے بلکہ لازم ہے جیسا کہ مفہوم ہوتا ہے حدیث شریف سے :-

عن المقدام بن معدیکرب سمع النبی
صلی اللہ علیہ وسلم یقول ایما مسلم ضاف قوما
فاصبح الضیف محروما کان حقا علی کل مسلم نصرہ
حتی یاخذ لہ بقراہ من مالہ وزرعہ

---

[1] مشکوٰۃ، کتاب الآداب، باب الشفقۃ والرحمۃ الخ، حدیث ۳۶، فصل ۲۔

[2] ایضاً، ، ، ، حدیث ۳۷، ،۔

[3] ایضاً، ، ، ، حدیث ۵۰، فصل ۳۔

رواہ ابوداؤد [1]

پس ثابت ہوا کہ نیوتہ کی رسم بہت ہی بہتر ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۲۶ رجب المرجب ۱۳۰۳ھ ہجری

سوال ۱۲۶

خدمت میں علمائے دین اور مفتیان شرع متین کے یہ التماس ہے کہ :

زید نے عمرو کو اپنا روپیہ کسی قدر دیا اور کہہ دیا کہ میری طرف سے کوئی چیز خواہ
... خرید کر اس قدر منافع سے فروخت خواہ اپنے واسطے لے لے اور مجھ کو وعدہ چھ مہینے
... رقعہ لکھ دے کہ چھ مہینے میں روپیہ ادا کر دینا۔ اس نے سودا موجب کہنے کے زید مذکور
... آپ نفع سے جس قدر اس سے کہا گیا تھا۔ فروخت کر دیا اور رقعہ وعدہ ادائے زر قیمت
... دی چھ مہینے کا زید کو لکھ دیا۔ اس طرح بیع اور خرید درست ہے یا نہیں؟ فقط

الجواب

بیع اور خرید صورت مسئولہ کی جائز اور درست ہے کیونکہ دینا عمرو کو دو حال
... سے خالی نہیں :-

... یا بطور رعایت کے ہے

... یا بطور قرض کے

... بطور قرض کے معلوم ہوتا ہے، پس ہر دو حالت میں کہ عاریت ثمنین کے وقت اطلاق
... ہوتا ہے، انتفاع لینا عمرو کو جائز ہے کیونکہ ساتھ مجرد قبض کے قرض ملک قرض لینے والی
... ہوتی ہے :-

ویملک المستقرض القرض بنفس القبض

---

[1] ... : کتاب الاطعمۃ ، باب الضیافۃ ، فصل ثانی

عنـد هـمـا (در مختار) [1]

پس جبکہ قرض سے ملک آگئی، اب اختیار ہے قرض لینے والے کو اس سے جوتے
خریدے اور نفع اٹھائے وھکذا فی العالمگیریۃ۔ فقط

حررہ واجابہ خاکپائے محمد مسعود نقشبندی
۲۲ رمضان المبارک سنہ ۱۳۰۰ ہجری

اور اگر لحاظ اوار زرِ قیمت کا کیا جاوے اس صورت میں عمرو وکیل ہوگا اور
زید کا ہوگا اور عمرو کو اجر مثل پہنچے گا۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال ۱۲۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ قوم جنات سے
بنی آدم کو تکالیف شدیدہ وایذا لاحساب پہنچا تا ہو کہ جو اس کے (لئے) باعث ہلاکت
کے عزیز اور اقارب کی اس سے رسوائی خاندان ہو چنانچہ ایک لڑکی کہ خاندان سادات سے
اور اپنی عفت اور عصمت میں لاجواب ہے عرصہ تقریباً تین یا چار ماہ کا منقضی ہوا کہ اس کو
جنات سے لے گیا، چونکہ اس کے وارثان نے اس کی جستجو میں زرِ کثیر وسعی بے حد وحساب
کی تو اس کے بعد اہل اللہ وفقرائے باکمال سے یہ سراغ مل گیا کہ ایک جن کے پاس ہے
سرکش وآزار دہندہ بنی آدم ہے لہٰذا بادشاہ جنوں کا علمائے بنی آدم سے اس امر میں مستفتی ہے
اگر میں ایسے شخص کو قتل کرا دوں تو عند اللہ یوم الحساب مجھ سے کسی قسم کا مواخذہ اور د
اور میرے اس انصاف وعدل اور خصوصاً آل رسول کو پنجۂ ظالم سے رہائی اور نجات
کیا ثواب ودرجہ ملے گا؟ اس واسطے عرض کرتا ہوں کہ ان باتوں کا جواب کلام اللہ
سے مع نقل آیت وحدیث کے مرحمت ہو۔

اور دوسرے یہ کہ جوابات واحادیث تعریف جنات میں وارد ہیں وہ بھی
کہ باعث ستائش اپنی کے بادشاہ جنات عازم اس امر عظیم کا ہو۔

اور تیسرے یہ کہ جو ولی اللہ اس لڑکی کو بادشاہ جنات سے سفارش کر کے بر

---

[1] در مختار، کتاب البیوع، باب المرابحۃ والتولیۃ، فصل فی القرض، ج ۴، ص

عندھما (در مختار) [1]

پس جبکہ قرض سے ملک آگئی، اب اختیار ہے قرض لینے والے کو اس سے جو چاہے
خریدے اور نفع اٹھائے وھکذا فی العالمگیریۃ۔ فقط

حررہ واجابہ خاکپارہ محمد مسعود نقشبندی
۲۲ رمضان المبارک سنہ ۱۳ ہجری

اور اگر لحاظ ادا زر قیمت کا کیا جاوے، اس صورت میں عمرو وکیل ہوگا اور تمام
زید کا ہوگا اور عمرو کو اجر مثل پہنچے گا۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال ۱۲۷

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ قوم جنات سے
بنی آدم کو تکالیف شدیدہ وایذاء لاحساب پہنچتا ہو کہ جو اس کے (لئے) باعث ہلاکت
کے عزیز اور اقارب کی اس سے رسوائی خاندان ہو چنانچہ ایک لڑکی کہ خاندان سادات سے
اور اپنی عفت اور عصمت میں لاجواب ہے عرصہ تقریباً تین یا چار ماہ کا منقضی ہوا کہ اس کو
جنات سے لے گیا، چونکہ اس کے وارثان نے اس کی جستجو میں زر کثیر وسعی بے حد وحساب
کی تو اس کے بعد اہل اللہ وفقراء باکمال سے یہ سراغ مل گیا کہ ایک جن کے پاس اب
سرکش وآزار دہندہ بنی آدم ہے لہٰذا بادشاہ جنوں کا علماء بنی آدم سے اس امر میں مستفتی ہے
اگر میں ایسے شخص کو قتل کرادوں تو عنداللہ یوم الحساب مجھ سے کسی قسم کا مواخذہ اور د
اور میرے اس انصاف وعدل اور خصوصاً آل رسول کو پنجہ ظالم سے رہائی اور نجات
کیا ثواب ورتبہ ملے گا؟ اس واسطے عرض کرتا ہوں کہ ان باتوں کا جواب کلام اللہ
سے مع نقل آیت وحدیث کے مرحمت ہو۔

اور دوسرے یہ کہ جوابات واحادیث تعریف جنات میں وارد ہیں وہ بھی
کہ باعث ستائش اپنی کے بادشاہ جنات عازم اس امر عظیم کا ہو۔

اور تیسرے یہ کہ جو ولی اللہ اس لڑکی کو بادشاہ جنات سے سفارش کرکے

---

[1] در مختار، کتاب البیوع، باب المرابحۃ والتولیۃ، فصل فی القرض، ج ۴ ص

وہ مستحق ثواب عظیم واجر جزیل کے ہوں گے ۔ بینوا توجروا ۔

الجواب

رب زدنی علما

بصورت ہذا معلوم ہو کہ جنات بھی مکلف بالشرائع ہیں کما یدل علیہ الآیۃ :۔

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ۔[1]

ترجمہ : نہیں پیدا کیا ہم نے جن اور انس کو مگر واسطے عبادت کے ۔

یعنی انسان اور جنات پر فرض عین ہے کہ خدا پر ایمان لاویں اور اس کو ایک وحدہ لاشریک جانیں اور اس کے رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر ایمان لاویں چنانچہ ایک گروہ جن کا حضرت کے وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر ایمان لایا جیسا کہ اللہ تعالے خبر دیتا ہے :۔

قل اوحی الی انہ استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قرانا عجبا یھدی الی الرشد فامنا بہ ولن نشرک بربنا احدا الآیۃ ۔[2]

(ترجمہ) کہہ دے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ مجھ پر وحی کی گئی ہے کہ ایک جماعت جن نے قرآن سنا اور کہا کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے کہ ہدایت کرتا ہے طرف نیکی کے ، پس ایمان لائے ہم اور شریک نہیں کرتے ساتھ رب اپنے کے کسی کو ۔"

پس جبکہ جنات اللہ تعالے اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور قرآن پر ایمان لائیں تو ضرور ہوا اور فرض ان پر کہ تمام احکامات قرآن اور احادیث کو کہ کلام رسول اللہ ہیں تسلیم کریں اور اطاعت حکم خدا اور رسول کا نہ کریں اور ہر دو خوشنودی اور رضامندی کے طالب رہیں اور مخالفت اور ناخوشی ہر دو سے بچتے رہیں ورنہ بصورت مخالفت امر الٰہی اور رسول کے دعویٰ جنگ کا ہے

---

[1] سورۃ الذاریات ، آیت ۵۶ ۔

[2] سورۃ الجن ، آیت ۱ ، ۲ ۔

ساتھ اللہ اور رسول کے کما قال اللہ تعالیٰ :-

فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ و رسولہ[1]

اور پھر ظاہر ہے کہ بجالت جنگ کسی کو جن اور انس سے کسی قسم کی رہائی کی صورت

ہے کما قال اللہ تعالیٰ :-

یٰمعشر الجن والانس ان استطعتم ان

تنفذوا من اقطار السمٰوٰت والارض فانفذوا

لا تنفذون الا بسلطٰن[2]

(ترجمہ) اے گروہ جن اور انس کے، اگر طاقت رکھتے ہو تو اس امر کی کہ نکل

تم اطراف آسمان اور زمین سے پس نکلو تم اور نہیں نکل سکتے ہو مگر ساتھ

قوت کے۔

پس جبکہ تم میں اتنی قوت نہیں کہ جاؤ تو بیشک اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آؤ گے

خدا تعالیٰ نے تم سے روز قیامت کے سنفرغ لکم ایہ الثقلٰن[3]

کرے گا اور خوب ہی بدلہ لے گا، اس کے قبضے میں بھاگ نہ سکو گے ان بطش

لشدید[4] یاد رکھو یعنی خدا کی پکڑ بہت سخت ہے۔

پس اس گروہ جنات کا، آیا ایک سیدانی صالحہ کو خاوند اور خویش اور

جدا کرکے لے جانا ظلم ہے یا نہیں؟ اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کر

یا نہیں؟ اور مخالف اللہ اور رسول کے ہے یا نہیں؟ اور باوجود افہام اور تفہیم کے

اور رسول کے پیش آنا اور قتل مسلم پر مستعد ہونا اور حکم الٰہی کو نہ ماننا، جنگ اللہ تعالیٰ

سے اور بغاوت ہے یا نہیں ہے؟ اور مورد اس آیۂ کریمہ کا ہونا ہے یا نہیں؟

فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ و رسولہ[5]

---

[1] سورۃ البقرہ، آیت ۲۷۹۔

[2] سورۃ الرحمٰن، آیت ۳۳۔

[3] سورۃ الرحمٰن، آیت ۳۱

[4] سورۃ البروج، آیت ۱۲۔

[5] سورۃ البقرہ، آیت ۲۷۹۔

اورنہ البغاوت کی کہ قتل ہے معلوم ہے یا نہیں ؟ کما قال اللہ تعالیٰ :-

وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا

بینہما فان بغت احدٰہما علی الاخریٰ فقاتلوا

التی تبغی حتی تفیئ الی امر اللہ [1]

(ترجمہ) اور دو گروہ مومنین سے آپس میں لڑیں پس کرواؤ دونوں میں صلح

پس اگر بغاوت کرے کوئی ان دونوں میں سے پس قتل کرو اس کو جس نے بغاوت

کی ہے یہاں تک کہ رجوع ہووے وہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف۔

پس صلح اس میں ہے کہ مسماۃ واپس آجاوے ورنہ حکم قتال کا آیت سے ثابت

ہے کما لا یخفیٰ علی الماہر بالقرآن اور ماسوا اس کے آیا حکم زانی محصن کا معلوم ہے

قتل بالرجم ہے یا نہیں ؟ کما جاء فی الحدیث الصحیح :-

عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل دم امرئ مسلم

یشہد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ الا باحدیٰ

ثلاث النفس بالنفس والثیب الزانی والمارق

لدینہ التارک للجماعۃ متفق علیہ [2]

(خلاصہ) تین اشخاص کو قتل کرنا آیا ہے، ایک بعوض خون کے اور دوسرے زانی

محصن کو اور تیسرے مرتد کو اور باغی تارک جماعت اس میں داخل ہے۔

پس اگر مسماۃ کو لے جاکے اس سے زنا بالجبر کیا ہو تو آیا رجم ہے یا نہیں ؟ کیونکہ سنا گیا ہے

اس کی زوجہ موجود ہے اور آیا حکم اسقاط کو معلوم ہے کہ جس نے کسی صدمہ سے کسی کا اسقاط حمل

کیا ہو تو اس پر دیت ہے۔ اگر بعد اسقاط کے حمل زندہ رہ کے مردہ ہوگیا ہو۔ اگر حمل ذکر کا تھا تو ایک

سو اونٹ دیت کے لازم ہیں اور اگر حمل انثیٰ کا تھا تو پچاس اونٹ دیت کے آتے ہیں اور مردہ

ساقط ہوا ہو تو دیت عبد یا لونڈی کی ہے :-

---

[1] سورۃ الحجرات ، آیت ۹ -

[2] مشکوٰۃ : کتاب القصاص ، فصل اول

عن ابی ھریرة قال قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جنین امرأة من بنی لحیان سقط میتا بغرة عبد او امة متفق علیہ [1]

تلک احکام اللہ ورسولہ فان تشاءوا اعملوا علیہا وان تشاءوا لا تعملوا علیہا وما علینا الا البلاغ المبین واللہ عزیز ذو انتقام وکذلک اخذ ربک اذا اخذ القری وھی ظالمة ان اخذہ الیم شدید وایاک دعوة المظلوم فانما یسال اللہ تعالی حقہ وان اللہ لا یمنع ذا حق حقہ اذا ان الظالم فلم یاخذوا علی یدیہ اوشک ان یعمھم اللہ بعقاب۔

یہ احادیث صحیح ہیں۔

اور حدیث شریف میں آیا ہے :-

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصر اخاک ظالما او مظلوما فقال رجل یا رسول اللہ انصر مظلوما فکیف انصر ظالما قال تمنعہ من الظلم فذلک نصرک ایاہ متفق علیہ [2]

(ترجمہ) یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدد کرو برادر اپنے کی کہ ظالم ہو یا مظلوم پس کہا کسی شخص نے مدد کروں میں مظلوم کی پس کیونکر مدد کروں ظالم

---

[1] مشکوٰة : کتاب القصاص ، باب الدیات ، فصل اول ، ص ۳۰۲

[2] مشکوٰة : کتاب الآداب ، باب الشفقة والرحمة ، فصل اول

فرمایا کہ اس کو ظلم کرنے سے منع کر، تو یہ مدد کرنی ہے تیری اس کو۔

اور اسی مضمون کی اور حدیث ہے:۔

عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال المسلم اخو المسلم لا یظلمہ و لا یسلمہ و من کان فی حاجۃ اخیہ کان اللہ فی حاجتہ و من فرج عن مسلم کربۃ فرج اللہ عنہ کربۃ من کربات یوم القیامۃ و من ستر مسلما سترہ اللہ یوم القیمۃ متفق علیہ [۱]

تحریر ہذا بطور نصیحت کے لکھی گئی ہے جس پر کہ ہم مامور ہیں کما فی الحدیث:۔

عن جریر بن عبد اللہ قال بایعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی اقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ و النصح لکل مسلم متفق علیہ [۲]

وھکذا فی القرآن المجید وکان حقا علینا نصر المومنین [۳]

اور جو کوئی آبرو اپنے بھائی مسلمان کی بچاوے اس کو اللہ تعالیٰ جہنم میں نہ ڈالے گا:۔

عن ابی الدرداء قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من مسلم یرد عن عرض اخیہ الا کان حقا علی اللہ ان یرد عنہ نار جہنم یوم القیمۃ ثم تلا ھذہ الآیۃ وکان حقا علینا نصر المومنین [۴] (مشکوٰۃ)

---

[۱] مشکوٰۃ : کتاب الآداب ، باب الشفقۃ والرحمۃ ، فصل اول

[۲] ایضاً : ” ”

[۳] سورۃ الروم ، آیت ۴۷ ۔

[۴] مشکوٰۃ : کتاب الآداب ، باب الشفقۃ والرحمۃ ، فصل ثانی

کہ اس سیدانی کو بچاوے ظلم سے ۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع

حررہ واجابہ خاکپ رہ محمد مسعود نقشبندی

۲۹ صفر سنہ ۱۳۰۱ ہجری

سوال ۱۲۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ زید باتفاق قوم میں سے شخص مجرم کو واسطے متنبہ ہونے کے جرم سے جرمانہ کرتا ہے ، عمرو کہتا ہے کہ جرمانہ بلکہ شخص مجرم کو واسطے تنبیہ اور توبہ کے اپنے سے علیحدہ کر دینا مناسب ہے ۔

الجواب

اگرچہ امام صاحب کے نزدیک جرمانہ جائز نہیں ہے ولیکن واسطے تنبیہ کے کرنا نزدیک ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے جائز ہے :-

وعند ابی یوسف رحمہ اللہ تعالی یجوز التعزیز للسلطان باخذ المال وعندھما وباقی الائمۃ الثلاثۃ لایجوز (عالمگیری[1]) وھکذا فی الدر المختار والشامی[2] والفتح القدیر[3]

ولیکن مال جرمانہ کو اپنی ذات میں صرف نہ کرے ، اس کو امانت قائم رکھے ، جب گناہ سے اس وقت واپس کر دے اور اگر توبہ اس کی سے ناامید ہو جاوے اس صورت کار خیر میں حسبۃ للہ خرچ کر دیوے :-

معناہ ان یمسک مدۃ لینزجر ثم یعیدہ لہ فان ایس من توبتہ صرفہ الی

---

[1] عالمگیری ، کتاب الحدود ، باب ۷ ، فصل فی التعزیر ، ج ۲ ، ص ۱۶۷ –

[2] شامی ، ، باب التعزیر ، ج ۳ ، ص ۱۷۸ –

[3] فتح القدیر ، ، فصل فی التعزیر ، ج ۵ ، ص ۱۱۲ ، ۱۱۳ –

ما یری (در مختار[1]) وھکذا فی الشامی[2]

ورقت کرنے گناہ کے ہر ایک مسلمان کو تعزیر کرنی جائز ہے :۔

قالوا الکل مسلم اقامۃ التعزیر حال مباشرۃ المعصیۃ واما بعد المباشرۃ فلیس لغیر الحاکم ۔ (عالمگیری[3])

اور فی زماننا چودھری یا رئیس قصبہ ایسے امورات میں حکم قاضی کا رکھتے ہیں ۔ ھکذا کتب الفقہ ۔ واللہ اعلم بالصواب ۔

حررہ واجابہ خاکپا رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۲ھ ہجری

سوال ۱۲۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین وعلیٰ من اتبع سنۃ النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وخلفائہ الراشدین اما بعد حمد وصلوٰۃ کے واضح رائے بیضائے علمائے کرام وفضلائے عظام ہو کہ ہدایہ شریف جو مذہب حنفیہ (رحمہ اللہ تعالیٰ) کی بڑی معتبر کتاب ہے ، اس میں لکھا ہے کہ :۔

” اگر کوئی شخص محرمات ابدیہ سے جیسے ماں اور بہن وغیرہ سے نکاح کرے ، اس پر حد نہیں واجب آتی “

ھذا عبارۃ الھدایۃ :۔

---

[1] در مختار ، کتاب الحدود ، باب التعزیر ، ج ۱ ، ص ۱۷۸ ۔
[2] شامی ، ، ، ، ج ۳ ، ص ۱۷۹ ۔
[3] عالمگیری ، ، باب ۷ ، فصل فی التعزیر ، ج ۲ ، ص ۱۶۷ ۔

ومن تزوج امرأة لا یحل له نکاحها فوطیها
لا یجب علیه الحد عند ابی حنیفة ولکن یوجع
عقوبة اذا کان علم بذلک انتہی [1]

یعنی جو شخص اس عورت سے نکاح کرے کہ جس کا اس کو نکاح درست
نہیں تھا، پھر اس سے صحبت داری کرے تو ابی حنیفہ کے نزدیک اس پر حد
واجب نہیں ہے ولیکن مار پیٹ سے ایذا دیا جاوے اگر یہ عمداً یعنی جان کر
کرے۔

حالانکہ امام شافعی کے نزدیک اس پر حد ہے اور امام صاحب کے شاگرد امام ابو یوسف
امام محمد اس مسئلے میں ان کے موافق ہیں اور امام ابو حنیفہ کے مخالف ہیں چنانچہ ہدایہ
اس سے پیچھے لکھا ہے :۔

وقال ابو یوسف ومحمد والشافعی علیہ
الحد اذا کان عالما بذلک [2] (ھدایہ جلد اول،
مطبع مجتبائی، دھلی ۔ ص ۴۹۶)

یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد اور امام شافعی نے فرمایا ہے کہ
اس پر حد ہے اگر عمداً کرے۔

آیا اس مسئلے میں قرآن اور حدیث (زاد اللہ شرفہما) سے بھی استدلال ہے
یا طائل مقال ہے جس میں ابو حنیفہ کی تقلید کرنے میں اختلال دین ہے، بینوا توجروا۔

سوال نمبر ۲

ایسا ہی ہدایہ اور شرح وقایہ اور کنز الدقائق اور در المختار میں لکھا ہے :۔
وکل شیئ قضی بہ القاضی فی الظاھر
بتحریمہ فھو فی الباطن کذلک عند ابی حنیفہ
وکذا اذا قضی باحلال انتہی [3]

---

[1] ہدایہ، کتاب الحدود ۔ باب الوطئ الذی یوجب الخ، ج ۲، ص ۴۹۶ ۔
[2] ایضاً ، " " " " " ۔
[3] ہدایہ، کتاب ادب القاضی، باب کتاب القاضی الی القاضی، فصل آخر، ج ۳، ص

یعنی قاضی کی قضا ظاہر اور باطن میں نافذ ہوتی ہے مثلاً کوئی شخص کسی عورت پر دعویٰ کرے
میری جورو ہے اور قاضی کے سامنے جھوٹے گواہ پیش کرے اور مقدمہ جیت جائے اور وہ
ت اس کو مل جائے تو وہ عورت بحسب ظاہر بھی اس کی بی بی ہے اور اس سے صحبت کرنا بھی
و حلال ہے یعنی خدا کے نزدیک بھی وہ عورت اس پر درست ہو گئی ہے۔
یہ دونوں مسئلے کونسی حدیث اور آیت سے مستنبط ہیں ؟ یا ان مسائل میں تقلید بھی
ت ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الراقم فقیر حقیر نور احمد
مورخہ ذیقعدہ ۱۳۰۱ھ ہجری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب من السوال الاول

ھٰذہ عبارۃ الھدایۃ التی نسب الیہ الاعتراض الاول :۔

ومن تزوج امرأۃ لایحل لہ نکاحہا فوطیہا
لا یجب علیہ الحد عند ابی حنیفۃ ولکن یوجع
عقوبۃ اذا کان علم بذٰلک انتہیٰ لہ

معنی اس کے یہ ہیں کہ جس شخص نے نکاح کیا ایسی عورت سے جس سے
اس کا نکاح حلال نہیں تھا پس صحبت داری کی یعنی جماع کیا اس سے، اس پر
حد شرع واجب نہیں ہے نزدیک ابی حنیفہ کے ولیکن اگر اس کو علم حرمت کا
ہو تو اس کو عقوبت سخت دی جاوے کہ تعزیر سے بڑھ کے ہو۔
ما قال فی فتح القدیر :۔

ویعاقب عقوبۃ ھی اشد ما یکون من التعزیر لہ

وجہ ثبوت اس کی یہ ہے کہ احادیثوں سے ثابت ہے کہ حدود ساقط ہو جاتے ہیں
شبہ کے کسی قسم کا شبہ ہو، بسبب مطلق ہونے احادیث کے :

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت قال

لہ ایضاً ، کتاب الحدود ، باب الوطئ الذی الخ ، ج ۲ ، ص ۴۹۶۔
لہ فتح القدیر ، کتاب الحدود ، باب الوطئ الذی الخ ، ج ۵ ، ص ۴۰۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادرؤوا الحدود عن المسلمین ما استطعتم فان کان لہ مخرج فخلوا سبیلہ فان الامام ان یخطئ فی العفو خیر من ان یخطئ فی العقوبۃ رواہ الترمذی

اور ابوداؤد میں بھی اسی طرح سے حدیث ہے اور جبکہ کسی نے محرم سے نکاح حرام ہے ولیکن شبہ عقد کا ہو گیا کیونکہ رکن نکاح کا ایجاب اور قبول تھا محلیت اصلی میں یعنی اصلی عورت کا فراش ہونا اور توالد اور تناسل ہے اگرچہ اس شخص خاص کے حق میں بسبب حرمت محلیت منتفی تھی ورنہ دراصل سوا اس شخص کے دوسروں کے حق میں محلیت موجود ہے اس شبہ عقد کے اس پر حد ساقط ہو گئی جیساکہ حدیث شریف سے جو بالا مذکور ہوئی ہے ما استطعتم اور فان کان لہ مخرج فخلوا سبیلہ صاف دلالت کرتی ہے اگر امام صاحب نے حسب طاقت اجتہادی مخرج "شبہ عقد" کا نکال کے حد کو ساقط کیا تو تبع (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہوئے اور اگر بالفرض والتقدیر اس اجتہاد میں خطا بھی ہوئی تو بھی فان یخطئ فی العفو میں داخل ہوئے۔ اور اسی طرح سے ابن ماجہ میں حدیث آئی ہے

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ادفعوا الحدود ما وجدتم لہا مدفع رواہ ابن ماجۃ [2]

بلکہ سقوط حد نکاح محارم میں احادیث وارد ہوں جیساکہ بارے ترمذی میں حدیث آئی ہے

عن البراء قال مر بی خالی ابو بردۃ بن نیار ومعہ لواء فقلت لہ این ترید فقال بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم الی رجل تزوج امراۃ ابیہ ان اتیہ براسہ رواہ الترمذی [3]

اور دارمی میں بھی آئی ہے اور ابوداؤد میں بھی۔ اسی طرح سے بارے بھی حدیث آئی ہے

قال البراء لقیت عمی ومعہ رایۃ فقلت

---

[1] مشکاۃ ، ، حدیث ۱۶ ، فصل ۲ -

[2] ابن ماجہ ، ابواب الاحکام ، باب الستر علی المؤمن الخ ، ص

[3] ترمذی ، ابواب الاحکام ، باب ماجاء فی من تزوج الخ ، ص ۱۶۳ -

لہ این ترید فقال بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم الی رجل نکح امرأۃ ابیہ فامرنی ان اضرب
عنقہ واٰخذ مالہ رواہ ابوداؤد[1]

(و)نا معلوم کرنا چاہیے کہ حد زنا کی دو ہیں، رجم یا جلد، خواہ محارم سے زنا کرے یا غیر محارم
سے کہ ہے قال الحسن :-

من زنی باخت حدہ حد الزانی (بخاری)[2]

تیسری حد شارع سے ثابت نہیں ہے کیونکہ حد ثابت ہوتی ہے قطعی الدلالۃ اور قطعی
ثبوت سے، وہ کلام الٰہی ہے اور کلام الٰہی سے بھی یہی دو قسم کی حد ثابت ہیں، تیسری قسم کی حد ثابت
نہیں اور یہ حدیث متواترات سے بھی نہیں ہے تاکہ قتل حد نکاح محارم کا قرار دیا جاوے۔ پس اگر
نکاح محارم پر حد رجم یا جلد ہوتی تو بلاشک حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) صادر کرتے قتل کا حکم نہ دیتے
کیونکہ حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے خلاف حکم الٰہی کا ہونا محال ہے۔ امام اعظم کی یہ شان نہیں
ہے کہ حضرت رسالت پناہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حکم کو مخالف حکم الٰہی کے جانیں۔ لیکن ان کے
نزدیک جو کہ امام صاحب پر معترض ہیں، اس نکاح محارم میں حکم خدا اور رسول میں تخالف معلوم ہوتا ہے۔
پس اس حدیث سے صاف ثابت ہوا کہ نکاح محارم میں حد نہیں ہے البتہ عقوبت سخت
ہے، وہی کہتے ہیں امام اعظم عقد نکاح محارم میں حد نہیں، عقوبت سخت (ہے) جیسے کہ حکم قتل کا اس شخص
کی نسبت آیا ہے جو کہ چہار پایہ سے صحبت کرے:-

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم من اتی بھیمۃ فاقتلوہ واقتلوھا
معہ رواہ ابوداؤد[3]

اور اسی طرح سے حکم قتل کا اس شخص کے واسطے آیا ہے جو کہ کاہن کے پاس جاوے،
جیسا کہ بخاری میں حدیث شریف آتی ہے۔ پس جیسا کہ ان کا قتل کرنا حد میں داخل نہیں ہے اسی طرح
سے قتل کرنا ناکح محارم کا حد میں داخل نہیں ہے اور حکم قتل اس قسم کی احادیث میں واسطے زجر اور تعزیر

---

[1] ابوداؤد، کتاب الحدود، باب فی الرجل یزنی بحریمہ، ج ۲، ص ۲۶۴-
[2] بخاری، کتاب المحاربین، باب رجم المحصن، ج ۲، ص ۱۰۰۶-
[3] ابوداؤد، کتاب الحدود، باب فیمن اتی بھیمۃ، ج ۲، ص ۲۶۵-

سخت کے ہے نہ کہ حقیقت میں قتل کرنا چنانچہ ابوداؤد میں حدیث آئی ہے کہ سوا تین شخص کے قتل نہ کیا جاوے، ان میں ناکح محارم داخل نہیں ہے پس لامحالہ یہ حدیث تعزیر سخت کے واسطے ہے :-

عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يحل دم امرئ مسلم يشهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله الا فی احدی ثلاث رجل زنی بعد احصان فانه يرجم ورجل خرج محاربا بالله ورسوله فانه يقتل او يصلب او ينفی من الارض او يقتل نفسا فيقتل بها. رواه ابوداؤد [1]

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ زانی محصن کو رجم ہے اور حدیث ترمذی میں قتل ہے پس معلوم ہوا کہ ناکح محارم پر حد رجم کی نہیں باقی رہا قتل کرنا یہ لازم آتا ہے قصاص یا ارتداد میں۔ یہ ظاہر ہے کہ ناکح محارم نے کسی کو قتل نہیں کیا تا کہ قصاص آوے اور مرتد بھی نہیں تا کہ قتل کیا جاوے، پس ثابت ہوا کہ یہ حدیث تعزیر سخت کے واسطے ہے اور یہی مذہب حضرت امام اعظم کا ہے۔

اگر ہر دو حدیث کی تطبیق میں یہ کہا جاوے کہ بسبب نکاح کرنے محارم کے مرتد ہو گیا ہے۔ اس کے جواب میں یہ کہا جاتا ہے کہ ارتداد جب لازم آتا ہے جب نکاح محارم کو حلال جانے اور کلام اس میں ہے کہ وہ شخص حرام جانتا ہے اور اگر تسلیم کیا جاوے کہ بسبب ارتداد کے قتل لازم آیا ہے، اس صورت میں مدعیٰ ہمارا ثابت کہ اس حدیث میں قتل جہت ردۃ کے ہے حد زنا کے نہیں ہے، پس حدیث ہٰذا سے حد ناکح محارم پر ثابت نہ ہوئی وھو المدعی۔

اور دلیل دوئم اس امر پر کہ ناکح محارم کا قتل حکم زانی بہیمہ کے ہے اور وہ قتل بے حد شریف ہے جو کہ ابن ماجہ میں آئی ہے :-

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من وقع على ذات محرم فاقتلوه و

---

[1] ابوداؤد کتاب الحدود ، باب الحکم فیمن ارتد ، ج۲ ، ص ۲۵۰

من وقع على بهيمة فاقتلوه واقتلوا البهيمة
رواه ابن ماجة [1]

اور حدیث سے ثابت ہے کہ جو شخص چارپایہ سے جماع کرے اس پر حد نہیں :-

عن ابن عباس قال من اتى بهيمة فلا حد عليه [2]

پس جب کہ زانی بہیمہ پر حد نہ ہوئی تو زانی محارم بالنکاح پر بھی حد نہیں فثبت ان
لا حد على ناكح المحارم ولكن يعزر -

پس ثابت ہوا کہ مذہب امام اعظم کا مطابق احادیث کے ہے خلاف احادیث کے نہیں
اور نہ خلاف آیت کے کیونکہ خلاف آیت کا جب لازم آتا کہ حلت کا حکم دیا جاتا اور خلاف احادیث
اس وقت ہوتا جب کہ حد کا حکم دیا جاتا۔

اور ثانیاً یہ ہے کہ ان احادیث سے وطی کا ہونا ثابت نہیں ہوتا چنانچہ بعض طرق میں معاویہ
بن قرہ نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے :-

ان النبي صلى الله عليه وسلم بعث جده بالمدينة
الى رجل عرس بامرأة ابيه ان يضرب عنقه ويخمس
ماله [3]

اس حدیث سے بھی جماع نہیں پایا جاتا کیونکہ تعریس کو وطی لازم نہیں ہے اور غیر وطی
میں حد نہیں آتی کجا کہ قتل! پس ثابت ہوا کہ واسطے زجر اور تهدید بلیغ کے حدیث وارد ہوئی ہے -

اور ثالثاً یہ امر ہے کہ حد میں سلب مال کا نہیں آتا حالانکہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے ناکح محارم کی نسبت سلب مال کا حکم دیا چنانچہ حدیث دارمی میں آتی ہے :-

عن البراء قال لقيت عمر ومعه راية فقلت
له اين تريد فقال بعثني رسول الله صلى الله عليه
وسلم الى رجل نكح امرأة ابيه فامرني ان اضرب

---

[1] ابن ماجه ، ابواب الحدود ، باب من اتى ذات محرم ومن اتى بهيمة ص ۱۸۷

[2] ترمذی ، ابواب الحدود ، باب فیمن یقع علی البهیمة ، ص ، ۱۸۷ -

[3] فتح القدیر ، کتاب الحدود ، باب الوطئ الذي يوجب الحد الخ ، ج ۵ ، ص ۴۱ -

عتقه واخذ ماله رواه الدارمی [1]

اور روایت معاویہ میں بھی سلب مال کا مذکور ہے پس ثابت ہوا کہ یہ حد نکاح محارم کے
نہیں وارد ہوئی بلکہ تعزیر سخت کے واسطے وارد ہوئی ہے۔ خذ هذا من الامام۔

تم الجواب من السوال الاول ویتلی له الجواب
من السوال الثانی۔

الجواب من السوال الثانی

تمام عبارت ہدایہ کی سوال میں درج نہیں ہے هذه عبارة الهدایة
وکل شیئ قضی به القاضی فی الظاهر
بتحریمه فهو فی الباطن کذلك عند ابی حنیفة
وکذا اذا قضی باحلال وهذا اذا کان الدعوی
بسبب معین هی مسئلة قضاء القاضی فی العقود
والفسوخ بشهادة الزور [2]

خلاصہ عبارت کا یہ ہے کہ جو شخص دعویٰ حلت یا حرمت کا ساتھ سبب معین کے
کہ اس میں انشاء ممکن ہو مثل نکاح یا طلاق یا بیع یا اعتاق وغیرہ کے اور قاضی صورت مذا میں بر حسب
گواہاں حکم حلت یا حرمت کا دیوے بحالت لاعلمی کذب گواہاں اور واقعی گواہوں نے جھوٹ
دی تھی۔ اس صورت میں حکم قاضی کا ظاہر اور باطن میں نافذ ہو گا۔ اگر مرد نے ایک عورت اجنبیہ
کے نکاح میں نہ ہے اور نہ عدت میں ہے نکاح کا دعویٰ کیا اور قاضی نے حکم نکاح کا دیا
میں وطی کرنی مرد کو عورت سے حلال ہو گی خواہ وطی نہ کرے اور عند اللہ گناہ نہ ہو گا گویا
نکاح ہوا یعنی جس وقت قاضی نے حکم دیا اس وقت نکاح ہوا اگرچہ گواہ جھوٹے ہوں اور
ثابت ہو گا اور تقدیر کلام کی یہ ہو گی انکحتك ایاه وحکمت بینکما بذلك

اور جبکہ دعویٰ مطلق ہو یعنی سبب ملک کا دعویٰ نہ کرے اور مطلق کہے کہ یہ جاریہ
بلا بیان شراء اور سبب وغیرہ کے یا یہ کہے کہ یہ عورت میری ہے بلا دعوی نکاح کے۔ اس صورت
حکم قاضی کا باطن میں نافذ نہ ہو گا اور وطی اس کو حرام ہو گی کیونکہ انشاء عقود کا قاضی کو دعوی

[1] دارمی، کتاب النکاح، باب الرجل یتزوج امرأة ابیه، ج ۲، ص ۱۵۳۔
[2] ہدایہ، کتاب ادب القاضی، باب کتاب القاضی الی القاضی، فصل آخر، ج ۳، ص

ئین میں ممکن ہے اور تعین کرنا سبب کا بحالت عدم سبب بیچ دعویٰ مطلق کے ممکن نہیں،
ا فافترقا۔

دیکھو اس مسئلے کو کہ ایک عورت نے زوج پر دعویٰ کیا کہ "مجھے تین طلاق خاوند نے
دی ہیں" اور خاوند انکار کرتا ہے، اور عورت نے گواہ قائم کئے اور فی الواقعی طلاق نہیں دی
ہے لیکن قاضی نے بہ حجت گواہاں طلاق ثلاثہ کا حکم دیا، عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کیا،
س میں تین قول ہیں :-

(ا) نزدیک ابی حنیفہ کے زوج ثانی (سے) وطی حلال ہے اور اول کو نہیں۔

(ب) اور صاحبین کے نزدیک نہ ثانی کو، نہ اول کو حلال ہے۔

(ج) اور امام شافعی کہتے ہیں کہ خاوند اول کو وطی پوشیدہ کرنی حلال ہے اور دوسرے کو علانیہ
وطی حلال ہے۔

پس غور کرنے کا مقام ہے، صاحبین کے نزدیک اس مسئلے میں حکم قاضی کا خاوند اول کی
نسبت ظاہر اور باطن میں نافذ کیا گیا اور امام شافعی کے نزدیک بہ نسبت زوج ثانی کے حکم قاضی کا باطن
میں نافذ ہو گیا ھٰذا شیئ عجیب۔

پس فقط امام صاحب پر اعتراض کرنا کیا معنی؟ فافہم! اس مسئلے کو جامع المحبوبی سے
عینی نے نقل کیا ہے[1] اور وجہ نافذ ہونے کی حکم قاضی کے باطن میں، یہ ہے کہ بہ حجت شرعیہ گواہی گواہاں
یا اقرار یا یمین قاضی مامور ہے کہ قطع منازعت کی طرفین سے کرے اور پس مقصود یہی حکم قاضی سے کہ
منازعت کی ہوئی اور جب کہ باطن میں حکم نافذ نہ ہوا، منازعت مابین باقی رہے گی کیونکہ مثلاً بصورت
نکاح کے مرد طلب وطی کی کرے گا اور عورت انکار کرے گی، پس ضرور ہوا کہ باطناً بھی نافذ ہو تا کہ
منازعت جاتی رہے اور مقصود اصلی شرعی کا قطع منازعت ہے، حاصل ہو جیسا کہ روایت ہے
علی (رحمۃ اللہ علیہ) سے وھو (ھٰذہ) :-

ان رجلا اقام بینۃ علی امرأۃ انھا زوجتہ
بین یدی علی (رضی اللہ عنہ)، فقضٰی علی بذلک
فقالت المرأۃ ان لم یکن لی منہ بد یا امیر
المؤمنین فزوجنی ایاہ، فقال علی شاھداک زوجاک[1]

---

[1] شرح ہدایہ "للعینی"

پس ظاہر ہوا کہ باطن میں بھی حکم قاضی کا نافذ ہوتا ہے اور یہ مسئلہ اجماعی ہے کہ

من اشتری جاریۃ ثم ادعی فسخ بیعہا

کذبا و برھن فقضی بہ حلال للبائع وطیھا و

استخدامھا [1]

پس دلالت اجماع سے معلوم ہوا کہ حکم قاضی بحالت کذب گواہاں، باطن میں

اور دلیل اس کی یہ ہے کہ بہ منطوق "البینۃ علی المدعی والیمین علی المدعیٰ علیہ" قاضی مامور ہے

ساتھ گواہاں صادقوں کے اور صدق گواہاں کہ ساتھ تعدیل ظاہر کے ہوتا ہے اور اس

کہ دل کی بھی تحقیق کر لیا کرے کہ یہ وسعت انسانی سے باہر ہے لا یعلم الغیب الا

اور اللہ تعالے فرماتا ہے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا [2] اور اسی

بھی آیا ہے :-

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم انی لم اومر ان انقب عن

قلوب الناس ولا اشق بطونھم [3] رواہ البخاری

پس جب کہ قاضی نے حسب وسعت خود تعدیل گواہان پر حکم دیا، اس وقت

کی اطاعت واجب ہے کما قال اللہ تعالیٰ :

یایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا

الرسول واولی الامر منکم [4]

کیونکہ اولی الامر میں قاضی بھی داخل ہیں کما قال القاضی فی تفسیرہ

یرید بھم امراء المسلمین فی عہد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبعدہ ویندرج

فیھم الخلفاء والقضاۃ وامراء السریۃ امر الناس

---

[1]

[2] سورۃ البقرہ، آیت ۲۸۶ -

[3] بخاری، کتاب المغازی، باب بعث علی وخالد الی الیمن، ج ۲، ص ۶۲۳ -

[4] سورۃ النساء، آیت ۵۹ -

بطاعتہم بعد ما امرھم بالعدل تنبیہا علی ان
وجوب طاعتہم لازم ما داموا علی الحق انتہیٰ [1]

اور عدل اور حق قضاۃ کا یہ ہے کہ گواہوں پر (کہ بظاہر عادل ہوں) حکم کرے اگرچہ در اصل کاذب ہوں اور باوجود علم کذب گواہان کے حکم کرنا ناحق ہے اور غیر عدل ہے، اس صورت میں حکم باطن میں نافذ نہ ہوگا۔

پس اس آیت سے ثابت ہوا کہ اطاعت حکم قاضی کی، ظاہر و باطن میں واجب ہے جیسا کہ اطاعت اللہ اور رسول کی ظاہر اور باطن میں واجب ہے اور یہ معنی ہیں نفاذ حکم قاضی کے باطن میں اور ظاہر میں اور فرق نکالنا مابین اطاعت اللہ اور رسول کے اور اطاعت اولی الامر کے بعید از سیاق و سباق آیت کے ہے یعنی یہ کہنا کہ اطاعت اللہ اور رسول کی ظاہر اور باطن دونوں میں کرنی چاہیے اور قاضی کی فقط ظاہر میں اور باطن میں نہیں لا یقولہ احد اور یہ امر حدیث شریف میں آیا ہے :۔

من یطع الامیر فقد اطاعنی ومن یعص
الامیر فقد عصانی متفق علیہ [2]

امیر میں قاضی بھی داخل ہیں :۔

اور دوسری حدیث ہے عوف بن مالک کی :۔

عن عوف بن مالک ان النبی صلی اللہ
علیہ وسلم قضی بین رجلین فقال المقضی علیہ
لما ادبر حسبی اللہ ونعم الوکیل، فقال النبی
صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالی یلوم علی العجز
ولکن علیک بالکیس فاذا غلبک امر فقل حسبی
اللہ ونعم الوکیل رواہ ابوداؤد [3]

(ترجمہ) عوف بن مالک سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا مابین دو شخصوں کے، پس کہا اس شخص نے جس پر حکم کیا گیا تھا جس وقت پیٹھ

---

[1] تفسیر بیضاوی

[2] مشکاۃ، کتاب الامارۃ والقضاء، حدیث ۱، فصل ۱۔

[3] ابوداود، کتاب القضاء، باب الرجل یحلف علی حقہ، ج ۲، ص ۱۵۵۔

پھیری حسبی اللہ ونعم الوکیل ، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ ملامت کرتا ہے عجز پر (یعنی راضی نہیں ہوتا) اور لیکن لازم پکڑ تو اس پر ہوشیاری اور دانائی پس باوجود ہوشیاری کے غالب ہو تجھ پر امر ، پس کہو حسبی اللہ ونعم الوکیل

یعنی مدعیٰ علیہ نے حسبی اللہ کہنے سے اشارہ کیا اس امر پر کہ مدعی ناحق اور میرے کو لے گیا ۔ اب دیکھو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد حکم کے باوجود سننے اس کے ناحق حکم ہوا ، حکم کو نافذ رکھا اور فرمایا کہ تیرے عدم اثبات دعوے سے خدا ناراض ہوتا ہے اپنے اثبات دعویٰ کے واسطے ہوشیاری چاہیے تھی ، کیوں نہیں اپنے دعویٰ کو ثابت کیا ثابت ہوا کہ حکم قاضی کا باطن میں بھی نافذ ہوتا ہے ورنہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدعی کو جلد سرزنش کرتے اور حکم اول کو بعد تحقیق ثانی رد کرتے ۔

اور دوسری حدیث شاہد یہ ہے :-

ان رجلین تداعیا دابۃ فاقام کل واحد منہما البینۃ انہا دابتہ نتجہا فقضی بہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للذی فی یدہ رواہ فی شرح السنۃ [1]

(ترجمہ) یعنی دو شخصوں نے ایک دابہ پر منازعہ کیا اور ہر ایک نے اپنے اپنے گواہ قائم کئے کہ یہ میرا ہے ، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو دلوایا جس کے قبضے میں تھا ۔

ظاہر ہے کہ اس صورت میں گواہ ایک کے دونوں میں سے جھوٹے ہوں گے جھوٹے ہونے گواہ ذی الید کے حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے حق میں نافذ بدلیل اس کے کہ گواہ مالی الید کے معتبر ہوتے ہیں ۔

اور دیکھو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی موطا میں لکھا ہے :-

وکذلک ایضاً الرجل ینکح الامۃ ای یتزوجہا فتکون امراتہ فیاتی سید الامۃ الی الرجل الذی تزوجہا فیقول ابتعت منی جاریتی فلانۃ انت

---

[1] مشکاۃ ، کتاب الامارۃ والقضاء ، باب الاقضیۃ والشہادات ، حدیث ۳۲ ، نصر

وفلان بکذا وکذا دینارا فینکر ذلک زوج الامۃ فیأتی سید الامۃ برجل وامرأتین فیشھدون علی ما قال فیثبت بیعہ ویحق حقہ ای ثمنہ الذی شھدوا بہ وتحرم الامۃ علی زوجھا[1] (لملکہ نصفھا ویکون ذلک فرقا بینھما لان الملک یفسخ النکاح)

معنی اس کے یہ ہیں :-

"اسی طرح سے ایک رجل نے نکاح کیا لونڈی سے پس ہوگئی جورو اس کی پس آیا سید لونڈی کا طرف اس شخص کے جس نے نکاح کیا تھا لونڈی سے پس کہتا ہے سید لونڈی کا تو نے مجھ سے اس لونڈی کو اور فلاں شخص نے اتنے دام کو خریدا ہے پس انکار کرتا ہے خاوند لونڈی کا خریدنے سے، پس لاتا ہے سید لونڈی کا ایک مرد اور دو عورتیں گواہ، پس وہ گواہی دیتے ہیں حسب مدعیٰ سید کے، پس ثابت ہوتی ہے بیع اس کی اور تحقیق ہوتا ہے ثمن اس کا اور حرام ہوتی ہے لونڈی خاوند پر کیونکہ نصف کا مالک ہوگیا اور ہوتی ہے یہ فرقت مابین زوجین کے کیونکہ ملکیت فسخ کر دیتی ہے نکاح کو۔"

(تمام ہوا ترجمہ)

غور کرو در اصل لونڈی سے نکاح کیا ہے اور سید نے جھوٹے گواہ خریدنے پر قائم کئے کیونکہ مفروض نکاح لونڈی کا ہے اور ان جھوٹے گواہوں سے تین امر ثابت ہوئے :-

(ا) ایک تو بیع کا ہونا

(ب) اور دوسرا خاوند کو ثمن کا دینا

(ج) اور تیسرے طلاق کا ہونا

اس جگہ میں تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امام اعظم سے فوقیت لے گئے کہ ایک دفعہ کے جھوٹے گواہ قائم کرنے سے تین حکم ثابت کئے۔ امام صاحب پر ایک ہی حکم ثابت کرنے پر طعن ہوتا ہے۔

---

[1] موطا امام مالک، کتاب الاقضیۃ، باب القضاء بالیمین الخ، ص ۵۱۳۔

اور جو کہ حدیث بخاری میں آئی ہے ام سلمہ سے وہ مخالف مذہب امام اعظم کے نہیں
بچند وجہ اور وہ حدیث یہ ہے :-

عن ام سلمۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ و سلم
اخبرتہا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم انہ
سمع خصومۃ بباب حجرتہ فخرج الیہم
فقال انما انا بشر وانہ یأتینی الخصم ولعل
بعضکم ان یکون ابلغ من بعض فاحسب انہ
صادق فاقضی لہ بذلک فمن قضیت لہ بحق
مسلم فانما ہی قطعۃ من النار فلیأخذہا او
لیترکہا رواہ البخاری [1]

۱- وجہ اول عدم تمسک اس حدیث کی یہ ہے کہ مضمون حدیث سے ظاہر ہے
دعویٰ مطلقہ میں بلا تعین سبب ملک سے آتی ہے اور اس قسم کے دعویٰ مطلقہ میں
نفاذ حکم کے باطناً قائل ہیں جیسا کہ گزرا اور کلام ہمارا دعوئے غیر مطلقہ یعنی
۲- اور دوسری وجہ عدم تمسک کی اس حدیث سے یہ ہے کہ ظاہر حدیث
کرتا ہے اس پر کہ یہ حدیث خاص ہے سننے کلام خصم میں بلا گواہان اور یمین کے
صلی اللہ علیہ وسلم نے یأتینی الخصم اور شاید بعض تمہارا یعنی مدعی
ہوئے بعض سے، پس میں گمان کروں کہ وہ صادق ہے پس اس کے واسطے
فاقضی لہ صاف دلالت کرتا ہے کہ فقط کلام خصم پر حکم کرتے میں یہ حدیث
کیونکہ اطلاق خصم کا اوپر مدعی اور مدعا علیہ کے ہوتا ہے اور گواہوں پر نہیں
آتی ہے اس کی حدیث ابوداؤد میں جو کہ ام سلمہ سے بسند دیگر آئی ہے :

عن ام سلمۃ قالت اتی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم رجلان یختصمان فی مواریث لہما لم تکن
لہما بینۃ الا دعواہما فقال النبی صلی اللہ علیہ
وسلم فذکر مثلہ رواہ ابوداؤد [2]

---

[1] بخاری، کتاب الاحکام، باب من قضی لہ بحق اخیہ، ج ۲، ص ۱۰۶۵۔
[2] ابوداؤد، کتاب القضاء، باب فی قضاء القاضی اذا اخطأ، ج ۲، ص ۱۴۸

اور گفت گو ہماری اس حکم میں ہے کہ جو مرتب بینہ پر ہو پس یہ حدیث حنفیوں پر حجت نہ ہوئی۔

۳- اور تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث ایسے دعوے میں واقع ہوئی ہے جس میں مدت مدید گزر گئی ہے اور بسبب انقراض زمانہ کے کوئی دلیل ظاہر میں مثل گواہ اور یمین وغیرہ کے نہ تھی صرف رائے کے سوا کسی قسم کی حجت شرعیہ کو دخل نہ تھا اس واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے ڈرانے کے فرمایا تاکہ حق ظاہر ہو جاوے چنانچہ ابوداؤد میں بروایت ام سلمہ بسند دیگر آئی ہے :- عن عبد اللہ بن رافع قال سمعت ام سلمۃ

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھذا الحدیث [1]

اس کا اشارہ اسی حدیث بخاری کی طرف ہے جس کو ابوداؤد نے بھی بعد اس حدیث کے بیان کیا ہے :-

قال یختصمان فی مواریث واشیاء قد درست

فقال انی اقضی بینکم برأیی فیما لم ینزل علی فیہ

رواہ ابوداؤد [2]

اور نزاع ہماری بحالت بینہ کے ہے پس یہ حدیث حجت نہ ہوئی کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اقضی بینکم برأیی، اور رائے کو دخل اس حکم میں ہوتا ہے کہ جس میں گواہ یا یمین یا اقرار نہ ہو اور اگر گواہ اقرار یا یمین وغیرہ ہوتا لم ینزل علی فیہ نہ فرماتے کیونکہ گواہ ینزل علی فیہ میں داخل ہیں کما نطق علیہ القرآن والحدیث۔

۴- اور چوتھی وجہ عدم تمسک حدیث ہذا کی یہ ہے کہ حدیث ہذا واسطے بیان تهدید اور زجر کے ہے، واسطے عدم نفوذ حکم کے نہیں بیان کی کیونکہ کلمہ مَن کا شرطیہ ہے، وقوع کو لازم نہیں پکڑتا، غرض اس امر کا ہے کہ نہ واقع ہو اور یہ امر جائز ہے خصوصاً نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مامور تھے حکم کرنے پر ساتھ علم اور باطن اپنے کے :-

واذن لہ الحکم بالباطن ایضا وان یقتل لعلمہ

خصوصیۃ انفرد بہا علی سائر الخلق بالاجماع قال

القرطبی اجتمعت الامۃ علی انہ لیس لاحد ان

---

[1] ابوداود، کتاب القضاء، باب فی قضاء القاضی اذا اخطأ، ج ۲، ص ۱۴۸-

[2] ایضاً " " " " ، ص ۱۴۸، ۱۴۹-

يقتل لعلمه الا النبي صلى الله عليه وسلم و قال
السبكي هذه قضية شرطية لا تستدعي وجودها
بل معناها ان ذلك جائز وقال ولم يثبت لنا
قط انه صلى الله عليه وسلم حكم بحكم ثم تبين
خلاف لا بسبب تبين حجته ولا بغيرها وقد صان
الله احكام نبيه عن ذلك مع انه لو وقع لم يكن فيه
محذور (مرقاة الصعود) ۱

اور حکم رسول اللہ کا ظاہر اور باطن میں نافذ تھا کما نطق علیہ القرآن :-

فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر
بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا
تسليما ۲

دلالت کرتا ہے کہ جو شخص نہ راضی ہو حکم رسول سے وہ مومن نہیں ہے :

هذا يدل على ان من لم يرض بحكم الرسول
لا يكون مؤمنا.

اور رضا حکم رسول کی کہ ہے ہوتی ہے ظاہر میں برخلاف قلب کے، اس لئے اللہ تعالے نے فرمایا
لا يجدوا في انفسهم حرجا پس ضرور ہے کہ دل سے بھی راضی ہو، یہ معنی ہیں نفاذ
میں جبکہ یہ امر ثابت ہوا کہ حکم رسول کا ظاہر اور باطن میں نافذ تھا پس ثابت ہوا کہ جملہ شرطیہ کا
یہ امر تہدیداً حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ماسوا اس کے لفظ 'قضا' کا الزام حکم
ہے پس لازم نہ ہوگا تا وقتیکہ کہ باطن میں نافذ نہ ہو۔

۵- اور پانچویں وجہ عدم تمسک اس حدیث کی یہ ہے کہ :

فمن قضيت له بحق مسلم فانما هي قطعة من النار

نہیں ہونے کا تا وقتیکہ استمرار خطا کا نہ ہو کیونکہ جب خطا پر مطلع ہوں گے اسی وقت

---

۱ مرقاة الصعود الى سنن ابی داؤد :
۲ سورة النساء، آیت ۶۵ -
۳ مشکاة، کتاب الامارة والقضاء، باب الاقضية والشهادات، حدیث ۴، فصل

حکم کا بحالت حجت پکڑنے اس حدیث کے لازم آتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ
ر ہیں اور یہ بہ نسبت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باطل ہے کیونکہ اہل حق مجتمع ہیں اس امر پر کہ
جتہادی حضرت سے قائم نہیں رہتی پس اللہ تعالے اس کی اطلاع کر دیتا تھا اور تدارک اس کا
تا کما نطق علیہ القرآن۔

اور حکم کرنا گواہی پر خطا نہیں ہے اگرچہ گواہ واقع میں کاذب ہوں کیونکہ اس پر اتفاق ہے
کہ ساتھ گواہوں ہو اس پر عمل واجب ہے پس لازم آیا کہ اس حدیث سے حجت نہ پکڑی جاوے
ستمرار خطا کا لازم آتا ہے اور یہ باطل ہے۔

اور چھٹی وجہ عدم تمسک کی یہ ہے کہ یہ حدیث صریح مال میں آئی ہے کما ثبت من
یث ابی داؤد اور اس میں نزاع نہیں ہے کیونکہ قاضی مالک نہیں ہے کہ ایک کا مال دوسرے
یوے ابتدا انشار عقود و فسوخ کا مالک ہے جیسے فرقت عنین کا اور نکاح کروانے صغیرہ وغیرہا کا۔

اور ساتویں وجہ یہ ہے کہ حدیث بخاری کی در باب ارث وارد ہوتی ہے جیسا کہ تصریح کیا
اس کو حدیث ابوداؤد نے جو کہ عبد اللہ بن رافع کی روایت سے اوپر گزری ہے اور در باب
کے امام اعظم کے نزدیک بھی حکم قاضی کا باطن میں نافذ نہیں ہوتا کیونکہ اس میں انشار ممکن نہیں
جیسا کہ ابتدا میں گزرا اور چنانچہ تصریح کی ہے اس کی درمختار میں :۔

بخلاف الاملاك المرسلة اى المطلقة
عن ذكر سبب الملك فظاهرًا فقط اجماعا لتزاحم
الاسباب حتى لو ذكر سببا معينا فعلى الخلاف
ان كان سببا يمكن انشاؤه والا لا ينفذ اتفاقا
كالارث وكما لو كانت المرأة محرمة بنحو عدة
او ردة انتهى ما فى الدر المختار[۱]

ذا من الامام الاعظم   واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع
لمآب۔

حررہما واجابہما من السوالین المذکورین خاک پائے محمد مسعود نقشبندی دہلوی
بقلم بندہ نور محمد   المرقوم ۳ صفر المظفر ۱۳۰۱ھ ہجری

---

[۱] در مختار، کتاب القضاء، مطلب فی القضاء بشہادۃ الزور، ج ۲، ص ۳۳۳ (ملخصاً)

سوال ۱۳۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس قضیہ رنگین میں کہ زید نے

رشتہ بکر کے لڑکے کے ساتھ کر دیا تھا اور لقب زوجیت اس کی کا دھر دیا تھا۔ اس وقت

برادری فریقین سے ظہور میں آئیں یہاں تک کہ شیرینی تقسیم کی اور گواہ بنائے۔ بعد مدت

لڑکے کو پیک اجل نے کوچ کا پیام دیا۔ عمر نے وفا نہ کی، آخر موت کا جام پیا۔

اب اس متوفی کا باپ چاہتا ہے کہ اس دختر کو خود اپنے نکاح میں لائے

کی جورو معروفہ کو اپنی جورو بنائے۔ عمرو کہتا ہے کہ جائز نہیں گناہ ہوتا ہے، کس لئے کہ

ہو لینا ظاہراً پایا جاتا ہے چنانچہ ایجاب و قبول وقت رشتہ فریقین کے والدین سے

شہادت کے لئے تمام برادری ماہر ہے۔

دوسرے یہ کہ بصورت جواز بھی اب اس کو عقد کرانا اپنے آپ بہتان

عوام الناس برا کہیں گے، لب طعن وا کر سب سے بدول نہ رہیں گے اور یہ حدیث

آیا ہے کہ بہتان سے بچنا، حضرت نے فرمایا ہے، اس لئے عرض ہے کہ جو حکم خدا

اس سے مطلع فرماویں تاکہ رفع ملول ہو۔ بینوا توجروا۔

دوم شوال ۱۳۰۲ھ ہجری

الجواب

بصورت واقع ہونے ایجاب اور قبول کے جانب فریقین سے بہ جلسہ عام

نکاح شرعی منعقد ہو گیا۔ اب مسماۃ زوجہ پسر بکر کی ہو گئی۔ اب بکر کو زوجہ پسر سے نکاح

ہے اگرچہ صحبت یا وطی واقع نہیں ہوئی کما قال اللہ تعالٰی:

وحلائل ابناءکم الذین من اصلابکم [1]

یعنی منکوحہ فرزندوں صلبی تمہاروں کی تم پر حرام ہیں۔

اس واسطے آیت عام ہے موطورہ و غیر موطورہ کو جیسا کہ تفسیر کبیر میں ہے:

[1] سورۃ النساء، آیت ۲۳۔

اتفقوا على ان حرمة التزوج بحليلة الابن
تحصل بنفس العقد كما ان حرمة التزوج بحليلة
الاب يحصل بنفس العقد وذلك لان عموم الآية
يتناول حليلة الابن سواء كانت مدخولا بها او
لم تكن انتهى ما فيه [1]

اسی طرح سے درمختار اور شامی میں :-

ومن وجة اصله وفرعه مطلقا ولو بعيدا
دخل بها اولا انتهى وفي رد المحتار ومن وجة اصله و
فرعه لقوله تعالى ولا تنكحوا ما نكح آباؤكم
وقوله تعالى وحلائل ابنائكم الذين من اصلابكم
والحليلة الزوجة انتهى ما فيه [2]

ایسا ہی ہے ہدایہ میں :-

ولا بامرأة ابنه وبني اولاده لقوله تعالى
وحلائل ابنائكم الذين من اصلابكم [3]

اسی طرح سے ہے جامع الرموز میں :-

ومن وجة فرعه من امرأة الابن وابن الولد
وان سفل وفي اطلاقه رمز الى ان كلتيهما محرمتان
بنفس العقد وذا بلا خلاف كما في النظم انتهى [4]

وهكذا في العالمگيرية :-

والثالثة حليلة الابن وابن الابن وابن البنت

---

[1] تفسیر کبیر، سورۃ النساء، زیر آیت ۲۳، ج ۳، ص ۱۹۲۔
[2] درمختار و شامی، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ج ۲، ص ۲۷۹۔
[3] ہدایہ، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ج ۲، ص ۲۸۸۔
[4]

وان سفلوا دخل بہا الابن اولا فہؤلاء محرمات علی التابید نکاحا ووطیا کذا فی الحاوی للقدسی [1]

پس صاف ثابت ہوا کہ منکوحہ پسر کی تا ابد الآباد باپ پر حرام ہے بطور نکاح کے ہو وطی کے ہو خواہ پسر نے وطی اس سے کی ہو یا نہ کی ہو، مجرد نکاح سے حرام ہو جاتی ہے صورت سوال سے یقینی نکاح کا ہونا پایا جاتا ہے کیونکہ رکن نکاح کا ایجاب اور قبول طرفین سے ولایۃً پایا گیا اور شرط شاہد کی بھی موجود ہے پس اگر بالفرض والتقدیر نسبت دی جاوے اس صورت میں بھی دختر زید کی بکر پر حرام ہے کیونکہ دو دلیلیں ایک حرمت دوسری اباحت کی پائی گئیں، دلیل حرمت کو ترجیح ہوگی اور اسی پر عمل ہوگا :-

فمن فروعہا ما اذا تعارض دلیلان احدھما یقتضی التحریم والآخر الاباحۃ قدم التحریم (اشباہ) [2]

ماسوا اس کے اصل فروج میں حرمت ہے :-

الاصل فی النکاح الحظر وابیح للضرورۃ فاذا تقابل فی المرأۃ حل وحرمۃ غلبت الحرمۃ (اشباہ) [3]

پس ان ہر دو قواعد سے یہی معلوم ہوا کہ دختر زید کی بکر پر حرام ہے۔

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

حررہ واجابہ خاکپا رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۱۹ ر شوال ۱۳۰۲ سنہ ہجری

---

[1] عالمگیری، کتاب النکاح، باب ۳، قسم ۲، ص ۲۷۴ -

[2] الاشباہ، الفن الاول، النوع الثانی، القاعدۃ الثانیہ، ص ۱۰۹ -

[3] ایضاً " " القاعدۃ الثالثہ، ص ۶۷ -

باب ۵

اَوقاف

سوال ۱۳۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بیچ اس صورت کے کہ کسی جگہ ایک
مسلمانان نے چاہا کہ ایک مسجد تعمیر کریں اور وقت خریدنے زمین کے پانچ شخصوں کو
سے متولی قرار دیجان کے نام بیع نامہ زمین زیر مسجد کا لکھا دیا اور ان کی تجویز پر کل
مسجد ہوتی رہی اور ان متولیان پانچ شخص ایک شخص خلقت کو بطور وعظ کے تحریک
واسطے صرف کرنے روپیہ کے تعمیر مسجد میں دیتا رہا چنانچہ کچھ روپیہ تحریک واعظ
بھی جمع ہوا اور دیگر متولیان و رؤسا بھی فراہمی روپیہ میں کوشش کرتے رہے
خاص بندگان اس قصبہ یا شہر اور دیگر اہل اسلام باشندگان و رؤسا گرد و نواح نے
نیز واسطے تعمیر مسجد کے روپیہ بھیجا اور بمشورہ جملہ متولیان تعمیر مسجد میں وہ روپیہ صرف
اب بفضلہ وہ مسجد تیار ہوگئی اور چند دکانیں واسطے صرف مسجد کے تعمیر کی گئیں
من جملہ متولیان واعظ بھی تھا وہ چاہتا ہے کہ آمدنی متعلقہ دکانیں وغیرہ متعلق
میرے اہتمام میں با مشاورت دیگر متولیان خرچ ہوا کرے اور بعد میرے ورثا
اہتمام سے مصارف مسجد ہوتا رہے اور خرچ مسجد کا آمدنی چندہ سے ہوا کرے
خاص میرا اس آمدنی مسجد میں ہمیشہ کے واسطے مقرر ہو جاوے اور رؤسائے شہر
اس ایک متولی واعظ کی درخواست مذکورہ پر معترض ہیں اور اتفاق نہیں رکھتے ہیں چاہتے
دکانیں وغیرہ متعلق مسجد بہ مشورہ رؤسا و متولیان کے صرف مسجد میں آتی رہے ہمیشہ چندہ
کی ضرورت نہیں ہے اور متولی واعظ چاہتا ہے کہ جو مکان صدر دروازہ مسجد پر ہے
مالکانہ مع عیال سکونت پذیر ہو اور دار الخلا بھی اس مکان متعلقہ مسجد میں بنا دے اور
من جملہ متولیان ایک شخص متولی کے واسطے یا جملہ متولیان کے واسطے بروئے شرع شریف
ہے یا ناجائز۔ بینوا توجروا۔

الجواب

واضح ہو کہ وقف منقول یا غیر منقول کسی کی ملکیت اور وراثت میں نہیں آتا، خواہ متولی
چنانچہ ہدایہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ:-

ولا يباع ولا يوهب ولا يورث، كذا في العالمگيرية [1]

اور جبکہ گروہ مسلمان نے پانچ اشخاص کو متولی قرار دیدیا تو سب تصرف مال وقف میں شریک ہیں کسی متولی کو امور مجوزہ درباب وقف بلا مشورہ اور اجازت دیگر متولیان کے کسی قسم کا تصرف ناجائز ہے چنانچہ در مختار میں لکھا ہے :-

فلو وجد کتابا وقف فی کل اسم متول و تاریخ الثانی ست أخرا شترکا (در مختار) [2]

واذا جعل الواقف الولاية الى اثنين او صارت الولاية الى الوصی والمتولی لم یکن لاحدهما بیع غلة الوقف (عالمگیری) [3]

اور امورات غیر مجوزہ میں اگر باتفاق جمیع متولیان بھی کوئی امر غیر جائز درباب وقف واقع ہوگا تو وہ باطل ہوگا کیونکہ یہ خیانت وقف میں ہے اور جمیع متولیان موقوف کیے جائیں گے :-

وینزع وجوبا (بزازیہ) لو الواقف (درر) فغیرہ بالاولی غیر مامون [4] (در مختار) وکذا لو باع الواقف بعضه او تصرف تصرفا غیر جائز [5] (عالمگیریہ) اذا کان ناظرا علی اوقاف متعددة وظهرت خیانته فی بعضها افتی المفتی (ابوالسعود) بانه یعزل من الکل انتهی ما فی الشامی [6]

اور حاکم وقت اس کو ناجائز قرار دے گا اور سکونت مکان وقف میں مطلقاً اگرچہ بکرایہ ہو

---

[1] عالمگیری، کتاب الوقف، ج ۲، ص ۳۵۰ -

[2] درمختار، " " فصل یراعی شرط الوقف، ج ۱، ص ۳۸۹ -

[3] عالمگیری، " باب ۵، ج ۲، ص ۴۱۰

[4] درمختار، " " ج ۱، ص ۳۸۳ -

[5] عالمگیری،

[6] شامی، کتاب الوقف، ج ۳، ص ۳۸۴ -

متولی یا مہتمم یا ناظر کو یا چند متولیان کو ناجائز ہے اور اگر سکونت اختیار کریں تو تولیت سے معزول کئے
اور حاکم وقت کو چاہیے کہ اسے معزول کرے:

و لو سکن الناظر دار الوقف و لو باجر المثل
عزل لانہ نص فی خزانۃ الاکمل انہ لا یجوز لہ السکنی
و لو باجر المثل لہ (شامی)

کجا کہ سکونت بطور ملکیت کے اختیار کرے، واللہ اعلم بالصواب۔ فقط
۹ جمادی الثانیہ ۱۲۹۷ ہجری

سوال ۱۳۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید اپنا ایک مکان عالی شان مسجد کے واسطے وقف کر کر کہیں چلا گیا اور اس کی اجازت سے چند شخصوں اہل محلہ سے جو عملہ مکان مذکور کا تھا صرف مسجد کے علاوہ مسجد میں لگا لیا باقی عملے کو فروخت کر کے تعمیر مسجد میں صرف کیا و نیز کچھ زمین بھی مکان مذکور سو دو روپیہ کے فروخت کر کے تعمیر مسجد میں صرف کئے عدم موجودگی زید میں کچھ چندہ دو دو چار روپیہ جمع کر کر تعمیر مسجد میں صرف کئے۔ بعد میں زید نے اپنے زر لاگت سے بنوا دیا۔ اب بموجب شرع شریف کے متولی اس مسجد کا زید ہو سکتا ہے یا اہل محلے سے کوئی
توجروا۔

الجواب

چونکہ زید نے ایک مکان عالی شان واسطے مسجد کے وقف کیا اور عملہ بھی مکان مذکور کا مسجد میں لگایا اور ایک چاہ بھی واسطے مسجد کے اپنے روپے سے بنوایا اور کسی قدر روپیہ بھی زید کا مسجد کی تعمیر میں صرف ہوا، اس لئے اصلی واقف مسجد کا زید ہی ہے گا اگرچہ کچھ روپیہ چندہ سے تعمیر مسجد میں اہل محلہ میں سے تاحیات واقف یا ورثہ واقف کوئی متولی نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ واقف کسی کو
اور بعد مقرر کرنے متولی کے پھر بھی کرنا متولی زید کو اختیار ہے کما فی البحر:۔

لہ رد المحتار:

ان الولایۃ للواقف ثابتۃ مدۃ حیاتہ وان لم یشترطہا وان لہ عزل المتولی انتہی ما فی الشامی[1]۔ فقط

حررہ واجابہ خاکپائے محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۱۹ صفر ۱۳۰۲ھ ہجری

سوال ۱۳۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ زید نے ایک مدرسہ تعمیر کر کے وقف کیا اور اس کا متولی اور خدمت گزار جمیع کاروبار تاحین حیات خود رہا، بعد اس کے فوت ہونے کے اس کی اولاد قائم مقام اس کی متولی ہو کر رہی اور ہر طرح سے خدمت گزار اور خبر گیراں رہی۔ اس صورت میں وہ وارثان متولی ہیں یا نہیں؟ اور ان کی موجودگی میں وہی مستحق تولیت ہیں یا کوئی غیر شخص؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جب تک کہ قرابت سے کوئی شخص خواہ مرد خواہ عورت قابل صلاحیت تولیت کا رکھتا ہے کسی شخص غیر قرابت کو تولیت دینی ناجائز ہے، اقارب واقف کے ہی مستحق متولی ہونے کے ہیں چنانچہ در مختار میں لکھا ہے:۔

وما دام احد یصلح للتولیۃ من اقارب الواقف لایجعل المتولی من الاجانب لانہ اشفق[2] انتہی۔

اور اسی طرح سے شامی حاشیہ در مختار میں لکھا ہے اور فتاوی عالمگیری میں ہے:۔

اور اگر کسی سبب سے غیر شخص متولی ہو گیا تو بعد موجود ہونے اقارب صالحین رشتہ دار کو متولی مقرر کیا جاوے اگرچہ اقارب واقف پر وقف نہ ہو جیسا کہ شامی میں ہے۔

---

[1] شامی، کتاب الوقف، ج ۳، ص ۴۰۹ -
[2] در مختار، ، فصل یراعی شرط الواقف، ج ۱، ص ۳۸۹ -
[3] عالمگیری،

ولا یجعل القیم فیہ من الاجانب ما وجدنی ولد الواقف واھل بیتہ من یصلح لذلک فان لم یجد فیھم من یصلح لذلک فجعل الی اجنبی ثم صار فیھم من یصلح صرف الیہ ومفادہ تقدیم اولاد الواقف وان لم یکن الوقف علیھم انتہی ما فی الشامی [1]

اور معلوم رہے کہ "قیم" اور "ناظر" اور "متولی" ایک ہی معنی میں ہیں۔ فقط

حررہ واجابہ خاکپاءرہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

المرقوم ۱۱ر جمادی الاولی ۱۳۰۱ھ ہجری

سوال ۱۳۷

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ زید نے وقف زمین میں مسجد مقرر کرکے یہ کرایہ آباد کیا لہٰذا امام کرایہ زمین ادا نہیں کرسکتا ہے، اس صورت میں متولی کو مکان کا ہے یا نہ ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مذکورہ اگر امام کرایہ مکان کا نہ دیتا ہو اس سے انخلاء مکان ضروری ہے ایسا امام معزول کیا جاوے کیونکہ خائن ہے جیسا کہ شامی حاشیہ درمختار میں لکھا ہے۔

ولو سکن الناظر دار الوقف ولو باجر المثل لعزلہ لان نص فی خزانۃ الاکمل انہ لا یجوز لہ السکنی ولو باجر المثل انتہی [2]

جبکہ ناظر بصورت ہذا قابل معزول ہونے کے ہے تو امام بطریق اولی معزول ہوگا۔ واللہ اعلم

حررہ واجابہ خاکپاءرہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

المرقوم ۱۱ر جمادی الاولی ۱۳۰۱ھ ہجری

---

[1] شامی، کتاب الوقف، ج ۳، ص ۴۱۱ -

[2] شامی۔

سوال ۱۳۵

چہ فرمایند علمائے دین اس مسئلے میں کہ ایک مسجد کے زیادہ کرنے کی ضرورت ہوئی۔ اس مسجد کے قریب میں زمین مشترکہ افتادہ ہے کہ اس میں سب شریک سوا ایک شریک کے جس قدر کہ جائے دینے کو راضی ہیں اور ایک شریک مانع ہے، دوسرے شریک کہتے ہیں کہ اپنا حصہ تمام وکمال دوسری طرف سے کہ جو فاضل ہے، لے لے اور جو مسجد کے قریب زمین ہے وہ ہم کو دے دے تاکہ جس قدر زمین مسجد میں درکار ہے وہ اس حصے میں سے دے دیویں۔ اس صورت میں مسجد میں زمین مشترکہ سے بقدر ضرورت شامل کرنی درست ہے یا نہیں؟ اور وہ شخص مناع الخیر میں سے ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مسؤلہ جو زمین کہ مسجد کے قریب ہے بوقت ضرورت مسجد کے قیمتاً یا بالعوض کسی دوسری زمین کے لے کر مسجد میں کرنی درست اور جائز ہے:۔

ولو ضاق المسجد علی الناس وبجنبہا ارض لرجل یؤخذ ارضہ بالقیمۃ کرہا لہ کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔[1]

جبکہ ملکیت ایک شخص کی قیمت سے زبردستی لے کر مسجد میں ملونی درست ہے تو جا کہ زمین مشترکہ سے کہ ملکیت اس شخص کی متعین نہیں ہے، پس اگر حصہ دار حرج اندازی کرے، وہ بلاشک مناع خیر میں سے ہے جس کی شان میں آیہ کریمہ ہے:۔

فلا تطع کل حلاف مہین ہماز مشاء بنمیم مناع للخیر الآیۃ[2]

حررہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

---

[1] فتاویٰ قاضی خان، کتاب الوقف، باب الرجل یجعل الخ، ج ۳، ص ۲۹۳۔

[2] سورۃ القلم، آیت ۱۰ تا ۱۲۔

سوال ۱۳۶

ایک شخص نے چالیس روپے زید کو دئے تھے کہ جامع مسجد میں لگا دے۔ اتفاق سے
مرگیا اور زید کی نیت معلوم نہیں کہ کون سے شہر کی جامع مسجد کی تھی۔ دریں ولا ایک مسجد ایسی ہے
جامع مسجد کے نام سے بنا نہیں ہوئی تھی لیکن ہمیشہ اس میں جمعہ ہوتا چلا آیا ہے، اس میں ضرورت
ہے۔ اگر اس میں وہ چالیس روپے صرف کر دئے جائیں، زید بری الذمہ اس امانت سے
یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

معلوم ہو کہ مسجد جامع اس کو کہتے ہیں کہ جس میں نماز جمعہ کی ہوتی ہو، اگرچہ جامع مسجد
سے اس کی بنا نہ ہو، پس بحالت عدم علم تعین مسجد جامع، مبلغ چالیس روپیہ اسی کے قصبے
میں صرف کرنے چاہئیں اور وہ شخص بری الذمہ ہو جائے گا کیونکہ مصرف اس روپیوں کا
ہے جو کہ معطی کے قصبے میں ہے، دوسرے شہر کی مستحق نہیں ہے۔ فقط۔

حررہ و اجابہ خاکب رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۲ سنہ ہجری

سوال ۱۳۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ بانی وقف
کا اصلی مقصد بنا سے مسلمین کی عبادت کا ادا ہوتا ہے اور عبادت ادا ہونے کے واسطے صحت
اور علم دینی کی ضرورت ہے کیونکہ بغیر صحت و علم کے طاعت کے ادا میں نقصان و حرج ہوتا
صورت میں صحت و علم مقاصد وقفی کے مبادی ہوئے لہذا آمدنی وقف سے تا بہ امکان مدرسہ
دار الشفا کا قائم کرنا در حقیقت عین منشا واقف کا پورا کرنا ہے کسی واسطے مبادی کا انصرام
میں مقاصد کا اہتمام ہے۔ بینوا توجروا۔

جواب مجیب اوّل

درصورت مرقومہ واضح ہو کر تعریف وقف کی شرعاً نزدیک امام ابو حنیفہ کے اس طرح

ہے :-

حبس العین علی ملک الواقف و التصدق بالمنفعۃ علی الفقراء او علی وجہ من وجوہ الخیر بمنزلۃ العواری کذا فی الکافی

و عندھما حبس العین علی حکم ملک اللہ تعالی علی وجہ یعود منفعتہ الی العباد فیلزم ولا یباع ولا یوھب ولا یورث کذا فی الھدایۃ

و فی العیون و الیتیمۃ ان الفتوی علی قولھما کذا فی شرح الشیخ ابی المکارم کذا فی الفتاوی العالمگیری۔[1]

پس بنابر تعریف وقف مذہب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت (یعنی علی وجہ من وجوہ الخیر) سے مطلب سائل کا نکلتا ہے و نیز حسب تعریف وقف مذہب صاحبین کے اس جملے (یعنی علی وجہ یعود منفعتہ الی العباد) سے مدعا مستفتی کا حاصل ہے کیونکہ تعمیر مکان و مدرسہ و دار الشفاء من جملہ وجوہ خیر و منافع عائدہ الی العباد متصور ہے تاکہ عالم علم سے مزین اور صحت بدنی سے بہرہ ور ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الجواب الحق

رب زدنی علما واھدنی صراطا مستقیما

بر ماہران فقہ و احادیث مخفی و محتجب نہ رہے کہ جواب مطابق سوال کے نہیں ہے اور نہ مطلب سائل کا جواب ہذا سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ مطلب اور قصد سائل کا یہ ہے کہ آمدنی جائداد وقف شدہ مسجد سے دار الشفاء قائم کیا جاوے کہ درحقیقت عین منشاء واقف کا ہے حالانکہ یہ مطلب مندرجہ جواب سے بر پائے ثبوت نہیں پہنچتا۔

---

[1] عالمگیری، کتاب الوقف، ج ۲، ص ۳۵۰۔

اول وجہ یہ کہ سائل خرچ دار الشفا کا آمدنی جائداد مسجد سے طالب ہے اور جواب
مطلق وقف سے بحث کی ہے، جائداد مقید بہ مسجد کا کسی عنوان ذکر ہی نہیں۔

دوم یہ کہ سوال سائل کا مصرف جائداد مسجد سے ہے اور مجیب نے مصرف
کیا اور تعریف مطلق وقف کی بیان کر کے اپنا قیاس کیا اور کہا کہ اس عبارت یعنی علیٰ
وجوہ الخیر اور علیٰ وجہ منفعتہ الی العباد سے مدعا مستفتی کا حاصل ہے
قیاس بالکل مخالف فقہا اور احادیث کے ہے زیرا کہ علیٰ وجہ سے باعتبار تنکیر
کہ "وجوہ خیر" میں سے کسی ایک خاص وجہ پر وقف کیا جائے وہی خاص وجہ مصرف ہو گا
عبارت سے وقف بر جمیع وجوہ ثابت نہیں ہوتا کہ جمیع وجوہ مصرف وقف کی ٹھہریں
وقف بر جمیع وجوہ خیر ممکن نہیں اور وقف عام بلا تعیین کے مصرف کے غیر جائز
کتب فقہ سے ثابت ہے:-

فلو وقف علی الفقراء او بنی سقایۃ او خان
لبنی السبیل او رباطا وجعل ارضہ مقبرۃ لا یزول
ملک الواقف عندہ[1] (شرح وقایہ)

کہ لو حرف تردید سے واقع ہوا ہے یعنی اگر وقف کرے فقراء پر یا بنا کرے
مسافر خانہ وغیرہم۔ پس تعیین کسی وجہ کی وجوہ خیر سے موقوف او پر واقف کے ہے یعنی
واقف کو بہتر و احسن معلوم ہو اس پر وقف کرے وجہ شرعی میں وقف نہ کرے کما فی

الوقف حبس العین علیٰ ملک الواقف والتصدق
بالمنفعۃ عندہ وعندھما حبسھا علیٰ ملک اللّٰہ
تعالیٰ وصرف منفعتھا علیٰ کل من احب انتہی ما فیہ[2]

من احب سے ثابت ہوا کہ جو وجہ خیر نزدیک واقف کے محبوب ہو اس پر وقف

اور ایسا ہی شامی میں لکھا ہے:-

فان شرائط الواقف معتبرۃ اذا لم تخالف
الشرع وھو مالک فلہ ان یجعل مالہ حیث شاء

---

[1] شرح وقایہ، کتاب الوقف، ج ۲، ص ۳۶۶۔

[2] در مختار ، ، ، ج ۱، ص ۳۷۷۔

ما لم یکن معصیۃ ولہ ان یخص صنفا من الفقراء

ولو کان الوضع فی کلھم قربۃ ۔ عن فتح القدیر [۱]

اور اسی پر بخاری میں باب الشروط فی الوقف میں حدیث عمر کی آئی ہے کہ حضرت (عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنی زمین خیبر کو فقراء اور قربیٰ اور آزاد کرنے غلام اور مسافر اور مہمان پر وقف کیا کہ ان سے تجاوز نہ کیا جاوے جیسا کہ امام نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس حدیث کی شرح میں بیان کیا ہے کہ شرط واقف کی صحیح ہے اور واجب العمل :-

وفیہ ان الوقف لا یباع ولا یوھب ولا یورث

انما یتبع فیہ شرط الواقف وفیہ صحۃ شروط

الواقف انتہیٰ [۲]

پس معلوم ہوا کہ اگرچہ قربت جمیع وجوہ خیر میں ہے ولیکن واقف کو اختیار کرنے ایک وجہ یا کئی وجہ جمیع وجوہ خیر سے حاصل ہے اور یہ تخصیص واقف کی کسی وجہ خاص پر عند الشرع معتبر ہوگی اور خلاف اس کا ناجائز ہوگا جیسا کہ درمختار میں ہے :

وجاز علی ذمی لانہ قربۃ حتی لو قال علی ان

من اسلم من ولدہ او انتقل الی غیر النصرانیۃ فلا شیئ

لہ لزم شرطہ علی المذھب انتہیٰ [۳]

پس ثابت ہوا کہ تعین کرنا وقف کا وجہ خیر کو وجوہ خیر سے اور شرط کرنی ایک وجہ کی عند الشرع جائز ہے ، اس لیے خلاف تعین اور شرط واقف کا ناجائز ہے خواہ متولی یا مہتمم یا حاکم وقت ، زیرا کہ شرط واقف کی مثل نص شارع کے ہوتی ہے کہ واجب العمل ہے اور خلاف کرنے والا گنہ گار ہوتا ہے :-

قولھم شرط الواقف کنص الشارع ای فی

المفھوم والدلالۃ وجوب العمل بہ فیجب علیہ

خدمۃ وظیفتہ او ترکھا لمن یعمل والا اثم

لاسیما فیما یلزم بترکھا تعطیل الکل من النھی

---

[۱] شامی ، کتاب الوقف ، ج ۳ ، ص ۳۶۱

[۲] شرح مسلم ، " ، باب الوقف ، ج ۲ ، ص ۴۲ -

[۳] در مختار ، " ، ج ۱ ، ص ۳۷۷ -

(در مختار) [1]

اور ایسا ہی حدیث میں ہے :-

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احق

بالشروط ان توفوا بہ الحدیث [2]

اور اسی طرح سے حکم ایفا کا ہے قرآن شریف میں :-

یاایہا الذین آمنوا اوفوا بالعقود [3] المراد

بالعقود ما یعم جمیع ما الزمہ اللہ عبادہ وعقدہ

علیہم من التکالیف والاحکام الدینیۃ وما یعقدون

فیما بینہم من عقود الامانات ونحوھا (جمل) وھکذا

فی البیضاوی [4]

اور دوسری آیت ہے :-

اوفوا بالعہد ان العہد کان مسئولا [5]

پس بدوں شرط واقف کے کسی کا وظیفہ مقرر کرنا، حاکم کو بھی جائز نہیں ہے کیونکہ

لیس للقاضی ان تقرر وظیفۃ بغیر شرط

الواقف (در مختار) [6]

آیا معلوم نہیں کہ اگر کوئی شے اصحاب حدیث پر کسی نے وقف کی پس وہ شے غیر اصحاب

حدیث پر صرف کرنی ممنوع ہے :-

وقف علی اصحاب الحدیث لا یدخل فیہ

الشافعی اذا لم یکن فی طلب الحدیث (در مختار) [7]

---

[1] در مختار، کتاب الوقف، فصل یراعی شرط الواقف الخ، ج ۱، ص ۳۹۰ -

[2]

[3] سورۃ المائدہ، آیت ۱ -

[4] تفسیر جمل،

[5] سورۃ الاسراء، آیت ۳۴ -

[6] در مختار، کتاب الوقف، فصل یراعی شرط الوقف الخ، ج ۱، ص ۳۹۱ -

[7] در مختار، کتاب الوقف، فصل یراعی شرط الوقف الخ، ج ۱، ص ۳۹۳ -

ایسا ہی ثابت ہوتا ہے احادیث سے :۔

عن هشام عن ابيه ان الزبير جعل دوره صدقة على بنيه لاتباع ولا تورث وان للمردودة من بناته ان تسكن غير مضرة ولا مضار بها فان هى استغنت بزوج فلا حق لها رواه الدارمى[1]

اور جیسے فراش کو مقرر کرنا کہ ضروریات سے ہے بلا شرط واقف کے غیر جائز ہے کہا کہ تقرری حکیم اور دار الشفاء کی اور اس کو وظیفہ لینا حلال نہ ہوگا :۔

ليس للقاضى ان يقرر فراشا فى المسجد بلا شرط الواقف[3] ولا يحل للمقرر الاخذ[4]

اور اسی طرح سے عالمگیری میں :۔

ولو نصب القاضى خادما للمسجد ان كان الواقف شرط ذلك فى وقفه جاز وحل له الاخذ وان لم يشترط لا يجوز كذا فى السراج ناقلا عن الواقعات[5]

مگر یہ کہ متولی واسطے صفائی اور جھاڑو وغیرہ کے کوئی مزدور بہ مزدوری مثل اس زمانے کے رکھے کہ کام مسجد کا کرائے کہ ضروریات اور لوازمات مسجد سے ہے اور اگر اجر مثل سے زیادہ مزدوری دے گا وہ زیادتی اجر کی متولی اپنے ذاتی مال سے دیوے، اگر مال وقف سے دے گا تو ضامن ہوگا۔

وللمتولى ان يستاجر من يخدم المسجد بكنسه ونحو ذلك باجر مثله او زيادة يتغابن فيها فان كان اكثر فالاجارة له وعليه الدفع من مال نفسه ويضمن لو دفع من مال الوقف...

---

[1] دارمی، کتاب الوصایا، باب فی الوقف، ج ۲، ص ۴۲۷ –

[2] شامی، کتاب الوقف، فصل یراعی شرط الوقف، ج ۳، ص ۴۱۷ –

[3] در مختار، " " " ج ۱، ص ۳۹۱ –

[4] عالمگیری، " " باب ۱۱، فصل ۲، ج ۲، ص ۴۶۳ –

لا یحل لہ کذا فی فتح القدیر [1]

جبکہ خادم مسجد کو کہ ضروریات سے ہے بلا شرط واقف کے مزدوری یعنی حلال نہ ہوئی تو کیونکر

وظیفہ لینا اس مال وقف سے کب حلال ہوگا ۔

مزید براں یہ ہے کہ آمدنی وقف مسجد سے بلا شرط واقف کے مساکین کو بھی دینا منع ہے

لگا کہ آمدنی وقف سے خرچ دار الشفار کا کیا جاوے کہ فضول ہے کیونکہ رد سائل گناہ ہے

السائل فلا تنہر [2] اور نہ کرنا دوا کا مریض کو گناہ نہیں ہے :-

ولو ترك المريض التداوی لا یأثم شامی [3]

ولو اشتری القیم بغلة المسجد ثوبا و دفع

الی المساکین لا یجوز و علیہ ضمان ما نقد من [4]

مال الوقف کذا فی فتاوی قاضیخان

اس جگہ اس امر کا شبہ واقع نہ ہو کہ بعد انقراض زمانے کے شرط واقف کی معلوم نہیں

پس کیونکر شرط واقف کی معلوم ہو، جواب یہ ہے کہ دستور سابق پر عمل درآمد ہوگا اور یہی دستور

بمنزلہ شرط واقف کے ہوگا، اس کے سوا عمل درست نہ ہوگا جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا

مسجد لہ مستغلات و اوقاف اراد المتولی

ان یشتری من غلة الوقف للمسجد دهنا و حصیرا

و حشیشا و آجرا و جصا لفرش المسجد او حصی قالوا

ان وسع الواقف ذلك للقیم وقال تفعل ما تری من

مصلحة المسجد كان له ان یشتری للمسجد ما شاء

وان لم یوسع ولكنه وقف لبناء المسجد وعمارة

المسجد لیس للقیم ان یشتری ما ذكرنا و ان لم

یعرف شرط الواقف فی ذلك ینظر هذا القیم الی من

---

[1] عالمگیری، کتاب الوقف، باب ۱۱، فصل ۲، ج ۲، ص ۴۶۳ -

[2] سورۃ الضحیٰ، آیت ۱۰

[3] شامی،

[4] عالمگیری، کتاب الوقف، باب ۱۱، فصل ۲، ج ۲، ص ۴۶۳ -

کان قبل فان کانوا یشترون من اوقاف المسجد الدهن والحصیر والحشیش والآجر وما ذکرنا کان للقیم ان یفعل ذلک والا فلا ۔ کذا فی فتاوی قاضی خان [1]

پس اس عبارت سے معلوم ہوا کہ بدوں اذن واقف یا بدستور سابق اور تیل وغیرہ خریدنا بھی ناجائز ہے کیا کہ وار الشفار اور اسی طرح سے ہے شامی حاشیہ در مختار میں :۔

وبه صرح فی الذخیرة حیث قال سئل شیخ الاسلام عن وقف مشہور اشتبہت مصارفه وقدر ما یصرف الی مستحقیه قال ینظر الی المعہود من حاله فیما سبق من الزمان من ان قوامه کیف یعملون فیه والی من یصرفونه فیبنی علی ذلک لان الظاهر انہم کانوا یفعلون ذلک علی موافقة شرط الواقف وهو المظنون بحال المسلمین فیعمل علی ذلک انتہی ما فیه [2]

اور یہ امر ظاہر ہے کہ دستور سابق میں حجرہ ہائے مسجد فتحپوری کی سکونت قاری قرآن کی اور واردین مساکین غریب کے تھی۔ پہلے فقیر کے بوقت مصطفےٰ خاں مرحوم اور قبل ان کے حیدر شاہ خاں اور قبل ان کے اسد خاں اور حافظ عبد الکریم ناظم قاری سے کہ بوقت بادشاہ محمد شاہ تھے، آج تک یہی دستور رہا کہ ان حجروں میں قاری قرآن رہتے آئے، اگرچہ بزمانہ عدم قاری بضرورت اور نہ ہونے حاکم شریعت کے کچھ حجرے شکستہ اور منہدم بکرایہ دیئے گئے اور دکاکین حجروں کی قرار دی گئیں اور آمدنی ان کی جمع رہی اور جو دکاکین بیرون احاطہ مسجد قبل از غدر یا بعد از غدر یا دکاکین اندرونی بعد از واگزاشت تیار ہوئیں، وہ سب آمدنی حجروں سے ہوئیں، بلا شرط واقف کسی کا وظیفہ مقرر کرنا ناجائز ہے جیسا کہ فتاوے عالمگیری میں ہے :۔

متولی المسجد اذا اشتری بالغلة التی

---

[1] عالمگیری، کتاب الوقف، باب ۱۱، فصل ۲، ج ۲، ص ۴۶۱۔

[2] شامی ، ″ ، فصل یراعی شرط الواقف، ج ۳، ص ۴۰۴۔

اجتمعت عنده من الوقف منزلا و دفع المنزل
لیسکن فیہ ان علم المؤذن ذلک کرہ ان یسکن فی
ذلک المنزل لان هذا المنزل من مستغلات الوقف
ویکرہ للامام والمؤذن ان یسکن فی ذلک المنزل [۱]
کذا فی فتاوی قاضی خان -

واذا اراد ان یصرف شیئا من ذلک الی امام
المسجد او الی مؤذن المسجد فلیس لہ ذلک الا ان
کان الواقف شرط ذلک فی الوقف کذا فی الذخیرۃ [۲]

اب معلوم کرنا چاہیے کہ آمدنی دکاکین مسجد سے اول تعمیر عمارت مسجد کی اس ہیئت پر جس ہیئت
اور شکل پر واقف نے بنائی تھی کرنی چاہیے حالانکہ یہ امر آج تک ظہور میں نہیں آیا یہ موجب
اثم کا ہے :-

ویبدأ من غلتہ بعمارتہ ثم ما ھو اقرب
لعمارتہ کامام مسجد ومدرس مدرسۃ
(درمختار) [۳]

ای قبل الصرف الی المستحقین بان یصرف
الی الموقوف علیہ حتی یبقی علی ما کان علیہ دون
الزیادۃ ان لم یشترط ذلک کما فی الزاھدی وغیرہ
(شامی) [۴]

اس عبارت سے واضح ہوا کہ عمارت اصل موقوف سے زیادہ بنانی بلا شرط واقف
ناجائز ہے خصوصاً اس حالت میں کہ رخ دکاکین کا مسجد کی طرف ہو زیرا کہ اس امر میں حرمت مسجد
کی نہیں رہتی چنانچہ ان ایام میں پیسے بدبودار صحن میں پڑے ہیں کہ ان میں سے بدبو آتی ہے اور
موجب بیماری کا ہے جیسا کہ عالمگیری سے ظاہر ہے :-

---

[۱][۲] عالمگیری، کتاب الوقف، باب ۱۱، فصل ۲، ج ۲، ص ۴۶۲، ۴۶۳ -

[۳] درمختار، ، ج ۱، ص ۳۸۱ -

[۴] شامی، کتاب الوقف، مطلب یبدأ من غلۃ الوقف، ج ۳، ص ۳۷۶ -

قیم المسجد لیس لہ ان یبنی حوانیت فی
حد المسجد او فی فنائہ لان المسجد اذا جعل
حانوتا و مسکنا یسقط حرمتہ وھذا لا یجوز و
الفناء تبع المسجد فیکون حکمہ حکم المسجد
کذا فی محیط السرخسی [۱]

اور اسی طرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ زیادت عمارت اصل موقوفہ سے بلا اجازت
موقوف علیہ کے نادرست ہے، اسی قدر تعمیر چاہیے جس قدر کہ بحالت اصلی بوقت وقف میں ہوئی
کم و بیش نہ چاہیے :-

وانما یستحق العمارۃ علیہ بقدر ما یبقی
الموقوف علی الصفۃ التی وقفہ وان خرب یبنی
علی ذلک الوصف لانہا بصفتہا صارت غلتہا مصروفۃ
الی الموقوف علیہ فاما الزیادۃ علی ذلک فلیست
بمستحقۃ علیہ والغلۃ مستحقۃ لہ فلا یجوز
صرفہا الی شیٔ اخر الا برضاہ ، انتہی ما فی الہدایۃ [۲]

اور اسی طرح سے فتح القدیر میں لکھا ہے اور بعد تعمیر مسجد کے مصالح مسجد میں مثل امام اور موذن
فرش اور قنادیل کے بعدہ مستحقین پر خرچ کیا جاوے کہ وہ قرار قرآن ہیں یا ضمناً طلاب دینیات پر :-

فان کان الوقف معینا علی شیٔ یصرف الیہ
بعد عمارۃ البناء (شامی) [۳]

اور قبل اس کے ثابت کر دیا گیا ہے کہ حجرہ دوکانیں واسطے قرار قرآن کے وقف میں، پس متحقق ہوا کہ
خرچ کرنا اس آمدنی سے دار الشفاء پر ناجائز ہے کہ شرط واقف سے خلاف ہے اور خلاف دستور
کے :-

الفاضل من وقف المسجد ھل یصرف الی

---

[۱] عالمگیری ، ، باب ۱۱ ، فصل ۲ ، ج ۲ ، ص ۴۶۳ -
[۲] ہدایہ ، کتاب الوقف ، ج ۲ ، ص ۶۲۱ -
[۳] شامی ، ، مطلب یبدأ بعد العمارۃ ، ج ۳ ، ص ۳۷۶ -

الفقراء وقيل لا يصرف وانه صحيح ولكن يشترى

مستغلا للمسجد، كذا في المحيط [۱]

عبارت مذکورہ عالمگیری کو غور سے مطالعہ کرو کہ بس ماندہ آمدنی وقف مسجد

اور پر فقراء کے خرچ کرنا، درست اور جائز نہ ہوا کجا کہ دار الشفاء کہ فضول ہے۔

الغرض جس مصرف اور جس خرچ کے واسطے وقف کی گئی ہے اس میں خرچ

اور سوائے اس کے خرچ کرنا ممنوع ہے۔ اور سوال میں یہ کہنا کہ عین منشا واقف کا

کہ صحت جسمانی ہو، محض غلط ہے بلکہ منشا واقف کا وقف واقف سے جائیداد مسجد

کہ قیام مسجد کا ہے اور بنائے مسجد سے یہ منشا ہے کہ اس میں نماز ہو اور واقف کا

اور یہ منشا مین نمازیوں کے نماز پڑھنے سے پورا ہو جاتا ہے اگرچہ مریض ہوں بلکہ

کے نماز پڑھنے سے وہ بھی اول ہی دفع ہمیشگی کی شرط نہیں ہے کیونکہ جب مسجد واقف

سے خارج ہو گی اور اللہ تعالیٰ کی ملک میں آگئی، اسی وقت منشا واقف مسجد کا پو

وہ ایک شخص کے نماز پڑھنے سے ساتھ اذان اور اقامت کے حاصل ہو جاتا ہے

واقف ہی اذان اور اقامت کے ساتھ نماز پڑھ لے جب بھی منشا واقف کا پورا ہو جاتا

کہ آئندہ جامع الرموز سے ثابت ہو گا اور اس میں صحت جسمانی کی شرط نہیں ہے:

قال في الهداية اذا بنى مسجدا لم يزل ملكه

عنه حتى يفرزه عن ملكه بطريقه ويأذن للناس

بالصلوٰة فيه فاذا صلى فيه واحد زال عند ابي حنيفة

عن ملكه لان حقيقة القبض لله تعالى فلما تعذر

القبض يقام تحقق المقصود وهو الصلوٰة مقامه

ثم يكتفى بصلوٰة الواحد فيه في رواية عن ابي حنيفة

رحمه الله تعالى وكذا عن محمد رحمه الله تعالى

لان فعل الجنس متعذر فيشترط ادناه وعند محمد

رحمه الله تعالى يشترط الصلوٰة بالجماعة لان

المسجد بنى لذلك في الغالب وقال ابو يوسف

---

[۱] عالمگیری، ، باب ۱۱، فصل ۲، ج ۲، ص ۴۶۳۔

(رحمہ اللہ تعالیٰ) یزول ملکہ بقولہ جعلتہ مسجدا انتہیٰ [1]

اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو شخص کا نماز پڑھنا ایک امام ہو اور دوسرا مقتدیٰ جماعت ہے :-

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اثنان ومافوقہما جماعۃ، رواہ ابن ماجۃ [2]

اور فتح القدیر میں لکھا ہے کہ اگر ایک بھی اذان اور اقامت سے نماز پڑھے گا مقصد اور بانی مسجد کا حاصل ہو جائے گا اور مسجد ہو جاوے گی :-

(قولہ یشترط الصلوٰۃ بالجماعۃ) لانہا المقصود بالمسجد لامطلق الصلوٰۃ لانہا متحققۃ فی غیرہ ایضا فکان تحقق المقصود منہ بصلوٰۃ الجماعۃ ولہذا یشترط کونہا باذان واقامۃ عندہما ولوجعل لہ مؤذنا واماما فاذن واقام وصلی وحدہ صار مسجدا بالاتفاق لان اداء الصلوٰۃ علیٰ ھذا الوجہ کالجماعۃ انتہیٰ مافی فتح القدیر [3]

پس ثابت اور متحقق ہوا کہ بالاتفاق ایک شخص کے نماز پڑھنے سے ساتھ اذان اور اقامت اگرچہ مسافر یا مریض ہو، علیٰ ہذا اور مقصد بانی کا ہو جاتا ہے بلکہ خود بانی کے نماز پڑھنے سے اذان اور اقامت کے بھی یہ غشا حاصل ہو جاتا ہے کما فی جامع الرموز :-

واذن بالصلوٰۃ فیہ وصلی واحد سواء کان بانیا اوغیرہ فلوصلی بجماعۃ او باذان واقامۃ صار مسجدا بلاخلاف، کما فی الذخیرۃ انتہیٰ [4]

---

[1] ہدایہ، کتاب الوقف، فصل اختص المسجد باحکام، ج ۲، ص ۶۲۲ -

[2] ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ، باب الاثنان جماعۃ، ص ۶۹ -

[3] فتح القدیر، کتاب الوقف، فصل اختص المسجد باحکام، ج ۵، ص ۴۴۴ -

[4] جامع الرموز،

کجا کہ سالہا سال سے جماعت بکثرت نمازیاں ہوتی چلی آئی ہو اور ان ایام میں کہ

عشا بانی کا صحت جسمانی ہے ھٰذا شیئ عجیب! البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ

کا وصول ثواب سے ہمیشہ تک ہے بس یہ امر حاصل ہوتا ہے ہمیشہ کی تعمیر سے:

لان الغرض لکل واحد وصول الثواب مؤبد

وذلك بصرف الغلۃ مؤبدا ولا یمکن ذلك بلا عمارۃ

فکانت العمارۃ مشروطا اقتضاء (فتح القدیر)

پس یہ عشا مسجد فتحپوری کا حاصل ہو چکا ہے اور آئندہ حاصل ہوتا رہے گا جب

کہ جماعت ہوتی رہے گی اور ایک شخص بھی باجماعت نماز پڑھتا رہے گا، اگرچہ تمام شہر

کہ محال عادی ہے کیونکہ بسبب نماز مسافروں کے اور مریضوں کے بھی عشا واقف کا

کچھ صحت جسمانی یا باشندگان شہر پر منحصر نہیں ہے۔ ھٰذا ھو التحقیق

والعلم الصواب عند ربی۔

حررہ واجابہ خاکپا محمد مسعود نقشبندی

المرقوم ۲۷ جمادی الثانیہ ۱۳۰۳ ہجری

سوال ۱۳۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ واسطے تعمیر

کا روپیہ تخمیناً ڈھائی ہزار جمع ہوا تھا اور اس میں سے روپیہ بطور بیع نامہ زمین کر دیا گیا مگر

کے باعث تقدیر الٰہی سے تعمیر مسجد کی حکام نے ممانعت کر دی، تخمیناً آٹھ سو روپے صرف

جو روپیہ بیع نامہ کا دیا گیا تھا واپس ملا مگر وہ روپیہ اتنا نہیں ہے جو عمارت مسجد کو کافی ہو

سرمایہ انجمن اسلامی قرار پایا اور انجمن میں قرار پایا کہ سرمایہ اس قدر نہیں کہ تعمیر مسجد کو کافی ہو

کی ہو سکے اچھا ہے کہ تجارت کرکے روپیہ بڑھایا جاوے۔ جب اللہ تعالیٰ ترقی بخشے تو مرمت

میں لگایا جاوے۔ آیا ایسی نیت سے تجارت کرنا اس روپے کی جائز ہے یا نہیں؟ دوم

میں نہ لگایا جاوے تو مثل اجرا تعلیم علم دینی میں صرف کیا جاوے، جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب

بصورت مسئولہ وقف کرنا مسلمان کا عند الشرع جائز ہے اور تجارت کرنا اس روپے

۱؎ فتح القدیر، کتاب الوقف، ج ۵، ص ۴۳۴۔

جائز ہے اور منفعت اس کی سے اس وقف میں صرف کرنا چاہئے:-

وکما صح ایضاً وقف کل منقول قصد افیہ
تعامل للناس کفاس وقدوم بل و دراھم ودنانیر
(در مختار) [۱]

وکذا یفعل فی وقف الدراھم والدنانیر
وما خرج من الربح یتصدق بہ فی جھۃ الوقف[۲] (شامی)

جواب سوال دوم — چونکہ چندہ دینے والوں نے چندہ بنام مسجد دیا ہے لہٰذا وہ مال یا منافع اس مسجد ہی میں خواہ وہی مسجد ہو یا غیر، اس کے خرچ کرنا درست ہے اور سوا مساجد کے دوسرے امر خیر میں خرچ کرنا نادرست ہے:-

شرط الواقف کنص الشارع ای فی المفھوم و
الدلالۃ و وجوب العمل بہ (شامی) [۳]

پس حسب منشا چندہ دہندگان کے عمل کرنا واجب ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۴ صفر ۱۳۰۴ھ ہجری

سوال ۱۳۹

چہ فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایک مسجد کہنہ و بوسیدہ ہو گئی ہے اور ایسی جگہ پر واقع ہے کہ کوئی اس میں نماز نہیں پڑھتا ہے اور اس کی تعظیم و توقیر بھی نہیں کرتا ہیں وجہ کہ اول تو ہر ایک شخص کو معلوم نہیں کہ یہاں مسجد ہے یا نہیں اور دوسرے یہ کہ غیر مذہب لوگ یعنی ہنود کفار جو اس کے قرب و جوار میں رہتے ہیں انہوں نے بقیاد ۔ دری کے راستے میں تنگی کر رکھی ہے اور پاخانہ — بالاخانہ وہ بھی اسی طرف ہیں کہ ہر وقت خوف و خطر نجس ہو جانے بارچہ وغیرہ کا متصور ہے — ہنود سے زیادہ تاکید نہیں ہو سکتی۔ اب اگر کوئی شخص ارادہ کرے کہ اس مسجد کے سامان پتھر وغیرہ لے کر مسجد دوسری جدید لیے

---

[۱] در مختار، کتاب الوقف، ج ۱، ص ۳۸۰۔

[۲] شامی، ، مطلب فی وقف الدراہم الخ، ج ۳، ص ۳۷۵۔

[۳] شامی،

مقام پر کہ وسیع ہو اور آمد و رفت مردماں کی ہووے اور اس میں نماز پنجگانہ پڑھیں اور
ہو جاوے اور جو کچھ خرچ زیادہ ہووے گا اپنے پاس سے کروں گا، تو اس کو جائز ہے
اس کو اپنے طور پر چھوڑے کہ اس میں کتے لوٹیں اور بدکاراں بسبب پوشیدگی اس کی کے
کریں یا نہیں؟ جائز ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مرقومہ بالا خشت وملبہ وغیرہا ایسی مسجد خراب شدہ کا دوسری مسجد
صرف کرنا، خواہ دوسری مسجد جدید تیار ہو یا قدیم کہنہ ہو، درست ہے اور جائز ہے:۔

سئل شیخ الاسلام من اہل قریۃ افترقوا
و تداعی مسجد القریۃ الی الخراب و بعض المتغلبۃ
یستولون علی خشب المسجد و ینقلونہ الی دیارھم
ھل لواحد من اہل القریۃ ان یبیع الخشب
بامر القاضی و یمسک الثمن لیصرفہ الی بعض
المساجد او الی ھذا المسجد قال نعم کذا فی
المحیط[1] (عالمگیری)

واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجاب بہ خاک رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۱۹ رمضان المبارک ۱۳۰۲ھ ہجری

سوال ۱۴۰

۱۔ کیا قبرستان کی اینٹیں عیدگاہ میں لگائی جاسکتی ہیں؟
۲۔ کیا ایک اُن مسجد کی اینٹیں دوسری مسجد یا عیدگاہ میں لگائی جاسکتی ہیں؟

الجواب

واضح ہو کہ خشت قبرستان کی بلا اذن ولی یا قاضی کے عیدگاہ میں لگانی درست نہیں

---

[1] عالمگیری، کتاب الوقف، باب ۱۳، ج ۲، ص ۴۷۸، ۴۷۹۔

سئل نجم الدین ان تداعت حیطان المقبرۃ الی الخراب یصرف الیہا او الی المسجد قال الی ما ھی وقف علیہ ان عرف وان لم یکن للمسجد متول ولا للمقبرۃ فلیس للعامۃ التصرف فیہا بدون اذن القاضی، کذا فی الظہیریۃ [۱]

اور اسی طرح خشت ہائے مسجد کہنہ کی کہ خراب ہو گئی اور کوئی نماز اس میں نہ پڑھتا ہو بلا اذن ولی یا قاضی کے درست نہیں ہے:۔

سئل شمس الائمۃ الحلوانی عن مسجد او حوض خرب ولا یحتاج الیہ لتفرق الناس ھل للقاضی ان یصرف اوقافہ الی مسجد اٰخر او حوض اٰخر قال نعم (عالمگیری) [۲]

واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکِ رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

سوال ۱۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وفضلائے شرع متین اس مسئلے میں کہ کسی شہر یا گاؤں میں ایک مسجد کہنہ اور شکستہ ہے، اب ایک شخص تمام خشت اس مسجد کی فروخت کر کے قیمت اس کی دوسری مسجد میں صرف کرنا چاہتا ہے اور پہلی مسجد کی جگہ مکان سکونت کا بنانا چاہتا ہے۔ اس شخص کو صرف کرنا قیمت خشت ہا کا دوسری مسجد میں اور بنا مکان سکونت کا پہلی مسجد کی جگہ عند الشرع شریف جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بنا کرنا مکان سکونت کا مسجد کی جگہ عند الشرع ناجائز ہے کیونکہ بعد وقف کے ملک مالک میں نہیں آتی کجا کہ غیر مالک کے ملک میں آئے:۔

---

[۱] عالمگیری، کتاب الوقف، باب ۱۳، ج ۲، ص ۴۷۷ و ۴۷۸۔

[۲] ایضاً ، ، ، باب ۱۳، ج ۲، ص ۴۷۸۔

لو صار احد المسجدين قديما و تداعی الی الخراب فاراد اهل السکۃ بیع القدیم وصرفہ فی المسجد الجدید فانہ لا یجوز اما علی قول ابی یوسف فلان المسجد وان خرب واستغنی عنہ اھلہ لا یعود الی ملک البانی واما علی قول محمد وان عاد بعد الاستغناء ولکن الی ملک البانی و ورثتہ فلا یکون لاھل المسجد علی کلا القولین ولایۃ البیع والفتویٰ علی قول ابی یوسف انہ لا یعود الی ملک مالک ابدا کذا فی المضمرات ناقلا عن فتاوی الحجۃ [1]

اگر یہ مسجد آبادی میں ہے اور اہل اسلام قرب و جوار میں رہتے ہیں بالکل ... بذا میں کسی کو خواہ اہل محلہ سے خواہ بانی ہو، فروخت کرنا خشت وغیرہ کا ناجائز ہے

ولو لم یتفرق الناس ولکن استغنی الحوض عن العمارۃ وھناک مسجد محتاج الی العمارۃ او علی العکس ھل یجوز للقاضی صرف وقف ما استغنی عن العمارۃ الی عمارۃ ما ھو محتاج الی العمارۃ قال لا، کذا فی المحیط [2]

اور اگر مسجد ایسی جگہ ہے کہ وہاں آبادی اہل اسلام کی نہیں ہے اور گرد و نواح ... ویران ہو گیا ہے اور کوئی نماز نہیں پڑھتا اور نہ امید آباد ہونے کی ہے اور طاقت اہل ... آباد کرنے کی نہیں اور مسجد کہنہ ہو گئی ہے کہ خشت اس کی لوگ لئے جاتے ہیں، البتہ اس ... بحکم قاضی کوئی اہل دِہ کا خشت اس کی بیچ کے دوسری مسجد میں قیمت اس کی صرف کرے ولیکن بلا حکم قاضی اس صورت میں بھی جائز نہیں اور نہ زمین مسجد کی بیچنا جائز ہے کیونکہ زمین ... نہیں لے جا سکتا چنانچہ قول ابو یوسف سے ثابت ہے کہ اوپر گزرا کما فی فتاوی

سئل شیخ الاسلام عن اھل القریۃ افترقو

---

[1] عالمگیری، کتاب الوقف، باب ۱۱، ج ۲، ص ۵۸۴ -

[2] ایضاً ، ، باب ۱۳ ، ، ص ۴۷۸ -

وتداعی مسجد القریة الی الخراب وبعض المتغلبة
یستولون علی خشب المسجد وینقلونه الی دیارهم
هل لواحد من اهل القریة ان یبیع
الخشب بامر القاضی ویمسك الثمن لیصرف
الی بعض المساجد او الی هذا المسجد قال نعم
کذا فی المحیط هٰذا کلہ فی العالمگیری [1]

بہرحال جائے مسجد میں مکان سکونت کا بنانا ناجائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب
حررہ واجابہ خاکپا رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۹ جمادی الثانیہ ۱۳۹۹ھ ہجری

سوال ۱۴۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ ایسے قبرستان میں جس میں ۳ برس سے دفن کرنا مردوں کا ترک ہے، اگر زراعت کی جائے یا مسجد بنائی جائے یا کوئی مکان رہنے کے لئے بنایا جائے، بموجب حکم شرع شریف درست ہے یا نادرست؟ جواب مع دلائل اور حوالۂ کتب سے مستفتی کو ممتاز فرمادیں، اس کا اجر عظیم آخرت میں پاویں۔ فقط

الجواب

قبرستان میں اگرچہ دفن کرنا ترک ہو گیا ہو زراعت یا کوئی مکان بنانا جائز نہیں ہے:۔
سئل القاضی الامام شمس الائمة محمود
الاوزجندی عن المقبرة فی القری اذا اندرست
ولم یبق فیها اثر الموتی لا العظم ولا غیره هل یجوز
زرعها واستغلالها قال لا ولها حکم المقبرة کذا فی المحیط (عالمگیری) [2]

---

[1] عالمگیری، کتاب الوقف، باب ۱۳، ج ۲، ص ۴۷۸ و ۴۷۹۔

[2] ایضاً، ، باب ۱۲، ، ، ص ۴۷۰۔

ولیکن مسجد بناتے وقت ضرورت (کے لئے) جائز ہے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے کہ مسجد

صلی اللہ علیہ وسلم کی مقبرہ مشرکین میں بنی ہوئی تھی اور عالمگیری میں بھی ایسا ہی ہے :-

لان موضع مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت مقبرة للمشرکین فنبشت واتخذها مسجدا انتهى [1]

اور یہ حکم عام ہے خواہ مقبرہ اہل اسلام ہو یا کفار، زیرا کہ بوقت انتفاء علت کہ ناپاکی ہے

کہ مساوی ہے مابین مقبرہ کفار و اہل اسلام کے مسجد بنانا درست ہے جیسا کہ شرح مسلم

سے ظاہر ہے کہ :-

قوله بقبور المشرکین فنبشت فیه جواز نبش القبور الدرسة وانه اذا ازیل ترابها المختلط بصدیدهم ودمائهم جازت الصلوة فی تلك الارض وجواز اتخاذ مواضعها مسجدا اذا طیبت الارض انتهى [2]

پس معلوم ہوا کہ علت عدم بنا مسجد کی مقبرہ میں غلاظت ہے اور حرمت

نہیں ہے کیونکہ حرمت قبر کی جب تک ہے کہ خراب اور بے معلوم نہ ہوئی ہو اور جب

اور نشان قبر کا باقی نہ رہا، حرمت جاتی رہی جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے، ماسوا اس کے

بنانی قبر پر حرمت اہل قبر ہے نہ کہ ہتک حرمت۔ واللہ اعلم بالصواب [3]

حررہ واجابہ خاکپائے محمد مسعود نقشبندی

۱۲ شعبان ۱۳۰۳ھ ہجری

---

[1] فتاوے عالمگیری :

[2] شرح مسلم، کتاب المساجد، ج ۱، ص ۲۰۰ -

[3] مزید تحقیق کے لئے مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کی تصنیف " اہلاک الوہابیین

ملاحظہ فرمایئے ۱۲ شرف قادری

سوال ۱۴۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس باب میں کہ ایک عورت ایک کتابی حاکم وقت جب اس کی والدہ فوت ہوئی تو اس نے اس کی قبر بنوا کر اپنے خاوند سے ایک قطعہ اراضی مزروعہ بعوض مسجد مثل جاروب کشی و مرمت وغیرہ ایک فقیر کو معرفت شوہر خود حکام وقت سے صدقۃً دلوا کر سند تحریر کرادی چنانچہ وہ سند فقیر کے پاس موجود ہے۔ اب اس اراضی کے رہن رکھنے کا فقیر کو حق پہنچتا ہے یا نہیں؟ اور بالفرض رہن ، مرتہن کو اس اراضی سے نفع حاصل کرنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

واضح ہو کہ وقف کرنا کافر کا صحیح ہے کیونکہ وقف میں اسلام کی شرط نہیں ہے :-

ومنها الحریۃ واما الاسلام فلیس بشرط [1] (عالمگیری)

اور رہن رکھنا وقف کا صحیح نہیں :-

فاذا تم ولزم لا یملک ولا یرھن فبطل شرط واقف الکتب الرھن [2] (درمختار)

اور مرہون سے نفع لینا مرتہن کو درست نہیں ہے :-

ولا ینتفع المرتہن بالرھن استخداما وسکنا ولبسا واجارۃ واعارۃ [3] (کنز الدقائق)

فقط۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

حررہ واجابہ خاکپائے محمد مسعود نقشبندی دہلوی

---

[1] عالمگیری ، کتاب الوقف ، باب ۱ ، ج ۲ ، ص ۳۵۲ -

[2] درمختار ، " ، ۱۴۰ ، ص ۳۷۹ -

[3] کنز ۔

سوال ۱۴۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ زید وعمر وبکر وغیرہ کے آبا واجداد کا بنایا ہوا ایک احاطہ قبرستان کا ہے گا، اگر اشخاص مذکورہ میں سے کوئی مرقومہ بالا کو کسی کے ہاتھ فروخت کر دے یا اس احاطہ کی چہار دیواری توڑ کر بیچ دے مطابق مذہب اہل سنت والجماعت کے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مرقومہ معلوم کرنا چاہیے کہ قبرستان وقف ہوتا ہے اور وقف کی بیع پس کسی کو بیع احاطہ یا دیوار کی کرنی جائز نہیں ہے ھکذا فی کتب الفقہ۔

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۲۵ جمادی الاولی ۱۳۰۲ھ ہجری

سوال ۱۴۵

علمائے دین ومفتیان شرع متین چہ فرمایند دریں مسئلہ کہ ایک محلے میں مدت قوم افغانان کی مسجد قائم ہے اور اس میں لوگ اکثر نماز باجماعت اتفاق کے ساتھ پڑھتے ہیں اور پڑھتے ہیں لیکن اب بوجہ کسی راہ سے مومنوں نے ایک مسجد اسی محلے میں نئے سرے طیار نماز پڑھنے کے واسطے کی ہے چنانچہ اب مسلمان بھائی نماز باجماعت ہر دو مسجد میں ہیں لیکن پیش امام افغانوں کی مسجد کا کہ وہ حافظ اور مسئلہ دان ہے ازروے معنی شریف کے جو مندرج ذیل ہے کہ یحتذرون کے دوسرے رکوع میں واقع ہے دیتا ہے کہ اس مسجد جدید میں مسلمانوں کی نماز مطلق ناجائز اور نادرست ہے۔ اور وہ یہ ہے:-

والذین اتخذوا مسجدا ضرارا وکفرا الخ[1]

---

[1] سورۃ التوبہ، آیت ۱۰۷۔

تو اس صورت میں وہ مسلمان کہ نماز مسجد جدید میں پڑھتے ہیں ان کی درست ہے اور جائز ہے یا نہیں؟
براہ عنایت اس کے جواب باکمال سے ہم مسلمانوں کو سرفراز فرمادیں۔ بینوا توجروا۔
المرقوم ۲۰ ذی الحجہ سنہ ۱۳۰۱ ہجری یوم الجمعہ

الجواب ھو الموفق والمعین للصواب

بصورت مسئلہ معلوم کرنا چاہئے کہ مسجد جدید میں نماز پڑھنی ناجائز ہے کیونکہ اللہ تعالٰے ایسی مسجد کی نسبت جوکہ واسطے تفریق کرنے نمازیوں کے اور نفاق اور ضرار اسلام کے بنائی گئی ہو، حکم مسجد ضرار فرماتاہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم کرتا ہے کہ اس میں نماز نہ پڑھیں :۔

والذین اتخذوا مسجدا ضرارا وکفرا
وتفریقا بین المؤمنین وارصادا لمن حارب
اللہ ورسولہ من قبل ... تا ... لا تقم فیہ ابدا [۱]

اور ایسی مسجد کو حکم منہدم کرنے کا آیا ہے جیسا کہ تفسیر مدارک وغیرہ میں لکھا ہے جبکہ بنو غنم بن عوف میں قریب مسجد قبا کے ایک مسجد بنائی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے واسطے نماز پڑھنے کے عرض کی، اس وقت یہ آیت اتری، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وحشی اور معن بن عدی وغیرہ صحابہ کو حکم فرمایا کہ اس مسجد ظالم کو ڈھادو اور جلادو، انہوں نے ایسا ہی کیا اور حکم دیا کہ اس جگہ کوڑے کی جگہ بنادو :۔

فنزلت فقال علیہ السلام لوحشی قاتل
حمزۃ ومعن بن عدی وغیرھما انطلقوا الی ھذا
المسجد الظالم اھلہ فاھدموہ وحرقوہ ففعل
وامر ان یتخذ مکان کناسۃ یلقی فیہ الجیف و
القمامۃ انتہی ما فی تفسیر الاحمدیۃ [۲] وھکذا
فی التفسیر الکبیر [۳]

---

[۱] سورۃ التوبہ، آیت ۱۰۷، ۱۰۸ ۔

[۲] تفسیر احمدی، سورۃ التوبہ، ص ۴۷۷ ۔

[۳] تفسیر کبیر ، " ، زیر آیت ۱۰۷، ۱۰۸، ج ۴، ص ۵۱۸ ۔

پس جبکہ ایک مسجد میں قدیم سے جماعت ہوتی ہے اور پھر ایک مسجد جدید قریب
اور نمازی متفرق ہو گئے۔ کچھ قدیم میں نماز پڑھے اور کچھ مسجد جدید میں، یہی تفرقہ ہے کہ سبب
ہوا، اسی واسطے مسجد جدید مسجد ضرار قرار دی گئی ہے جس کا کہ آیہ کریمہ میں ذکر ہے:۔

ومعنى الاٰية والذين اتخذوا مسجدا ضرارا
اى لاجل الضرر لاخوانهم هم اصحاب مسجد قباء وكفرا
اى تقوية للنفاق وتفريقا بين المؤمنين اى
لاجل ان يتفرق المؤمنون بعد ان كانوا يصلون مجتمعين
فى مسجد قباء (تفسير احمدى) [1]

پس جس مسجد کے سبب سے کہ نفاق مومنین میں پڑے اور تفرقہ بعد اجتماع کے
واسطے ناموری اور بزرگی اپنی شان کے بنائی گئی ہو، وہ مسجد ضرار ہے۔ اس میں نماز ناجائز ہے
اس کا روا ہے، اسی واسطے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد فتح کرنے ملک کے ایک
مسجد کے بنانے کو منع کیا ہے قال صاحب الکشاف [2]:۔

وعن عطاء لما فتح الله الامصار على عمر رضى
الله عنه امر المسلمين ان يبنوا المساجد وان
لا يتخذوا فى مدينة مسجدين يضار احدهما صاحبه
هذا لفظه. فالعجب من المشائخ المتعصبين فى
زماننا يبنون فى كل ناحية مساجد طلبا للاسم و
الرسم واستعلاء لشانهم واقتداء بآبائهم ولم
يتأملوا ما فى هذه الاٰية انتهى ما فى تفسير الاحمدى [3]
والله اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب .

---

[1] تفسیر احمدی، سورۃ التوبہ، ص ۴۷۷ ۔

[2] تفسیر کشاف، سورۃ التوبہ، زیر آیات ۱۰۷ و ۱۰۸، ج ، ص

[3] تفسیر احمدی، ، ، ص ۴۷۸ ۔

[a] مسجد ضرار وہ قرار دی جائے گی جب نیت فاسدہ کی بناء پر بنائی گئی ہو مثلاً تفریق بین المسلمین یا کفر کی تقویت کے
نیت صحیح سے بجائے عبادت تعمیر ہو (جیسا کہ مسلمانوں کے بارے میں حسن ظن ہے) تو وہ مسجد ضرار نہ کہلائے گی ۱۲ شرف

حررہ واجابہ خاکِ رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

المرقوم ۱۳ صفر ۱۳۰۲ھ ہجری

(بقلم نور محمد)

سوال ۱۴۶

۱۔ جو شخص کہ صوفیہ کرام کو اہل سنت و جماعت کا مخالف کہے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور شیخ اکبر محی الدین بن عربی و عبدالکریم جیلی صاحبِ "انسان کامل" کو بُرا کہے وہ شخص مسلمان ہے یا کافر؟

۲۔ ایک کہنہ مسجد جو قریب دو صد سال کے ویران پڑی تھی اور اب اس میں آبادی کی گئی اور وعظ میں حضرت رسالت پناہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور صوفیہ کرام کی بزرگی بیان ہوتی ہے، اس کی مذکرنے کو جو کفر کہے اس کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب

واضح ہو کہ شیخ عبدالحق و شیخ اکبر و عبدالکریم تمام صوفیہ مسلمان تھے اور برگزیدہ، اب جو شخص ان کو بُرا کہے گا وہ خود برا ہے اور جو ان کو کافر کہے گا وہ خود کفر میں واقع ہوگا:۔

عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یرمی رجل رجلا بالفسوق ولا یرمیہ بالکفر الا ارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ کذلک رواہ البخاری [1]

اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ مُردے کو نیکیوں کے ساتھ یاد کرو، برائیوں کے ساتھ یاد نہ کرو، فقط۔

اور تعمیر مسجد علامت ایمان کی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

انما یعمر مسٰجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر [2]

---

[1] مشکوٰۃ، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان، حدیث ۵، فصل ۱۔

[2] سورۃ التوبہ، آیت ۱۸۔

جبکہ تعمیر مسجد اور آبادی اس کی موجب ایمان اور خیر کا ہے پس منع کرنے والا اور نسبت کرنیوالا مناع خیر میں سے ہے کہ اخلاق کفار سے ہے چنانچہ اللہ تعالے صفت کفار میں فرماتا

مناع للخیر معتد اثیم عتل بعد ذلک زنیم [1]

اور اللہ تعالے فرماتا ہے :-

وتعاونوا علی البر والتقوی [2]

چونکہ آبادی مسجد ویران کی موجب برّ اور تقوی کی ہے پس منع کرنے والا مخالف ہے اور موصوفہ کا پس ایسا شخص مفسد فی الدین ہے، ایسے شخص سے مخالطت نہ چاہیے اور علیحدہ کیونکہ دین میں فساد ڈالنے والا ہے - واللہ لا یحب الفساد [3] - فقط

واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکپ رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۲ ربیع الاول ۱۳۰۲ھ ہجری

---

[1] سورۃ القلم، آیت ۱۲، ۱۳ -

[2] سورۃ المائدہ، آیت ۲ -

[3] سورۃ البقرہ، آیت ۲۰۵ -

باب ۶

آداب و رسوم

سوال ۱۴۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ ایک شخص اذان کہتا ہے اور جماعت کے حاضرین اس کی اذان سنتے ہیں، ایک اور شخص آیا اور اس نے سلام علیک کہی تو مردمان حاضرین جو سنتے ہیں ان میں کسی شخص نے جواب سلام کا نہیں دیا بدیں خیال کہ اب ہم کو سننا اذان ضروری ہے جواب سلام علیک کا کیونکہ جس شخص نے سلام کیا خود بے احتیاطی اس نے کی کہ اب وقت سلام کا نہیں تھا تو آیا جواب نہ دینا کچھ گنہ گاری تو لازم نہیں رکھتا ہے کیونکہ اب اول سننا اذان کا یا جواب دینا مقدم ہے، جو کچھ حال ہو موافق شریعت کے اسے بیان کرو، اللہ تعالیٰ اجر دے گا۔

الجواب

وقت اذان کے سلام علیک کہنا مکروہ ہے اور اس وقت کا جواب نہ دینا موجب گناہ کا نہیں ہے کیونکہ حکم ہے کہ اس وقت جواب نہ دیوے اور اذان کو سنے :-

یکرہ السلام عند قراءۃ القرآن جھرا وکذا عند مذاکرۃ العلم وعند الاذان والاقامۃ والصحیح ان لا یرد فی ھذہ المواضع ایضا کذا فی الغیاثیۃ (عالمگیریۃ) [۱]

حررہ واجابہ خاکپائے محمد مسعود نقشبندی دہلوی

سوال ۱۴۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ جو مناجاتیں یا مدائح ... کہ موافق قرآن شریف اور حدیث شریف کے ہوں بلکہ وہ قرآن شریف اور حدیث شریف کا ترجمہ ... جو باتیں کہ خلاف شرع اور خلاف قرآن اور حدیث کی ان میں ہوتی ہے ان کی مخالفت اور مذمت ... اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترغیب اس میں ہو اور جو کچھ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی ...

---

[۱] عالمگیری، کتاب الکراہیۃ، باب ۷، ج ۵، ص ۳۲۵۔

نے فرمایا ہے بعینہ وہی ان شعروں میں مضمون بھرا اور قافیہ بندھا ہو اور شرک کا رد اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس قسم کا مضمون ہو کہ اس کے سننے سے خلقت کو شرک و بدعت کی برائی اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فوائد معلوم ہوں اور یہ بات معلوم ہو کہ فلاں فعل جائز ہے یا ناجائز، اور جوام کہ فرض اور سنت اور مستحب ہے اس سے آگاہی ہو اور جو باتیں کہ فی زمانہ حال رائج ہو گئی ہیں کہ ان کی اصل کچھ قرآن اور حدیث سے ثابت نہیں اور اس میں سراسر بدعت ہوتی ہے اور خلقت اس کو ثواب جان کر اور واجب جان کر کرتی ہے، اس کی ممانعت اور شرک و بدعت کا رد موافق قرآن و حدیث کے، اس اقسام کی جو رائج ہوں، ان کا سننا اور پڑھنا اور پڑھانا اور سننا اور سنانا اور اس کے موافق عمل کرنا ثواب ہے یا خطا، بینوا توجروا۔

الجواب

اس قسم کے اشعار جو مضمون مندرجہ سوال ہوں، سننا اور سنانا اور موزوں کرنا ان کا موجب ثواب کا ہے، اسی قسم کے اشعار کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمت فرمایا ہے جیسا کہ بخاری میں ابی بن کعب سے حدیث آئی ہے:۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من الشعر حکمۃ رواہ البخاری [1]

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے اشعار کو سنا ہے چنانچہ ایک بار ایک سو بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنیں:۔

عن عمرو بن الشرید عن ابیہ قال ردفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما فقال ھل معک من شعر امیۃ بن ابی الصلت شیئ قلت نعم قال ھیہ فانشدتہ بیتا فقال ھیہ حتی انشدتہ مائۃ بیت رواہ مسلم [2]

---

[1] مشکاۃ، کتاب الآداب، باب البیان والشعر، حدیث ۲، فصل ۱۔

[2] ایضاً ، حدیث ۵ ، ۔ ۔ ۔

اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض شعر کی تعریف بھی کی ہے :-

عن ابی هریرة قال قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم اصدق کلمة قالها الشاعر کلمة لبید "الا کل شیٔ ما خلا اللہ باطل" متفق علیہ [۱]

اور بعض اشعار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی پڑھے ہیں چنانچہ یوم خندق میں پڑھے :-

واللہ لولا اللہ ما اهتدینا	ولا تصدقنا ولا صلینا
فانزلن سکینة علینا	وثبت الاقدام ان لاقینا
ان الاولی قد بغوا علینا	اذا ارادوا فتنة ابینا

متفق علیہ [۲]

اور حضرت حسان شاعر کی جس نے کفار کی ہجو کری تھی تعریف فرمائی اور فرمایا کہ جبرئیل ساتھ حسان کے تھا :-

عن عائشة قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لحسان ان روح القدس لایزال یؤیدک ما نافحت عن اللہ و رسولہ رواہ مسلم [۳]

اور بہت سی احادیث اس قسم کے اشعار کی صفت میں آئی ہیں، بسبب طوالت کے ...

واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۸ شعبان المبارک سنہ ۱۳۰۱ ہجری

سوال ۱۴۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ یا رسول اللہ وقت ...

---

[۱] مشکاۃ، کتاب الآداب، باب البیان والشعر، حدیث ۴، فصل ۱۔
[۲] ایضاً ، ، ، حدیث ۱۰ ، ، ۔
[۳] ایضاً ، ، ، حدیث ۹ ، ، ۔

اور بیٹھتے یا ورد وظائف یا اور کسی طرح سے کہنا جائز ہے یا نہیں اور کہنے والا مثیب یا مسیئ ہوگا۔
اس کو جواب مدلل کتاب شرعی سے مع نشان صفحہ اور سطر اور مطبع اور مع قواعد نحویہ کے تحریر فرماویں
اور جو لوگ اس کلمہ کو بہ نیت حاضر و ناظر جان کر کہتے ہیں، ان لوگوں پر کیا حکم ہے اور جو اس نیت سے
نہیں کہتے ان لوگوں پر کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

واضح ہو کہ "یا رسول اللہ" کہنا وقت سوتے اور نشست اور ہر کار وغیرہ کے وقت ممنوع ہے
اور بہ نیت حاضر و ناظر کہنا موجب شرک کا ہے کہ یہ ہر دو صفت بالذات خاص واسطے خدا کے ہیں،
چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

نحن اقرب الیہ من حبل الورید [1]

یہ صفت حضوری کی بندے میں نہیں ہے اور اللہ تعالےٰ کی صفات میں دوسرے کو شریک
کرنا شرک ہے کما قال اللہ تعالیٰ:۔

لیس کمثلہ شیئ وھو السمیع البصیر [2]

اور اسی آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ صفت سننے اور دیکھنے کی بالذات خاص خدا کو ہے
زیرا کہ حصر کے ساتھ بیان فرماتا ہے اعنی وھو مقدم ہے السمیع اور بصیر سے:۔

علی سبیل الحصر بالذات انما سمع الغیر
و بصرہ باعتبار ظھورھما فیہ۔ انتھی ما فی تبصیر الرحمن [3]
کصفتہ صفت۔ [4]

ولیکن "یا رسول اللہ" کہنا درود و وظائف میں جائز اور درست ہے چنانچہ التحیات
میں "ایہا النبی" واقع ہوا ہے اور اسی حدیث میں:۔

---

[1] سورۃ ق: آیت ۱۶۔

[2] سورۃ الشوریٰ، آیت ۱۱۔

[3] تفسیر تبصیر الرحمٰن، سورۃ الشوریٰ، زیر آیت ۱۱، ج ۲، ص ۲۴۴۔

[4] بیضاوی، سورۃ الشوریٰ، زیر آیت ۱۱، ص ۶۶۳۔

عن ابن عباس قال مر النبی صلی اللہ علیہ

وسلم بقبور بالمدینۃ فاقبل علیہم بوجھہ

فقال السلام علیکم یا اھل القبور یغفر اللہ لنا

ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر رواہ الترمذی [1]

اس حدیث میں خطاب ساتھ یا اور کم اور انتم کے واقع ہوا ہے اور لفظ یا کو واسطے

قریب اور بعید دونوں کے آتا ہے چنانچہ علم نحو میں درج ہے اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

حیات ہیں جیسا کہ کلام الٰہی سے ثابت ہے :-

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا

بل احیاء عند ربھم یرزقون الآیۃ [2]

پس شہداء زندہ ہیں کما نطق علیہ القرآن اور نبیوں کا درجہ

کا فرق ہے شہداء پر :-

ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین

انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشھداء

والصالحین وحسن اولئک رفیقا [3]

پس ان ہر دو آیت سے ثابت ہوا کہ انبیاء حیات ہیں خصوصاً حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ادراک تام حاصل ہے اور یہ تعلق روح سے ہوتا ہے اور بعد ممات کے ادراک میں روح کو قرب

بُعد برابر ہے، حدیث شریف میں ہے :-

صلوا علی فان صلوٰتکم تبلغنی حیث کنتم رواہ النسائی [4]

خاص اس وقت کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیں کہ جو شخص درود میرے پر بھیجتا

اور سلام بھیجتا ہے وہ مجھ کو پہنچتا ہے اور میں اس کو جواب سلام کا دیتا ہوں :-

---

[1] مشکاۃ، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور، حدیث ۴، فصل ۲۔

[2] سورۃ آل عمران، آیت ۱۶۹۔

[3] سورۃ النساء، آیت ۶۹۔

[4] مشکاۃ، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ علی النبی، حدیث ۸، فصل ۲۔

عن ابن مسعود قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان للّٰہ ملٰئکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام رواہ النسائی والدارمی [1]

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ما من احد یسلم علی الا رد اللّٰہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام رواہ ابوداؤد ومشکوٰۃ [2]

اور مراد رد روح سے یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کہ مستغرق مشاہدہ رب العزت میں ہے، اس حالت سے افاقہ ہونا اور جواب سلام کا دینا اور یہ مراد نہیں ہے کہ روح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعد مفارقت بدن کے پھر آتی ہے کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں کما ثبت من قبل اتفاقا وعلیہ الاجماع۔

پس درست ہوا "یارسول اللہ" کا کہنا ھٰذا مختصرما فی رسالۃ السماع اگر زیادہ تفصیل درکار ہو "رسالہ سماع موتی" میں دیکھنا چاہیئے۔ [3] واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ واجابہ خاکِ رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

المرقوم ۱ جمادی الاولیٰ سنۃ ثلث وثلثمائۃ بعد الالف

سوال ۱۵۰

بخدمت عالمان دین محمدی مظہر باد کہ ختم قرآن بزبان ایستادہ جائز است یا نشستہ؟ ہر طوریکہ در شرع محمدی بموجب مسئلہ فقہ واحادیث ونص ختم گفتن جائز باشد بہ مواہیر خود تحریر فرمایند کہ عمل کردہ آید۔

الجواب

اصل ختم مروج فی زماننا از شارع یافتہ نمی شود الا بعد فراغت طعام دعا کردن بحق صاحب طعام یا خواندن ایں کلمات :-

---

[1] مشکاۃ، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ علی النبی، حدیث ۲، فصل ۲۔

[2] ایضاً، ، ، ، حدیث ۷، فصل ۲۔

[3] "رسالہ سماع موتیٰ" فتاویٰ ہٰذا کے ص تا پر ملاحظہ فرمائیں۔

اللّٰھم بارک لنا فیہ واطعمنا خیرا منہ ، کما رواہ

الترمذی عن ابن عباس [1]

یا رسیدن ثواب طعام برائے میت از دل یا از زبان ثابت است و ایں ...

نشستہ کردہ می شوند و نزد فقیر اصلیت ختم قرآن ہمیں است کہ در حدیث ابن عباس آمدہ و در حد افراط ...

صورت ختم مروج گشتہ کہ فی زماننا مروج است ۔ واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۲۸ رمضان المبارک ۱۳۰۴ھ ہجری

یوم سہ شنبہ

سوال ۱۵۱

۱۔ نجات کیا شے ہے ؟

۲۔ نجات کیونکر حاصل ہوتی ہے ؟ اور اس کے حاصل کرنے کو کیا کرنا چاہئے ؟

۳۔ گناہوں کے دور کرنے کو کیا کرنا چاہئے ؟

۴۔ مرتے وقت جو تکلیف نہ ہو اس کے لئے کیا کرنا چاہئے ؟

۵۔ شخص متوفی کے وارثان کو اس کی نجات کے واسطے کیا کرنا چاہئے ؟

الجواب

۱۔ انقطاع ماسوی اللہ اور وصل الی اللہ کو نجات کہتے ہیں یعنی تعلق ماسوی اللہ کا دل سے دور کرنا اور چسپیدگی دل کی بسوئے ذات احد ہونی ، یہی نجات ہے ۔

۲۔ نجات حاصل کرنے کے واسطے ایمان کو کامل کرنا چاہئے اور کمال ایمان دو امروں سے حاصل ہوتا ہے ، ایک یہ کہ محبت ذات بحت اور محبت واسطہ رسالت خاتمیت ... وسلم دل میں قائم کرے اور حب ماسوی ہر دو کو دل سے دور کرے اور تمام افعال ... خالصۃً ہوں اور نمود بشریت کو مکروہ جانے اور یہ امر منحصر ہے اوپر صفائے قلب کے

---

[1] ترمذی ، ابواب الدعوات ، باب ما یقول اذا اکل طعاماً ، ص ۴۹۸ ۔

صفائے قلب منحصر ہے مرشد کی ہدایت پر۔

۳۔ واسطے رفع گناہان کے توبہ چاہئے یعنی ندامت گناہان ماتقدم سے اور پرہیز گناہان آئندہ سے

۴۔ حب ذات واحد قدیم کی دل میں قائم کرنی چاہئے اور حب ماسوی اللہ دل سے دور کرنی چاہئے۔

۵۔ وارثان متوفی کو اللہ تعالےٰ سے دعاء مغفرت کی متوفی کے حق میں کرنی چاہئے اور نیک عمل یا قول کا ثواب متوفی کی روح کو بخشنا چاہئے۔ فقط۔

سوال ۱۵۲

چہ فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ، باوجودیکہ موجودگی آیات:

فاذکروا اللہ کذکرکم اٰباءکم او اشد ذکرا [۱]

واذکروہ کما ھداکم [۲]

احادیث شریفہ:-

لیس منا من لم یتغن بالقراٰن [۳]

واذا ذکرنی عبدی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی

واذا ذکرنی فی ملأ ذکرتہ فی ملأ خیر [۴]

وغیرہ وغیرہ احادیث صریحہ کے، ایک شخص مطلق جہر کو قرآن شریف یا اذکار کے جیسا کہ مشائخ وصوفیہ کرام بمقام کعبہ شریف یا مدینہ شریف میں کرتے ہیں، مطلق حرام کہتا ہے، قول اس کا مسموع ہے یا مردود؟

الجواب

واضح ہو کہ ذکر جہر کرنا مطلق حرام نہیں جیسا کہ احادیث اور آیات قرآنی سے ثابت ہے اگرچہ

---

[۱] سورۃ البقرہ، آیت ۲۰۰۔

[۲] ایضاً، آیت ۱۹۸۔

[۳] مشکاۃ، کتاب فضائل القرآن، باب آداب التلاوۃ، حدیث ۸، فصل ۱۔

[۴] ایضاً، کتاب الدعوات، باب ذکر اللہ، حدیث ۴، فصل ۱۔

اولیٰ ذکر خفیہ ہے :۔

ان ابن عباس اخبرہ ان رفع الصوت بالذکر

حین ینصرف الناس من المکتوبۃ کان علیٰ عہد النبی

صلی اللہ علیہ وسلم، رواہ البخاری [1]

پس ذکر جہر کو حرام کہنا خلاف ہے احادیث اور قرآن کے ولیکن اس صورت میں کہ ذکر جہر سے حرج نمازیوں اور قاری قرآن کا متصور نہ ہو یا ایسے مقاموں میں کہ جن مقام میں شارع سے ذکر خفی ثابت ہے اس جائے ذکر جہر ممنوع ہے ۔ اور اولویت ذکر خفیہ پر آیت قرآنی دال ہے :

و اذکر ربک فی نفسک تضرعا و خیفۃ [2]

پس اصل تحقیق یہ ہے کہ ذکر جہر جائز اور ذکر خفی اولیٰ ۔ واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکِ رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۲۶ شعبان سنہ ۱۳۰۱ ہجری المقدس

سوال ۱۵۳

چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ زید اقرار بالتوحید والرسالۃ کند و جمیع احکام شرعیہ زید حق می داند و پابند صوم و صلوٰۃ است و حرمت سرود مع مزامیر را ظنی و مختلف فیہ و حرمت لغیرہ بجہت تعارض نصوص یعنی احادیث آحاد و جواز نقارہ نمازیاں و ضرب دف برائے اعلان نکاح می انگارد و کسانیکہ صوفیہ کرام بذوق و شوق بجہت مزید شوق الٰہی بہ سماع مطلق می دانند و سماع می دانند، کافر نمی گوید و بر کہ اباحت می داشتہ باشد کہ اعتقاد او بسوئے سماع مثل اعتقاد بعض است بجانب وادر حق او مباح می گوید و بر کہ اہلیت سماع نداشتہ باشد برائے او حرام می داند پس

۱۔ زید موصوف بعقیدہ مذکورہ مسلمان است یا کافر؟

۲۔ درنسبت حضرات صوفیہ کرام اہل سماع چہ اعتقاد باید داشت کفر یا اسلام؟

۳۔ و حرمت سماع ظنی یا قطعی است؟

---

[1] بخاری، کتاب الصلاۃ، باب الذکر بعد الصلاۃ، ج ۱، ص ۱۶۶۔

[2] سورۃ الاعراف، آیت ۲۰۵۔

۲۔ واختلاف علماء در اباحت وحرمت آں محقق است یا نہ ؟

الجواب

برماہران فقہ واحادیث وکلام الٰہی مخفی ومحتجب نماند کہ مابین سماع وسرود فرق است سماع بالاتفاق حلال ومباح است کہ در لہو ولعب داخل نیست وتعریف سماع کہ در اہل صوفیہ کرام متقدمین بود این است کہ :۔

اشعار متضمن بہ توحید وتوصیف ومدحت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم بلا لہجہ وآواز مطربانہ کہ بہ علم موسیقی آموختہ نباشد بہ خوش آواز غنا کنند و در سماع آنہا ذوق وشوق الٰہی وتوجہ الی اللہ پیدا شود ونفس امارہ بالسوء از ماسوی اللہ تنفر پذیرد۔

پس ایں قسم غناء مباح است بلانکیر کما فی الحدیث :۔

عن خالد بن ذکوان قال قالت الربیع بنت معوذ بن عفراء جاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فدخل حین بنی علی فجلس علی فراشی کمجلسک منی فجعلت جویریات لنا یضربن بالدف ویندبن من قتل من ابائی یوم بدر اذ قالت احدٰہن ع

وفینا نبی یعلم ما فی غد

فقال دعی ھذہ وقولی بالذی کنت تقولین رواہ البخاری[1] وھکذا فی الترمذی[2] وقال ابو عیسٰی ھذا حدیث صحیح حسن وایضاً رواہ ابو داؤد۔

وازیں حدیث ثابت شد کہ غناء بالدف اعنی سماع جائز است زیرا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بندو علم غیب را منع کردند وسماع را اجازت دادند ونہ ہمچناں کہ علم غیب را منع فرمودند سماع را نیز

---

[1] بخاری، کتاب النکاح، باب ضرب الدف فی النکاح، ج ۲ ص ۷۷۳۔
[2] ترمذی، ابواب النکاح، باب ما جاء فی اعلان النکاح، ص ۱۲۵۔

منع فرمودند ۔

وسرود بایں معنی کہ امرأۃ مغنیہ یا مرد مغنی کہ بہ علم موسیقی آموختہ باشد وپیشہ خود ساختہ بران ہمت
می گیرد و در غنا آنہا نفس امارہ بالسوء متشوق بہ فسق وفجور گردد و از یاد الٰہی و احکامات غافل گردد
است ولیکن حرمت او قطعی نیست بلکہ ظنی است زیرا کہ از دلیل قطعی الدلالۃ ثابت نشدہ است
مختلف فیہا گردیدہ است کما فی شرح المسلم للنووی :-

واختلف العلماء فی الغناء فاباحہ جماعۃ
من اہل الحجاز وہی روایۃ عن مالک رحمہ اللہ تعالیٰ
وحرمہ ابوحنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ واہل العراق ومذہب
الشافعی کراہتہ وہو المشہور من مذہب مالک واحتج
المجوزون بہذا الحدیث واجاب الأخرون بان ہذا
الغناء انما کان فی الشجاعۃ والقتل والحذق فی القتل
ونحو ذلک مما لا مفسدۃ فیہ بخلاف الغناء المشتمل
علی ما یہیج النفوس علی الشر ویحملہا علی البطالۃ و
القبیح قال القاضی انما کان غناؤہما بما ہو من اشعار
الحرب والمفاخرۃ بالشجاعۃ والظہور والغلبۃ وہذا
لا یہیج الجواری علی الشر ولا انشادہما کذلک من
الغناء المختلف فیہ وانما ہو رفع الصوت بالانشاد
ولہذا قالت لیستا بمغنیتین ای لیسا ممن تغنی
بعادۃ المغنیات من التشویق واللہو والتعریض
بالفواحش والتشبیب باہل الجمال وما یحرک النفوس
ویبعث الہوی والغزل کما قیل الغناء رقیۃ الزنا ولیستا
ممن اشتہر وعرف باحسان الغناء الذی فیہ تمطیط
وتکسیر وعمل یحرک الساکن ویبعث الکامن ولا ممن
اتخذ ذلک صنیعۃ وکسبا والعرب تسمی الانشاد غناء
ولیس ہو من الغناء المختلف فیہ بل ہو مباح و قد استجاز

الصحابة غناء العرب الذی هو بمجرد الانشاد والترنم واجازوا الحداء، وفعلوه بحضرة النبی صلی الله علیه وسلم وفی هذا کله اباحة مثل هذا وما فی معناه وهذه ومثله لیس بحرام ولا یجرح الشاهد۔ ویلحق به ما فی معناه من الاشیاء المعینة علی الجهاد وانواع البر له انتہی ما فیہ۔

ازیں جا ثابت گردید کہ مدعی فقیر کہ سماع حلال ومباح است کہ سماع صوفیہ کرام از انواع بر بود وسرود مختلف فیہ است وفرق ہست میان سماع وسرود۔

واستدلال بر حرمت غناء از آیت :۔

و من الناس من یشتری لہو الحدیث [۲]

ممنوع است زیرا کہ آیت موصوفہ "لہو الحدیث" را منع می کند و "خیر الحدیث" را منع نمی کند واشعار توحیدیہ وتصیفیہ کہ صوفیہ کرام شنوند از لہو الحدیث خارج اند ۔ دیگر آنکہ آیت موصوفہ بر عمومیت خود باقی نماندہ است وحکم بر قطعی آں نماندہ است کہ احادیث مطلق لہو را حرام نمی گویند آں لہو ولعب را کہ باز دارندہ از ذکر الٰہی باشد واز کلام فضول کہ بے اصل باشد وقصص ہائے کہ ساقط الاعتبار باشند ومفضی بسوئے فسق و فجور نہ گردد آں را جائز داند چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وآں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم لہو ولعب حبشہ دیدند کما فی الحدیث۔

وغناء بادف در نکاح از احادیث ثابت است وآں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام اشعار حسان واشعار امیہ بن الصلت شنیدند وغناء جواری با اشعار جنگ بعاث شنیدند وفقہاء در یوم عید و عرس وولیمہ غناء را جائز داشتہ اند ونوبت برائے تنبیہ وذکر نغمات ثلاثہ علماء مباح داشتہ اند کما فی الدر المختار ۔ ولعب با زن خود جائز است چنانچہ فرمود صلی اللہ علیہ وسلم :۔

فہلا بکرا تلاعبہا وتلاعبک [۳]

---

[۱] شرح مسلم، کتاب العیدین ج ۱، ص ۲۹۱ ۔

[۲] سورۃ لقمان، آیت ۶ ۔

[۳] مشکاۃ، کتاب النکاح، حدیث ۹، فصل ۱۔

کبیرۃ کفر اذا ثبت کونہا معصیۃ بدلالۃ قطعیۃ
وذکر فی الفتاوی من ان اذا اعتقد الحرام حلالا فان
کان حرمتہ لعینہ وقد ثبت بدلیل قطعی یکفر والا
فلا بان یکون حرمتہ لغیرہ او ثبت بدلیل ظنی
انتہی ما فی شرح الفقہ الاکبر ۱؎

وظاہر ہست کہ حرمت سرود نہ حرمت لعینہ ہست ونہ ثبوت آں از دلیل قطعی پس سامع سرود
کافر نگردیدہ وفاسق وفاجر خواہد شد:

۱- پس زید موصوف بعقیدۂ مذکورہ مسلمان است۔

۲- وصوفیہ کرام متقدمین مصاب اند کافر نیستند:-
عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویہم
رواہ ابوداؤد ۲؎ والترمذی۔

۳- وسماع حلال ومباح است وحرمت سرود مختلف فیہ وظنی است۔

۴- واختلاف علماء در حرمت واباحت آں متحقق است۔

ولیکن غنا نیکہ فی زماننا کہ در متصوفہ مروج است با ستار وطبلہ وسارنگی حرام است
قال فی جواہر الفتاوی وما یفعلہ متصوفۃ زماننا حرام
لایجوز القصد والجلوس الیہ ومن قبلہم لم یفعل کذلک انتہی ۳؎
ہذا مختصر ما فی رسالۃ السماع لی فان شئت تفصیلہ
واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ واجابہ خاکپائے محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۲۸ جمادی الثانیہ سنہ ۱۳۰۳ ہجری

۱؎ شرح فقہ اکبر، ص ۱۸۶۔ (طبع مجتبائی دہلی)
۲؎ مشکوٰۃ، کتاب الجنائز، باب المشی بالجنازۃ، حدیث ۳۳، فصل ۲۔
۳؎ عالمگیری، کتاب الکراہیۃ، باب ۱۷، ج ۵، ص ۳۵۲۔

سوال ۱۵۷

چہ فرمایند علمار دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ عمرو می گوید کہ غنار وسماع وسرود بہ اتفاق جمیع علمار اہل سنت بانص قطعی حرام است چنانچہ زنا وخمر بامزامیر باشد یا بغیر آں، پس صوفیہ کہ مرتکب ایں فعل اند فاسق وفاجر گناہ کبیرہ اند وبجواز ایں فعل مجوزاں گفتار ضال وکافر اند اگرچہ باشر الط شنوند وکسے کہ قائل بجواز واباحت غنار وسماع ومزامیر وآلات برائے اولیار است وبرائے صوفیہ صافیہ کرام وعاشقان خدا وسیلہ خیر وسبب ترقی قرب الٰہی میداند آں ہم کافر است بفحوائے حدیث شریف

استماع الملاهی کفر و الجلوس علیها فسق و

التلذذ بها کفر و من الناس من یشتری لهو الحدیث الخ

پس مولوی روم وشیخ ابن عربی ومولوی جام وشیخ شہاب الدین سہروردی وشاہ رمضان مہمی وقاضی ثنار اللہ پانی پتی وملاجیون صاحب تفسیر احمدی ومحمد غزالی ومولوی عبدالعزیز دہلوی وشیخ عبدالحق محدث دہلوی ومولوی بحرالعلوم لکھنوی وشیخ احمد مجدد سرہندی وعبدالقدوس گنگوہی وشیخ فرید پاکپتنی والوالقاسم قشیری ومحمد امین شامی، ایں ہمہ قائل اند کہ غنار بامزامیر وآلات لہو شنیدن اولیار وعاشقان صادقان خدا را وسیلہ خیر وباعث حسنات است گناہ نیست اگرچہ خلاف شرع است در ظاہر امادر باطن بسبب خلوص نیت وقصد خیر نیک است وبغلبہ حال وعشق معذور اند وبطلب وصال خدا ماجور اند پس ایں ہمہ علمار بااباحت ایں غنار ضال شیطانی وکافر اند پس کسیکہ بہ اتباع ایشاں مثل ایشاں قائل است آنہم کافر است ومنکر نص قطعی است۔

وزید میگوید کہ صوفی صافیہ کرام علمار فاضلین عظام اکابر دین وپیشوا اہل یقین اند تشنیع وتضلیل وتکفیر ایشاں بزرگان سراسر جہالت وضلالت است وسم قاتل ایمان وجانست نعوذ باللہ من ذٰلک حالانکہ در حرمت وحلت غنار سماع ادلہ آیات واحادیث متعارض اند در علمار اہل سنت وجماعت اختلاف وتباین احوال وتخالف اقوال کثیرہ است، پس آیا عمرو در قول خود برحق است یا زید؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اللّٰھم زدنی علما نافعا حقا وعملا صالحا مقبولا لایکون

فیہ افراط ولا تفریط ولا یشوب فیہ شائبۃ الریاء و التعصب

فاقول و باللہ التوفیق :-

ان قول زید سدید و بالسمع والعمل حقیق وان کان

عمرو یحکم علی فی قولی ذا بالکفر والارتداد فلا ابالی ان

کنت علی الحق والقول السداد واللہ الموفق والمعین

ومنہ الاستقامۃ علی الحبل المتین -

پس اول دلائل اباحت سماع وغنا ودر حرمت آں بیان کردہ می شوند تاکہ ناظرین ما یتقابل صحیح

باطل ظاہر گردد وفرق مابین حرمت سماع و حلت آں پیدا شود و ہیچ شبہ و شک درو نماند -

دلائل اباحت ایں ہستند :-

(حدیث ۱) عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت دخل علی النبی

صلی اللہ علیہ وسلم وعندی جاریتان تغنیان بغناء

بعاث فاضطجع علی الفراش وحول وجہہ ودخل ابوبکر

فانتہرنی وقال مزمار الشیطان عند النبی صلی اللہ

علیہ وسلم فاقبل علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم فقال دعہما الحدیث رواہ البخاری [1]

" یعنی فرمود عائشہ کہ داخل شدند بر من نبی صلی اللہ علیہ وسلم دراں حالت کہ

دو صغیر سن کنیز کاں بسرود لعاث سرود میکردند پس دراز شدند حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

بر فرش و پشت بجانب کنیز کاں کردند و داخل شد ابوبکر پس ملامت کرد مارا و گفت

آیا ایں مزمار شیطان نزد نبی صلی اللہ علیہ وسلم پس متوجہ شدند بر وے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم و فرمودند کہ رہا کن آں ہر دو را "

و لعاث قلعہ ایست کہ قبل از اسلام مابین دو قبیلہ اوس و خزرج دراں جنگ و جدال کبیر

شدہ بود، اشعاریکہ متضمن بدلیری و بہادری مقاتلہ او بودند سرود میکردند -

پس ثابت شد ازیں حدیث کہ اشعار بآواز خوش کہ طرب انگیز باشد خواندن و سماع آنہا مستحب

---

[1] بخاری ، کتاب العیدین ، باب الحراب والدرق یوم العید ، ج ۱ ، ص ۱۳۰ -

است زیراکہ در منتہی الارب نوشتہ است :۔

غنار گکسار آواز خوش کہ طرب انگیزد و سرود [1]

و در غیاث نوشتہ است کہ غنار بمعنی نغمہ و سرود [2] پس اگر سماع و غنار حرام بودی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چرا شنیدند و ابوبکر را منع چرا میکردند؟

واگر کدام اعتراض بمیان آرد کہ ابوبکر چرا حضرت عائشہ را منع کرد و گفت مزمار الشیطان؟
بجواب میگویم کہ ابوبکر ایں فعل مباح بصورت لہو است و عمل رسولاں بر عزیمت و احتیاط میباشد منع کرد و حضرت صلے اللہ علیہ وسلم بایں خیال کہ شاید ابوبکر را بصورت عدم ممانعت اعتقاد بر حرمت او کرد و منع کرد، ممانعت ابوبکر دراں وقت حجت بودے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ساکت ماندے چراکہ فعل و قول صحابی دراں حالت حجت میگردد و روبرو سے صلی اللہ علیہ وسلم بظہور آید یا بہ آں اطلاع واقع و حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مانع نگردند کما فی الاصول۔

دیگر ایں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر لحظہ و در ہر نفس بذکر الٰہی میماندند چنانچہ حضرت عائشہ فرمودہ کہ بیک لحظہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم از ذکر الٰہی غافل نمی ماندند کما فی الحدیث۔

پس حضرت ابوبکر بایں خیال کہ شاید ایں خوش آواز و انشاد شعر ہا مانع ذکر الٰہی باشد و قتیکہ کدام شے مانع ذکر الٰہی میگردد اگرچہ مباح باشد بحکم شیطان می شود لہٰذا نسبت بہ شیطان نمود و منع فرمود حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایں غنار مانع ذکر الٰہی نبود بہمیں سبب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ابابکر را منع فرمودند خذ ھذا منی دور از بودن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بجہت متوجہ الی اللہ بودند کہ بہ سبب دیگر گمان کردہ آید و مزمار در ینجا بمعنی آواز نیکو و خوش مراد است کما فی منتہی الارب وقال النووی فی شرح المسلم :

قولہ بمزمور الشیطٰن فی بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہ ان مواضع الصالحین واھل الفضل تنزہ عن اللھو واللغو ونحوہ وان لم یکن فیہ اثم انتہی مافیہ [3]

---

[1] منتہی الارض

[1] منتہی الارب ، ج ۲ ، ص ۱۳۸۶ ۔

[2] غیاث اللغات ،

[3] شرح مسلم ، کتاب العیدین ، ج ۱ ، ص ۲۹۱ ۔

یعنی در خانہ صالحین باقسم لہو باید اگرچہ دراں گناہ نباشد۔ پس ثابت گردید کہ باجمیں حالت گناہ نیست، آیا نمیدانی کہ امام شافعی ضب را بعلت اینکہ روبروئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خوردند و منع کردہ نشدند حلال می دانند کجا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مانع غنا بر را منع فرمایند گناہ نباشد و در دیگر حدیث آمدہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو جاریہ را فرمودہ کہ باشعار دیگر غنا کنید و ایں نگوئید کہ نبی علم غیب را میدانند چنانچہ بخاری از خالد بن ذکوان حدیث آوردہ

قال قالت الربیع بنت معوذ بن عفراء جاء النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فدخل حین بنی علی فجلس فراشی لمجلسک منی فجعلت جویریات لنا یضربن بالدف ویندبن من قتل من اٰبائی یوم بدر اذ قالت احدٰھن ع

وفینا نبی یعلم ما فی غد

فقال دعی ھٰذا وقولی کنت تقولین وھٰکذا فی الترمذی وقال ابو عیسٰی ھٰذا حدیث حسن صحیح وایضا رواہ ابوداؤد لہ

بریں حدیث نظر باید کرد کہ ازیں حدیث غنا ربا دف جائز شد زیرا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم شنیدند و فرمودند کہ باشعار غنا کنید و منع نکردند، اگر حرام بودی ضرور منع فرمودندے چنانچہ علم غیب را باخود منع فرمودند پس چونکہ در یک حدیث یک فعل را منع کردند و دیگرے را امر کردند لامحال آں حرام باشد و ایں حلال۔ و ازیں حدیث علماء محققین چہ محدثین و چہ علماء فقہاء غنا ربادف را بوقت نکاح و ولیمہ و اعیاد جائز کردہ اند چنانچہ صاحب بخاری در جواز ایں عقد باب نمودہ است

باب ضرب الدُّف فی النکاح والولیمۃ

و زیر مثل ایں حدیث خالد بن ذکوان دلیل آوردہ و آنکہ میگویند کہ لہو و لعب حرام است تفصیلش کہ مطلق لہو و لعب ممنوع نیست لہو و لعب آں ممنوع است کہ باز دارندہ یاد الٰہی است

لہ بخاری، کتاب النکاح، باب ضرب الدف فی النکاح، ج ۲، ص ۷۷۳۔

چنانچہ در جواز لہو ولعب احادیث واردو اند منجملہ آں ایں است کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در حدیث جابر[1] ارشاد فرمود :-

فهلا بكرا تلاعبها وتلاعبك [1]

وحضرت عائشہ با بنات لعب بازی میکردند کما فی الحدیث -

(حدیث ۲) عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من غزوۃ تبوک او حنین وفی سهوتها ستر فهبت ريح فكشفت ناحية الستر عن بنات لعائشة لعب فقال ماهذا يا عائشة قالت بناتی ورأى بينهن فرسا له جناحان من رقاع فقال ماهذا الذی أرى وسطهن قالت فرس قال وماهذا الذی علیه قالت جناحان قال فرس له جناحان قالت اما سمعت ان لسليمان خيلا لها اجنحة قالت فضحك حتى رأيت نواجذه رواه ابوداؤد [2]

ودیگر در حدیث شریف آمدہ :-

(حدیث ۳) عن عائشة انها زفت امرأة الى رجل من الانصار فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا عائشة ما کان معکم لهو فان الانصار يعجبهم اللهو،

رواہ البخاری [3]

ازیں حدیث معلوم شد کہ انصار لہو یعنی ضرب دف را پسند میکردند زیرا کہ دریں جا از لہو ضرب الدف مراد است پس ثابت گردید کہ بوقت فرحت ودر ایام خوشی غناء با دف جائز است واں ممنوع نیست - ودریں حدیث آخر را :-

(حدیث ۴) عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت رأيت النبی صلی

---

[1] مشکاۃ ، کتاب النکاح ، حدیث ۹ ، فصل ۱ -

[2] ایضاً ، ، ، باب عشرۃ النساء الخ ، حدیث ۲۸ ، فصل ۲ -

[3] ایضاً ، ، ، باب اعلان النکاح الخ ، حدیث ۲ ، فصل ۱ -

اللہ علیہ وسلم یسترنی بردائہ وانا انظر الی الحبشۃ یلعبون فی المسجد حتی اکون انا التی اسأم فاقدروا قدر الجاریۃ الحدیث: السن الحریصۃ علی اللھو رواہ البخاری [۱]

ازیں جا ہویدا گردید کہ حضرت عائشہ حریصہ لہو بودند و لعب و لہو را نظر می کردند و حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمراہ عائشہ بودند پس مطلق لہو و لعب منع نشد البتہ بعض لہو کہ بدان نہی شارع وارد است آنہا ممنوع اند و چشم وا باید کرد کہ تغنی بحسن صوت بالقرآن جائز است:-

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما اذن اللہ لشیئ ما اذن للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یتغنی بالقرآن رواہ البخاری [۲]

و بہ دیگر حدیث آمدہ :

من لم یتغن بالقرآن فلیس منا [۳]

در تفسیر ایں حدیث آمدہ زینوا القرآن باصواتکم یعنی قرآن را بآواز خوب زینت بدہید

واخرج الترمذی عن محمد بن حاطب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصل ما بین الحلال والحرام الدف والصوت قال ابو عیسیٰ حدیث حسن [۴]

ازیں جا امام مالک در نکاح ضرب بالدف را جائز داشتہ اند و امام بخاری از حضرت عائشہ روایت آوردہ :-

ان ابا بکر دخل علیھا والنبی صلی اللہ علیہ وسلم

---

[۱] بخاری،

[۲] مشکاۃ، کتاب فضائل القرآن، باب آداب التلاوۃ الخ، حدیث ۲، فصل ۱-

[۳] ایضاً، " " ، حدیث ۸، " -

[۴] " " ، باب اعلان النکاح ، حدیث ۱۴ ، فصل ۲ -

عندها يوم الفطر او اضحى وعندها تغنيان بما تعازفت الانصار يوم بعاث الحديث [1]

و دریں حدیث کلمۂ تعازفت آمده و عزف دف و لعب را گویند و هر آنچه نواخته شد۔

المعازف وهى دفوف وغيرها مما يضرب وقيل كل لعب عزف [2]

و در سنن دارمی از ابی ہریرہ آوردہ :-

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما اذن الله بشيئ كاذنه لنبى يتغنى بالقران يجهر به [3]

و از حضرت عائشہ حدیث آمده :-

قالت سمع النبى صلى الله عليه وسلم ابا موسى وهو يقرأ فقال اوتى هذا من مزامير ال داؤد رواه الدارمى [4]

و مزامیر داؤد علیہ السلام حلال بود کما دل هذا الحديث و ہر فعلیکہ بر امم ما تقدم جائز بود و دریں امت نیز جائز است تا وقتیکہ حرمت او از نص قطعی ثابت نگردد و حرمت غنا از نص قطعی ثابت نشده است تا که حرام گردد چنانچہ آئنده در آیہ بحث کرده خواهد شد و دارمی از سعد روایت آمده است

ان النبى صلى الله عليه وسلم قال ليس منا من لم يتغن بالقران [5]

و در نسائی از محمد بن حاطب حدیث آمده :-

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان فصل ما بين الحلال والحرام الدف والصوت فى النكاح [6]

---

[1] بخاری ،

[2] النہایا ، باب العین مع الزاء ، ج ۳ ، ص ۲۳۰ ۔

[3] مشکاۃ ، کتاب فضائل القرآن ، باب آداب التلاوۃ الخ ، حدیث ۷ ، فصل ۱ ۔

[4] دارمی ،

[5] مشکاۃ ، کتاب فضائل القرآن ، باب آداب التلاوۃ الخ ، حدیث ۸ ، فصل ۱ ۔

[6] ایضاً ، کتاب النکاح ، باب اعلان النکاح ، حدیث ۱۳ ، فصل ۲ ۔

ودیگر سند آن مجاہد تابع محمد بن عبدالاعلیٰ وہشام تابع خالد است وایضاً در نسائی از عامر بن سعد
کردہ:-

قال دخلت علی قرظة بن کعب وابی مسعود الانصاری
فی عرس واذا جواری یغنین فقلت انتما صاحبا رسول الله
صلی الله علیه وسلم ومن اهل بدر یفعل هذا عندکم
فقال اجلس ان شئت فاسمع معنا وان شئت اذهب قد
رخص لنا فی اللهو عند العرس[1]

حدیث ہذا ثابت کردہ کہ غنا ولہو مباح است خواہ شنود یا نشنود نیز معلوم شد کہ عہد
صلی اللہ علیہ وسلم بہ قرن صحابہ در شادیہا غنا مروج بود۔ و در سنن ابن ماجہ از عامر حدیث آوردہ

قال شهد عیاض الاشعری عیدا بالانبار
فقال مالی اراکم تقلسون کما یقلس عند رسول الله
صلی الله علیه وسلم[2]

واز قیس بن سعد نیز این حدیث آمدہ است وتقلس دف زدن وسرود کردن را و
ملوک وولاة را باصناف لہو ولعب بوقت قدوم میگویند کما فی منتہی الارب[3]۔

وقال ابو عبید الله الناس یقولون القلس الطبل
وقال یوسف بن عدی احد رواة الحدیث التقلیس ان
تقف الجواری والصبیان علی افواه الطریق یلعبون
بالطبل وغیر ذلک رواه الخطیب وابن عساکر فی
تاریخها[4] وطبل بفتح اول وسکون با موحدہ نقارہ کلان را گویند کما فی الغیاث[5]
وفی مسند احمد عن الشعبی قال هو اللعب و
فی تاریخ ابن عساکر فاربادین ایوب سئل هشیم عن

---

[1] نسائی، کتاب النکاح، باب اللہو والغناء الخ، ج ۲، ص ۹۲۔

[2] ابن ماجہ، کتاب صلاة العیدین، باب ماجاء فی التقلیس، ص ۹۳۔

[3] منتہی الارب، ج ۲، ص ۱۵۶۰۔

[4] مصباح الزجاجة، للسیوطی،

[5] غیاث اللغات،

عن التغليس الضرب بالدف قال نعم كما فی مصباح الزجاجة[1]

ازیں حدیث ثابت شد کہ لہو وطبل جائز است لا یکرہ الا الجاھل لہذا فقہاء نوبت نقارہ را جائز داشتہ اند چنانچہ آئندہ دریں باب روایۃ فقہاء خواہد آید وایضاً در سنن ابن ماجہ از سعد بن وقاص :-

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان ھٰذا القرآن نزل بحزن فاذا قرأتموہ فابکوا فان لم تبکوا فتباکوا وتغنوا بہ فمن لم یتغن بہ فلیس منا[2]

واز خالد المدنی حدیث آمدہ است :-

قال کنا بالمدینۃ یوم عاشوراء والجواری یضربن بالدف ویتغنین فدخلنا علی الربیع بنت معوذ فذکرنا ذٰلک لہا فقالت دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبیحۃ عرس وعندی جاریتان تغنیان وتندبان آبائی الذین قتلوا یوم بدر وتقولان فیما تقولان ع

وفینا نبی یعلم ما فی غد

فقال اما ھٰذا فلا تقولوہ ما یعلم ما فی غد الا اللہ رواہ ابن ماجۃ[3]

وعن عائشۃ قالت دخل علی ابوبکر وعندی جاریتان من جواری الانصار تغنیان بما تقاولت بہ الانصار فی یوم بعاث قالت ولیستا بمغنیتین فقال ابوبکر أ بمزمور

---

[1] مصباح الزجاجۃ ، سیوطی ،

[2] ابن ماجہ ، کتاب اقامۃ الصلاۃ ، باب فی حسن الصوت ، ص ۹۶

[3] ایضاً ، کتاب النکاح ، باب الغناء والدف ، ص ۱۳۸ -

الشیطن فی بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ذلک فی
یوم عید الفطر فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا بکر
ان لکل قوم عیدا وھذا عیدنا رواہ ابن ماجۃ[1] وھکذا
فی مسلم

قال الشیخ فی لمعات[2]:-

دل الحدیث علیٰ اباحۃ مقدار یسیر فی یوم العید
وغیرہ من مواضع یباح السرور فیھا ویکون من شعائر
الاسلام کالاعراس والولائم۔

وعن انس بن مالک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
مر ببعض المدینۃ فاذا ھو بجوار یضربن بدفھن
ویتغنین ویقلن ؎

نحن جوار من بنی النجار
یا حبذا محمد من جار

فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم انی لاحبکن۔

وعن ابن عباس قال انکحت عائشۃ ذات قرابۃ
لھا من الانصار فجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال
اھدیتم الفتاۃ قالوا نعم قال ارسلتم معھا من یغنی قالت
لا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الانصار قوم فیھم
غزل فلو بعثتم معھا من یقول اتیناکم اتیناکم فحیانا وحیاکم
رواھما ابن ماجۃ[3]

وفیہ دلیل علی جواز الغناء وضرب الدف عند النکاح

---

[1] ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب الغناء والدف، ص ۱۳۸ -

[2] لمعات، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ العیدین، ج ۳، ص ۲۰۶ -

[3] ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب الغناء والدف، ص ۱۳۸ -

[4] ایضاً ، ، ، ، -

ولزفاف للاعلان واما ما فيه جلاجل فينبغی ان يكون مكروها بالاتفاق مصباح الزجاجة۔[۱]

ونیز از حضرت عائشہ حدیث آمدہ :

قالت قال رسول الله صلی الله عليه وسلم اعلنوا هذا النكاح واجعلوا فی المساجد واضربوا عليه بالدف رواه الترمذی[۲]

وقال هذا حديث غريب حسن فثبت من هذا ان السماع مباح فان قيل ان سماع الغناء المتعارف بين الناس الأن لا يثبت من هذا اقول اذا ثبت اباحة ضرب الدف فكيف لا يباح سماع الغناء وقد ثبت اباحة ذلك فی الاعياد والاعراس (لمعات)[۳]

ودر صحیح بخاری ومسلم حدیث آمدہ است :-

عن عائشة قالت ان ابا بكر دخل عليها وعندها جاريتان فی ايام منى تدفقان وتضربان وفی رواية تغنيان بما تقاولت الانصار يوم بعاث والنبی صلی الله عليه وسلم متغش بثوبه فانتهرهما ابوبكر فكشف النبی صلی الله عليه وسلم عن وجهه فقال دعهما يا ابا بكر فانها ايام عيد متفق عليه[۴]

ایں حدیث پائے زدن بر زمین بوقت غنا و دف جائز شد یعنی رقص چنانچہ شیخ عبدالحق [در شرح ا]یں حدیث میگوید :-

" و بعض گفتہ اند کہ تضربان بمعنی ترقصان است یعنی رقص میکردند از ضراب ارض و در زدن وے سہ قول اند بعض مباح دارند مطلقاً و بعض حرام علی الاطلاق

---

[۱] مصباح الزجاجة ، للسیوطی ،

[۲] مشکاۃ ، کتاب النکاح ، باب اعلان النکاح ، حدیث ۱۳ ، فصل ۲۔

[۳] لمعات ،

[۴] مشکاۃ ، کتاب الصلاۃ ، باب صلاۃ العیدین ، حدیث ۷ ، فصل ۱۔

وصحیح آں است کہ در اعراس و ولائم وانچہ در حکم آنست مباح است و باز فرق کردہ
اند در آنچہ جلاجل دارد و آنکہ ندارد و دریں نیز خلاف است و انصاف آنست کہ نص
قطعی بر حرمت آں علی الاطلاق چنانچہ بر حرمت زنا و شرب خمر آمدہ ثابت نشدہ است و تحقیق
تصریح کردہ اند بعضے از متاخرین محدثین کہ حدیثی در حرمت غناء صحیح نشدہ است و بعض
علماء گفتہ اند کہ یافتہ نشدہ است دلیل قطعی نہ بر حرمت آں و نہ بر اباحت آں و اصل
در اشیاء اباحت است و با وجود آں شک نیست کہ دوام اعیاد بداں و استدامت آں
بر خلاف طریقہ اتباع است و فقہاء را دریں باب تشدید و تعصب بسیار است مگر
مقصود ایشاں مادہ فساد و زیغ است و صحیح آں ست کہ قول امام اعظم کراہت
آں ست انتہی [1]

و فقیر در آخر ایں رسالہ در احادیث وارده در باب غناء بحث خواہد کرد و لیکن دریں
کہ در باب حرمت غناء اختلاف بسیار است و یقیناً کدام نص قطعی در حرمت غناء نیامدہ و نزد فقیر
تفصیل است، غناء بر دو قسم است :

۱- یکی غناء امرأة مغنیہ یا مرد مغنی کہ بہ علم موسیقی آموختہ باشند و پیشہ خود ساختہ از و اجرت
حاصل کنند و در غناء آنہا نفس امارہ بالسوء مشتاق بہ فسق و فجور گردد و از یاد الٰہی احکامات شرع
غافل گردد۔

۲- و دیگر آنکہ در اہل اللہ متعارف است کہ بلا لہجہ و آواز مطربانہ کہ بہ علم موسیقی آموختہ باشند
آواز غناء و اشعار متضمن بہ توحید و توصیف و مدحت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کنند کہ در سماع آں ذوق و شوق
الٰہی و توجہ الی اللہ پیدا شود و نفس از ماسوی اللہ متنفر پذیرد پس سماع و غناء کہ از مشائخ کرام و اولیاء عظام
کردہ اند از قسم ثانی است کہ او را در لمعات و محدثین و بعض فقہاء عظام مباح کردہ اند و احادیث
العلیا بر اباحت آں دال اند و غناء قسم اول کہ بین العوام متعارف است حرام است چنانچہ روایات
حرمت قسم اول و اباحت قسم ثانی اظہر من الشمس است کما فی شرح المسلم للنووی:-

واختلف العلماء فی الغناء فابلحہ جماعۃ من اہل الحجاز
وہی روایۃ عن مالک وحرمہ ابوحنیفۃ واہل العراق

---

[1] اشعۃ اللمعات، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ العیدین، ج ۱، ص ۶۳۰ - ۶۳۱ -

ومذهب الشافعی کراهیته وهو المشهور من مذهب مالک
واحتج المجوزون بهٰذا الحدیث واجاب الآخرون بان
هذا الغناء انما کان فی الشجاعة والقتل والحذق
فی القتال ونحو ذلک مما لا مفسدة فیه بخلاف الغناء
المشتمل علی ما یهیج النفوس علی الشر ویحملها علی
البطالة والقبیح قال القاضی انما کان غناءهما بما هو
من اشعار الحرب والمفاخرة بالشجاعة والظهور والغلبة
وهٰذا لا یهیج الجواری علی الشر ولا انشادهما لذلک
من الغناء المختلف فیه انما هو رفع الصوت بالانشاد
ولهٰذا قالت ولیستا بمغنیتین ای لیستا ممن یغنی
بعادة المغنیات من التشویق والهوٰی والتعریض بالفواحش
والتشبیب باهل الجمال وما یحرک النفوس ویبعث
الهوی والغزل کما قیل الغناء رقیة الزنا ولیستا ایضا ممن
اشتهر وعرف باحسان الغناء الذی فیه تمطیط وتکسیر
وعمل یحرک الساکن ویبعث الکامن ولا ممن اتخذ
ذلک صنعة وکسبا والعرب تسمی الانشاد الغناء ولیس
هو من الغناء المختلف فیه بل هو مباح وقد استجازت
الصحابة غناء العرب الذی هو مجرد الانشاد والترنم و
اجاز والحداء وفعلوه بحضرة النبی صلی الله علیه وسلم
وفی هٰذا کله اباحة مثل هٰذا وما فی معناه وهٰذا ومثله
لیس بحرام ولا یجرح الشاهد ویلتحق به ما فی معناه من
الاسباب المعینة علی الجهاد وانواع البر انتهی ما فیه[1]
وفی العینی قال القرطبی اما الغناء فلا خلاف فی تحریمه

---

[1] شرح مسلم، کتاب العیدین، ج ۱، ص ۲۹۱ -

لانہ من اللہو واللعب المذموم بالاتفاق فاما ما يسلم
من المحرمات فيجوز القليل منہ فی الاعراس والاعياد
وشبہھما ابوحنيفۃ تحريمہ وبہ يقول اهل العراق و
مذهب الشافعی کراهتہ وهو المشهور من مذهب المالک
واستدل جماعۃ من الصوفيۃ بحديث الباب علیٰ
اباحۃ الغناء وسماعہ بآلۃ وبغير آلۃ ويرد عليهم بان
غناء الجاريتين لم يکن الا فی وصف الحرب والشجاعۃ
وما يجری فی القتال فلذلک رخص فيہ رسول اللہ صلی
اللہ عليہ وسلم ... وقال بعض مشائخنا مجرد الغناء والاستماع
اليہ معصيۃ حتی قالوا استماع القرآن بالالحان معصيۃ
والتالی والسامع واستدلوا بقولہ تعالیٰ ومن الناس
من يشتری لہو الحديث جاء فی التفسير ان المراد بہ
الغناء انتہیٰ ما فی العينی [1]

ازیں ہر دو شرح مسلم وعینی معلوم شد کہ نزد ابی حنیفہ غناء حرام است ونزد شافعی
امام مالک مکروہ ودریک روایۃ امام مالک ونزد صوفیہ کرام مباح وکسیکہ برا واباحۃ دلیل آورده
کہ غناء جاریتین در وصف جنگ وشجاعۃ وقتال بود وازیں جہت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رخصت
فقیر بشروط تسلیم دلیل جواباً میگوید ہرگاہ کہ غناء در وصف قتال واشعار جنگ وفخر شجاعۃ جائز
گردید پس غناء با اشعار محتویہ بتوحید وباوصاف جمال لم یزل ولایزال وبرنعت احمد مجتبے
وبرفخر قرب الی اللہ کہ سماع ایں چنیں اشعار ذوق وشوق الٰہی وعروج بسوئے وحدت وتفرد
پیدا می شود چگونہ مباح نباشد انصاف باید پس ثابت گردید کہ غناء با اشعار توحیدیہ وتعقیبہ
است وآنکہ بعض مشائخ گفتہ کہ مجرد غناء وسماع معصیت است حتی کہ الحان بر قراءۃ قرآن را
شمردہ اند وخوانندہ وسامع را آثم گفتہ اند ممنوع است زیرا کہ احادیث مرقومۃ الصدر تغنی بالقرآن
غناء را جائز وثابت می کنند کما رخص صلی اللہ علیہ وسلم۔

---

[1] شرح بخاری معینی، کتاب العیدین، باب الحراب والدرق الخ، ج ۶، ص ۲۷۱۔

ورخص عمر فی غناء العرب وھو صوت کالحداء

قال فی المجمع[1]

واستدلال بر حرمت سماع از آیہ ومن الناس (الآیۃ) ہم ممنوع است زیرا کہ آیہ موصوفہ بر عمومیۃ خود باقی نماندہ است وحکم بر قطعی او بر نماندہ کہ احادیث مندرجہ بالا مطلق لہو را حرام یا معصیۃ نمی گویند البتۃ بعض لہو ولعب حرام است کہ باز دارندہ یاد الہی باشد واز کلام فضول کہ بے اصل باشد وقصص ہائے کہ ساقط الاعتبار باشند ومقتضی بسوے فسق وفجور گردد ونہ آں لہو کہ ذکر الہی را مانع نباشد ومقتضی بسوے فسق و فجور نگردد وکما سمع حضرۃ عائشۃ وحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم وکما دل علیہ نزول الآیۃ۔

وقول بعض مشائخ کہ دریں آیۃ مراد از لہو غناء است نزد محققین ساقط الاعتبار است زیرا کہ دلیلے براں واقع نگردیدہ کہ مراد از لہو غناء است نہ از احادیث ونہ از آیات بلکہ عام است بر مفہوم لغوی خود کہ در منتہی الارب آمدہ[2] :-

" لہو بالفتح زن کہ بداں بازی کنند یا فرزند چنانچہ میگویند سجل لہو علی فحول مردہ بازندہ بالبسیار غفلت کنندہ واعراض کنندہ "

ودر بیضاوی نوشتہ :-

لہو الحدیث ما یلہی عما یعنی کالاحادیث التی لا اصل لہا والاساطیر التی لا اعتبار فیہا والمضاحیک وفضول الکلام انتہی ما فیہ[3]

پس بلحاظ معنی لغوی کہ غفلت دہندہ واعراض نمایندہ است وباعتبار لفظ حدیث کہ مضاف الیہ لہو است مفہوم آیۃ ایں شد کہ کلام فضول وسخناں لایعنی غافل کنندہ از خدا واستماع اشعار ساقط الاعتبار کہ اعراض نمایندہ از اللہ اند حرام است نہ کہ بالخصوص غناء حرام است۔ وبر ہمیں تقریر فقیر مؤید است شان نزول آیۃ اگرچہ براں اختلاف کردہ اند بعض می گویند کہ در حرمت جواری مغنیہ کہ باز دارندہ از اسلام بودند آمدہ است وبعض می گویند کہ در حرمت قصص اسفندیار ورستم واکاسرہ آمدہ است کما فی بیضاوی وغیرہ تفاسیر :-

---

[1] النہایۃ، باب الغین مع النون، ج ۳، ص ۳۹۲ -

[2] منتہی الارب، ج ۲، ص ۱۱۲۲ -

[3] تفسیر بیضاوی، سورۃ لقمان، زیر آیت ۶، ص ۵۲۶ -

قیل نزلت فی النضر بن الحارث اشتری کتب
الاعاجم وکان یحدث بها قریشا ویقول ان کان محمد
یحدثکم بحدیث عاد وثمود فانا احدثکم بحدیث
رستم واسفندیار والاکاسرة وقیل کان یشترین القینات
ویحملن علی معاشرة من اراد الاسلام ومنعه عنه
انتهی مافیه [1]

وهذا یقول الاخر موافق بحدیث الذی رواه
الترمذی وابن ماجة واحمد عن ابی امامة قال قال
رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تبیعوا القینات و
لا تشتروهن ولا تعلموهن وثمنهن حرام وفی مثل
هذا انزلت ومن الناس من یشتری لهو الحدیث رواه
احمد والترمذی وابن ماجة [2]

دریں حدیث سماع داخل نیست بهر کیف از هر دو شان نزول آیة فرق ما بین غنا حرام و
مباح متحقق گردیده کما تقدم وثابت گشته که لهو یکه مخل ارکان دین وباز دارنده از احکام شریعت
وغافل کننده از و تعالے باشد حرام است ولهو یکه این چنین نباشد مباح باشد کما تقدم ان
مطلق اللهو لیس بحرام زیراکه غناء جواری با شعار جنگ بعاث حضرت صلی الله علیه وسلم
شنیده ونیز یکصد بیت از اشعار امیة بن الصلت استماع نموده اند :-

عن عمرو بن الشرید عن ابیه قال ردفت
رسول الله صلی الله علیه وسلم یوما فقال هل معك
من شعر امیة بن الصلت شیئ قلت نعم قال هیه فانشدته
بیتا فقال هیه حتی انشدته مائة بیت رواه مسلم [3]

وبعض اشعار را تعریف نموده کما فی الحدیث :-

---

[1] تفسیر بیضاوی، سورۃ لقمان، زیر آیت ۶، ص ۵۴۶ -

[2] ترمذی، ابواب التفسیر، باب فی تفسیر سورۃ لقمان، ص ۳۶۰ -

[3] مشکاۃ، کتاب الآداب، باب البیان والشعر، حدیث ۵، فصل ۱ -

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم اصدق کلمۃ قالہا شاعر کلمۃ لبید ع

الا کل شیئ ما خلا اللہ باطل[1]

وکاد ابن ابی الصلت ان یسلم رواہ مسلم[2]

پس ازیں حدیث ثابت گردید کہ اعتبار با شعار جائز است ولیکن دراں فحش وغیرہ نباشد بنہ توغل دراں باکہ مغلوب الاشعار باشد مذموم است کما قال الامام النووی فی شرح المسلم:-

ففیہ جواز انشاد الشعر الذی لا فحش فیہ وسماعہ

سواء شعر الجاھلیۃ وغیرھم وان المذموم من الشعر الذی

لا فحش فیہ انما الاکثار منہ وکونہ غالبا علی الانسان

فاما یسیرہ فلا بأس بانشادہ وسماعہ وحفظہ انتہی[3]

وبعض اشعار را آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنفس خود خواندہ :-

عن البراء قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم ینقل التراب یوم الخندق اغبر بطنہ یقول ؎

واللہ لولا اللہ ما اھتدینا

ولا تصدقنا ولا صلینا

فانزلن سکینۃ علینا

وثبت الاقدام ان لاقینا

ان الاولی قد بغوا علینا

اذا ارادوا فتنۃ ابینا

یرفع بہا صوتہ ابینا ابینا متفق علیہ[4]

ازیں حدیث ثابت گردید کہ وقت محنت و یا انتشار طبیعت برائے انبساط قلب و انشراح صدر

---

[1] مشکاۃ، کتاب الآداب، باب البیان والشعر، حدیث ۴، فصل ۱۔

[2] مسلم، کتاب الشعر، ج ۲، ص ۲۳۹۔

[3] شرح مسلم، ״ ״ ״ ״ ״

[4] مشکاۃ، کتاب الآداب، باب البیان والشعر، حدیث ۱۰، فصل ۱۔

غنا باشعار مباح است وبرائے حسان شاعر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم منبر نہادہ داد بران

اشعاریکہ در ہجو کفار قریش بودند میخواندند وحضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سماع نمودہ

تعریف کردہ وفرمودہ کہ حسان را جبرئیل تائید میکند :-

عن عائشة قالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لحسان ان روح القدس لايزال يؤيدك ما نافحت عن الله ورسوله رواه مسلم لے

واشعاریکہ دران فحش ومضمون لایعنی کہ منجر بہ عشق مجازی گردد وکلام لغو وباطل

غنا آن مذموم حرام است کما فی الحدیث :-

عن سعد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لان یمتلی جوف احدکم قیحا یریہ خیر من ان یمتلی شعرا رواہ مسلم ٹے

ودر دیگر روایت شاعر را نسبت بہ شیطان نمودہ است پس اشعاریکہ بازدارندہ از قر

باشد واز علوم شریعت واز یاد الٰہی مانع باشند حرام اند واشعاریکہ دران توحید وتوصیف

مشروع باشند خواندن آن وسماع آن مباح است بلکہ موجب ثواب چنانچہ حضرت صلی اللہ

وخلفاء راشدین وائمہ صحابہ وفضلاء وعلماء متقدمین استماع کردہ وانکار نہ نمودہ :-

قال اهل الصواب ان المراد ان يكون الشعر غالبا عليه مستوليا عليه بحيث يشغله عن القرآن وغيره من العلوم الشرعية وذكر الله تعالى وهذا مذموم من اى شعر كان فاما اذا كان القرآن والحديث وغيرهما من العلوم الشرعية هو الغالب عليه فلا يضر حفظ اليسير من الشعر مع هذا لان جوفه ليس ممتليا شعرا وقال العلماء كافة هو مباح ما لم يكن فيه فحش

لے مشکاۃ، کتاب الآداب، باب البیان والشعر، حدیث ۹، فصل ۱ -

ٹے رو، ایضاً ، ، ، ، حدیث ۱۲، ، -

ونحوه قالوا وهو كلام حسنه حسن وقبيحه قبيح و

هذا هو الصواب فقد سمع النبي صلى الله عليه وسلم

الشعر واستنشده وامر به حسان في هجاء المشركين

وانشده اصحابه بحضرته في الاسفار وغيرها وانشده

الخلفاء وائمة الصحابة وفضلاء السلف ولم ينكره

احد منهم على اطلاقه وانما انكروا المذموم منه وهو

الفحش ونحوه انتهى ما في شرح المسلم للنووي [1]

واانکہ بعض علماء از "خذوا الشیطان" استدلال بر حرمت مطلق انشاد شعر آوردہ اند صحیح نیست زیراکہ در کلمہ "خذوا الشیطان" کہ در قصہ خاص آمدہ است احتمالات کثیرہ پیدا می شود شاید کہ او کافر باشد ویا ہجو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کردہ باشد ویا در شعر او کلام فحش ولغو وا باطیل باشد با وجود ایں احتمالات کثیرہ حکم بحرمت شعر مطلقاً دادن ممنوع است :-

واما تسمية هذا الرجل الذي سمعه ينشد

شيطانا فلعله كان كافرا او كان الشعر هو الغالب عليه

او كان شعره هذا من المذموم وبالجملة فتسميته

شيطانا انما هو في قضية عين تتطرق اليها الاحتمالات

المذكورة وغيرها ولا عموم لها فلا يحتج والله اعلم

بالصواب انتهى ما في شرح المسلم [2]

و "ال" در کلمہ "الشیطان" برائے عہد خارجی است ہموں شاعر مراد است کہ از وا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شنیدہ بود جمیع شاعر مراد نیست کہ حکم بر عام کردہ باشد فافہم لیس غنائیکہ دراں فحش و باطیل باشد وبسوئے فسق وفجور وتشبیب جمال کشد والحان او بطریق علم موسیقی باشد حرام ومذموم است چنانچہ در حدیث شریف ایں را نفی کردہ وفرمودہ :-

ليستا بمغنيتين يعني ليس الغناء عادة لهما

---

[1] [2] شرح مسلم، کتاب الشعر، ج ۲، ص ۲۰۰۔

ای لیستا ممن یغنی بعادة المغنیات من التشویق والتعریض بالفواحش والتشبیب بالجمال کما قبیل الغنار قیة الزنا ولا ممن یغنی بغناء فیه تمطیط وتکسیر وعمل یحرك الساکن ویبعث الکامن ولا ممن اتخذه کسبا (مجمع البحار) [1]

وایضاً فیه :-

واما الالحان فعبارة بطریق علم الموسیقا بالنغم والاوزان المرتبة فی صفة الغناء حرام -

دریں غناء بعلم موسیقی باٰلات مجمول است قول طیبی کہ در مجمع البحار آمدہ :-

وفی مجمع البحار قال الطیبی وما احدثہ المتصوفة من السماع بالآلات فلاخلاف فی تحریمہ حتی ظهرت علی کثیر منهم افعال المجانین فیرقصون بحرکات مطابقة وتقطیعات متلاحقة ویزعمون ان تلك الاحوال من المرتشیر سنیات الاحوال وهذا من زندقة انتهی [2]

وہمچنیں است در شامی حاشیہ در مختار :-

رسم مغنیة ومغن انما هو فی العرف لمن کان الغناء حرفتہ التی یکتسب بها المال وهو حرام ونصوا علی ان التغنی للهوا ولجمع المال حرام بلاخلاف انتهی [3]

وپر ظاہر است کہ ایں چنیں غناء در اولیاء کرام جاری نبود کما جری الآن ودر دیگر کتب نوشتہ کہ :-

" ایں چنیں رقص ومرود کہ بحرکات علم موسیقی وباٰلات نہی وغیرہ باشد حرام است

---

[1] مجمع البحار، حرف الغین، باب مع النون، ج ۳، ص ۲۴ -

[2] ایضاً، " " " " " " " -

[3] ایضاً، " " " " " " " -

وستحل او کافر است کما فعل بعض المتصوفۃ فی زماننا فلا
اعتبار لہ و کلامنا فی شان المتقدمین الذین محوا فی
التوحید و تا تحریر بضبط احوال و اوضاع و اوقات و تحسین احوال و افعال و
اقوال و اجتناب فواحش و قبائح احوال و بشوق وصال الٰہی و ترقی احوالات سرمدی
سرودی کنند مباح است ۔

ومن یستحل الرقص قالوا بکفرہ
ولا سیما بالدف بلہو و یزمر (در مختار)[1]

(قولہ و من یستحل الرقص قالوا بکفرہ) المراد بہ
التمائل او الخفض و الرفع بحرکات موزونۃ کما یفعلہ
بعض من ینتسب الی التصوف وقد نقل فی البزازیۃ عن
القرطبی اجماع الائمۃ علی حرمۃ ھذا الغناء وضرب
القضیب و الرقص قال رأیت فتوی شیخ الاسلام الشیخ
جلال الملۃ و الدین الکرمانی ان مستحل ھذا الرقص
کافر و تمامہ فی شرح الوھبانیۃ ونقل فی نور العین عن
التمھید انہ فاسق لا کافر انتھی ما فی الشامی[2]

ہمیں غنا راست کہ در عوام الناس متعارف است و ممنوع و اما غنا متعارف اہل اللہ
ایں است کہ ایں کمال پاشا تحریر نمودہ :۔

وھو الرخصۃ فیما ذکر من الاوضاع عند الذکر و
السماع للعارفین الصادقین او قاتھم الی حسن الاعمال
السالکین المالکین بضبط انفسھم عن قبائح الاحوال فھم
لا یستمعون الا من الالہ ولا یشتاقون الا لہ ان ذکروہ ناحوا
وان شکروا ماحوا وان وجدوہ صاحوا وان شھدوا استراحوا

---

[1] در مختار، کتاب الجہاد، باب المرتد، ج ۱، ص ۳۶۱ ۔

[2] شامی ، ، ، ، ج ۳، ص ۳۰۷ ۔

وان سرحوا فی حضرۃ قربہ سماحوا اذا غیب علیہم بوجدہا
وشربوا من موارد ارادتہ فمنہم من طرقتہ طوارق الہیبۃ
فخر وذاب ومنہم من برقت لہ بوارق اللطف فتحرک
وطاب ومنہم طلع علیہ الحب من مطلع القرب فسکر و
غاب ھذا ما ظہر لی فی الجواب انتہی ما فی الشامی [1]

پس ایں حالات کہ در غنا صوفیہ بصدق نیت صادر شوند موجب حمد و شکر اند چنانچہ ایں فقیر حضرت
صوفیہ را در رسالہ وجدیہ بہ بسط تمام اثبات نمودہ است ان نسبت فطالعہا ، و ہمیں قسم غنا
عوام الناس را در در مختار حرام گفتہ کما قال

المسئلۃ ان الملاھی کلہا حرام ویدخل علیہم بلا اذنہم
لانکار المنکر قال ابن مسعود صوت اللہو والغناء ینبت
النفاق فی القلب کما ینبت الماء النبات قلت وفی
البزازیۃ استماع صوت الملاھی کضرب قضیب ونحوہ
حرام لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام استماع الملاھی معصیۃ
والجلوس علیہا فسق والتلذذ بہا کفر ای بالنعمۃ
فصرف الجوارح الی غیر ما خلق لاجلہ کفر بالنعمۃ لا شکر
فالواجب کل الواجب ان یجتنب کی لا یسمع لما روی
انہ علیہ الصلاۃ والسلام ادخل اصبعہ فی اذنہ عند سماعہ
واشعار العرب لو فیہا ذکر الفسق تکرہ انتہی اولتغلیظ
الذنب کما فی الاختیار او الاستحلال کما فی النہایۃ انتہی [2]

آنکہ گفتہ ان الملاھی کلہا حرام لیس بصحیح زیرا کہ قبل ازیں از عبارت
گردیدہ کہ کل ملاہی حرام نیست ملاہی آں حرام است کہ بفحش و فسق و فجور باشد و ذکر الٰہی را مانع گردد

---

[1] شامی ، کتاب الجہاد ، باب المرتد ، ج ۳ ، ص ۳۰۷ -

[2] در مختار ، کتاب الحظر والاباحۃ ، ج ۲ ، ص ۲۳۸ -

در بزازیہ نوشتہ[1] کہ استماع ملاہی کہ بانسری وستار وغیرہما باشد حرام است وآنکہ غنا بنظم قوافی بافصاحت لسان برائے دفع وحشت باشد مباح است کما فی الشامی :۔

وقیل ان تغنی لیفید نظم القوافی ویصیر فصیح اللسان لا بأس بہ وقیل ان تغنی وحدہ لنفسہ لدفع الوحشۃ لا بأس بہ وبہ اخذ السرخسی وذکر شیخ الاسلام ان کل ذلک مکروہ عند علمائنا واحتج بقولہ تعالیٰ ومن الناس من یشتری لہو الحدیث الآیۃ جاء فی التفسیر ان المراد الغناء وحمل ما وقع من بعض الصحابۃ علی انشاد الشعر المباح الذی فیہ الحکم والمواعظ فان لفظ الغناء کما یطلق علی المعروف یطلق علی غیرہ کما فی الحدیث من لم یتغن بالقرآن فلیس منا انتہیٰ ما فی الشامی[1]

ازیں عبارت نیز ثابت گردید کہ غنا معروف بین الناس حرام وغنا معروف بین اہل اللہ مباح ودر فتح القدیر نیز فرق کردہ است مابین غنا حرام وحلال فی شہادات فتح القدیر بعد کلام :۔

عرفنا من ہذا ان التغنی المحرم ما کان فی اللفظ ہو ما لا یحل کصفۃ الذکور والمرأۃ المعینۃ ووصف الخمر المہیج الیہا والحانات والہجاء ولو لذمی اذا اراد المتکلم ہجاء لا اذا اراد انشادہ للاستشہاد او لیعلم فصاحتہ وبلاغتہ وکان فیہ وصف امرأۃ لیست کذلک او الزہریات المتضمنۃ وصف الریاحین والازہار والمیاہ فلا وجہ لمنعہ علی ہذا[2]

ودریں زمانیکہ غنا در صوفیہ مروج است البتہ دراں غنا بعض مشائخ کلام کردند ولیکن غنا متقدمین بریں غنا قیاس نباید کرد :۔

---

[1] شامی، کتاب الحظر والاباحۃ، ج ۵، ص ۲۲۲ -

[2] فتح القدیر، کتاب الشہادات، باب من تقبل شہادتہ الخ، ج ۶، ص ۴۸۲ (ملخصاً)

[3] شامی، کتاب الحظر والاباحۃ، ج ۵، ص ۲۲۲ -

قال فی الجوهرة وما یفعله متصوفة زماننا حرام
لا یجوز القصد والجلوس الیه ومن قبلهم لم یفعل کذلک
وما نقل انه علیه السلام سمع الشعر لم یدل علی اباحة
الغناء ویجوز حمله علی الشعر المباح المشتمل علی الحکمة والوعظ
وحدیث تواجده علیه السلام لم یصح وکان النصر آبادی
یسمع فعوتب فقال انه خیر من الغیبة فقیل له هیهات بل
زلة السماع شر من کذا وکذا سنة یغتاب الناس وقال
السری شرط الواجد فی ان یبلغ الی حد لو ضرب وجهه بالسیف
لا یشعر فیه بوجع انتہی[1]

وفی التاتارخانیة عن العیون ان کان السماع سماع
القران والمواعظة یجوز وان کان سماع غناء فهو حرام باجماع
العلماء ومن اباحه من الصوفیة فلمن تخلی عن اللهو وتحلی
بالتقوی واحتاج الی ذٰلک احتیاج المریض الی الدواء وله
شرائط الاول ان لا یکون فیہم امرد وان تکون جماعتہم من
جنسہم وان تکون نیة القوال الاخلاص لا اخذ الاجر
والطعام وان لا یجتمعوا لاجل طعام او فتوح وان لا یقوموا
الا مغلوبین وان لا یظہروا وجدا الا صادقین والحاصل
انه لا رخصة فی السماع فی زماننا لان الجنید تاب عن
السماع فی زمانه انتہی ما فیه[2]

ازیں عبارۃ نیز ثابت شد کہ ممنوع سماع سماع ایں زمانہ است نہ کہ سماع متقدمین و فیہ
التاتارخانیۃ فرق نمودہ است غناء مباح و غناء حرام را و ہمچنیں است در تمییز المحارم :-

قال فی التاتارخانیة قراءة الاشعار ان لم یکن فیها

---

[1] شامی، کتاب الحظر والاباحۃ، ج ۵، ص ۲۲۲ -

[2] ایضاً ، ، ، ، ، ، -

ذکر الفسق و الغلام و نحوه لا تکره و فی الظهیریة قیل
معنی الکراهة فی الشعر ان یشغل الانسان عن الذکر
و القراءة و الا فلا بأس به وقال فی تبیین المحارم
واعلم ان ما کان حراما من الشعر ما فیه فحش او
هجو مسلم او کذب علی الله تعالیٰ او رسوله صلی الله علیه
وسلم او علی الصحابة او تزکیة النفس او الکذب
او التفاخر بمذموم او القدح فی الانساب وکذا فیه
وصف امرد او امرأة بعینها اذا کانا حیین فانه لا یجوز
وصف امرأة معینة حیة ولا وصف امرد معین حی
حسن الوجه بین یدی الرجل ولا فی نفسه واما وصف
المیتة او غیر المعینة فلا بأس به وکذا الحکم فی الامرد
ولا وصف الخمر المهیج الیها والدیریات والحانات و
الهجاء و لو لذمی کذا فی ابن الهمام و الزیلعی واما وصف
الخدود و الاصداغ وحسن القد و القامة و سائر
اوصاف النساء والمرد وقال بعضهم فیه نظر و قال
فی المعارف لا یلیق باهل الدیانات و ینبغی ان
لا یجوز انشاده عند من غلب علیه الهویٰ و الشهوة لانه
یهیجه علی اجالة فکره فیمن لا یحل و ما کان سببا
لمحظور فهو محظور انتهیٰ [1]

وباید دانست کہ اباحت وغیر اباحت منحصر بر نیت است کسی را کہ در سماع نیت خیر است
حلال است وکسے را کہ در سماع نیت بد است حرام است چرا کہ الامور بمقاصدھا باشد
بہمیں جہت لہو در بعض اوقات مباح می باشد و در بعض اوقات و محل حرام۔ آیا نمی دانی کہ نواخت نوبة
برائے تفاخر حرام است و برائے تنبیہ و ذکر غفلت مباح کما فی الدر المختار۔

---

[1] شامی، کتاب الحظر والاباحۃ، ج ۵، ص ۲۲۳۔

ومن ذلك ضرب النوبة للتفاخر فلو للتنبيه فلا باس به كما اذا ضرب فی ثلاثة اوقات لتذكير ثلاث نفخات الصور لمناسبة بينهما فبعد العصر للاشارة الى نفخة الفزع وبعد العشاء الى نفخة الموت وبعد نصف الليل الى نفخة البعث انتهى [1]

وقال فی الشامی :-

اقول وهذا يفيد ان آلة اللهو ليست محرمة لعينها بل لقصد اللهو منها اما من سامعها او من المشتغل بها وبه تشعر الاضافة الا ترى ان ضرب تلك الآلة لعينها حل تارة وحرم اخرى باختلاف النية والامور بمقاصدها وفيه دليل لسادا تنا الصوفية الذين يقصدون بسماعها امورا هم اعلم بها فلا يبادر المعترض بالانكار كى لا يحرم بركتهم فانهم السادة الاخيار امدنا الله تعالى بامداداتهم واعاد علينا من صالح دعواتهم وبركاتهم انتهى ما فيه [2]

پس معلوم شد کہ بنیت خیر صوفیہ کرام را سماع مباح است اعتراض نباید کرد۔

وفی الملتقى :-

وينبغى ان يكون بوق حمام يجوز كضرب النوبة وعن الحسن لا بأس بالدف فی العرس ليشتهر وفی السراجية اذا لم يكن له جلاجل ولم يضرب على هيئة التطرب هذا كله فی الشامی [3]

---

[1] درمختار، کتاب الحظر والاباحة، ج ۲، ص ۹۶ -

[2] شامی، 〃 ، ج ۵، ص ۲۲۳ -

[3] ایضاً، 〃 〃 〃 〃

ودرکتاب شہادۃ درمختار آمدہ :۔

واما المغنی لنفسہ لدفع وحشتہ فلا بأس بہ عند العامۃ عنایۃ وصححہ العینی وغیرہ وقال ولو فیہ وعظ و حکمۃ فجائز اتفاقا ومنہم من اجازہ فی العرس کما جاز ضرب الدف فیہ ومنہم من اباحہ مطلقا ومنہم من کرہہ مطلقا وفی البحر والمذہب حرمتہ مطلقا فانقطع الاختلاف بل ظاھر الھدایۃ انہ کبیرۃ ولو لنفسہ واقرہ المصنف قال ولا تقبل شہادۃ من یسمع الغناء او یجلس مجلس الغناء (درمختار) [1]

پس آنکہ غناء صوفیہ کرام است کہ دراں توحید و توصیف و نعت می باشد مباح است و آنکہ غناء عوام است کہ دراں کلام فحش و کذب آمیز می باشد و لبوئے عشق مجازی کشد حرام است و در عینی شرح کنز نوشتہ :۔

وان انشد شعرا فیہ وعظ وحکمۃ فھو جائز بالاتفاق وان کان فیہ ذکر امرأۃ معینۃ فان کانت میتۃ او کان فیہ ذکر امرأۃ غیر معینۃ فلا باس بہ و ان کانت معینۃ وھی حیۃ یکرہ ومن المشائخ ومن اجاز الغناء فی العرس الا تری انہ لا بأس بضرب الدف فیہ اعلانا للنکاح ومنہم من قال اذا کان یتغنی لیستفید فیہ نظم الفرائد ویصیر بہ فصیح اللسان لا بأس بہ وفیہم کرہہ مطلقا ومنہم من اباحہ مطلقا انتہی ما فی العینی [2]

البتہ سماعیکہ لبوئے فسق و فجور کشد و از احکام شرعیہ باز دارد حرام است کما فی العینی

---

[1] درمختار، کتاب الشہادات، باب القبول وعدمہ، ج ۲ : ص

[2] شرح کنز، للعینی،

شرح الکنز:-

وھذا نص صریح فی تحریم الرقص الذی تمید متصوف الوقت وسماع الطیب فانما ھو سماع فیہ انواع الفسق وانواع العذاب فی الاٰخرۃ انتہی[۱]

ایں چنیں سماع در متقدمین رائج نبود چرا کہ او شان صوفی بودند ایں حال متکلف بصوفی ست کہ خود را برنگ در لباس صوفی کردہ اند واز حقیقت صوفیہ بے خبر اند کما یشعر بہ المتصوف

وہمچنیں ابن الہمام کمال الدین محمد در فتح القدیر[۲] فرق کردہ است مابین سماع حرام وسماع مباح فانی ترکتہ لتطویل وہمچنیں در احیاء العلوم[۳] نوشتہ است۔

خلاصہ آں ایں است کہ غناء صوفیہ کرام مباح است وغناء فساق حرام وہکذا فرق کردہ مابین غناء صوفیہ وغناء فساق در عینی شرح ہدایہ[۴]:-

لان التغنی للناس مکروہ باتفاق المشائخ والتغنی سماع الغیر مکروہ عند عامۃ المشائخ ومن الناس من اباح ذلک فی العرس والولیمۃ کما ابیح ضرب الدف فیھما وان کان فیہ نوع لھو ومنھم من قال اذا تغنی لیستفید بہ نظم القوافی و یصیر بہ فصیح اللسان لا بأس بہ واما التغنی لنفسہ فقیل لا یکرہ وبہ اخذ السرخسی لما روی عن انس انہ دخل علی ابیہ براء بن مالک وھو من زھاد الصحابۃ رضی اللہ عنھم وکان یغنی وقیل جمیع ذلک مکروہ وبہ اخذ شیخ الاسلام خواھرزادہ ویحمل حدیث براء علی انہ کان ینشد الاشعار المباحۃ التی

---

[۱] شرح کنز، کتاب الکراہیۃ، فصل فی البیع الخ، ص ۳۵۲۔

[۲] تکملہ، فتح القدیر، کتاب الکراہیۃ، فصل فی الاکل والشرب، ج ۸، ص ۲۵۱۔

[۳] احیاء العلوم، کتاب آداب السماع، ج ۲۔

[۴] شرح ہدایہ، للعینی۔

فیہا ذکر الوعظ و الحکمۃ و انشاد الشعر لاباس بہ انتہی ما فیہ ۔

بہر حال غنا، بہ اشعار کہ دراں نصیحت و حکمت باشد جائز است کجا کہ منجر بشوق الٰہی و معرفت وحدانیت او تعالےٰ شود کما کان غناء المتقدمین من الصوفیۃ و قاضی ابو الطیب الطبری از شافعی و مالک و ابی حنیفہ و سفیان و از جماعۃ علماء نقل کردہ کہ غنا حرام است کما فی الاحیاء ۔

فقد حکی القاضی ابو الطیب الطبری عن الشافعی و مالک و ابی حنیفۃ و سفیان و جماعۃ من العلماء الفاظا یستدل بہا علی انہم ارادوا تحریمہ و قال الشافعی فی کتاب اداب القضاء ان الغناء لہو مکروہ یشبہ الباطل و من استکثر منہ فہو سفیہ ترد شہادتہ و قال القاضی ابو الطیب استماع من المرأۃ التی لیست بمحرم لہ لا یجوز عند اصحاب الشافعی بحال سواء کانت مکشوفۃ او من وراء حجاب و سواء کانت حرۃ او مملوکۃ و قال قال الشافعی صاحب الجاریۃ اذا جمع الناس لسماعہا فہو سفیہ ترد شہادتہ و قال و حکی عن الشافعی انہ کان یکرہ الطقطقۃ بالقضیب و یقول وضعتہ الزنادقۃ لیشتغلوا بہ عن القرآن و قال الشافعی و یکرہ من جہۃ الخبر اللعب بالنرد اکثر مما یکرہ نحب بشیئ من الملاہی ولا احب اللعب بالشطرنج و اکرہ کل ما یلعب بہ الناس لان اللعب لیس من صنعۃ اہل الدین ولا المروءۃ و اما مالک فقد نہی عن الغناء و قال اذا اشتری جاریۃ فوجدہا مغنیۃ کان لہ ردہا و ہو مذہب سائر اہل المدینۃ الا ابراہیم بن سعد وحدہ و اما ابو حنیفۃ فانہ کان یکرہ ذلک و یجعل سماع الغناء من الذنوب و کذلک سائر اہل الکوفۃ سفیان الثوری و حماد و ابراہیم و الشعبی و غیرہم فہذا کلہ

نقله القاضی ابو الطیب الطبری انتهی[1]

پس این غناء محرم مغناء عوام الناس است که از احکام شرعیه باز دارد و مائل بگناه می سازد و از صوم و صلوٰة مانع گردد و بفسق و فجور می کشد و اما آنکه بمعرفت الٰہی و شناخت وحدانیت باری تعالیٰ و ذوق و شوق بسوئے او تعالیٰ می کشد و از صوم و صلوٰة مانع نگردد مباح است و این غناء خاص اہل اللہ است چنانچہ از صحابہ عبد اللہ بن جعفر و ابن الزبیر و مغیرہ بن شعبہ و معاویہ وغیرہم و تابعین و سلف صالحین شنیدہ از مثل اہل مکہ و اہل مدینہ و ابا مروان قاضی و عطاء و ابو الحسن و جنید و سری سقطی و ذو النون وغیرہم کما قال فی الاحیاء[2]:-

ونقل ابو طالب المکی اباحة السماع عن جماعة فقال سمع من الصحابة عبد اللّٰه بن جعفر وابن الزبير والمغيرة بن شعبة ومعاوية وغيرهم وقال قد فعل ذٰلك كثير من السلف الصالح صحابي وتابعي باحسان وقال لم يزل الحجازيون عندنا بمكة يسمعون السماع فی افضل ايام السنة وهی الايام المعدودات التی امر اللّٰه عباده فيها بذكره كايام التشريق ولم يزل اهل المدينة مواظبين كاهل مكة على السماع الى زماننا هٰذا فادركنا ابا مروان القاضی وله جوار يسمعن الناس التلحين قد اعدهن للصوفية قال وكان لعطاء جاريتان يلحنان فكان اخوانه يستمعون اليهما قال وقيل لابی الحسن بن سالم كيف تنكر السماع وقد كان الجنيد والسری السقطی وذو النون يسمعون فقال وكيف انكر السماع وقد اجازه وسمعه من هو خير منی فقد كان عبد اللّٰه بن جعفر الطيار يسمع وانما انكر اللهو واللعب فی السماع وروی عن يحيى بن معاذ انه قال فقدنا ثلاثة اشياء فما نراها و

---

[1] احیاء العلوم، کتاب آداب السماع، ج ۲، ص ۲۶۶، ۲۶۷ -

[2] ایضاً ، ، ، ، ص ۲۶۷ -

لا یراها تزداد و الا قلۃ حسن الوجہ مع الصیانۃ وحسن القول مع الدیانۃ وحسن الاخاء مع الوفاء ورأیت فی بعض الکتب ہٰذا محکیا بعینہ عن الحارث المحاسبی وفیہ مایدل علی تجویزہ السماع وکان ابن مجاہد لا یجیب دعوۃ الا یکون فیہا سماع۔

دریں جا کدام معترض اعتراض بسیان نیارد کہ در ہدایہ[1] مذکور است قبول دعوتیکہ دراں غنا باشد نباید کرد و فرمود ابوحنیفہ ابتلیت کہ بحرمت غنا دلالت می کند زیرا کہ آں غنا عوام الناس بود کہ دراں سوا ر لہو و لعب وفسق و فجور دیگرے نبود و غنا صوفیہ کرام کہ مباح است در حق آں امام ابتلیت نہ فرمودہ :-

وکان ابو الحسن العسقلانی الاسود من الاولیاء یسمع ویولہ عند السماع وصنف فیہ کتابا ورد فیہ علی منکریہ وکذٰلک جماعۃ منہم صنفوا فی الرد علی منکریہ وحکی عن بعض الشیوخ انہ قال رأیت ابا العباس الخضر علیہ السلام فقلت لہ ما تقول فی ہٰذا السماع الذی اختلف فیہ اصحابنا فقال ہو الصفو الزلال الذی لا یثبت علیہ اقدام العلماء وحکی عن ممشاد الدینوری انہ قال رأیت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی النوم فقلت یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ہل تنکر من ہٰذا السماع شیئا فقال ما انکر منہ شیئا ولٰکن قل لہم یفتتحون قبلہ بالقراٰن و یختمون بعدہ بالقراٰن۔

وحکی عن طاہر بن بلال الہمدانی الوراق وکان من اہل العلم انہ قال کنت معتکفا فی جامع جدۃ علی البحر فرأیت یوما طائفۃ یقولون فی جانب منہ قولا ویستمعون

---

[1] ہدایہ، کتاب الکراہیۃ، فصل فی الاکل والشرب، ج ۴، ص ۴۲۹۔

فانکرت ذلک بقلبی وقلت فی بیت من بیوت اللہ یعرو
الشعر قال فرأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم تلک اللیل
وھو جالس فی تلک الناحیۃ والی جنبہ ابوبکر رضی اللہ عنہ
واذا ابوبکر یقول شیئاً من القول والنبی صلی اللہ علیہ وسلم
یستمع الیہ ویضع یدہ علی صدرہ کالواجد بذلک فقلت
فی نفسی ما کان ینبغی لی ان انکر علی اولئک الذین کانوا
یستمعون وھذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یستمع
وابوبکر یقول فالتفت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وقال ھذا حق بحق او قال حق من حق انا اشک فیہ۔

وقال الجنید تنزل الرحمۃ علی ھذہ الطائفۃ
فی ثلاث مواضع عند الاکل لانھم لا یاکلون الا عن فاقۃ
وعند المذاکرۃ لانھم لا یتجاوزون الا فی مقامات الصدیقین
وعند السماع لانھم یسمعون بوجد ویشھدون حقا۔

وعن ابن جریج انہ کان یرخص فی السماع فقیل لہ
ایؤتی بہ یوم القیامۃ فی جملۃ حسناتک او سیئاتک فقال
لا فی الحسنات ولا فی السیئات لانہ شبیہ باللغو وقال
اللہ تعالی لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم۔ انتہی
ما فی احیاء العلوم [1]

پس از اقوال مذکورہ معلوم گردید کہ سماع صوفیہ کرام متقدمین مباح است لا ینبغی عند
السلامۃ۔

و در عوارف المعارف[2] شیخ شہاب الدین سہروردی نوشتہ کہ جنید بغدادی و سری
و ذوالنون مصری و امام جعفر طیار سماع می کردند و ہم چنین حسن بن سالم لہو و لعب را انکار می کرد

---

[1] احیاء العلوم، کتاب آداب السماع، ج ۲، ص ۲۶۸۔

[2] عوارف المعارف، باب ۲۲، ص ۲۲۳، ۲۲۴۔

کہ خالی از لہو و لعب سے بود مباح می دانستہ :-

قیل لابی الحسن بن سالم کیف تنکر السماع وقد کان الجنید و السری السقطی و ذوالنون یستمعون فقال کیف انکر السماع وقد اجازہ و سمعہ من ھو خیر منی فقد کان جعفر الطیار یسمع و انما المنکر اللھو و اللعب فی السماع و ھذا القول الصحیح۔

ازیں جا صاف ظاہر گردید کہ ما بین سماع صوفیہ کرام و غنا عوام الناس فرق بعید است آں مباح و ایں حرام و شاہ ولی اللہ دہلوی در ازالۃ الخفا می نویسد کہ :-

" حضرت عمر بموجودگی ابوعبیدہ بن الجراح و عبدالرحمٰن بن عوف وغیرہم صحابہ از ابا عبداللہ غنا و سماع اشعار کردند ابو عمر عن خوات بن جبیر خرجنا حجاجا مع عمر بن الخطاب فسرنا فی رکب فیھم ابو عبیدۃ بن الجراح و عبد الرحمٰن بن عوف فقال القوم غنینا من شعر ضرار فقال عمر دعوا ابا عبداللہ فلیغن من ھنیات فوادہ یعنی من شعرہ قال فما زلت اغنیھم حتی کان السحر فقال عمر ارفع لسانک فقد اسحرنا انتہی [1]

و در ہمیں ازالۃ الخفا نقلاً از روضۃ الاحباب نوشتہ است بروایت جابر بن عبداللہ در حال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اشعار شنیدن و گریہ کردن و رقت نمودن حضرت عمر کہ :-

" امیر المومنین عمر شبی گذر کرد ازانجا صدائے حزیں می آمد، اشعار

علی محمد صلوٰۃ الابرار

صلی علیہ المصطفون الاخیار

قد کنت قواما ابکار الاسحار

یالیت شعری و المنایا اطوار

---

[1] ازالۃ الخفاء، رسالہ تصوف، فصل ۵، ج ۲، ص ۱۷۷ -

هل یجمعنی وحبی الدار

گریہ بر امیر المؤمنین غلبہ کرد و بآواز بلند گریست و مکرر از گوینده آنرا طلب کرد و
مکرر رقت نمود باز گفت عمر دریں ابیات ذبح نمود عمر فاغفر له یا غفار[1]

پس خلاصہ مرام آنکہ فی زماننا کہ متصوفہ غنا با مزامیر و رقص و سرود میکنند
و سماع متقدمین جائز است لا ریب فیہ کما فی العالمگیریۃ[2]

سئل الحلوانی عن السماع والقول والرقص
الذی یفعله المتصوفة فی زماننا حرام
لا یجوز القصد الیه والجلوس علیه وهو الغناء و
المزامیر سواء وجوزه التصوف و احتجوا بفعل المشائخ
من قبلهم قال وعندی أن ما یفعلونه غیر ما یفعله هؤلاء
فان فی زمانهم ربما ینشد واحد شعرا فیه معنی
یوافق احوالهم فیوافقه ومن کان له قلب رقیق اذا سمع
کلمة توافقه علی امر هو فیه ربما یغشی علی عقله فیقوم
من غیر اختیار و تخرج حرکات منه من غیر اختیاره وذلك
مما لا یستبعد ان یکون جائزا مما لا یؤخذ به ولا یظن
فی المشائخ انهم فعلوا مثل ما یفعل اهل زماننا من اهل
الفسق والمباحین والذین لا علم لهم باحکام الشرع و
انما یتمسك بافعال اهل الدین كذا فی جواهر الفتاوی۔
هذا مما علمنی ربی وعلم الصواب عند ربی وصلی
علی خیر خلقه محمد وآله وسلم۔

تمت بالخیر

بتاریخ ہشتم ربیع الثانی سنہ ۱۳۱۱ھ یوم پنجشنبہ مطابق ۱۹ اکتوبر ۱۸۹۳ء بمقام ہردوئی اختتام یافت
کتبہ: اضعف الرحیم محمد مسعود دہلوی عفی عنہ

---

[1] ازالۃ الخفاء، رسالہ تصوف، فصل ۵، ج ۲، ص ۱۴۴۔
[2] عالمگیری، کتاب الکراہیۃ، باب ۱۷، ج ۵، ص ۳۵۲۔

سوال ۱۵۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ موتی کے ہاتھ کو بعد مرگ کے باندھنا چاہیے یا سیدھا رکھنا چاہیے؟ جو کچھ موافق شرع کے ہو تحریر فرماویں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

ہاتھ موتی کے بعد مرگ کے باندھنے نہ چاہیے بلکہ سیدھے دونوں جانب رکھنے چاہییں۔

ویوضع یداہ من جانبیہ لا علی صدرہ لانہ من عمل الکفار (شامی) فقط

حررہ واجابہ خاک رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۲۷ رمضان ۱۳۰۰ھ ہجری

باب ۷

سیاسیات

سوال ۱۵۶

۱۔ ایک قصبے میں ہنود نے چاہا کہ ایک میلہ کریں اور کٹرہ چوبی بنا کر بت رکھیں موقع ایسا ہے جو قریب ہے مسجد اور ایک خانقاہ شاہ ولایت کے اس کے مسلمانوں نے درخواست گذاری کہ ایسے موقع پر بت نہ رکھے جاویں۔ ہنود اور چاہا کہ ایسے راستہ سے بت لے جاویں کہ جس طرف اہل اسلام کی آبادی ہے۔ اس کے روک کے واسطے اہل اسلام نے گرم جوشی کی اور حکام سے چاہی۔ آیا ایسا کرنا اہل اسلام پر لازم تھا یا نہیں کہ بت قریب مسجد و خانقاہ کے جاویں اور بت کو چہا ہے اہل اسلام میں نہ پھرائے جاویں۔

۲۔ دوم بباعث اس کے کہ ہنود کی خواہش کے موافق ان کو بتوں کے لے جانے کا نہ ملا تھا، وہ موقع عید لضحے پر مستعد دنگہ و فساد ہوئے مگر اہل اسلام نے نرمی کا راستہ اختیار کیا اس سے کوئی دنگہ و فساد نہیں ہوا بفضل اللہ تعالیٰ کا شامل حال مگر ولولہ و شورش ہنود کی کم نہ ہوئی اندیشہ تھا کہ محرم کے موقع پر ضرور ہنود فساد کریں اس لئے زیادتی اتفاق و ارتباط باہم فرقہ شیعہ و سنت و جماعت کی زیادہ ضرورت ہوئی بسبب اتفاق شوکت اسلام فریق ثانی پر ظاہر ہووے۔ فرقہ سنّی کے بعض اکابر محفل میں بوجہ اس کے کہ شیعوں نے عہد کر لیا تھا کہ تبرا وغیرہ جو دل دکھانے والی بات منہ پر نہ لاویں گے، دو ایک بار گئے کوئی ماتم وغیرہ میں شامل نہیں ہوا۔

آیا جانا اہل سنت و جماعت کا باوجود اس کے کہ نیت میں کوئی فساد نہیں نہ بدعات شیعہ کو دل سے اچھا جانا جو گنہ گاری کی صورت پیدا کرتا ہے؟

ظاہر ہے کہ مسلمین ہر جگہ کے بسبب کمی دولت و نہ دولیاقت کے مقابلت کی نہیں کر سکتے۔ اکابرین نے چاہا کہ جان و مال و آبرو اہل اسلام امن و امان سے اور حاکم بحال نے بھی بلا کر ایسا ہی کیا ہے کہ ایسی ایسی تدبیریں کرنی چاہئیں کہ اس اکابرین نے اہل اسلام کی راہ سے وقت مقررہ پر تعزیہ شہر کے باہر ہو جانے کے ہمراہ جا کر کے تعزیہ کو باہر آبادی سے کرا دیا۔

آیا یہ فعل اہل سنت و جماعت باعث ان لوگوں کا جو کہ ایسے ایسے

شامل نہ ہوئے تھے اور نہ شامل ہونے کو دل سے اچھا جانتے تھے، باعث ان کی معصیت کا ایسے احوال کے باعث ہوتا ہے اور کفر اور شرک ؟

الجواب

جواب سوال اول کا واضح ہو کہ اہل اسلام کو ایسا ہی چاہیے تھا کہ قریب مسجد کے بت نہ رکھا جاوے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام سے عہد کیا کہ مسجد کو پاک کریں ہر امر بد سے :-

وعهدنا الی ابراهيم واسمعيل ان طهرا بيتی للطائفين والعاكفين والركع السجود [1]

اس آیت میں تطہیر سے مراد پاکی ہر امر و فعل سے ہے کہ لائق مسجد کے ہو :-

اما قوله ان طهرا بيتی فيجب ان يراد به التطهير من كل امر يليق بالبيت فاذا كان موضع البيت وحواليه مصلی وجب تطهيره من الشرك وعبادة غير الله (تفسير كبير) [2]

اسی واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے خارج کرنے یہود کے جزیرہ عرب سے حکم فرمایا تھا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے چنانچہ حسب حکم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہود کو نکالا کہ گرد مسجد کے بت پرستی کی جاوے اور بت رکھا جاوے۔ ایسا ہی لکھا ہے تفسیر احمدی میں :-

وقوله ان طهرا بيتی للطائفين معناه ان طهرا بيتی عن الانجاس والاوثان والخبائث والمعاصی انتهی ما فيه [3]

---

[1] سورۃ البقرہ، آیت ۱۲۵ -

[2] تفسیر کبیر، سورۃ البقرہ، زیر آیت ۱۲۵، ج ۱، ص ۵۰۰ -

[3] تفسیر احمدی، ” ” ص ۳۶ -

(ترجمہ) یعنی مسجد کو بتوں اور گناہوں اور پلید اشیاء سے پاک کرو۔

اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام [1]

یعنی مشرک لوگ مسجد کے قریب بھی نہ جاویں۔

ماسوائے اس کے کہ بت رکھنا قریب مسجد کے موجب فساد عظیم کا ہے کیونکہ جس وقت
نے وقت پوجا کے سنکھ بجایا، یہ امر موجب ناراضگی اہل اسلام کا ہوا اور اذان بوقت نماز موجب
اہل ہنود سے خاص کر بوقت صبح و شام کہ ہر دو آوازیں جمع ہوتی ہیں، یہ امر باعث سخت فساد
ہر دو فریق کا ہے، ایسے فساد کا دور کرنا موجب اجر عظیم اور اتفاق ہر دو فریق اور آسائش
کیونکہ فساد کو بعد امن و امان کے اللہ تعالیٰ منع فرماتا ہے :۔

ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا [2]

قبل اس کے کہ بت قریب مسجد کے ہو امن اور اتفاق تھا، بعد رکھنے بت کے قرب مسجد کے
اشد فساد اور نااتفاقی کا تھا پس دور کرنا ایسے فساد کا باعث خوشنودی خدا اور رسول
اللہ تعالیٰ فساد کو دوست نہیں رکھتا ہے :۔

واللہ لا یحب الفساد [3]

پس فساد کا کرنے والا، بغض کا رکھنے والا خدا کا اور دوستی خدا کو
والا ہوگا :۔

فیصیر فاعلہ مبغضا مسقطا عن حبہ۔

(تفسیر حقانی) [4]

اور جو شخص کہ فساد کرنے سے باز نہ رہے یا بباعث طمع نفس اور عزت کے مرتکب فساد کا ہو

---

[1] سورۃ البراءۃ، آیت ۲۸۔

[2] سورۃ الاعراف، آیت ۵۶۔

[3] سورۃ البقرۃ، آیت ۲۰۵۔

[4] تفسیر حقانی۔

واذا قیل لہ اتق اللہ فی الافساد والاھلاک

اخذتہ العزۃ ای غلبتہ عزتہ فمنعتہ عن قبول

قول الناصح وامرتہ بالاثم لہ

پس ایسے شخص کے واسطے جہنم ہے فحسبہ جہنم۔

جواب سوال دوم — اول معلوم ہو کہ بوقت غلبہ وایذا مشرکین موافقت اور معاونت اہل کتاب سے عند الشرع جائز ہے جیسا کہ بسبب غلبہ وایذا مشرکین مکہ معظمہ صحابہ کرام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے ہجرت کرنے کے بسوے حبش کہ رئیس اس جگہ کا اہل کتاب تھا حکم دیا اور اکثر صحابہ وہاں گئے اور اس رئیس سے موافقت کر کے اپنی عبادت میں بلا دہشت اور ایذا کے مشغول رہے اور رئیس ان کا معاون اور موافق رہا بعدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحکم خدا تعالیٰ بسبب ایذا مشرکین مکہ مع حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے کہ اس جگہ بھی اہل کتاب تھے پس چونکہ یہود و نصاریٰ نے فقط وحدانیت میں شامل اہل اسلام کے تھے اور ہیں اور اہل شیعہ وحدانیت اور رسالت کے اقرار میں شامل اہل اسلام کے ہیں فقط ہر سہ خلیفہ کے منکر ہیں اس لئے مقابل اہل شرک کے بحالت غلبہ وشورش اہل ہنود موافقت اور شراکت اہل شیعہ درست اور جائز ہوئی اور موجب کسی گناہ کا نہ ہوا اور ایسے ہی حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے :۔

عن ابن عباس قال کان النبی صلی اللہ

علیہ وسلم یحب موافقۃ اھل الکتاب فیما لم یؤمر

فیہ متفق علیہ [۲]

اور جب کہ اہل شیعہ نے عہد کر لیا کہ خلاف عقائد اہل سنت وجماعت تبرا وغیرہ نہ کریں گے اور ان کی مجلس میں نہ ہوا پس شریک ہونا ایسی مجلس میں بوقت ضرورت اور مقابل اہل شرک، موجب گناہ کا نہیں جیسا کہ آیہ کریمہ سے ثابت ہوتا ہے :۔

واذا رأیت الذین یخوضون فی ایتنا فاعرض

---

[۱] تفسیر

[۲] مشکاۃ، کتاب اللباس، باب الترجل، حدیث ،، فصل ۱۔

عنهم حتی یخوضوا فی حدیث غیره و اما ینسینک
الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم
الظلمین ٥ [1]

اور اسی طرح دوسری آیہ کریمہ ہے :-

وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم
ایات الله یکفر بها ویستهزأ بها فلا تقعدوا معهم
حتی یخوضوا فی حدیث غیره [2]

پہلی آیت میں بظاہر خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور ضمناً تمام مومنین
میں شامل ہیں اور دوسری آیت میں خطاب اور حکم تمام مومنین کو ہے،
اور انتہار عدم مجالست اور مخالطت با اہل عناد و فساق تا تکلم کلمات خلاف حضر
اہل اسلام ہے جب کہ کسی مجلس میں اس قسم کے کلمات مثل تبرا وغیرہ کے نہ ہوں، مجالست
مجلس میں جائز ہوئی جیسا کہ مفہوم حتی یخوضوا فی حدیث غیره کا ہے جیسا کہ
کیا ہے اس کا تبصیر الرحمٰن میں :-

وکیف یصح صحبة الطاعنین و لا تصح
صحبة من لا یطعن انتہی [3]

چنانچہ آیت مابعد اس کی دال ہے اس امر پر کہ جب طعن اور تشنیع سے ملحدین باز رہیں
وقت مجالست ممنوع نہیں ہے :-

وما علی الذین یتقون الله من حسابهم
ای الخائضین من شئ اذا جالسوهم
ولکن علیهم ذکری تذکرة لهم و موعظة لعلهم
یتقون الخوض (تفسیر جلالین) [4]

---

[1] سورۃ الانعام، آیت ٦٨ -

[2] سورۃ النساء، آیت ١٤٠ -

[3] تبصیر الرحمٰن،

[4] تفسیر جلالین، سورۃ الانعام، زیر آیت ٦٩ -

پس جب کہ اہل شیعہ نے غرض یعنی طعن صحابہ کا چھوڑ دیا پھر مجالست ممنوع نہ ہوئی کیونکہ مصداق یتقون کے ہوگئے، پس واسطے شوکت اسلام کے بمقابل اہل شرک شمول تعزیہ بحالت تنفر قلبی موجب کفر وشرک کا نہیں جیسا کہ مفاد یتقون اللہ من حسابہم من شیئ کا ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بصورت عدم قوت امر بالمعروف اور نہی منکر کے ہاتھ اور زبان سے انکار اور دل سے بُرا جاننا موجب ایمان کا ہے :-

عن ابی سعید قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ وان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان رواہ مسلم [1]

پس بحالت عدم قوت اور مفسدہ عظیمہ کے انکار قلبی اور دل سے بُرا جاننا بدعات کا، موجب ایمان کا ہے :-

من ترکہا بلا قدرۃ او یری المفسدۃ اکثر ویکون منکرا بقلبہ فہو من المؤمنین (مرقاۃ) [2]

اور جب کہ نہی بلسان ہو چکی تا ایں کہ تبرا وغیرہ موقوف ہوگیا اور انکار قلبی بھی پائے گئے پس بحوائے آیہ کریمہ :-

علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم [3]

کسی قسم کا ضرر مؤمنین کو نہیں ہے اور کفر شرک بتانا موجب گناہ عظیم کا ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکپارہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۲۱ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ ہجری

---

[1] مشکاۃ، کتاب الآداب، باب الامر بالمعروف، حدیث ۱، فصل ۱۔

[2] مرقاۃ، شرح مشکاۃ، کتاب الآداب، باب الامر بالمعروف، ج ۹، ص ۳۲۸۔

باب ۸

متفرقات

سوال ۱۵۷

چہ فرمایند علماء دین اس میں کہ زید کہتا ہے مٹی کا کھانا حرام ہے مطلقاً خواہ مدینہ منورہ کی ہو

جس کو لوگ خاک شفا قرار دے کر کھاتے ہیں، یا اور کسی جا کی مثلاً کربلا و مزار بعض اولیاء کی

چنانچہ بعض جہلاء اس زمانے میں مروج ہے اور عمرو کہتا ہے کہ مدینہ منورہ کی مٹی کھانا جائز

ہے اور زید کہتا ہے کہ جب تک یہ ثبوت شارع سے نہ ہوگا میں نہیں تسلیم کروں گا۔ پس قول

زید کا معتبر ہے یا عمرو کا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

واضح ہو کہ مٹی کھانا مطلقاً حرام نہیں ہے کیونکہ مٹی پاک ہے جیسا کہ فرمایا اللہ نے

فتیمموا صعیدا طیبا [1]

چنانچہ کہا ہے محمد فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں :-

والصعید الطیب ھو الارض التی لا سبخۃ فیہا [2]

اور اسی طرح سے ہے حدیث شریف میں کہ مٹی پاک ہے :-

وجعلت تربتہا لنا طہورا اذا لم یجد

الماء (رواہ مسلم) [3]

اور امام نووی شارح صحیح مسلم لکھتے ہیں کہ مٹی پاک اور حلال ہے :-

واما الطیب فالاکثرون علی ان الطاہر

وقیل حلال [4]

اور دوسری حدیث شریف میں آیا ہے :-

---

[1] سورۃ النساء، آیت ۴۳ -

[2] تفسیر کبیر، سورۃ النساء، زیر آیت ۴۳، ج ۳، ص ۴۲۲ -

[3] مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ، ج ۱، ص ۱۹۹ -

[4] شرح مسلم، کتاب الحیض، باب التیمم، ج ۱، ص ۱۶۰ -

وجعلت لی الارض طیبۃ طهورا و مسجدا

(رواہ مسلم) [1]

جب کہ آیت اور حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ مٹی پاک اور حلال ہے تو کھانا بھی مطلقاً جائز ہوا خواہ مدینہ منورہ کی خواہ غیر اس کے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

کلوا من الطیبٰت ما رزقنٰکم [2]

البتہ عادۃً نہ پکڑے اور کثرت سے نہ کھائے کہ موجب بیماری کا ہے اس لئے فقہاء مٹی کھانے پر عادۃً پکڑنے کو مکروہ تنزیہہ لکھتے ہیں بجہت بیماری اور نقصان جسم و جمال کے، نہ کہ بجہت حرمت اور ناپاکی کے، اور اگر گاہے گاہے کھائے یا قلیل ہو تو درست اور جائز ہے چنانچہ مٹی مدینہ منورہ کی گاہے قلیل کھاتے ہیں، درست ہے:-

ذکر شمس الائمۃ الحلوانی فی شرح صومہ اذا کان یخاف علی نفسہ انہ لو اکلہ اورث ذلک علۃ او آفۃ لا یباح لہ التناول وکذلک هذا فی کل شیئ سوی الطین وان کان یتناول منہ قلیلا او کان یفعل ذلک احیانا لا باس بہ (هذا فی المحیط)

وسئل عن بعض الفقهاء عن اکل الطین البخاری ونحوہ قال لا باس بذلک ما لم یضر وکراهۃ اکلہ لا للحرمۃ بل لتهییج الداء والمرأۃ اذا اعتادت اکل الطین تمنع من ذلک اذا کان یوجب نقصانا فی جمالها (کذا فی المحیط هذا کلہ فی العالمگیریۃ) [3]

---

[1] مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، ج ۱، ص ۱۹۹ -

[2] سورۃ البقرہ، آیت ۱۷۲ -

[3] عالمگیری، کتاب الکراهیۃ، باب ۱۱، ج ۵، ص ۳۴۱ -

پس قول زید کا کہ مٹی کھانا حرام ہے، غیر صحیح اور غیر معتبر ہے اور قول عمرو کا معتبر اور صحیح ہے۔

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دھلوی

۲۲ ربیع الثانی ۱۲۹۷ھ ہجری

سوال ۱۵۸

بعد از حمد و صلوٰۃ مسکین شیخ رحیم بخش ملقب بہ محمد مسعود نقشبندی بجواب شخصے کہ حقہ نوشیدن را کفر می داند و حرام می گوید و نماز جنازہ اش خواندن روا ندارد۔

بر ماہران آیات قرآنی و احادیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام و فقہ حنفی محتجب نماند اشیائے کہ براں دلیل حلت یا حرمت یافتہ نہ شود آں اشیاء مباح اند کما یثبت من الحدیث الذی رواہ ابوداؤد :-

عن ابن عباس قال کان اھل الجاھلیۃ یاکلون شیئا و یترکون اشیاء تقذرا فبعث اللہ نبیہ و انزل کتابہ و احل حلالہ وحرم حرامہ فما احل فھو حلال و ما حرم فھو حرام وما سکت عنہ فھو عفو و تلا قل[1] لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمہ الا ان یکون میتۃ الاٰیۃ رواہ ابوداؤد[2] و ھکذا رواہ الترمذی[3] و ابن ماجۃ[4] بترک الاٰیۃ۔

ازیں حدیث معلوم گردید اشیائے کہ اللہ تعالیٰ آنہا را حلال کردہ آنہا حلال اند و اشیائے

---

[1] سورۃ الانعام، آیت ۱۲۵۔

[2] ابوداود، کتاب الاطعمۃ، باب مالم یذکر تحریمہ، ج ۲، ص ۱۸۳۔

[3] ترمذی،

[4] ابن ماجہ،

کہ حرام کردہ حرام اند واز آیت ثابت شد کہ حلت وحرمت از وحی یا از علت منصوصہ یعنی از قطعی الثبوت و قطعی الدلالۃ ثابت می شوند نہ از قیاس موضوع، پس دراں اشیائے کہ آیت قرآنی واحادیث نبوی ساکت اند عفو اند یعنی مباح۔

وہم چنیں مفہوم می شود از حدیث ثانی :-

سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الحمر فقال ما انزل علی فیھا الا ھذہ الآیۃ الفاذۃ الجامعۃ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ رواہ البخاری [1]

چونکہ در حق حمر کدام آیت در باب حلت یا حرمت نازل نہ شدہ بود لہذا آنحضرت برآنہا حکم حلت یا حرمت نداد۔

وہم چنیں در حدیث دیگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ کہ اکثر ذی روح اند آنہا را نمی خورم ونہ حرام می گردانم :-

عن سلیمان قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الجراد فقال اکثر جنود اللہ لا اکلہ ولا احرمہ رواہ ابوداؤد [2]

دریں جا کدام برآیت واحادیث اعتراض نماید کہ ماسوا چہار اشیاء مذکورہ جز آیت دیگر اشیاء نیز حرام اند و جراد حلال پس قطعی الدلالۃ نماند بجواب آں گویم کہ اصل مطلوب از آیۃ ثبوت ایں امر است کہ حلت وحرمت از وحی ثابت می شود نہ کہ انحصار اشیاء محرمہ خواہ وحی جلی باشد خواہ خفی، دراں وقت حرمت ہمیں چہار اشیاء بود بعد ازاں حرمت دیگر اشیاء از وحی ثابت گردیدہ وہم چنیں حلت جراد، پس فیما نحن فیہ آیت قطعی الدلالۃ است وچونکہ بعد از نبوت وحی منقطع شد حکم حلت وحرمت ماسوا اشیاء محرمہ منصوصہ نیز منقطع گردید۔

وہم چنیں است در عینی شرح الکنز :-

---

[1] بخاری، کتاب المساقات، باب شرب الناس والدواب، ج ۱، ص ۳۱۹۔

[2] ابوداؤد، کتاب الاطعمۃ، باب فی اکل الجراد، ج ۲، ص ۱۷۸۔

لانه لما لم يجد فيه نصا لم يطلق عليه
الحرمة الا انه اذا وجد نصا يثبت القول في المنصوص
بالتحريم او التحليل انتهى ما فيه [1]

وہم چنیں در شامی نوشتہ است کہ نزد جمہور حنفیہ و شافعیہ و علامہ قاسم و شیخ اکمل الدین اصل
اشیاء مباح است کما فی التحریر والہدایۃ والخانیۃ :-

وصرح في التحرير بان المختار ان الاصل الاباحة
عند الجمهور من الحنفية والشافعية و تبعه
تلميذه العلامة القاسم وجرى عليه في الهداية
من فصل الحداد وفي الخانية من اول الحظر و
الاباحة ..... واليه اشار محمد فجعل الاباحة اصلا
والحرمة بعارض النهي ونقل ايضا انه قول اكثر
الفقهاء اصحابنا واصحاب الشافعي قال الشيخ
اكمل الدين في شرح اصول البزدوي انتهى [2]

پس ہر گاہ در حق تماکو کدام نص از شارع یافتہ نہ شد چرا بداں حکم حرمت یافتہ
شود و بر ہمیں اصل در حموی تصریح واقع شد کہ حقہ نوشیدن مباح است :-

وفي الهداية من فصل الحداد ان الاباحة
اصل انتهى [3]
ويظهر اثر هذا الاختلاف في المسكوت عنه

---

[1] شرح کنز، عینی
[2] شامی، کتاب الطہارۃ ج ۱، ص ۷۱، ۷۲ ۔
[3] الاشباہ، الفن الاول، القاعدۃ الثالثۃ، ص ۶۶ ۔

وتخرج عليها ما اشكل حالفمنها الحیوان المشکل امرہ والنبات المجهول سمیتہ (اشباہ)

وقولہ والنبات المجهول الخ یعلم من حل شرب الدخان (حموی) [1]

ہر گہ کہ ایں امر ثابت گردید کہ حلت وحرمت بلا وحی ثابت نمی شود :-

لما بین اللہ تعالی ان التحریم والتحلیل لایثبت الا بوحی قال قل لا اجد الخ (تفسیر کبیر) [3]

وبر تحریم تنباکو کدام وحی واقع نشدہ پس نوشیدن حقہ حرام نگردید -

وقتے کہ بحقہ حرمت منصوصہ بہ ثبوت نرسیدہ شارب آں کافر نہ گردید زیرا کہ مستحل ومعتقد حلت آں شے کافر می گردد کہ حرمت آں بہ دلیل قطعی ثابت شدہ باشد لہٰذا گر شارب آں :-

ذکر فی الفتاوی من انہ اذا اعتقد الحرام حلالا فان کان حرمتہ لعینہ وقد ثبت بدلیل قطعی یکفر والا فلا بان یکون حرمتہ لغیرہ او ثبت بدلیل ظنی (شرح فقہ اکبر[4]) وھکذا قال فی رد المحتار [5]

اذ الکفر بانکار القطعیات وھو لیس کذلک انتہی -

ثابت گردید کہ بر حرمت تنباکو کدام نص از شارع یافتہ نہ شد ودر اصل اباحت آں ثابت شد، پس باقی ماند علل حرمت کہ نجس[1] وفسق[2] وسمیۃ[3] ومضار اند -

---

[1] الاشباہ، الفن الاول، القاعدۃ الثالثہ، ص ۶۶ -

[2] شرح الاشباہ، حموی،

[3] تفسیر کبیر، سورۃ الانعام، زیر آیت ۱۴۵، ج ۴، ص ۱۶۷ -

[4] شرح فقہ اکبر، ص ۱۸۶ -

[5] شامی، کتاب الجهاد، باب المرتد، ج ۳، ص ۲۸۴ -

از تتبع جزئیات فقہیہ ایں امر معلوم گشتہ کہ اکثر جزئیات بر پاکی دخان دلالت می کنـ
منجملہ آں این است کہ نوشادر کہ از دخان نجس حاصل شود، پاک است، پس لامحالہ دخان پاک
است :-

اما النوشادر المستجمع من دخان النجاسة

فهو طاهر (شامی) [1]

پس دخان نجس نگردید بلکہ طاہر و در حکم ایں آیت داخل گردید :-

كلوا مما رزقكم الله [2] و

كلوا من طيبات ما رزقكم [3]

وبجہت عدم ورود نص در حرمت حقہ وعدم ثبوت آں علت فسق ہم نماند زیرا کہ مرتکب گناہ کبیرہ
حرام فاسق می شود، آں یافتہ نہ شد۔

وسمیۃ مضرہ نیز در تمباکو و دخان مفقود، پس باقی ماند علت مضارہ، وآں در تمباکو کم است نسبت
منافع زیرا کہ بسبب طبیعت تمباکو و دخان کہ گرم خشک است امزجہ مبردہ مرطوبین را بسیار نفع است
چنانچہ در مخزن منافع آں بیان نمودہ :-

" معطش ومجفف و دود آں مصلح فساد ہوائے وبائی و تعفن آں و منقی
رطوبات دماغ ومحرک آں وجہت درد دندان رطوبے و دربو بلغمی و سرفہ رطوبی
وضیق النفس بلغمی کشیدن وخائیدن وخوردن آں نافع و بدستور خوردن گڑاکو
(یعنی خمیرہ تمباکو) بمقدار دانہ نخودے ناشتا حب بستہ و سعوط سائیدہ برگ آں
مانند غبار جہت دفع نزلات دماغے بارد از کثرت کشیدن جہت استسقاء و مار گزیدہ
نافع دانستہ اند باد رار بول وعرق مفرط وچرکیکہ در آب سہ نے غلیان خصوصاً نزدیک
بسر غلیان کہ زرد شدہ باشد چوں از آن فتیلہ سازند یا فتیلہ را بداں آلودہ کردہ در ناسور
مزمن گزارند در سہ چہار مرتبہ نہایت شش ہفت مرتبہ التیام می یابد و چوں در چشم

---

[1] شامی، کتاب الطہارۃ، باب الانجاس، ج ۱، ص ۲۱۶ -

[2] سورۃ المائدہ، آیت ۸۸ -

[3] سورۃ البقرہ، آیت ۱۷۲ -

کشند شب کوری را زائل می گرداند خواہ آں چرک تازہ باشد خواہ خشک بطریق اکتحال و کشیدن تمباکو بر غلیان یا برگ سنبھالو بجہت دفع ضیق النفس و سرفہ مزمن و ظلمت البصر عارض از رطوبت و برودت نافع و گویند معیار صحت مزاج بدن است زیرا کہ مریض دا خصوص صاحب حمّی را خوش نمی آید کشیدن آں ۔ انتہیٰ [1]

پس بر نظر منافع و مصالح کثیرہ استعمال تمباکو و کشیدن آں حلال گردید چنانچہ او تعالےٰ مے فرماید :-

هو الذی خلق لكم ما فی الارض جمیعا [2]

زیرا کہ در محل امتنان او تعالےٰ فرمودہ پس ہر شے کہ او تعالےٰ برائے مصالح و منافع عباد پیدا کردہ است استعمال آں حلال است چرا کہ لام در لکم برائے انتفاع است کما فی التفاسیر :-

ای لاجلکم انتفاعکم فی دنیاکم باستنفاعکم بها فی مصالح ابدانکم بوسط کالادویة المرکبة او غیر وسط کالثمرة والادویة المفردة (تفسیر منیر [3]) هکذا فی التفسیر الکبیر [4]

و در دیگر آیت او تعالےٰ فرمودہ :-

قل من حرم زینة الله التی اخرج لعباده والطیبات من الرزق [5]

ازیں آیت نیز ثابت گردید کہ اصل در منافع و لذات اباحت و حل ہست کما فی التفسیر الکبیر :-

---

[1] مخزن الادویہ ، باب سوم ، فصل التاسع النون ، ص ۲۳۳ -

[2] سورۃ البقرۃ ، آیت ۲۹ -

[3] تفسیر سراج منیر ، سورۃ البقرۃ ، زیر آیت ۲۹ ، ج ۱ ، ص ۳۹ -

[4] تفسیر کبیر ، سورۃ البقرہ ″ ″ ″ ″ ص ۲۵۷ -

[5] سورۃ الاعراف ، آیت ۳۲ -

ان ھذہ الآیۃ تدل علی ان الاصل فی المنافع

واللذات الاباحۃ والحل انتہی [1]

واین نیز ازین آیت معلوم شد کہ مباح یا حلال را حرام کردن موجب وزر عظیم است

کما قال اللہ تعالی :-

فمن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا لیضل

الناس بغیر علم ان اللہ لا یہدی القوم الظلمین [2]

درین آیت او تعالے بر تحریم حلال و مباح ذم نمود و دیگر جا فرمودہ در ذم کفار :-

وحرموا ما رزقھم اللہ افتراء علی اللہ قد

ضلوا وما کانوا مھتدین [3]

در دنیا بجہت ضائع کردن منافع نفس کہ برائے او پیدا کردہ اللہ تعالی مذمت

ورزیدہ در آخرت بجہت افتراء کما قال فی تفسیر المنان :-

کیف یھتدون مع افترائھم علی المنعم

بانواع النعم بالتحریم الذی یبطل انعامہ وحکمتہ

فیہ انتہی [4]

و بسبب حرام کردن شہد مباح ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را او تعالے نہی کردہ

فرمود کہ :-

یا ایہا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک تبتغی

مرضات ازواجک [5]

---

[1] تفسیر کبیر، سورۃ الاعراف، زیر آیت ۵۷، ج ۴، ص ۲۴۵ -

[2] سورۃ الانعام، آیت ۱۴۴ -

[3] ایضاً ، آیت ۱۴۰ -

[4] تفسیر المنان، سورۃ الانعام، زیر آیت ۱۴۰، ج ص

[5] سورۃ التحریم، آیت ۱،

بس دیگراں را تحریم مباح چگونہ جائز باشد؛

واما ضرر تنباکو کہ مضر دل و دماغ، حار یابس و محرور المزاج و سوداوی و مورث سدہ و خفقان و تکدر حواس اند، پس بنظر بعلت ضرر نوشیدن حقہ حرام لغیرہ اعنی مکروہ تحریمی است [۱]

ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا [۲] ھذہ الاٰیۃ تدل علی ان الاصل فی المضار الحرمۃ و المنع علی الاطلاق (تفسیر کبیر) [۳]

اگرچہ بحیثیت غلبہ منافع بر ضرر حکم بر مباح دادہ می شود چنانچہ در تفسیر کبیر بیان کردہ:

فہٰذہ الاٰیۃ تقتضی حل کل المنافع وھذا اصل معتبر فی کل الشریعۃ لان کل واقعۃ تقع فاما ان یکون النفع فیہا خالصا او راجحا او الضرر یکون خالصا او راجحا او یتساوی الضرر والنفع او مرتفعا اما القسمان الاخیران وھو ان یتعادل الضرر و النفع او لم یوجد اقط ففی ھاتین الصورتین وجب الحکم ببقاء ما کان علی ما کان وان کان النفع خالصا وجب الاطلاق بمقتضی ھٰذہ الاٰیۃ وان کان النفع راجحا والضرر مرجوحا یقابل المثل بالمثل ویبقی قدر الزائد نفعا خالصا فیلتحق بالقسم الذی یکون النفع فیہ خالصا وان کان الضرر خالصا کان ترکہ خالص النفع فیلتحق بالقسم المتقدم وان کان الضرر راجحا بقی القدر الزائد ضررا خالصا فکان ترکہ نفعا خالصا انتہی ما فیہ [۴]

---

[۱] ... امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ بر اباحت قلیان کشیدن رسالہ مبارکہ "حقۃ المرجان لمہم حکم الدخان" تحریر نمودہ باید دید ۱۲ شرف قادری

[۲] سورۃ الاعراف، آیت ۵۶۔

[۳] تفسیر کبیر، سورۃ الاعراف، زیر آیت ۵۶، ج ۴، ص ۲۲۵ -

[۴] ایضاً،

ولیکن لوقت حضر مکروہ تحریمی خواہد شد واما علت کراہت تنزیہ کہ بدبوے دہن است

احادیث ثابت است :-

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اکل ثوما او بصلا فلیعتزلنا او لیعتزل مسجدنا ولیقعد فی بیتہ رواہ البخاری [1]

چنانچہ بصل وثوم در اصل مباح اند و بحیثیت بوئے بد دخول مسجد و مجالس عامہ و کـ
با بزرگاں منع است بکراہت تنزیہ ہم چناں حقہ بسبب بدبوئے آں دخول مسجد و مجالس ابـ
با بزرگان منع است بکراہت تنزیہہ کما تدل علیہ فلیعتزلنا ولیعتزل مسجـ
ولیقعد فی بیتہ ۔ چنانچہ امام نووی تصریح کردہ است و در حدیث نیز تصریح بر اباحت
آوردہ آں آمدہ :-

عن ابی ایوب قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتی بطعام اکل منہ وبعث بفضلتہ الی وانہ بعث الی یوما بقصعۃ لم یاکل منہا لان فیہا ثوما فسألتہ احرام ہو؟ قال لا ولکن اکرہہ من اجل ریحہ قال فانی اکرہ ما کرہت رواہ مسلم [2]

وفی شرح المسلم :-

قال لا ولکنی اکرہہ من اجل ریحہ ہذا تصریح باباحۃ الثوم وہو مجمع علیہ لکن یکرہ لمن اراد حضور المسجد او حضور جمع فی غیر المسجد او مخاطبۃ الکبار ویلحق بالثوم کل مالہ رائحۃ کریہۃ انتہی [3]

---

[1] بخاری، کتاب الاذان، باب ما جاء فی الثوم الخ، ج ۱، ص ۱۱۸ ۔

[2] مسلم، کتاب الاطعمۃ باب اباحۃ اکل الثوم الخ، ج ۲، ص ۱۸۳ ۔

[3] شرح مسلم، " " " " ۔

پس ثابت گردید کہ حقہ بہ علت ریح بد مکروہ تنزیہی است برائے آنکس کہ بہ مسجد رود یا مجالس عامہ یا مخاطب با اشراف گردد ورنہ لا باس فیہ، اور کلمہ من اجل سے یہی ثابت شدہ کہ علت کراہت ریح بد است ورنہ اصل مباح است باجماع امت فیہ :-

ثم ان هذا النهي انما هو عن حضور المسجد لا عن اكل الثوم والبصل ونحوهما فهذه البقول حلال باجماع من يعتد به (شرح مسلم) [1]

پس ثابت گردید از "نحوہما" کہ اصل تنباکو علت است و خصوصیت کراہت بہ ریح بد در حقہ منحصر بلکہ اگر گندہ دہن وغیرہ باشد ازیں حکم شامل است :-

قال العلماء ويلحق بالثوم والبصل والكراث وكل ماله رائحة كريهة من الماكولات وغيرها قال القاضي ويلحق به من اكل فجلا وكان يتجشى قال وقال ابن المرابطة ويلحق به من به بخر في فيه او به جرح له رائحة (شرح مسلم) [2]

واگر بہ کسے طریق بو را زائل گرداند مثل پختن ازیں حالت خوردن آں بلا کراہت جائز است چنانچہ صحابہ کرام خوردہ است و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیز برائے جواز دراں وقت خوردہ است چنانچہ در حدیث مسلم :-

فمن اكلهما فليمتهما طبخا [3]

پس ثابت شد کہ مطبوخ مکروہ نیست چنانچہ حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) فرمودہ آخر طعام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بصل بودہ :-

فقالت عائشة ان اخر طعام اكله رسول الله صلى الله عليه وسلم طعام فيه بصل رواه ابوداود [4]

---

۱ شرح مسلم، کتاب المساجد، باب نہی من اکل الثوم الخ، ج ۱، ص ۲۰۹ -
۲ ایضاً " " " " " -
۳ مسلم " " " " " ص ۲۱۰ -
۴ ابوداود، کتاب الاطعمۃ، باب فی اکل الثوم، ج ۲، ص ۱۸۰ -

وتفصیل مقام آنکه در حدیث آمده که آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اینہا را نخورده، و نہی وارد
در طعام مگر حدیث عائشه (رضی اللہ تعالےٰ عنہا) که در طعام خورده است و امت را نیز از آں نہی
کرده پس می گویند که نہی از خوردن خام است نه پخته و اصح آں است که آں نیز تنزیہ است نه
تحریمی و حرام نیست برائے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم و نه برامت۔

و طحاوی در شرح آثار احادیث آورده برا باحت اکل بصل و کراث و ثوم و مانند آں که
مطبوخ باشد یا غیر مطبوخ مگر کسے که بخورد و در خانه خود نشیند تا بوئے آں باقی است در مسجد نه
در آید که آں مکروه است. ہمیں قول مختار امام طحاوی و قول ابی حنیفه و محمد رحمۃ اللہ علیہم ہمیں است
و گفته اند که خوردن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در آخر عمر طعامے را که در وے پیاز بود از برائے
تعلیم جواز او و بیان آنکه کراہت تنزیہی است نه تحریمی، انتہیٰ ما فی ترجمۃ الشیخ۔[1]

پس ثابت گردید که حقه به علت ریح بد مکروه تنزیہی است و اگر به کسے سبب ریح بد را
زائل گرداند از مثل الطیب وغیره دراں وقت بلا کراہت حقه کشیدن مباح خواہد شد۔

و اگر کدام کس بر حرمت حقه کشی علت تعذیب دخان و نار آرد که دوزخیاں را از نار و
دخان عذاب خواہد شد آں کس معذور است زیرا که برودت نیز معذب است کما فی الزمہریر
قال اللہ تعالیٰ :۔

لا یرون فیہا شمسا و زمہریرا[2]

که در شان بہشتیاں آمده است ، ازیں آیت ثابت گردید که برودت و حرارت در حکم مساوات اند
اگر بدرجه اعتدال اند موجب راحت و صحت می باشند بحالت افراط و تفریط موجب رنج و
تکالیف و عذاب می گردند. پس بر قول معترض لازم می آید که استعمال ماء بارد و غیر مضره حرام باشد
حالانکه نہی براں کدام دلیل وارد نگردیده و بر ظاہر است که از تبدل و تغیر صفت و نوعیت حکم شئے
واحد متغیر می شود، نبیذ تمر و انگور حلال است و بحالت سکر حرام :۔

نبیذ التمر والزبیب فهو حلال شرب
ما دون السکر لاستمراء الطعام والتداوی وللتقوی

---

۱ اشعۃ اللمعات ، کتاب الاطعمه ، الفصل الثانی ، ج ۳ ، ص ۵۰۷۔

۲ سورۃ الدہر ، آیت ۱۳۔

علی طاعة الله لا للتلهی و المسکرمنہ حرام وهو

القدر الذی یسکر (عالمگیری)[1]

وآبے کہ از آسمان نازل می شود وشیریں وخوشگوار می باشد ہمیں آب را او تعالی می فرماید اگر خواہیم آں را گرم اور زندہ می گردانم :-

افرأیتم الماء الذی تشربون أأنتم انزلتموه

من المزن ام نحن المنزلون لونشاء جعلناه اجاجا[2]

ای موق الفم۔

وکما قال الله تعالی فی شان المعذبین :

فشاربون علیه من الحمیم (الواقعة)[3]

پس موافق قول معترض لازم آید کہ استعمال اب حرام باشد کہ معذب یا علامت عذاب است چنانکہ دخان وہوا، گاہے باعث فرحت وخوشی باشد کما فی الآیة :-

هو الذی یرسل الریح بشرا بین یدی

رحمته[4]

وگاہے باعث ہلاکت وعذاب شدید می گردد :-

ریح فیها عذاب الیم تدمر کل شیئ بامر

ربها فاصبحوا لا یری الا مساکنهم کذلك نجزی

القوم المجرمین[5]

پس لازم نمی آید ایں امر کہ اشیائے کہ در آخرت حرام یا در آخرت و در دنیا باعث عذاب باشند استعمال آنہا بخوردن وغیرہ حرام باشد :-

---

[1] عالمگیری ، کتاب الاشربة ، باب ۱ ، ج ۵ ، ص ۵۱۲ -

[2] سورة الواقعه ، آیت ۶۸ تا ۷۰ -

[3] ایضاً ، آیت ۵۴ -

[4] سورة الاعر

[5] سورة الاعراف ، آیت ۵۷ -

[6] سورة الاحقاف ، آیت ۲۴ ، ۲۵ -

ونادى اصحاب النار اصحاب الجنة ان افيضوا علينا من الماء او مما رزقكم الله قالوا ان الله حرمهما على الكافرين [1]

ہمچنیں نار دنیا برائے حاجت روائی و مصالح انسانی پیدا کردہ :-

افرأيتم النار التي تورون [2]

و در دوزخ برائے عذاب پس اعتراض صحیح نشدہ۔

خلاصہ مرام آنکہ حکم حقہ کشی بر چہار نوع است :

(۱) یکے آنکہ حلال برائے آنکس کہ او را نفع دہد،

(۲) دوم مکروہ تحریمی، کسے را کہ ضرر رساند،

(۳) سوم مکروہ تنزیہی، برائے ما سوائے ہر قسم مذکورین بعلت بوئے بد،

(۴) چہارم مباح، بحالت ارتفاع علت کراہت کہ بوئے بد است باستعمال تمباکو با آمیزش اشیائے خوشبودار مثل سنبل الطیب وغیرہ،

پس بر حقہ کشندہ کفر عائد نمی شود و نماز جنازہ او روا است بلا ریب و ارتیاب

هذا هو ما ثبت من الادلة الشرعية بلا افراط و تفريط ولكن عندى وعند الصوفية الكرام البررة ممنوع باشد لانهم لانهم يذكرون الله على كل حين قياما وقعودا وعلى جنوبهم ويناجون الله كما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كل فانى اناجى من لا تناجى ولانهم يلاقونهم الملائكة والملائكة تتاذى مما يتاذى منه بنوادم - خذ هذا فانه احرى للقبول لدى ذوى العلم والعقول - والله اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب -

حررہ و اجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۲۶ ر ذی قعدہ ۱۳۰۲ھ ہجری

---

[1] سورۃ الاعراف ، آیت ۵۰ -

[2] سورۃ الواقعہ، آیت ۷۱ -

سوال ۱۵۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ اسپ مادہ پہ خرِ نر کو
واسطے افادہ خود یا تجارت ڈال کر خرچ لینا جائز ہے یا ناجائز ہے بینوا توجروا۔

الجواب

اسپ مادہ پر خرِ نر کو ڈالنا جائز ہے :۔

وجاز خصاء البھائم وانزاء الحمیر علی
الخیل کعکسہ (درمختار) [1]

ان اجرت لینی حدیث شریف میں منع ہے۔ فقط

حررہ واجابہ خاکپاے محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۲۰ ذلیقعدہ ۱۳۰۲ھ ہجری

سوال ۱۶۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ پڑھنا علم انگریزی کا
اور بپیشہ تصور کرکے بہ نیت روزگار جیسا کہ علم فارسی وار دو پڑھتے ہیں واسطے روزگار کے
ہی پڑھنا انگریزی کا بھی شرع شریف میں جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ بات جو عوام الناس
مشہور کر رکھی ہے کہ اس کا پڑھنا حرام ہے اور جو ایک حرف بھی مرتے وقت زبان پہ آگیا
بخشش نہیں، آیا یہ کہنا ان کا صحیح ہے یا غلط؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مذکورہ علم انگریزی کا پڑھنا واسطے پیشہ اور نوکری کے جائز ہے، حرام
نہیں ہے البتہ مرتے وقت زبان پر کوئی لفظ انگریزی کا آگیا اس صورت میں خوف (عدم)

---

[1] درمختار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، ج ۲، ص ۲۴۶ -

مغفرت کا ہے گا کیونکہ آیات قرآنی اور احادیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے
کہ اخیر وقت میں زبان اور دل میں کلمہ ہونا چاہیے تاکہ مغفرت ہو اور جبکہ زبان پر آخری وقت میں
بجائے کلمہ کے انگریزی عبارت جاری ہوئی بلا ریب خوف زوال ایمان کا ہے اور جو کہ عادت کسی
شے کی باعث اجراء کے بوقت مرگ کے ہوتی ہے پس کیا تعجب ہے کہ بسبب ملکہ زبان انگریزی
کے بوقت مرگ انگریزی الفاظ جاری ہوں کہ موجب نقصان ایمان کا ہو۔

واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۸ ذیقعدہ ۱۳۰۳ھ ہجری

مرتبین :-

۱- مولٰنا عبدالقدوس ہاشمی - کراچی
۲- پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد - ٹھٹھہ؟ سکرنڈ
۳- مولانا ابوالخیر محمد زبیر - حیدرآباد سندھ
۴- مولانا محمد اشرف مجددی - سیالکوٹ

مؤلف	تصنیف	مطبوعہ	سنہ وفات
ابن حجر عسقلانی	فتح الباری شرح صحیح البخاری	مطبوعہ بیروت	۸۵۲ھ
〃 〃	نزہتہ النظر شرح نخبۃ الفکر	مطبوعہ ملتان پاکستان	〃
〃 〃	تہذیب التہذیب		〃
〃 〃	تقریب		〃
ابن حجر مکی	قلائد		۹۷۴ھ
〃 〃	الخیرات الحسان	مطبوعہ بیروت	〃
ابن سید الناس اندلسی	عیون الاثر فی فنون المغازی و السیر	〃	۷۳۴ھ
ابن صلاح (ابو عمرو)	مقدمہ ابن صلاح		۶۴۳ھ
ابن عباس	تفسیر تنویر المقباس	مطبوعہ بیروت	۶۸ھ
	(مرتبہ مجد الدین فیروز آبادی)		۸۱۷ھ
ابن نجیم، زین الدین الحنفی	البحر الرائق شرح کنز الدقائق	مطبوعہ مصر	۹۷۰ھ
محمد بن حسین بن علی الطوری الحنفی القادری	تکملہ 〃 〃		
ابن نجیم، زین الدین الحنفی القادری	الاشباہ والنظائر	مطبوعہ بیروت	
ابن ہمام، کمال الدین محمد بن عبد الواحد	فتح القدیر شرح الہدایہ	مطبوعہ لاہور پاکستان ۱۳۹۶ھ	۸۶۱ھ
(احمد بن قودر المعروف بقاضی زادہ آفندی)	تکملہ 〃	مطبوعہ سکھر پاکستان	
〃 〃	تحریر (فی اصول الفقہ)		〃
ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی	بدائع الصنائع		۵۸۷ھ
ابوالسعود ابن محمد عمادی الحنفی	تفسیر ابوالسعود	مطبوعہ مصر	۹۸۲ھ
ابوطاہر محمد بن عبد الرشید السجاوندی	سراجی (فی علم الفرائض)		
احمد بن حنبل، امام	مسند	مطبوعہ مصر	۲۴۱ھ
احمد الشیخ المعروف بہ ملا جیون	تفسیر احمدی	مطبوعہ ہند	۱۱۳۰ھ
〃 〃	نور الانوار فی شرح المنار	مطبوعہ لاہور	〃
احمد بن الحسن فخر الدین جاربردی	شرح شافیہ (جاربردی)		

مؤلف	تصنیف	مطبوعہ	سنہ وفات
احمد رومی، شیخ	مجالس الابرار	مطبوعہ لکھنؤ	۱۳۲۱ھ
احمد بن عبد الاحد المعروف بہ مجدد الف ثانی	مکتوبات شریف	مطبوعہ ترکی	۱۰۳۴ 〃
احمد بن عبد الرحیم المعروف بہ شاہ ولی اللہ	المسوّی شرح الموطا	مطبوعہ کراچی	۱۱۷۶ 〃
〃 〃 〃	حجۃ اللہ البالغہ	مطبوعہ لاہور	〃
〃 〃 〃	القول الجمیل		〃
〃 〃 〃	ازالۃ الخفاء	مطبوعہ لاہور	〃
احمد بن علی النسائی، الحافظ	سنن نسائی (مجتبیٰ)	مطبوعہ اصح المطابع کراچی	۳۰۳ 〃
احمد بن محمد القسطلانی، شہاب الدین	ارشاد الساری شرح البخاری	مطبوعہ بیروت	۹۲۳ 〃
احمد بن محمد طحاوی، ابو جعفر	شرح معانی الآثار	مطبوعہ بیروت ۱۳۹۹ھ	۳۲۱ 〃
احمد بن محمد الحموی، علامہ	حموی (شرح الاشباہ والنظائر)		
احمد بن محمد طحطاوی	حاشیۃ الدر المختار	مطبوعہ	۱۲۳۱ھ
اسماعیل دہلوی، مولوی	صراط مستقیم	مطبوعہ میرٹھ ۱۲۸۵ھ	۱۲۴۶ 〃
ثناء اللہ پانی پتی، قاضی	مالا بد منہ	مطبوعہ	۱۲۲۵ 〃
〃 〃 〃	تفسیر مظہری	مطبوعہ ہند	〃
〃 〃 〃	السیف المسلول	مطبوعہ	〃
جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی	الکفایہ فی شرح الہدایہ	مطبوعہ لاہور	۷۰۰ 〃
جلال الدین عبد الرحمٰن ابو بکر السیوطی	الجامع الصغیر	〃 〃	۹۱۱ 〃
〃 〃 〃	شرح الصدور	مطبوعہ مصر	〃
〃 〃 〃	انباء الاذکیاء	مطبوعہ حیدر آباد دکن ہند	〃
〃 〃 〃	مرقاۃ الصعود الی سنن ابی داؤد		〃
〃 〃 〃	تفسیر الاتقان	مطبوعہ	〃
جلال الدین السیوطی و جلال الدین المحلی	تفسیر جلالین	مطبوعہ بیروت	۸۶۴ 〃
حافظ الدین ابو البرکات عبد اللہ نسفی	تفسیر مدارک	مطبوعہ	۷۱۰ 〃
〃 〃 〃	کافی شرح وافی		〃

مؤلف	تصنیف	مطبوعہ	سن وفات
حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ النسفی	کنز الدقائق	مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۳۳۲ء	[illegible]
″	المنار معہ نور الانوار	مطبوعہ لاہور	″
حسن بن منصور اوزجندی الفرغانی	فتاویٰ قاضی خاں علی ہامش عالمگیری		[illegible]
حسین بن مسعود الفراء ابومحمد بغوی	تفسیر معالم التنزیل مع الخازن	مطبوعہ مصر	[illegible]
سعد الدین تفتازانی، مسعود بن عمر، علامہ	شرح عقائد نسفی	مطبوعہ لکھنؤ	[illegible]
″	تلویح حاشیہ توضیح	مطبوعہ	″
سلیمان بن اشعث سجستانی، ابوداود	سنن ابوداود	مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۳۲۶ھ	[illegible]
سلیمان جمل، شیخ	تفسیر جمل	مطبوعہ مصر	
شریف علی بن محمد جرجانی، سید	رسالہ (فی اصول الحدیث)	مطبوعہ	[illegible]
شمس الدین محمد بن یوسف کرمانی	شرح البخاری		[illegible]
شمس الدین محمد قہستانی الحنفی	جامع الرموز (حاشیہ شرح وقایہ)		[illegible]
عبدالرحیم صفی پوری	منتہی الارب	مطبوعہ لاہور پاکستان ۱۳۱۵ھ	
عبداللہ بن عبدالرحمن السمرقندی الدارمی	کتاب السنن الدارمی	مطبوعہ بیروت	[illegible]
عبداللہ بن یوسف الزیلعی	نصب الرایہ فی تخریج الہدایہ		[illegible]
عبداللہ بن عمر البیضاوی	تفسیر البیضاوی	مطبوعہ القاہرہ مصر	[illegible]
عبدالحق محدث دہلوی شیخ	لمعات شرح مشکوٰۃ (عربی)	مطبوعہ لاہور	[illegible]
″	اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ (فارسی)	مطبوعہ لکھنؤ ہند	″
عبدالرشید حسینی، مولانا	منتخب اللغات	مطبوعہ	
عبدالعزیز البخاری	کشف الاسرار (شرح اصول بزدوی)		
عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ	تحفہ اثنا عشریہ	مطبوعہ لاہور	[illegible]
″	تفسیر عزیزی	مطبوعہ دہلی	″
عبدالغفور، مولانا	حاشیہ شرح ملا جامی		
عبدالوہاب الشعرانی	میزان الکبریٰ		
عبداللہ بن مسعود، صدر الشریعہ	توضیح شرح التنقیح	مطبوعہ	[illegible]

مصنف	تصنیف	مطبوعہ	سنہ وفات
عبداللہ بن مسعود، صدر الشریعہ	شرح الوقایہ	مطبوعہ	۷۴۷ھ
عثمان بن عمر المعروف بہ ابن حاجب	شافیہ	مطبوعہ	
علی بن ابوبکر بن عبدالجلیل الفرغانی برہان الدین۔	الہدایہ شرح البدایہ	مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی	۵۹۳ھ
علی بن احمد بن ابراہیم الشہیر مخدوم علی مہائمی، علامہ گجراتی۔	تفسیر تبصیر الرحمٰن (تفسیر رحمانی)۔		۸۳۵ھ
علی بن عمر الدارقطنی، الامام	سنن الدارقطنی	مطبوعہ بیروت	۳۸۵ھ
علی بن محمد الخازن، علاؤ الدین	تفسیر الخازن مع البغوی	مطبوعہ مصر	۷۴۱ھ
ی بن سلطان نور الدین الشہیر ا علی قاری۔	مرقاۃ شرح مشکوٰۃ	مطبوعہ ملتان پاکستان	۱۰۱۴ھ 〃
ی بن سلطان نور الدین الشہیر علی قاری۔	شرح شرح نخبۃ الفکر		〃
ی بن سلطان نور الدین الشہیر علی قاری۔	شرح فقہ اکبر	مطبوعہ مجتبائی دہلی	
ر بن محمد السہروردی شہاب الدین	عوارف المعارف مع الاحیاء	مطبوعہ مصر	۶۳۲ھ
ات الدین رام پوری	غیاث اللغات		
علمائے دہلی و سہارنپور	فتاوی		
ب الدین خاں، نواب	مظاہر حق	مطبوعہ لکھنؤ	
〃 〃	توفیر الحق	مطبوعہ لاہور ۱۳۲۵ھ	
بن انس ابو عبداللہ، امام	موطا امام مالک	مطبوعہ مصر ۱۳۷۰ھ	۱۷۹ھ
د الدین المبارک ابن الاثیر ری۔	النہایہ فی غریب الحدیث والاثر	مطبوعہ بیروت	۶۰۶ھ
بن اسماعیل البخاری عبداللہ، امام۔	بخاری شریف	مطبوعہ کراچی ۱۳۵۷ھ	۲۵۶ھ

مصنف	تصنیف	مطبوعہ	سنہ وفات
محمد بن محمد محمد الجزری	کتاب النشر فی قراءات العشر	مطبوعہ	۸۳۳ھ
"	رسالۃ الجزریہ منظومہ	مطبوعہ	"
محمد بن تمرتاش الغزی، الشیخ	تنویر الابصار	مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۳۳۲ھ	۱۰۰۴ "
محمد بن حسن الشیبانی، امام	مؤطا امام محمد	مطبوعہ کراچی پاکستان۔	۱۸۹ "
"	الجامع الصغیر	مطبوعہ لکھنؤ ہند	"
محمد بن حسین البزدوی، فخر الاسلام	اصول البزدوی	مطبوعہ کراچی پاکستان	
محمد نووی الجاوی، الشیخ	تفسیر منیر	مطبوعہ	
محمد الخطیب الشربینی	تفسیر السراج المنیر	مطبوعہ لکھنؤ نول کشور	۹۷۷ "
محمد بن حسن استرآبادی، الشیخ	شرح کافیہ (رضی)		
محمد بن عبدالباقی الزرقانی	شرح مؤطا امام مالک	مطبوعہ	۱۱۲۲ "
محمد بن عزیز سجستانی	تفسیر نزہۃ القلوب		۳۳۰ "
محمد بن علی ابو عبداللہ الحکیم الترمذی	نوادر الاصول فی معرفۃ اخبار الرسول	مطبوعہ بیروت	۲۵۵ "
محمد بن عمر الخوارزمی الزمخشری	تفسیر کشاف	"	۵۳۸ "
محمد بن عمر بن الحسین، ابو محمد الرازی الشافعی۔	تفسیر کبیر	مطبوعہ مصر ۱۳۰۸ھ	۶۰۶ "
محمد بن عمر بن خالد المعروف جمال القرشی۔	صراح	مطبوعہ	
محمد بن عیسیٰ الترمذی، ابو عیسیٰ	سنن الترمذی	مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۳۵۹ھ	۲۷۹ "
محمد بن محمد غزالی، امام	احیاء العلوم الدین	مطبوعہ مصر	۵۰۵ "
محمد بن محمد بن عمر الاخسیکثی	حسامی	مطبوعہ	۶۴۴ "
محمد بن محمد بن شہاب المعروف بابن البزاز۔	فتاویٰ بزازیہ مع عالمگیری	مطبوعہ پاکستان	۸۲۷ "
محمد بن محمود البابرتی	شرح العنایہ علی الہدایہ	مطبوعہ پاکستان	۷۸۶ "
محمد بن یزید ربعی ابن ماجہ قزوینی	سنن ابن ماجہ	مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی	۲۷۳ "

مصنف	تصنیف	مطبوعہ	سنہ وفات
محمد امین بن عمر المعروف بابن عابدین شامی	ردالمحتار علی الدر المختار	مطبوعہ بیروت	۱۲۵۲ھ
" "	منحۃ الخالق حاشیہ بحر الرائق	" "	"
محمد حسین علوی عقیلی دہلوی، حکیم	مخزن الادویہ (طب)	مطبوعہ لکھنؤ	
محمد طاہر بن علی الفتنی	مجمع البحار	مطبوعہ لکھنؤ ۱۲۸۰ھ	۹۸۶ "
محمد علاؤ الدین بن علی الحنفی الحصکفی۔	در المختار فی شرح تنویر الابصار	مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۳۲۱ھ	۱۰۸۸ "
محمد مسعود محدث دہلوی، نقیر الہند	رسالہ سماع و غنا (قلمی)		۱۳۰۹ "
" " "	رسالہ سماع صوتی (قلمی)		"
" " "	درۃ الیتیم فی القرآن العظیم	مطبوعہ دہلی ۱۲۹۹ھ	"
" " "	درر ثمانیہ	مطبوعہ دہلی	"
" " "	نور الہادین فی تحقیق آمین		"
" " "	رسالہ جمعہ		"
محمود بن احمد بدر الدین العینی	شرح الہدایہ	مطبوعہ	۸۵۵ "
" " "			"
" " "			"
مسلم بن الحجاج ابو الحسین القشیری	مسلم شریف	مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۳۱۹	۲۶۱ "
نذیر حسین دہلوی، مولوی	فتاوی نذیریہ، دہلی ۱۳۳۳ھ		
نظام برہان پوری وغیرہ	فتاوی عالمگیری	مطبوعہ پاکستان	
نعمان بن ثابت ابو حنیفہ امام اعظم	فقہ اکبر	مطبوعہ مجتبائی دہلی	۱۵۰ "
" " "	مسند امام اعظم	مطبوعہ اصح المطابع کراچی	"
" " "	مسانید الامام الاعظم	مطبوعہ حیدر آباد دکن	"
ولی الدین الخطیب	مشکاۃ المصابیح	مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۳۲	۷۴۰ "
یحیی بن شرف النووی، حافظ ابو زکریا	شرح مسلم	" مجتبائی دہلی	۶۷۶ "
یوسف بن عبد الرحمن، ابو الحجاج المزی الدمشقی	تہذیب الکمال		۷۴۲ "

مرتّب کی دوسری نگارشات

مصنّفات

۱-	شاہ محمد غوث گوالیاری	میر پور خاص
۲-	تذکرۂ مظہر مسعود	کراچی
۳-	اردو میں قرآنی تراجم و تفاسیر (غیر مطبوعہ)	حیدرآباد سندھ
۴-	فاضل بریلوی اور ترکِ موالات	لاہور
۵-	فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں	لاہور
۶-	حیاتِ مظہری	کراچی
۷-	عاشقِ رسول	لاہور
۸-	سیرتِ مجدد الفِ ثانی	کراچی
۹-	موجِ خیال	کراچی
۱۰-	NEGLECTED GENIUS OF THE EAST.	لاہور
۱۱-	عاشق الرسول مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی	لاہور
۱۲-	حیاتِ فاضل بریلوی	لاہور
۱۳-	تحریکِ آزادیٔ ہند اور ماہنامہ السواد الاعظم	لاہور
۱۴-	تقسیم ہند کی پہلی مفصل تجویز	کراچی
۱۵-	حضرت مجدد الفِ ثانی اور علامہ اقبال	سیالکوٹ
۱۶-	محبت کی نشانی	کراچی
۱۷-	حیاتِ امام احمد رضا خاں بریلوی	لاہور
۱۸-	شاعرِ محبت شاہ عبداللطیف بھٹائی	لاہور
۱۹-	امام احمد رضا اور عالم اسلام	کراچی
۲۰-	گناہِ بے گناہی	کراچی

۲۱-	اُجالا	کراچی	سنہ ۱۹۸۱ء
۲۲-	دائرۂ معارف امام احمد رضا	کراچی	سنہ ۱۹۸۱ء
۲۳-	رہبر و رہنما	کراچی	سنہ ۱۹۸۵ء
۲۴-	سوجھرو (ترجمہ مولانا عبدالرسول نگمی قادری)	کراچی	سنہ ۱۹۸۵ء

مؤلفات

۱-	دائمی تقویم	کوئٹہ	سنہ ۱۹۶۷ء
۲-	مظہر الاخلاق	کراچی	سنہ ۱۹۶۸ء
۳-	ارکانِ دین	کراچی	سنہ ۱۹۶۹ء
۴-	مکاتیبِ مظہری	"	سنہ ۱۹۶۹ء
۵-	فتاویٰ مظہری	"	سنہ ۱۹۶۹ء
۶-	مواعظِ مظہری	"	سنہ ۱۹۶۹ء
۷-	مظہر العقائد	سیالکوٹ	سنہ ۱۹۷۶ء
۸-	امام احمد رضا اور عالم اسلام۔	کراچی	سنہ ۱۹۸۱ء

تراجم

۱-	حیدر آباد کی معاشی تاریخ	حیدر آباد سندھ	سنہ ۱۹۵۸ء
۲-	تمدنِ ہند پر اسلامی اثرات	لاہور	سنہ ۱۹۶۴ء
۳-	ویرنا کے دو شریف زادے	لاہور	

مرقعِ مسعودی

آخری پیغام

از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

تاریخ قرآن پر ایک اہم تاریخی اور تحقیقی کتاب جو خواجہ محمد عبداللہ جان نقشبندی، مجددی، قادری (پشاور) کی تحریک پر لکھی گئی۔ اس کتاب میں ــــ آئینۂ قرآن میں صاحب قرآن کی ایک جھلک دکھائی ہے ــــ قرآن کی روشنی میں قرآن کا تعارف کرایا ہے ــــ نزول قرآن، کتابت قرآن، جمع و تدوین قرآن پر سیر حاصل بحث کی ہے ــــ قرآن کی اشیاء کتابت بالخصوص کاغذ پر تاریخ کی روشنی میں تحقیق کی ہے اور دلائل و شواہد سے یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن حکیم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مدون و مرتب ہو چکا تھا اور اس کے کئی مکمل نسخے موجود تھے ــــ منازل قرآن، نقاط و اعراب قرآن، اوقاف اور اجزاء قرآن پر محققانہ بحث کی ہے ــــ قرآن کے ابتدائی رسم الخط اور عربی رسم الخط پر تحقیق کی ہے، مختلف رسم الخطوں اور خطاطوں کا تفصیلی جائزہ لیا ہے ــــ علوم قرآن، عجائبات قرآن، فضائل قرآن کی ایک جھلک دکھائی ہے ــــ دنیا کی بہت سی زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کا مختصر جائزہ لیا ہے، قرآن کے قدیم قلمی نسخوں کی نشاندہی کی ہے اور قرآن کی اولین طباعت پر تاریخی حیثیت سے روشنی ڈالی ہے ــــ اس محققانہ کتاب کی تدوین میں بیسیوں عربی، فارسی، اردو اور انگریزی کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے ــــ اسلوب تحریر نہایت دلنشیں اور دل پذیر ــــ پاکستان کے مشہور خطاط خورشید عالم گوہر رقم کے عظیم شاہکار تیس سورہ رسم الخطوں پر مشتمل ایک من وزنی عجائب القرآن کے صفحات اور آرٹ گھر پاکستان کے نادر قرآنی قلمی نسخوں کے صفحات کے عکس بھی شامل کیے گئے ہیں ــــ کتابت، کاغذ، طباعت اور جلد بندی ایک سے ایک اعلیٰ اور نفیس ــــ المختصر قرآن کریم کی تاریخ پر اب تک لکھی جانے والی کتابوں میں یہ کتاب ایک امتیازی شان رکھتی ہے ــــ قیمت ۵۰ روپے ــــ تاجروں، لائبریریوں، علماء، طلبہ اور اساتذہ کے لیے خصوصی رعایت ــــ

ملنے کے پتے

۱۔ سرہندی پبلی کیشنز، مکان نمبر ۸۸ بلاک نمبر ۷/د، دہلی مرکنٹائل کوآپریٹیو ہاؤسنگ سوسائٹی، کراچی نمبر ۰۶-۸۰۔

۲۔ دربار عالیہ مرشد آباد شریف، بالمقابل آڈٹ کالونی، کوہاٹ روڈ، پشاور

اے کہ تو کہ از نام تو می بارد عشق — از نامہ و پیغام تو می بارد عشق
عاشق شود آنکہ بکویت گزرد — آرے از در و بام تو می بارد عشق
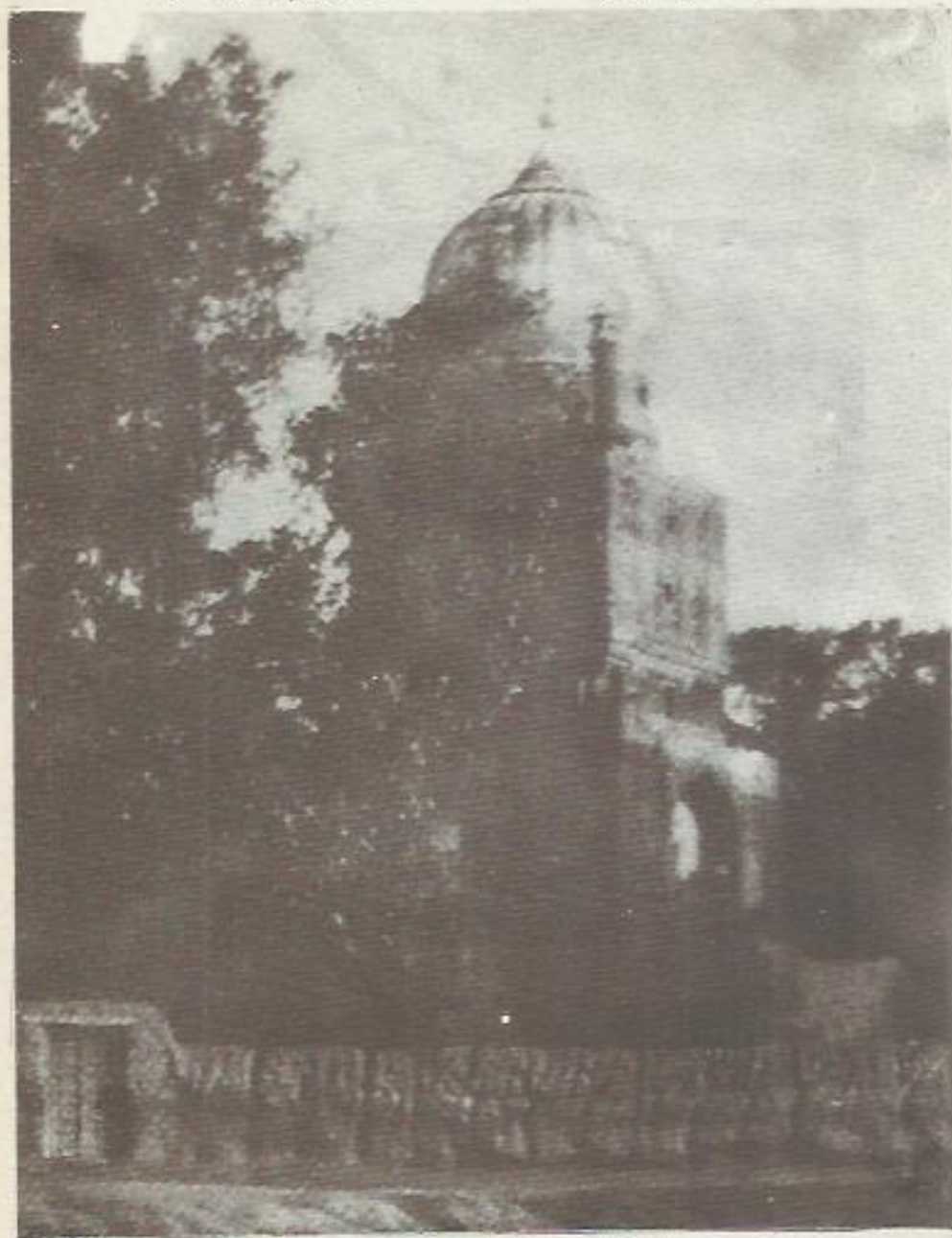
مقبرہ شریف

حضرت سید امام علی شاہ (م ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء) و حضرت سید صادق علیشاہ (م ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۹ء) قدس اللہ تعالیٰ سرہما العزیز۔ (مکان شریف، ضلع گورداسپور، مشرقی پنجاب، بھارت)

تو مری رات کو مہتاب سے محروم نہ رکھ
ترے پیمانے میں ہے ماہِ تمام اے ساقی

مرقد انور

حضرت فقیہ الہند شاہ محمد مسعود محدث دہلوی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز (م ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۲ء)
(درگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ ——— دہلی)

دریا متلاطم ہوں تری موج گہر سے
شرمندہ ہو فطرت ترے اعجاز ہنر سے

عکس تحریر

حضرت شاہ رحیم اللہ دہلوی خلیفۂ اجل حضرت فقیہ الہند قدس سرہما العزیز

مکتوبہ سنہ ۱۲۸۲ھ / سنہ ۱۸۶۵ء

ہے تری شان کے شایاں اسی مومن کی نماز
جس کی تکبیر میں ہو معرکۂ بود و نبود

مسجد جامع فتحپوری ــــــ دھلی

تعمیر ۱۰۶۰ھ / ۱۶۵۰ء

عکس فتاوی مسعودی صفحہ ۹۹ مکتوبہ سنہ ۱۲۹۰ھ / سنہ ۱۸۷۳ء

عکس فتاوی مسعودی صفحہ ۱۱۶ مکتوبہ ۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۵ء

عکس فتویٰ نبیرۂ فقیہ الہند، مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفسار

عکس فتویٰ فرزند اکبر مفتی اعظم ہند، حضرت علامہ مفتی محمد مظفر احمد رحمۃ اللہ علیہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ
میں کہ فجر کی اذان دینے کے بعد مؤذن یا کوئی دوسرا شخص
محلہ والوں کو نماز کے لئے سارے محلے میں گھوم گھوم کر بیدار
کر سکتا ہے یا نہیں۔ اگر کر سکتا ہے تو کیونکر۔ اور نہیں
کر سکتا تو اوس کو تو بہم فرمائیں۔

الجواب

ہاں اس عمل میں کچھ مضائقہ نہیں بلکہ موجب ثواب ہے کہ
یہ تثویب کے معنی میں ہے والتثویب حسن عند المتأخرین فی
جمیع [illegible] ثم یقعد قدر ما یقرأ عشرین آیۃ
ثم یثوب ثم [illegible] ثم یقیم کذا فی [illegible] واللہ اعلم

محمد مظفر احمد [illegible]

یہ عمل اول تو تثویب ہی نہیں بلکہ اس سے زیادہ
حیثیت رکھتا ہے دوسرے تثویب ہی ایک امر محدث
اور مبتدع ہے۔ اذان سے پہلے بہ نیت امر بالمعروف
اس عمل کی گنجائش ہے۔ اذان کے بعد یہ عمل کراہت
سے خالی نہیں ہے۔ [illegible]

ما اجاب [illegible]

هو المسدد

التثويب هو الاعلام بعد الاعلام تثویب اوس اعلان
کو کہتے ہیں جو بعد اذان نماز کیلئے کیا جائے یا بعد [illegible]
اسکو علمائے متاخرین نے جائز فرمایا ہے۔
تثویب کو امر مستحدث اور مبتدع کہنا متاخرین کو بدعتی قرار
دینا ہے دوسرے فتاوے عالمگیری کو ناقابل [illegible] سے
علمائے متاخرین اور عالمگیری پر اپنا تفوق دکھا کر ایک غیر صحیح
حکم صادر فرمانا ہے۔ جو یقینا بے ریب غلط و مردود ہے
کیونکہ اس [illegible] وکتب فقہیہ کی تدوین [illegible] منقول اسکے امر مستحدث

ہیں اور علم دین کی تعلیم پر اجرت لینا مستحدث نہیں جب
ان امور مستحدثہ کا ارتکاب پر متأخرین کو امام بنایا جاتا ہے اور
انکے اقوال کو حجت قرار دیا جاتا ہے۔ تو تثویب کا حکم
جن متأخرین نے حکم کو کیوں نہیں تسلیم کیا جاتا۔
اور کیا اذان سے پہلے یہ امر مستحدث بدعت ہوگا۔ اور کیا
بعد اذان امر بالمعروف میں یہ فعل داخل نہیں۔

حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو تثویب سنت صحابہ
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین (جنکے لئے نبی محترم رسول اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں علیکم بسنتی
وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین) دلیل اول

جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تاریخ الخلفاء میں
امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت میں
زھری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں نقل فرماتے ہیں

خرج عمر یوقظ الناس للصلوۃ یعنی سیدنا عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ اپنے گھر سے نکلے اور راستہ میں آپ لوگوں کو نماز کیلئے
جگاتے ہوئے چلے الخ دلیل دوم جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ
علیہ اپنی اسی تاریخ میں بحوالہ حضرت ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ
عنہما امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی شہادت
کا حال درج کرتے ہوئے فرماتے ہیں ودخل ابن النباح

المؤذن علی ذالک فقال الصلوۃ فخرج علی من الباب
ینادی ایھا الناس الصلوۃ الصلوۃ یعنی مولیٰ علی کرم اللہ
تعالیٰ وجہہ الکریم کے پاس حضرت ابن نباح مؤذن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
آکر جواب بیان فرماتے تھے کہ مؤذن نے گھر میں آکر
الصلوۃ یعنی نماز کیلئے تشریف لے چلیے وقت ہوگیا۔ حضرت اپنے گھر سے
لوگوں کو نماز کیلئے جگاتے ہوئے تشریف لے چلے الخ

دلیل سوم جب نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
گھر سے تشریف نہ لاتے اور وقت تنگ ہوگیا تو سیدنا حضرت بلال
رضی اللہ تعالیٰ عنہ دولت کدہ پر حاضر ہو کر یوں عرض کرتے تھے
الصلوۃ یا رسول اللہ۔

حضرت بابرکت مولانا مفتی مظہر شریف قبلہ امام مسجد فتح پوری دام ظلہ العالی کے جواب باصواب
کی مخالفت مولوی احمد حسین صاحب سے کوئی امر مشتبہ نہیں اور نہ ایک امر کو
مستحسن و مبتدع لکھ دینے پر مجھ کو حیرت ہے اور نہ آپ کی شکایت ہے کہ امر با صواب
قبل از اذان جائز ہو اور بعد اذان مکروہ ہو جائے کیونکہ مجھ کو تجربہ ہے کہ مولوی صاحب
کے قلم کی روش ہی کو خوش ہونا۔ ستر اسی ناموں میں العبد مولوی صاحب کی روش سے مطابق
ہوتے رہے ہوں کہ اس فتویٰ میں تقویت کو بہ خود خوش ہو۔ امر مستحسن و مبتدع
لکھ دیا اور بعد اذان بعد اظہار اختلاف مکروہ فرما دیا یعنی جیسا ہو
مولوی صاحب ہی کا ایک فتویٰ ہے جس میں مستفتی نے عمل سوال میں مولوی احمد رضا کا
عمل بتایا جو مولوی صاحب کے ہم عقیدہ ہیں تو جواب میں لکھا کہ یہ عمل فتویٰ کے بموجب
ناجائز نہیں۔ یعنی فقط یہ تو عجب بات ہوئی کہ کسی صحیح العقیدہ شخص الصلاۃ والسلام
علیک یا ایہا النبی لکھے تو مشرک ہو جائے اور مولوی صاحب ہزار بار تم ما
مشرکانہ ترانہ گائیں اور موحد ہی رہ جائیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ
العلی العظیم فقط فقیر ابو المحامد سید محمد اشرفی جیلانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی حبیبہ الکریم

حضرت مولانا مفتی سید مظہر اللہ صاحب دامت برکاتہم کا جواب
حق و صواب اور رفاقت اللہ صاحب کی تحریر [illegible]
حکم کراہت کے لیے کسی دلیل کی حاجت نہ تھی فقہائے کرام
لا بد للکراہۃ من دلیل خاص مولانا مظہر اللہ صاحب
نے اس کا بہت نفیس رد فرمایا جزاہ اللہ تعالیٰ خیرا

[illegible] عفی عنہ

عکس فتویٰ نبیرہ مفتی اعظم، حضرت علامہ مفتی محمد مکرم احمد سلمہ اللہ تعالےٰ

[illegible]

الجواب وھو الموفق للصواب

۱- اللہ تبارک وتعالیٰ کی قسم کھانے کیلئے یہ ضروری نہیں کہ قسم کھانے والا قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائے۔ بلکہ بغیر قرآن پاک پر ہاتھ رکھے بھی قسم منعقد ہو جاتی ہے۔

۲- قرآن پاک کی قسم معتبر ہے یا نہیں۔ یہ مسئلہ متقدمین اور متاخرین فقہاء کی نظر میں مختلف فیہ رہا ہے۔ ہدایہ اولین ص ۴۷۶ کتاب الایمان صفحہ ۴۵۹ پر لکھا ہے۔ ومن حلف بغیر اللہ لم یکن حالفا کالنبی والکعبۃ لقولہ علیہ السلام من کان منکم حالفا فلیحلف باللہ او لیذر۔ وکذا اذا حلف بالقرآن لانہ غیر متعارف الخ یعنی صاحب ہدایہ کے زمانہ میں قرآن کریم کی قسم کھانا عرف میں نہیں تھا اس لئے انہوں نے قرآن کی قسم کو منعقد نہیں مانا۔ لیکن اب یعنی یہ قول صحیح ہے کہ قرآن کریم کی قسم کھانا جائز ہے اور شریعت مطہرہ کے مطابق منعقد ہو جاتی ہے۔ درمختار میں ہے۔ قال الکمال ولا یخفی ان الحلف بالقرآن متعارف فیکون یمینا۔ اس کے علاوہ اسی مسئلہ پر ردالمحتار میں بہت مفید اور مفصل بحث ہے۔ لکھتے ہیں۔ (قولہ قال الکمال الخ) مبنی علی ان القرآن بمعنی کلام اللہ فیکون من صفاتہ تعالیٰ کما یفیدہ کلام الہدایۃ حیث قال ومن حلف بصفۃ [illegible] تعارفت [illegible] وبہ ناخذ [illegible] وقال محمد بن مقاتل الرازی انہ یمین وبہ اخذ جمہور مشائخنا اھ فھذا مؤید لکونہ صفۃ تعورف الحلف بہا کعزۃ اللہ وجلالہ (رد المحتار ص [illegible]) مندرجہ بالا عبارت تفصیل سے مسئلہ صاف ہو جاتا ہے کہ قرآن کریم کی قسم کھانا جائز ہے۔

۳- فریق اول کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی قسم بغیر قرآن کریم پر ہاتھ رکھے بھی منعقد ہو جاتی ہے۔ اور اس کے پورا نہ کرنے پر کفارہ بھی وہی ہے جو قرآن کریم ہاتھ میں رکھ کر قسم کھانے میں ہوتا ہے۔ لہٰذا ان کا یہ اصرار بے جا ہے۔

۴- لیکن اگر فریق اول پھر بھی مُصر رہے تو فریق ثانی کے گواہ کو اس کی بات مان لینے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ لیکن مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ گواہ کو اختیار ہے کہ وہ ایسا کرے یا نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

محمد مکرم احمد غفرلہ [illegible]
شاہی امام مسجد جامع فتحپوری دہلی
[illegible] محرم الحرام [illegible]

مفتی محمد مکرم احمد نقشبندی مجددی
شاہی امام مسجد جامع فتحپوری دہلی

مطبوعات سرہند پبلی کیشنز، کراچی